جلاء العینین

(تذکرہ در اردو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلاء العینین

فی سیرۃ

علی ابن الحسین

اعنی

سوانح عمری امام زین العابدین علیہ السلام

مصنفہ عالیجناب قدسی صفات مورخ ائمہ معصومین مولانا و مقتدانا مولوی
السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارنپوری مصنف
تہذیب المتین و کشف الحقائق وغیرہ
باہتمام سید صفدر حسین شمسی زیدی الواسطی
سالک مطبع اثنا عشری دہلی
طبع ... پریس دہلی
شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلاء العینین

فی سیرۃ

علی بن الحسین

مصنفہ

عالیجناب عمدۃ الافاضل فخر الاماثل مولانا مولوی السید
منظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارنپوری مصنف
تہذیب المتین و مؤرخ آئمہ معصومین

در مطبع اثنا عشری دہلی طبع گردید

رقمہ اشرف علی لاہوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الانبیاء ونصب لھم الاوصیاء لیکونوا الیٰ نھج الحق من الادلاء ولیسبغ ھو سبحانہ علینا بھم النعماء والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الاصفیاء وسید اولیاء اللہ محمد المصطفیٰ والہ اعلام الھدیٰ والعروۃ الوثقیٰ وحجج علیٰ اھل الدنیا ولعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم فی الاخرۃ والاولیٰ -

اما بعد یہ ساتویں جلد ہے سلسلۂ تاریخ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین سے در بیان حال ابو الائمہ وھادی الامۃ امام العارفین وقدوۃ الزاھدین الرابع من الائمۃ الاثنی عشر الذی کان لآل النبیؐ مثل آدم ابی البشر- کریم الطرفین ونجل الخیرتین مولانا وسیدنا ابو الحسن علی بن الحسین علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین وابنائہ المطہرین صلوات اللہ وسلامہ مادام السمٰوات والارضین - جسکو حقیر العاصی المحتاج الی رحمۃ ربہ القوی **مظہر حسن** بن سید صادق حسن الموسوی الاثنا عشری عفی عنہ نے ترتیب دیا - اس سے پہلے ایک مجلد حالات امام ہفتم جناب موسیٰ کاظم مولفہ حقیر عرصہ سے مکمل ہو چکی ہے - مگر چونکہ ممالک فرنگ میں آتش جنگ وجدال مشتعل تھی - جرمن اور اس کے حلفا سرکار انگریزی کے ساتھ برسرپیکار تھے - حتیٰ کہ زائد از چار سال ایسا عظیم وھیب ہنگامہ کارزار گرم رہا - کہ ویسا خونی معرکہ پیر کہن چرخ سایہ افگن کی نظر سے بھی نہ گزرا تھا - لاکھوں جانیں فریقین سے تلف ہوئیں : اور کروڑوں اربوں

روپے پر پانی پھر گیا۔ اس کا اثر بد اسعار و اجناس ہندوستان پر پڑا۔ تمام اشیاء ضروری کمیاب و گران ہو گئیں۔ خصوصاً کاغذ کی کمی درجۂ قصوے کو پہنچی۔ اس سبب سے وہ جلد ابتک نہ چھپ سکی۔ مگر اب آخر ۱۹۱۸ء میں سلطنت برطانیہ مظفر و منصور و دشمنان دولت مخذول و مقہور ہوئے! ور کاروبارِ خلائق بدستور سابق جاری ہوئے۔ تو امید ہے کہ یہ دونو جلدیں ایک ساتھ طبع ہو کر ملاحظہ ناظرین میں آویں! ور دیدۂ انتظار کشیدۂ شائقان کو روشن کریں۔ آمین یا رب العالمین۔

اور نام اس وجیزۂ وفیہ کا حسب داب سلسلہ ہذا جلاء العینین فی سیرۃ ابی الحسن علی بن الحسین رکھا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ نَافِعًا لِلسَّادَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَخْلَعْہُ بِحُلَّۃِ الْقَبُوْلِ مِنْ جَنَابِ سَیِّدِ السَّاجِدِیْنَ مَوْلَانَا زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ۔

ولادت باسعادت سیدنا و امامنا زین العابدینؑ

بروز پنجشنبہ ۵ شعبان ۳۸ھ وقت ظہر بمقام مدینہ سکینہ متولد ہوئے۔ بقولے روز جمعہ ۱۵ جمادی الثانی۔ اور سنہ ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ بعضوں نے ۳۶ھ بعض نے ۳۷ھ ذکر کیا ہے۔ مگر کشف الغمہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ یہ ولادت سعید ۳۸ھ بعہد خلافت ظاہری امیر المومنینؑ دو سال قبل شہادت آنحضرت واقع ہوئی۔ روز ولادت آنجناب نور عظیم اطراف عالم میں نمودار ہوا۔ پیدا ہو کر زمین پر آئے تو سجدہ خالق حقیقی میں جھک گئے۔ چنانچہ اسوقت سے بلقب سجاد ملقب ہوئے۔ بقول اخیر دو سال اپنے جدّ امجد امیر المومنینؑ کے ساتھ۔ دس سال عم محترم حسنؑ مجتبےٰ۔ دس سال پدر بزرگوار امام حسینؑ کے ہمراہ رہے۔ بعد ازاں زمانہ امامت آنجناب ۳۵ سال ہے۔ عمر شریف بموجب مشہور ۵۷ سال کی ہوئی۔ زمانہ امامت برابر ہے ساتھ بقیہ عہد خلافت یزید بن معاویہ اور زمانہ معاویہ بن یزید کے و مروان بن الحکم و عبد الملک بن مروان و ولید بن عبد الملک بن مروان کے۔ اسی ولید کے زمانے میں اسی کی زہر خورانی سے وفات پائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے اس ذی عزت پوتے کی ولادت پر خورمے سے اسکی تحنیک[1] کی۔ آپ کا ارشاد تھا۔ حَنِّکُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالتَّمْرِ فَکَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ۔ اپنی اولاد کی خرمے سے تحنیک کرو۔ کیونکہ رسولؐ اللہ نے حسنین کی تحنیک خرمے سے کی۔ اور تحنیک آب فرات اور خاک تربت حسینیہ سے بھی سنت ہے۔

---

[1] تحنیک بالتمر یہ ہے کہ خرمے کو منہ میں چبا کر باریک کریں پھر اسکو لیکر بچہ کے دہن میں داخل کریں اور انگشت شہادت سے حنک یعنے بچہ کے تالو کو مَل دیں کہ اسکا پانی حلق طفل میں چلا جاوے علےٰ ہذا خاک تربت و آب فرات سے بھی تحنیک ہوتی ہے[2]

والدین شریفین

پدرِ نامور امامِ مظلوم حسینؑ شہید ہیں۔ روحی لہ الفدا۔ جن کا حالِ پُرملال علیحدہ جلد میں نظرِ ناظرین ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مادرِ گرامی جنابِ شاہِ زنان بنتِ یزدجرد بن شہریار آخر ملوکِ عجم۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام نامی[1] شہر بانو تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں نقل کیا ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے جابر بن حریث جعفی کو خراسان کے ایک حصہ کی حکومت پر بھیجا۔ اس نے دو لڑکیاں یزدجرد بن شہریار آخر ملوکِ فارس کی خدمتِ اقدس میں ارسال کیں۔ آپ نے ایک ان سے جس کا نام شاہِ زنان تھا اپنے فرزند دلبند حسینؑ کو عنایت کی۔ اس سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے دوسری محمد بن ابی بکر اپنے ربیب کو دی۔ اس سے قاسم بن محمد وجود میں آئے۔ پس قاسم و امام زین العابدینؑ باہم گر خالہ زاد بھائی ہیں۔

دیگر۔ شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جب عبداللہ عامر نے خراسان کو فتح کیا۔ تو یزدجرد بادشاہِ عجم کی دو بیٹیاں اس کے ہاتھ آئیں۔ جنکو عثمان کے پاس بھجوا دیا۔ عثمان نے ایک ان سے امام حسنؑ کو دوسری امام حسینؑ کو مرحمت کی۔ امام حسینؑ کے گھر میں اس سے زین العابدینؑ

---

[1] اسم مبارک میں اختلاف بہت ہے۔ بقولے جہان بانو تھا۔ شیر سلافہ و خولہ بھی کہا گیا ہے۔ بعض نے شاہ زنان بنت شیرویہ بن کسرٰے پرویز کہا ہے۔ بعضوں کے نزدیک برّہ بنت نوشجان ہے مگر صحیح اسمیت و ولدیت میں قول اول مندرجہ متن ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے انکا نام مریم مقرر کیا تھا۔ اور فاطمہ بھی کہا گیا ہے۔ اور سیدۃ النساء کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ فطوبیٰ لہا علوّ درجاتہا۔

پیدا ہوئے۔ مگر بعد ولادت آنحضرتؑ انکی والدہ نے رحمت الٰہی کی طرف انتقال کیا دوسری لڑکی بھی پہلا بچہ پیدا ہونے کے وقت جان بحق ہوئی۔ حضرت زین العابدینؑ کو ایک کنیز نے تربیت کیا۔ آنجنابؑ اسکو ماں کہتے تھے۔ حضرت سیدالشہداؑ درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے۔ تو آپ نے اس کنیز کا نکاح ایک مرد سے کہ شیعیان آنحضرت سے تھا کر دیا جس سے دشمنوں نے مشہور کیا۔ کہ زین العابدینؑ نے اپنی ماں کا نکاح ایک مرد کے ساتھ کیا ہے سہل بن قاسم راوی حدیث کہتا ہے۔ کہ طالبین سے ایک شخص باقی نہ رہا جس نے اس حدیث امام رضاؑ کو مجھ سے نہ سنا اور لکھ نہ لیا ہو۔

روایت دیگر۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے ابوجعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ جب یزدجرد آخری بادشاہ فارس کی لڑکی مدینہ میں آئی تو دختران مدینہ ان کے شوق دیدار میں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں مسجد رسولؐ خدا میں داخل ہوئی تو در و بام مسجد اس کے نور سے روشن ہو گئے۔ خلیفہ ثانی نے چاہا کہ اس کا منہ دیکھے۔ اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور بولی آہ "سیاہ باد روز ہرمز کہ فرزند او اسیر تو شود" عمر بولے یہ گبرزادی مجھ کو دشنام دیتی ہے! اور اسکو ایذا دینا چاہتے تھے۔ کہ حضرت امیرالمومنینؑ وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تجھ کو روا نہیں کہ اسکو ستائے۔ حضرت رسولؐ خدا کا ارشاد ہے۔ کہ اَکْرِمُوا کَرِیْمَ قَوْمٍ۔ قوم و قبیلے کے عزت دار کی عزت کرو۔ اور جس امر کو تو نہیں جانتا اس پر انکار کرنا عبث ہے یعنی جب تو فارسی زبان سے واقف ہی نہیں۔ تو کسطرح کہتا ہے کہ مجھے گالیاں دیتی ہے پس عمر نے کہا۔ کہ اس پر بولی بولی جائے۔ تا کہ جو چاہے خرید سکے۔ حضرت نے فرمایا دختران ملوک کی بیع جائز نہیں۔ گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ اسکو کہو کہ مسلمانوں میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ جسکو وہ اختیار کرے۔ اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے۔ اور اس کا مہر اس مرد مسلم کی عطا میں بیت المال سے مجرا کر دیا جائے یہی اسکی قیمت ہے۔ عمر نے اسکو مختیر کیا۔ شاہزادی نے سب کیطرف غور سے دیکھا۔ پھر امام حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھدیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے کنیزک چہ نام داری۔ لونڈی تمہارا کیا نام ہے۔ بغرض کی جہانشاہ۔ فرمایا کیا تو شہربانو نہیں کہا یہ میری بہن کا نام ہے۔ فرمایا راست گفتی

تو نے سچ کہا۔ پر اپنے لختِ جگر حسینؑ سے فرمایا۔ اسکی نگہداشت رکھو۔ اور اچھا سلوک اس کے ساتھ کرو۔ عنقریب اس کے شکم سے بہترین اہلِ زمین پیدا ہو گا۔ اور یہ ماں ہو گی ذریّت طیبہؑ اوصیاء کی پس امام زین العابدینؑ اس سے پیدا ہوئے۔ اس سبب سے آنحضرت کو ابن الخیرتین کہتے تھے۔ کیونکہ برگزیدۂ خدا درمیان عرب کے ہاشم تھے۔ اور برگزیدۂ فارس عجم سے ہرمز پس حضرت پسر ہیں دو برگزیدوں اور چنے ہوؤں کے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مِنْ عِبادہ خیرتین فخیرتہٗ من العرب قریش وَمِنَ العجم فارس۔ اللہ کے نزدیک اس کے بندوں سے دو برگزیدہ ہیں۔ عرب سے قریش عجم سے فارس۔ ابو الاسود دئلی آپکی شان میں کہتے ہیں ؎

وَاِنَّ غلامًا بین کسریٰ وھاشم　　　لاکرم مَنْ نیطت علیہ التمائم

درحقیقت وہ لڑکا کہ کسریٰ و ہاشم کے اجتماع سے پیدا ہوا۔ ان تمام بچوں سے کریم تر ہے جن کے اوپر تعویذ باندھے جاتے ہیں۔

شہربانو کا اسلام

جناب شہربانو نے جو امام حسینؑ کو اپنی شوہری کے لئے انتخاب کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ جناب فاطمہ زہراؑ کو خواب میں دیکھکر آپ کے ہاتھ پر اسلام لا چکی تھیں۔ چنانچہ ان کا بیان ہے۔ کہ میں نے اسیری سے پہلے کہ ابھی تک مسلمانوں کا لشکر ہمارے ملک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ حضرت رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا۔ کہ مع اپنے فرزند دلبند امام حسینؑ کے ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور مجھ کو آنحضرت کے لئے خطبہ کر کے میرا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ صبح ہوئی تو مجھ کو اس امر کا خیال رہا۔ دوسری رات جناب فاطمہؑ دختر رسول خدا کو دیکھا کہ گویا میرے پاس تشریف لائیں۔ اور اسلام مجھ پر عرض کیا۔ پس میں بموجب ہدایت آنحضرتؑ مشرف باسلام ہوئی۔ اسوقت آپ نے فرمایا۔ عنقریب مسلمانوں کو لڑائی میں غلبہ ہو گا۔ اور تو اسیر ہو کر صحیح و سالم میرے حسینؑ کے پاس پہنچے گی۔ پس جسطرح آنجناب نے خبر دی تھی میں مدینہ میں آئی۔ اور کسی آدمی زاد کا ہاتھ مجھ سے مس نہیں ہوا۔

منقول ہے کہ امیر المومنین نے شاہ زنان بنت کسریٰ سے جب وہ بندی میں آئیں دریافت کیا کہ تجھ کو واقعہ فیل کے بعد کی کوئی بات یعنی اس کے متعلق اپنے باپ سے سُنی ہوئی یاد ہے۔ عرض کی ہاں وہ کہا کرتے تھے۔ کہ جب کسی کام میں خدا کیطرف سے غلبہ ہونے لگتا ہے تو اس کے خلاف خواہشیں ذلیل ہوجاتی ہیں۔ اور جب کسی شے کی مدتِ خاتمہ پر آتی ہے۔ تو تدبیر بھی موت کا سبب بنجاتی ہے۔ فرمایا درست کہا اُس نے تذلُّ الامور للمقادیر حتیٰ کان الحتفُ فی التدبیر۔ مقدرات کے آگے تمام کاروبار سست و ذلیل ہوجاتے ہیں۔ تا اینکہ تدبیرین ہی موت کا باعث ہوجاتی ہیں۔

اِسْم وکنیّت ولقبْ

اسمِ مبارک آنحضرت کا علیؑ ہے۔ پیشتر لمعۃ الضیاء میں گزرا کہ جسقدر یہ اسم گرامی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے درمیان شائع ہے۔ اِتنا دوسرا نہیں۔ علیؑ امیر المومنین۔ علی زین العابدین۔ علی بن موسیٰؑ الرضا۔ علیؑ بن محمدؑ النقی۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے جامع الاخبار میں روایت کی ہے۔ کہ رسُول اللہ نے فرمایا۔ میرے بعد بارہ امام ہوں گے۔ پہلا علیؑ ہے۔ چوتھا علیؑ ہوگا۔ آٹھواں علیؑ۔ دسواں علیؑ۔ اور آخر انکا مہدیؑ ہے۔ اس سے آنحضرت کی لفظ علی سے رغبت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر جیسے آنحضرتؑ کو اس سے رغبت تھی ویسی ہی بنی اُمیہ وغیرہم اس سے عداوت رکھتے تھے۔ صاحبِ ناسخ التاریخ نے کافی سے نقل کیا ہے۔ کہ معاویہ نے مروان حکم کو کہ اِندنوں اسکی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ فرمان لکھا کہ جوانان قریش سے ہر ایک کا وظیفہ مقرر کرے۔ تاکہ سال بسال بیت المال سے وصول کرکے خرچ میں لائیں۔ علی بن الحسین کہ ان ایام میں طفلِ خورد سال تھے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مروان نے پوچھا۔ تیرا کیا نام ہے۔ کہا علیؑ۔ اس نے کہا اور دوسرے بھائی کا۔ کہا انکا نام بھی علیؑ ہے۔ مروان نے (جل کر) کہا علیؑ علیؑ ما یُریدُ ابوک من علی اِنْ یدّعِ اُحدُ امنْ وُلْدِہ الّا اسماہُ علیاً۔ علی علی تیرا باپ کیا چاہتا ہے۔ کیا وہ اولاد

اسے کسی کو علی نام رکھے بغیر نہ چھوڑے گا۔ یہ کہکر مبلغ معین دلوا دیئے! امام فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تذکرہ اپنے پدر بزرگوار سے کیا۔ فرمایا ویلی علی بن الزرقاء دباغة الادام دلو وُلد لی مائۃ لاحببت ان لا اُسمّی احداً منھم الا علیّاً۔ وائے ہو پسر زرقا چمڑوں کی دباغت کرنیوالی پر میرے سو پسر بھی ہوں گے تو بجز علی کے انکا دوسرا نام نہ رکھوں گا۔

کُنیّت

مشہور ابو محمد۔ ابو الحسن بھی نقل ہوئی ہے۔ بعضوں نے ابو القاسم بیان کی کسی نے ابو بکر[1] بھی کہہ دی۔

القاب بکثرت ہیں۔ مگر مشہور زبان زد خاص ذیل کے القاب ہیں۔

زین العابدین۔ سفیان بن عینیہ نے کہا۔ زہری جب کوئی حدیث علی بن الحسین علیہم السلام سے نقل کرتا۔ تو کہتا حدثنی زین العابدین علی بن الحسینؑ۔ میں نے کہا تو ہمیشہ ان کو زین العابدین کہتا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ کہا میں نے سعید بن المسیّب سے سنا۔ وہ ابن عباس سے نقل کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بروز قیامت ایک منادی آواز دیگا۔ اَینَ زَینُ العابدِین کہاں ہے زینت عابدوں کا۔ پس گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ فرزند میرا علی بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ اسوقت صفوں کے درمیان سے جھومتا ہوا

---

[1] ہر چند ابو بکر کنیت شیعوں کے نزدیک بعید معلوم ہوتی ہے۔ لیکن منقول ہے کہ ائمہ علیہم السلام جانتے تھے کہ سُنی اپنے تسلط کے زمانے میں شیعوں کو مجبور کرینگے کہ ابو بکر و عمر کی مدح کریں۔ اور زیارت پڑھیں اسلیئے انہوں نے اپنی بعض اولاد کو ان ناموں سے موسوم کیا کہ شیعوں کو یہ نام لینے پڑیں تو بجائے ان ظلمہ کے ان اولاد ائمہ کا قصد کریں۔ روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے ایک پسر کا نام عثمان رکھا تو فرمایا ماسمّیتہ باسم شیخ کافرٍ۔ ولکن سمّیتہ باسم عثمان بن مظعون۔ میں نے اسکو اس پیر کافر کے نام سے نامزد نہیں کیا۔ بلکہ عثمان بن مظعون صحابی اول مدفون بقیع کے نام نامی سے موسوم کیا ہے۔ ۱۲ منہ

آرہا ہے۔

روایتِ دیگر کشف الغمہ میں ہے کہ آپ کے زین العابدین سے ملقب ہونے کا یہ سبب تھا کہ ایک رات محرابِ عبادت میں مشغول نماز تہجد تھے۔ شیطان لعین اژدہا بنکر آیا تاکہ حضرت کو عبادتِ خدا سے باز رکھے۔ مگر آپ نے اسکی طرف ذرا توجہ نہ کی۔ اس نے آگے بڑھ کر پاؤں کا انگوٹھا منہ میں لے لیا۔ اور ایذا دینے لگا۔ مگر آپ ذرا ملتفت نہ ہوتے۔ قطع نماز کا تو کیا مذکور۔ فارغ ہوئے تو وہ تکلیف خدا نے دُور کر دی۔ اسوقت معلوم ہؤا کہ جس نے انگوٹھا پاؤں کا پکڑا تھا شیطان تھا۔ اسے جھڑکا اور طمانچہ مارا اور فرمایا دور ہو اے ملعون وہ دفع ہؤا۔ اور آپ نے کھڑے ہو کر بقیہ نمازیں ادا کیں۔ اسوقت ایک آواز کان میں آئی اس کا قائل دکھائی نہ دیتا تھا۔ پس کسی نے تین مرتبہ کہا انت زین العابدین حقاً تو درحقیقت زین العابدین ہے۔ اسوقت سے یہ لقب ہؤا اور شہرہ آفاق بنا۔ فصیح لکھنوی مرزا جعفر علی نے اپنی معروف مثنوی نان و نمک میں اسکو نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

کشفِ غمہ میں لکھی ہے یہ خبر	ایک شب وہ سیّد والا گہر
باحضورِ قلب پڑھتا تھا نماز	بندگی کرتا تھا باعجز و نیاز
سانپ بنکر آیا شیطانِ دغل	تا حضورِ قلب میں ڈالے خلل
ناگہاں وہ بیحیا آیا قریب	پھن اٹھائے اور بشکل مہیب
موہنہ میں پکڑی زور سے انگشتِ نیز	پر نہ حضرت کو ہوئی مطلق خبر
جب تشہد پڑھ چکے پھر اسلام	تب ہوئے آگاہ اے یار وہ امام
اسکو فرمایا کہ ملعون دُور ہو	اپنی بدذاتی پہ مت مغرور ہو
کہہ کے یہ کرنے لگے پھر بندگی	کیسی شیطاں کو ہوئی شرمندگی
یوں صدا ہاتف سے آئی تین بار	ہے تو زین العابدین اے نامدار

روایت دیگر۔ نیز کشف الغمہ میں ہے کہ آپ کے زین العابدین کے نام سے مشہور ہونیکا

یہ باعث تھا۔ کہ زہری بنی امیہ کیطرف سے کسی جا پر حاکم تھا۔ اس نے ایک ملزم کو عذاب شدید کیا۔ وہ مرگیا۔ یہ خوف کھا کر بھاگا۔ اور ایک غار میں جاکر چھپ رہا حتی کہ بال اس کے بدن کے بڑھ گئے۔ علی بن الحسینؑ حج کو جاتے تھے۔ راہ میں کسی نے کہا آپ زہری کو دیکھنا چاہیں تو وہ یہاں غار میں موجود ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لیگئے۔ اور فرمایا یہ کیا حال تونے اپنا بنایا ہے۔ مجھکو تیرے گناہ سے اتنا اندیشہ نہیں جتنا کہ رحمت خدا سے مایوس ہونے کا ہے۔ مقتول کے ورثہ کو دیت مسلمہ ادا کر اور اپنے گھر جاکر اہل و عیال کے ساتھ رہ اور اپنے علمی اشغال میں مشغول ہو۔ زہری بولا کہ میری کار سربستہ کی گرہ آپنے کھولی اے سیّد و سردار میرے اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ کسجگہ اپنی رسالت کو قرار دے۔ اسکے بعد زہری اس حدیث کا جو اول مذکور ہوئی زیادہ اعلان کرتا ہو کہ ایک منادی روز قیامت آواز دے گا۔ لِیَقُمْ سَیِّدُ الْعَابِدِیْنَ فِیْ زَمَانِہٖ۔ چاہیے کہ سیّد و سردار عابدان بزمان خود اٹھ کھڑا ہوئے۔ اسوقت زین العابدین آئینگے۔

سجّاد

بحار میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے۔ کہ ہمارے باپ علی بن الحسینؑ کو جب کوئی نعمت خدا یاد آتی۔ سجدہ کرتے۔ جب آیۂ سجدہ (واجبی خواہ سنتی) پڑھتے یا سنتے سجدہ کرتے۔ کوئی خوف یا اندیشہ یا کسی کیاد کا کید آپ سے دفع ہوتا سجدہ بجالاتے نماز واجب پڑھ چکتے تو سجدہ کرتے۔ دو شخصوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ کرتے سجدوں کا اثر آپ کے تمام اعضائے سجود میں ظاہر تھا۔ لہذا باسم سجاد موسوم ہوئے۔ اور پیشتر گزرا کہ شکم مادر سے باہر آتے ہی سر بدرگاہ کبریا جھکا دیا تھا اسی وقت سے یہ لقب پایا تھا۔

ذوالثّفنات[1]

نیز جناب باقرؑ نے ارشاد کیا۔ کہ ہمارے باپ کے اعضائے سجود پر سجدہ کے اثرات ظاہر

---

[1] ثفنہ جسم شتر کا وہ حصہ جو زمین سے رگڑ جائے مثل زانو و سینہ وغیرہ کے۔ ثفنات اسکی جمع ہے چونکہ حضرت علی بن الحسینؑ کے کثرت سجود سے اعضائے سجدہ سخت ہو کر اسمیں برآمدگی پیدا ہو جاتی تھی اسلئے آنحضرت کو ذوالثفنات کہتے ۔ ۱۲ منہ

تھے۔ جنکو سال میں دو مرتبہ ترشواتے تھے۔ پانچ جگہ کی برآمدگی ترشوائی جاتی تھی۔ وفی روایۃ لقد کان تسقط من مواضع سجودہ لکثرۃ صلواتہ وکان یجمعہا فلما مات دفنت معہ۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے مواضع سجود سے کثرت نماز کیوجہ سے کھال کے ریزے گرتے رہتے تھے۔ جنکو آپ جمع کرتے رہتے تھے۔ انتقال فرمایا تو آنحضرت کے ساتھ دفن کیئے گئے۔

ان کے سوا اور بہت سے القاب شریفہ ہیں مثل سید الساجدین۔ زین الصالحین وارث علم النبیین۔ وصی الوصیین۔ خازن وصایا المرسلین امام المومنین منار القانتین الزکی الامین۔ الخاشع المتہجد۔ الزاہد العابد۔ العدل۔ البکاء۔ امام الائمہ۔ ابوالائمہ وغیرہ وغیرہ۔

امامت آنحضرت (صلوات اللہ علیہ)

بہترین دلائل امامت آنجناب آپکی اخلاق حسنہ وسیر و خصائل پسندیدہ ہیں جن کے دیکھنے اور ان میں غور کرنے سے یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ اخلاق و عادات امام کے سوا دوسرے میں ہو نہیں سکتے چنانچہ آئندہ شمہ ان کا اس کتاب میں مذکور ہوگا انشاءاللہ تعالےٰ۔ نیز معجزات باہرات کہ آپ سے ظاہر و آشکار ہوئے۔ اول ہیں - اس مدعا پر ان سے بھی تھوڑے سے آئندہ معرض بیان میں آئینگے۔

دیگر۔ وہ اخبار و احادیث فریقین ہیں جنہیں حضرات دوازدہ امام علیہم السلام کا نام بنام ذکر ہوا ہے۔ یہ حقیر اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادق علیہ السلام میں کافی مقدار ان احادیث کی طرق خاصہ و عامہ سے درج کر چکا ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث تبرکاً اس بارے میں نقل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ علامہ امین الدین فضل بن الحسن الطبرسی نے بسند خود بحق ناطق امام جعفر صادق سے انہوں نے بواسطہ اپنے آباء طاہرین کے حضرت رسول خدا سے آنحضرت نے جبرئیل امین سے انہوں نے خداوند جلیل سے روایت کی ہے کہ اس سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو نو عیان و یقین کرے کہ میں اللہ ہوں

کوئی میرے سوا معبود نہیں! اور محمدؐ میرا بندہ اور فرستادہ ہے۔ اور علی بن ابی طالبؑ اور آئمہ اولاد علیؑ سے میری حجتیں ہیں خلق پر۔ میں اسکو اپنی رحمت سے داخل جنت کروں گا اور اپنی عفو و بخشش سے آتش جہنم سے نجات دوں گا۔ اپنے ہمسائگی کو اس کے لئے حلال و مباح اور کرامت کو واجب گردانوں گا! ور اپنی نعمات کو اس پر تمام فرماؤں گا اور اپنی خالصوں اور خاصوں سے اسکو قرار دوں گا۔ آواز دیگا تو اجابت کروں گا۔ بلائے گا تو لبیک کہونگا۔ سوال کریگا تو عطا کروں گا۔ خاموش ہوگا تو ابتدا کرونگا۔ بدی کرے گا تو رحم کروں گا۔ مجھ سے جدا ہونا چاہے گا تو اسے اپنی طرف بلاؤں گا۔ واپس آئیگا تو قبول کروں گا۔ میرا دروازہ کھٹکائے گا تو کھول دونگا! اور جو کوئی گواہی نہ دیگا کہ میں تن تنہا معبود ہوں۔ اور محمدؐ میرے رسول ہیں اور علیؑ بن ابی طالبؑ اور امام ان کے اولاد کے میری حجت ہیں اس نے میری نعمات کا جحود کیا! ور میری نعمات کو حقیر جانا اور میری عظمت کو صغیر سمجھا۔ اور میری آیات و کتب سے کافر ہوا پس وہ میرا ارادہ کریگا۔ تو اس سے حجاب کرونگا۔ سوال کریگا تو محروم رکھوں گا۔ ندا کرے گا تو اسکی آواز نہ سنونگا۔ دعا مانگے گا۔ تو قبول نہ کرونگا! امیدواری میں خائب و خاسر رکھوں گا۔ یہ میری طرف سے اسکی جزاء ہے۔ درآنحالیکہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں! اسوقت جابر بن عبداللہ انصاری اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ اولاد علیؑ بن ابی طالبؑ سے کون کون امام ہیں۔ فرمایا حسنؑ و حسینؑ سردار جوانان بہشت۔ پھر علیؑ پسر حسینؑ سید عابدان بزمان خود۔ پھر محمد بن علی باقرؑ اور اے جابر تو انکو ادراک کریگا! ور جب اسے ملے تو میرا سلام پہنچانا۔ پھر جعفر صادقؑ پھر موسیٰ کاظمؑ۔ پھر علی رضاؑ پھر محمد بن علی تقیؑ پھر علی بن محمد نقیؑ۔ پھر حسن بن علی زکیؑ۔ پھر پسر حسن کا محمد بن حسن مہدیؑ امت جو زمین کو عدل و انصاف سے معمور کرے گا۔ جبکہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اے جابر یہ میرے خلفا و اوصیا و اولاد و عترت ہیں جو انکی اطاعت کرے گا اس نے گویا میری اطاعت کی۔ جس نے انکی نافرمانی کی میری نافرمانی کی جس نے ان سے ایک کا انکار کیا میرا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ انکی وجہ سے آسمان کو زمین پر گرنے سے نگاہ رکھتا ہے۔ اور زمین کو اپنے اہل سمیت ایک طرف جھک جانے سے بچاتا ہے۔

نصوص دالہ بر امامت آنجناب

بحار میں عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں خدمت با برکت ابو عبد اللہ الحسینؑ میں حاضر تھا کہ علی بن الحسین اصغر[1] وہاں آئے حضرت نے انکو اپنے پاس بلایا اور سینہ سے لگایا اور چشمہائے مبارک آنحضرت پر بوسہ دیا۔ اور فرمایا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔ کسقدر تیری بو خوش و اخلاق پسندیدہ ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے سننے سے میرے دل میں کچھ خیال آیا۔ میں نے عرض کی بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اگر ہمکو حضرت سے وہ زمان ناگزیر پیش آئے جس کے آنے سے ہم خدا کی طرف پناہ لے جاتے ہیں۔ تو امر امامت کسکی طرف رجوع ہوگا۔ فرمایا میرے اس فرزند علیؑ کی طرف۔ اور امالی سے نقل کیا ہے۔ کہ محمد بن مسلم نے امام جعفر صادقؑ سے خاتم امام حسینؑ کی بابت دریافت کیا۔ کہ وہ کس کے پاس رہی۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بعد شہادت آنحضرتؑ انگشت مبارک آنحضرتؑ سے ظالموں نے نکال لی تھی۔ پس وہ واپس آئی یا نہ۔ حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ درست نہیں۔ امام حسینؑ نے اپنے بیٹے علی بن الحسینؑ کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا۔ اور اپنی انگشتر مبارک آپ کے ہاتھ میں پہنائی۔ جیسا کہ رسول اللہ نے امیر المومنینؑ سے کیا تھا۔ اور امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کے ساتھ اور انہوں نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا تھا۔ پھر وہ انگوٹھی ہمارے باپ محمد باقرؑ کو ملی۔ اور ان سے ہمارے پاس آئی۔ میں ہر جمعہ کو اسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ میں ایک جمعہ کے روز حاضر خدمت تھا۔ حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو دست مبارک اپنا میری طرف

---

[1] امام زین العابدینؑ کو علی اصغر کہنا خطائے راوی ہے یا بہ نظر کمسنی آنحضرتؑ اصغر بمعنی صغیر کہا ہو کیونکہ دوسرے کی نسبت ملحوظ نہو۔ کیونکہ بنا بر تحقیق اکثر علمائے اعلام امام زین العابدین علی اکبر تھے۔ اور علی کہ میدان کربلا میں جہاد کر کے شہید ہوئے علی ہیں۔ اور انکو اپنے چھوٹے بھائی شہید تیر حرملہ سے نسبت کر کے علی اکبر کہا گیا اور شہید تیر حرملہ کو علی اصغر کہتے ہیں اور علی بن الحسین زین العابدینؑ کو مطلق چھوڑ گیا۔ ۱۲ منہ

بڑھایا میں نے انگشت مبارک میں ایک انگوٹھی دیکھی جس کا نقش نگین یہ تھا لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ فرمایا یہ ہے انگوٹھی میرے جد امجد ابو عبد اللہ حسینؑ بن علیؑ کی۔

دیگر۔ بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو جب معرکہ کربلا پیش آیا۔ تو اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کبریٰ کو اپنے پاس بلوایا اور ایک کتاب ملفوف انکو عطا کی اور وصیت ظاہری اور وصیت باطنی انکو بخشی۔ حضرت علی بن الحسین اسوقت مرض اسہال میں مبتلا تھے۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ یہ زندہ نہ رہیں گے۔ جب وہ حضرت شہید ہوئے اور ان کے اہلبیتؑ مدینہ کو واپس آئے۔ تب فاطمہ نے وہ کتاب اپنے بھائی کو دی۔ امام نے کہا اب وہ کتاب ہمارے پاس ہے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا اس کتاب میں کیا لکھا ہے فرمایا قسم خدا کی اسمیں وہ تمام علوم موجود ہیں جسکی اولادِ آدم محتاج ہے اس وقت تک کے لئے جبکہ دنیا فنا ہو جائے۔

دیگر۔ نیز امام محمد باقرؑ نے فضیل سے کہا کہ میرے جد مظلوم امام حسینؑ عراق کو جانے لگے۔ تو امّ سلمہ زوجہ رسول اللہ کو کتابیں اور وصایا وغیرہ سپرد کیں۔ اور کہا جب میرا بڑا بیٹا تمہارے پاس آئے۔ تو یہ اشیاء اسکو دے دینا۔ حضرت شہید ہوئے تو علی بن الحسینؑ ان کے پاس گئے۔ تو امّ سلمہ نے تمام اشیا جو ان کے پاس امانت تھیں۔ ان کے حوالے کر دیں۔

دیگر۔ احمد بن ابراہیم سے روایت ہے۔ کہ اس نے کہا میں حکیمہ خاتون بنت امام محمد تقیؑ خواہر علی نقیؑ کے پاس داخل ہوا اور عرض کی کہ شیعہ اب کہاں پناہ گیر ہوتے ہیں۔ کہا ابو محمد کی والدہ ماجدہ کے پاس۔ میں نے کہا کیا میں ایسے امام کی اقتدا کروں جو ایک عورت کی طرف وصیت کر جاتے۔ انہوں نے کہا یہ اقتدا ہے حسینؑ بن علیؑ کی انہوں نے ظاہر میں زینبؑ خاتون اپنی بہن کو وصی کیا تھا پس جو علوم امام زین العابدین سے آشکار ہوتے۔ وہ آپ کی پردہ پوشی کے لئے جناب زینبؑ کی جانب منسوب کئے جاتے تھے۔

تتمہ

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب آل ابو طالبؑ میں کہتے

ہیں۔ ایک دلیل امامت امام زین العابدین کی یہ ہے کہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ امام منصوص
من اللہ ہونا چاہیئے پس جو شخص اس کا قائل ہوگا۔ اسکو بوجہ نصوص کثیرہ کے آپکی امامت
کا قائل ہونا پڑے گا۔ نیز یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ اسکے لئے عصمت لازم ہے
جو کوئی اسکو مانے گا اسکو ماننا پڑے گا کہ بعد حسینؑ بن علیؑ کے ان کے بیٹے زین العابدین
امام ہیں۔ کیونکہ بنی اُمیّہ و خوارج سے جن جن کے لئے آپ کے بعد دعویٰ امامت کا کیا گیا ہے
وہ بالمرہ اس صفت سے عاری ہیں۔ بلکہ ان کا غیر معصوم ہونا متفق علیہ ہے۔ اور فرقہ
کیسانیہ ہرچند نص کا قائل ہے۔ مگر نص صریح محمد بن حنفیہ کے حق میں نہیں لاسکا۔ دیگر یہ
کہ آج ہم اولاد علی بن الحسین علیہما السلام کی وہ کثرت دیکھ رہے ہیں۔ کہ قبائل جاہلیت اور
آباد دیہات قدیم سے کہیں اس کا پتہ نہیں پاتے۔ اور باوجودیکہ آپکی ولادت کو اس قدر عرصہ
دراز نہیں گزرا تاہم آپکی نسلیں اقطار عالم میں پہنچیں۔ اور روئے زمین پر پھیلیں۔ اور شہروں
و قریوں میں بھر گئیں۔ اس سے بھی ہمنے جانا۔ کہ یہ امر تائید الہٰی اور آپ کی دلائل امامت
سے ہے۔

تنبیہ

نیز مناقب میں ہے کہ چار کا عدد ایسا مقبول واقع ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اکثر اشیاء
کی بنا اس پر رکھی ہے۔ عناصر چار ہیں۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ طبائع چار گرمی۔ سردی
خشکی۔ تری۔ ہوائیں چار طرف سے آتی ہیں۔ سال چار فصلوں پر منقسم ہے۔ کتب منزل
من اللہ چار ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ فرقان۔ فرشتگان برگزیدہ چار ہیں۔ انبیاء پسندیدہ
چار برگزیدگان زمان پسندیدہ عالم چار برگزیدگان صحابہ چار (سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ)
خانوادہ پسندیدہ چار۔ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ الخ[1] کلمہ طیبہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں چار لفظ
ہیں۔ اور لفظ سجاد چار حرفوں سے مرکب ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین بارہ اماموں سے

---

[1] تمام آیہ شریفہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی
بیشک برگزیدہ کیا اللہ نے آدمؑ و نوحؑ کو اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران (موسیٰ کے باپ کا نام) کے گھرانے کو سارے جہان سے ۱۲ منہ

چوتھے امام ہیں۔

نقوشِ نگینہائے آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ

متعدد کلمات نقل ہوئے ہیں۔ جو زینت دہ انگشترہائے آنجناب تھے۔ ابو جعفر محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ نقش خاتم ہمارے باپ کا العزۃ للّٰہ (عزت فقط خدا کے لئے ہے) تھا امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ کہ خاتم امام حسین علیہ السلام پر کلمہ ان اللّٰہ بالغ امرہ (اللہ تعالےٰ اپنے فرمان کا آپ پہنچانے والا ہے) منقوش تھا۔ علی بن الحسینؑ اپنے باپ ہی کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ ایکروایت میں ما توفیقی الّا باللّٰہ (مجھ کو جو توفیق حاصل ہو صرف خدا کی طرف سے ہے) ذکر ہوا ہے۔ بروایتے لفظ الحمد للّٰہ العلیّ (تمام اوصاف اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہیں) بروایت دیگر کلمہ خزیَ وشقی قاتل الحسینؑ (قاتل حسینؑ بدبخت وشقی تھا) لکھا تھا۔ بقولے لکلِ غم حسبیَ اللّٰہ (ہر غم والم میں مجھ ذات خدا کافی ہے) منقوش تھا۔ یہ کلمہ انگشتری میں غم واندوہ کے دفع ہونے میں مجرب ہے۔ بقولے کلمہ اللّٰہ مبشّر (اللہ خوشخبری دینے والا ہے نعمات بہشت کی) تحریر تھا۔ بقولے ثِقتی باللّٰہ (یعنی میرا بھروسہ خدا پر ہے) نقش تھا۔ بموجب ایک روایت کے نقش نگین آپکا بعینہٖ نقشِ نگین حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے تھا۔ وہ یہ کلمات ہیں۔ طوبیٰ لعبدٍ ذُکِرَ اللّٰہ لاجلہ والویل لعبدٍ نُسِیَ اللّٰہ من اجلہ خوشحال اس مرد کا جسے دیکھکر خدا یاد آوے۔ اور ویل وعذاب ہے اس کے لئے جسکی وجہ سے حق تعالےٰ کی یاد بھول جائے

شمائلِ فرخندہ خصائل

رنگ گندم گوں جسم مبارک دُبلا ونحیف۔ صاحب جنّات الخلود لکھتے ہیں کہ حضرت اکثر امور میں اپنے جدامجد امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مشابہ تھے۔ مثل موزونیٔ قامت وسرخیٔ مُو وبیاض گردن ورو۔ اور مقدم سر کے بے موہونے وفراخی سینہ وبزرگی بشکم وغیرہ شمائل کے۔ غایت فروتنی ومسکنت سے حصیر کہنہ یا زمین پر بیٹھتے تھے۔ آپ کی

سرکار میں ہر روز گوسفند ذبح ہوتی! اوروں کو اطعام کرتے۔ خود شام کو سر دیگ پر مونہہ رکھکر بوٹے شور با استشمام فرماتے۔ اور پھر نانِ جو خشک سے افطار فرماتے۔ جناب صادقؑ اکبر نے بعض مناقب و فضائل امیر المومنینؑ فرما رہے تھے۔ تا اینکہ ارشاد کیا۔ کہ آنحضرت کے اعمال اس شخص کے اعمال کے موافق ہیں جسکو جنت و نار کے بیچ ہیں کھڑا کردیں۔ وہ بطمع ثواب ہائے بہشت و بخوف عذاب جہنم اعمال خیر بجا لائے۔ آپ نے ایک ہزار بردے راہ خدا میں طلب رضائے الٰہی و نجات از آتش جہنم کے خیال سے اپنے اس مال سے آزاد کیے جسکو کد یدسے عرق جبیں بہا کر حاصل کیا تھا۔ اپنے اہل و عیال کو روغن زیتون و سرکہ یا خرمائے عجوہ[1] کھانے کو دیتے! اور خود موٹے کرباس کا لباس زیب تن فرماتے! آستینیں دراز ہوتیں تو ان کو ترشوا ڈالتے۔ آپ کے اہلبیتؑ و اولاد میں بروئے لباس و علم و عقل علی بن الحسینؑ سے بڑھ کر کوئی آپ کا مشابہہ نہ تھا۔

عبادات زین العابدینؑ

زبان کا کیا مقدور ہے کہ شمہ آپکی عبادات کا بیان کر سکے۔ قلم کا کہاں یارا ہے کہ تھوڑا سا اس سے حیز تحریر میں لائے۔ رات دن میں مثل اپنے جد امجد امیر المومنینؑ کے ہزار رکعت نماز پڑہتے۔ کبھی اس میں کمی نہ ہونے پاتی۔ کثرت عبادت سے اسقدر ضعیف و ناتوان ہو گئے تھے۔ کہ ہوا میں خوشہ گندم کی طرح ہلتے تھے! از بس کہ رات بھر نماز و دعا و گریہ و زاری بدرگاہِ کبریا میں مشغول رہتے صبح کو شدت تعب و تکلیف سے غش آنے لگتا۔ عبداللہ بن علی بن الحسینؑ (پسر آنجناب) کہتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ نماز شب کو اس قدر طول دیتے کہ قدہا ئے مبارک زیادتی قیام سے لڑکھڑانے اور بے تاب و تواں ہو کر لغزش کرنے لگتے۔ منقول ہے کہ آپ عبادتِ خدا میں کسی سے مدد لینا روا نہ رکھتے۔ لہذا باوجود غلامو اور کنیزوں کے آپ پانی نکالتے! اور سونے سے پہلے اسکو ڈھانک کر رکھ دیتے۔ خواب

---

[1] عجوہ مدینہ کا گھٹیا قسم کا خرما-۱۲

سے بیدار ہوتے تو اول مسواک کرتے۔ پھر وضو بجا لاتے! ور مشغول نماز ہو جاتے۔ دنکی رہی ہوئی نمازیں رات کو اور رات کی باقی دن کو ادا کرتے۔ اولاد سے فرماتے میرے پیارو نمازِ شب ہر چند واجب نہیں مگر جس کارِ نیک کے عادی ہو گئے ہو۔ اس کو ترک نہ کرو۔ مداومت رکھو۔ خود نماز تہجد کو سفر و حضر کسی حالت میں ترک نہ فرماتے آپ کا قول تھا انی لاحبُّ اَن اَدُوم علے العمل وَان قلّ۔ میں عمل خیر کی مداومت کو دوست رکھتا ہوں۔ گو وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

محویّت

نماز میں حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ گھر میں آگ لگ جاتی آپ آگاہ نہ ہوتے۔ ایک مرتبہ سجدہ میں تھے۔ کہ کاشانہ مبارک میں آگ لگی۔ اب گھر والے پکار رہے ہیں۔ یا ابن رسول اللہ النّار النّار۔ وہاں خبر تک نہیں آخر اذکار و اوراد سے فراغت ہوئی! ور سرِ مبارک سجدے سے اٹھایا۔ تو عرض کی گھر جلتا رہا۔ ہم لوگ چلاتے رہے۔ حضور کو خبر نہ ہوئی۔ کس چیز نے پردۂ غفلت ڈالدیا تھا۔ فرمایا نارِ آخرت کے خوف نے۔ ایک بچّہ کوئیں میں گرا۔ اہلِ مدینہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ آپ کھڑے نماز پڑھا کیے۔ آخر آدمیوں نے اسے نکالا۔ آپ محراب عبادت سے نہ سرکے۔ اس میں کہا گیا تو فرمایا۔ میں اصلاً واقف نہ ہوا۔ کیونکہ ربِ عظیم کے آگے مناجات کر رہا تھا۔

نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے جیسے بندۂ ذلیل بادشاہِ جلیل کے آگے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس شوق سے اسکو بجا لاتے۔ گویا کسی کو وداع کر رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر کبھی نماز نہ پڑھ سکیں گے۔

ایکروز نماز پڑھ رہے تھے کہ ردا دوشِ مبارک سے سرک گئی۔ اسکو درست نہ فرمایا۔ فارغ ہوئے تو کسی نے سبب درست نہ فرمانے ردا کا دریافت کیا۔ فرمایا وائے ہو تیرے اوپر مگر نہیں جانتا کس کے آگے کھڑا تھا۔ بندہ کی نماز اسی قدر پوری ہوتی ہے

جو حضورِ قلب سے ہوتی ہے۔ اس نے کہا ایسا ہے تو ہم ہلاک ہوئے۔ فرمایا یہ بات نہیں
اللہ تعالےٰ اسکی کمی کو نوافل سے پورا کرتا ہے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو ساقِ شجر کی مانند
بے حس وحرکت ہوجاتے۔ آپکی کسی شئے کو حرکت نہ ہوتی۔ اِلّا ما حرکت بہ الریح۔ مگر
وہ شے جسکو ہوا ہلاتی۔

تہیۂ نماز

منقول ہے کہ نماز کا وقت آتا تو جسم مبارک پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ بدنمیں پھریری
پڑنے لگتی۔ رنگ زرد اور جسم شاخِ خرما کی طرح کانپنے لگتا۔

عبد اللہ بن محمد قریشی نے کہا۔ علیؑ بن الحسینؑ نماز کے لئے وضو کرتے تو چہرۂ مبارک
کا رنگ زرد ہوجاتا۔ آپ کے گھر کے لوگ کہتے یا ابن رسول اللہ یہ کیا حالت آپکی ہے
تو فرماتے تم نہیں جانتے کہ کس خدائے جلیل کے آگے کھڑے ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔

ابان تغلب نے کہا میں نے حضرت علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا۔ کہ نماز کو کھڑے ہوتے تو رنگ
مبارک ان کا ایک سے دوسری صورت میں بدلتا۔ پھر کہا قسم بخدا کہ وہ حضرت اس خدائے
بزرگ و برتر کو پہچانتے تھے جس کے آگے کھڑے ہوتے تھے۔

نماز میں خوشبو کا استعمال

عبد اللہ بن حارث کہتا ہے۔ کہ آپ کے پاس ایک شیشہ پُر از مشک تھا۔ کہ آپ کے
مصلّے پر رہتا تھا۔ نماز کے وقت اس میں سے تھوڑا سا نکالتے اور روئے مبارک پر مل لیتے

خطبۂ حورانِ جنت

ایک غلام آزاد کردہ آنحضرت ناقل ہے کہ میں نے ایکبار آپ کو شبہائے سرما سے
ایکرات کو دیکھا۔ کہ جبۂ خز ور دائے خز زیب بدن کئے اور عمامۂ خز سر مبارک پر باندھے

اور غالیہ سے اپنے تئیں خوشبو فرمائے دولت خانے سے برآمد ہوئے۔عرض کی فدا ہوں حضرت پر اسوقت بایں شکل وہیئت کہاں کا عزم کیا۔فرمایا اپنے جد امجد کی مسجد کو جاتا ہوں تاکہ نماز پڑھکر اللہ تعالےٰ سے حور العین کا خطبہ کروں۔راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ خاص وقت کی خاص حالت ہے۔ہر وقت یہ صورت نہ تھی۔کیونکہ راوندی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے۔کہ وہ حضرت اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے تھے۔نماز کے وقت اور بھی خشن لباس زیب تن فرماتے۔علیٰ ہذا اکثر اوقات سخت وخشن مقام پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور رکوع وسجود بجالاتے۔مسجد میں جاتے تو اسوقت تک سر نہ اٹھاتے جبتک کہ عرق میں تربتر نہ ہو جاتے۔ایکدن مدینہ کے پہاڑ کوہ جبان پر ایک جلتے پتھر پر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔چونکہ نماز میں گریہ وبکا زیادہ کرتے تھے۔سجدہ سے سر اٹھایا تو چہرہ مبارک اشکباری کی کثرت اور دوپہر کی حرارت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔کہ گویا پانی میں ڈبویا ہے۔

سجدہ ہمیشہ خاک پر کرتے۔تا اینکہ مصلے پر ایک تھیلی پُر از خاکِ شفا رکھی رہتی تھی۔

مسجد کوفہ میں آپکی نماز

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ مدینہ سے چل کر مسجد کوفہ میں گئے۔اور چار رکعت نماز پڑھکر وہاں سے باہر آئے۔اور اسی وقت سواری پر سوار ہو کر گھر کو واپس ہوئے۔

تنہائی میں یاد الٰہی

اپنے جد امجد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرح راتوں کو صحرا میں چلے جاتے۔اور وہاں خلوت وتنہائی میں لطفِ عبادت اٹھاتے۔ایک شخص حماد بن حبیب عطار کوفہ کا رہنے والا ناقل ہے۔کہ ہم حج کو جارہے تھے۔منزل زبالہ سے کوچ ہوا۔تو ایک اندھیاؤ سیاہ رنگ کا آیا۔چاروں طرف تاریکی چھاگئی۔قافلہ تمام تتر بتر ہو گیا۔میں جنگل میں ہر طرف بھٹکتا پھرتا تھا۔چلتے چلتے ایک چٹیل میدان میں جا پڑا۔رات ہوئی تو ایک شجر بلند پر چڑھ گیا۔رات زیادہ گزری اور جنگل تیرہ وتار ہو گیا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان بلباس

سفید اس طرف آرہا ہے۔ اور بوئے مشک اس سے فائح ہے۔ دل میں کہا یہ کوئی ولی ہے اولیاء اللہ سے۔ میرا یہاں ہونا اسکو معلوم ہوا۔ تو ایسا نہو کہ اپنے مقصد سے باز رہے اور میں اس کے کام میں خلل انداز ہوں۔ اس لئے جہانتک ہوسکا۔ اپنے تئیں پنہاں کیا وہ آگے آیا اور ایک جگہ ٹھہر کر نماز کی تیاری کرنے لگا۔ پھر دعا پڑھکر نماز میں داخل ہوا اسوقت میں درخت سے اتر کر اس جگہ آیا۔ دیکھا کہ ایک چشمہ سفید پانی کا وہاں جوش زن ہے میں نے بھی اس سے وضو کیا۔ اور ان کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ محراب ہمارے پیش رو ہے۔ اور مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ قراءت کرتے تھے اور آیہ وعدہ و وعید پر پہنچتے تو بآواز حزین اس کا تکرار کرتے۔ تا آخر حدیث (تمام حدیث باب معجزات میں مذکور ہوگی)۔

خشیۃ اللہ

اور طاؤس یمانی نے کہا میں نے ایک مرد کو مسجد الحرام میں تحت المیزاب نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ دعاؤں میں گریہ و بکا بہت کرتا تھا۔ نماز سے فارغ ہوا تو میں اسکے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں۔ کہ امام زین العابدینؑ ہیں۔ میں نے کہا آپ کو میں نے ایسے اور ایسے حال میں دیکھا۔ حالانکہ آپ کو تین باتیں ایسی حاصل ہیں۔ جنسے خوف عاقبت سے نجات ملسکتی ہے۔ ایک یہ کہ تم فرزند رسولؐ ہو۔ دوسرے تمہارے جد امجد کی شفاعت تمہارے حق میں کھلی ہوئی ہے۔ تیسرے رحمت خدا کی سب کیلئے عام ہے۔ فرمایا اے طاؤس یہ امر کہ میں فرزند رسول اللہ ہوں! اس سے ایمن نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (ترجمہ) بروز قیامت ان کے نسب نہ رہیں گے اور نہ وہ اسکی بابت باہم پوچھ گچھ کرینگے۔ اور شفاعت جد امجد پر بھی بھروسہ نہیں کرسکتا۔ بوجہ قول خدائے تعالےٰ ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وہ شفاعت اسی کی کریں گے جس سے اللہ راضی ہوگا۔ لیکن رحمت خدا کی۔ پس بموجب قول حق سبحانہ تعالےٰ محسنوں نیکو کاروں کے قریب ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور مجھکو تحقیق نہیں کہ محسن ہوں۔

شیطان لعین نے آپ کے حضورِ قلب میں خلل ڈالنا چاہا ناکام رہا

مناقب ابن شہر آشوب میں کتاب انوار سے نقل کیا ہے۔ کہ ایکمرتبہ محراب عبادت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ شیطان مار افعی کی شکل میں سامنے متمثل ہوا۔ اس کے دس سر تھے۔ اور دانت تیز۔ آنکھیں منقلب و سُرخ۔ دفعتہً مقام سجود سے برآمد ہوا۔ اور محراب میں دراز ہونے لگا۔ مگر آپ کو ذرا دہشت نہ ہوئی۔ اور آنکھ اٹھا کر اسکی طرف نہ دیکھا۔ وہ ملعون انگشتان پائے مبارک پر گرا۔ اور ان کے سروں کو دانتوں میں پکڑا۔ اور شرارہ ہائے آتشین اپنے شکم نجس کے ان کے اوپر پھونکنے لگا۔ مگر آپ اصلا اسکی طرف ملتفت نہ ہوئے اور قدمہائے شریف کو انکی جگہ سے نہ ہٹایا۔ اور نہ نماز میں کوئی شک و وہم عارض ہوا۔ نہ قرأت میں خلل آیا۔ اسوقت ایک شہاب آتشین آسمان سے اس کے اوپر گرا۔ اس کا احساس کر کے چیخ اٹھا۔ اور فریاد کرنے لگا۔ پھر اپنی اصلی صورت پر آ کر حضرت کے پہلو میں کھڑا ہوا۔ اور بولا یا علیؑ تم درحقیقت اسم بامسمٰے زین العابدین ہو اور میں ابلیس لعین قسم خدا کی مینے تمہارے جد امجد حضرت آدمؑ سے لیکر اسوقت تک انبیاء و اوصیاء کی عبادت کو دیکھا ہے۔ مگر تمہارے جیسی عبادت آجتک میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ کہکر وہاں سے چلا گیا۔ حضرت بدستور مشغول عبادت تھے۔ اسکی باتوں کیطرف توجہ نہ کی۔ تا اینکہ آپ نے نماز کامل فرمائی۔

آپ کے جد امجد امیر المومنینؑ کی عبادت آپکی عبادت سے بڑھکر ہے

جناب صادق نے فرمایا کہ حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ اپنے پدر بزرگوار سید الساجدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت کو کثرت عبادت سے نہایت نحیف و لاغر پایا۔ رنگ مبارک شب بیداری کیوجہ سے زرد ہو رہا تھا۔ آنکھیں خوفِ خدا سے روتے روتے سوج گئی تھیں۔ زیادتی سجود سے پیشانی نورانی مجروح۔ بینی مبارک زخمی ہو گئی تھی۔ اور ساقین

و قدمہائے مبارک ورم کر گئے تھے۔ ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ یہ حالِ زار حضرت کا دیکھکر مجھ سے ضبط نہ ہوسکا بے اختیار رونے لگا۔ حضرت اسوقت کسی اور فکر میں تھے۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف ملتفت ہوئے۔ اور فرمایا اے فرزند ان کتابوں سے وہ کتاب جسمیں حال عبادت امیرؑ المومنین علی بن ابی طالبؑ مذکور ہے ذرا مجھ کو تو اٹھا کر دو۔ میں نے کتاب مذکور اٹھا کر دی۔ تھوڑی دیر تک اسکو پڑھتے رہے۔ پھر اکتا کر ہاتھ سے رکھدی۔ اور فرمایا کسکو طاقت ہے کہ آنحضرت کی مانند عبادت بجا لائے۔

دیگر۔ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ہمارے باپ زین العابدینؑ عبادت میں سخت جفاکش تھے۔ دن کو روزہ رکھتے رات کو شب بیداری فرماتے۔ اس نے حضرت کے جسم اقدس کو ضرر پہنچایا۔ میں نے عرض کی اے پدر اس قدر تشدّد نفس مبارک پر نہ کیجئے۔ فرمایا چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم مجھ سے محبت کرے۔ اور میں قرب و منزلت بدرگاہِ باری حاصل کروں۔

حدیث جابر بن عبداللہ انصاری

فاطمہ بنت امیرؑ المومنین علیہ السلام جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس گئیں اور کہا اے صاحب رسولؐ اللہ ہمارے تم گروہ انصار پر حقوق ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ حق بھی ہے۔ کہ جب ہم سے کسی کو دیکھو کہ جہد و سختی سے اپنے تئیں ہلاک کئے لیتا ہے تو اسکو اس سے باز رکھو۔ اس کے آگے ذکر خدا کرو اور حفظ جسم و جان کیطرف اسکو دعوت دو۔ علیؑ بن الحسینؑ اپنے باپ حسینؑ شہید کی یادگار ہیں اپنے تئیں ہلاک کئے لیتے ہیں۔ پیشانی گھٹنے اور ہتھیلیاں کثرت سجود سے زخمی ہوگئے۔ اور زیادتی عبادت سے جسم گھل گیا ہے۔ ان کو سمجھاؤ۔ اور اس حالت سے مانع آؤ۔ جابرؓ آنحضرتؑ کے دروازے پر حاضر ہوئے اور اطلاع کرائی۔ اور اجازت پاکر اندر داخل ہوئے دیکھا کہ محراب عبادت میں تشریف رکھتے ہیں اور جسم مبارک عبادت کرتے کرتے نحیف و نزار ہوگیا ہے۔ جابر کو آتے دیکھا تو اٹھکر تعظیم دی۔ پھر بندائے خفی ضعیف مزاج پرسی فرما کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ جابر نے عرض کی

یا بن رسول اللہ حضور جانتے ہیں۔ کہ بہشت آپ کے اور آپکے دوستوں کیواسطے۔ اور دوزخ دشمنوں کے واسطے خلق ہوا ہے۔ پھر اس قدر جہد و کلفت اپنے نفس مبارک پر کسلئے روا رکھتے ہو۔ آپنے فرمایا اے صاحب رسول اللہ تم نہیں جانتے کہ آنحضرت کے تمام گناہ اگلے پچھلے سب بخشدیئے گئے تھے۔ اس پر بھی وہ حضرت عبادت خدا میں جدوجہد کرتے تھے۔ اور نوبت انکی عبادت کی (میرے ماں باپ دونوں ان پر فدا ہوں) یہاں پہنچی تھی کہ قدمہائے مبارک و ساق پا ورم کر گئے تھے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ کس لئے حضرت اس قدر جد و جہد کرتے ہیں۔ آپ کے ذنوب ما تقدم و ما تاخر تو حق تعالےٰ نے بخشدیئے ہیں۔ فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ تو پھر کیا میں بندہ شکرگذار پروردگا کا نہوں۔ جب جابر نے دیکھا کہ میرا کلام آنحضرتؑ میں اثر پذیر نہ ہوگا۔ تو عرض کی یا بن رسول اللہ اپنے تئیں ہلاکت سے بچایئے۔ بتحقیق کہ حضرت اس زمرہ سے ہیں۔ جنکی وجہ سے بلیات عالم سے دفع اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ آسمان و زمین انکی بدولت قائم رحمت خدا انکی وجہ سے نازل ہوتی ہے۔ فرمایا اے جابر میں اپنے آبا و طاہرین کے طریقہ پر قائم ہوں اسکو نہ چھوڑوں گا۔ جبتک کہ ان سے ملاقات نہ کروں۔ اسوقت جابر حاضرین کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا اولیاء اللہ سے سوا یوسف بن یعقوبؑ کے دوسرا علی بن الحسینؑ کی مانند نہیں دیکھا گیا قسم خدا کی کہ ذریت علیؑ بن الحسینؑ ذریت یوسف علیہ السلام سے بدرجہا بہتر ہے۔ بتحقیق کہ ان میں وہ شخص ہوگا۔ جو زمین کو عدل و داد سے معمور کرے گا۔ جبکہ وہ جور و اعتساف سے پُر ہوگی۔

روزہ ہائے آنحضرت صلوات اللہ علیہ

حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِنَ النَّارِ کہ روزہ سپر ہے آتش جہنم سے۔ بنا بریں وہ حضرت صوم کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اکثر روزے سے ہوتے حتیٰ کہ کہا گیا ہے۔ کہ صائم الدہر تھے۔ یعنی ہمیشہ روزے سے رہتے۔ منقول ہے کہ کسی نے کنیز خادمہ آنجنابؑ سے بعد وفات آپ کے کہا۔ کچھ احوال آنحضرت کا بیان کرو

اس نے کہا تفصیلوار کہوں یا مختصر۔ کہا بالاختصار کہو۔ اس نے کہا مختصر تو یہ ہے کہ میں کبھی دنکو آپ کے لئے کھانا نہیں لے گئی۔ اور کبھی شب کو بسترِ خواب نہیں بچھایا۔ حاصل یہ کہ سید الساجدین کامل طور پر صائم النہار و قائم اللیل تھے۔ دن کو روزہ سے اور رات کو شب بیدار ہوتے۔

اکرامِ شہرِ رمضان

اِمام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ کا دستور تھا۔ کہ ماہِ رمضان داخل ہوتا۔ تو بجز تکبیر و تسبیح و دعا و استغفار کلام نہ کرتے۔ اور اشخاص کو حدیث رسولؐ اللہ نقل فرماتے۔ کہ حق تعالےٰ ہر شب ماہِ رمضان میں افطار کیوقت ستر ہزار ایسے اشخاص کو آتشِ جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ جو بوجہ گناہانِ عظیم اس کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور شب آخر میں اسقدر اشخاص کو رہائی بخشتا ہے۔ جتنے کہ تمام مہینے میں آزاد کئے گئے تھے۔ بحار میں حدیث طویل میں ہے۔ کہ امام زین العابدینؑ کا معمول تھا کہ ماہِ مبارک رمضان میں لونڈی غلاموں سے خطا ہوتی تو تعزیر نہ فرماتے۔ بلکہ ان کے گناہوں کو ایک کاغذ پر لکھتے جاتے شب عید الفطر سب کو جمع کرتے۔ اور وہ کاغذ ہاتھ میں لیکر ان کے درمیان کھڑے ہوتے غلام ڈرتے کہ اب سزا پائیں گے۔ مگر آپ برخلاف اس کے ہر ایک غلام کا نام لیتے اور اس کی تقصیرات اس کے روبرو شمار فرماتے۔ وہ ہر ایک کا اقرار کرتا۔ حضرت فرماتے آہ جیسا کہ میں تمہارا آقا و مولےٰ ہوں۔ میرا بھی ایک آقا و مولا ہے۔ میں تمہاری خطائیں بحل کرتا ہوں تم دعا کرو کہ حق تعالےٰ کہ میرا آقا ہے۔ میری خطاؤں اور گناہوں سے درگزر کرے۔ یہ کہکر ہر ایک کو راہِ خدا میں آزاد فرماتے۔ اور خطِ آزادی لکھدیتے۔ کہتے ہیں کہ ہر سال شب آخر ماہِ مبارک میں کم و بیش بیس بردے اس طرح پر آزاد کرتے۔ اور صبح عید سب کو انعام و اکرام دیکر لوگوں کی حاجتمندی سے بے نیاز فرماتے۔ مروی ہے کہ آنحضرتؑ نے ایک سال سے زیادہ کسی خادم سے خدمت نہیں لی۔ کوئی غلام خواہ شروع سال میں حضرتؑ کی مِلک میں آتا۔ خواہ وسط میں شب عید قید رقیت سے رہائی پاجاتا تھا۔ سال آئندہ کے لئے

جدید غلام خرید کئے جاتے۔ اور سال تمام پر آزاد کر دیئے جاتے۔ ہمیشہ آپ کا یہی وطیرہ تھا تا اینکہ رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا صلوات اللہ علیہ۔

دیگر۔ ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ کہ سید الساجدینؑ روزے سے ہوتے تو حکم دیتے۔ کہ بکرا ذبح کیا جاوے۔ اور اس کے ٹکڑے کرا کر دیگ میں پکائیں۔ شام ہوتی تو وہ حضرت اس پر جھک جاتے۔ اور بوئے شوربا استشمام کرتے۔ بعد ازاں حکم دیتے کہ ظروف حاضر کرو۔ اور بیٹھ جاتے اور گوشت کے پیالے بھر بھر کر گھروں پر بھجواتے۔ کہ یہ آل فلاں میں لے جاؤ۔ یہ آل فلاں میں۔ حتیٰ کہ دیگ خالی ہو جاتی۔ پھر آپکی اپنی غذا نان و خرما حاضر ہوتی۔ اس سے افطار فرماتے یہی آپ کا شام کا کھانا تھا۔

حجّات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ میں ابراہیم بن علی سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ پیادہ پا حج کو تشریف لے گئے۔ تو بیس یوم کے عرصہ میں مدینہ سے مکہ پہنچے تھے حلیۃ الاولیاء میں زرارہ بن اعین سے روایت ہے۔ کہ آپ نے ایک ناقہ پر بیس[2] حج ادا کئے۔ مگر اس کے کبھی ایک تازیانہ نہ مارا۔

ابراہیم رافعی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ناقہ چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ نہ چلا تو چھڑی کہ دست مبارک میں تھی اس کو اٹھایا۔ پھر ہاتھ کو روک لیا۔ اور فرمایا لولا خوف القصاص لفعلتُ بدلا لئے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو البتہ تجھ کو مارتا۔ بروایتے فرمایا آہ من القصاص یہ کہکر ہاتھ روک لیا۔ جناب صادقؑ نے فرمایا۔ حضرت علی بن الحسینؑ نے بوقت رحلت اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کو وصیت فرمائی۔ کہ میں نے اس ناقہ پر بیس[2] حج کئے۔ اور کبھی اس مدت میں ایک تازیانہ اس کے نہیں لگایا اسکی موت آئے تو دفن کرنا تاکہ اس کا گوشت درندے نہ کھائیں۔ بتحقیق کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا جو شتر سات مرتبہ وقوف عرفات میں حاضر ہو۔ اللہ تعالےٰ جنت میں اسکو انعامِ جنت میں داخل فرماتا ہے اور دنیا میں اسکی نسل بڑھاتا ہے۔ جب اس نے قضا کی تو حضرت ابو جعفرؑ نے گڑھا کھود کر اس کو

سے دفن کیا۔

حکایت عبداللہ بن مبارکؒ

بحار میں مناقب بن شہر آشوب سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا۔ میں ایکسال حج کو جارہا تھا۔ راہ میں ایک پسر ہفت سالہ کو دیکھا۔ کہ قافلہ سے علیحدہ اکیلا سفر کر رہا ہے۔ نہ سواری اس کے پاس ہے۔ نہ زادِ راہ۔ میں اس کے قریب گیا اور کہا صاحبزادے۔ تم نے کس کے ساتھ اس دشوار گذار بادیہ کو طے کیا۔ کہا خدائے بادیہ کے ساتھ۔ اس کلمہ سے میری نظر میں اسکی وقعت پیدا ہوئی۔ پوچھا تمہارا زادِ راہ اور سواری کہاں ہے۔ اس نے کہا اپنا زادِ راہ تقویٰ و پرہیزگاری خدا ہے۔ اور سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔ اس سے عظمت اسکی زیادہ ہوگئی۔ پوچھا اے پسر تم کس قبیلہ سے ہو اس نے کہا مُطلبی۔ کہا واضح تر کہو کہا ہاشمی۔ میں نے کہا اس سے زیادہ وضاحت مطلوب ہے کہا علوی و فاطمی۔ عرض کی شعر کہتے ہو۔ کہا ہاں۔ عرض کی کچھ سناؤ۔ اس نے یہ اشعار پڑھے[۵]

لنحن علی الحوض رُوادہٗ	نزود ونسقی وُرّادہٗ
وما فاز من فاز الا بنا	وما خاب من حبنا زادہٗ
ومن سرّنا نال منا السرور	ومن سائنا ساء میلادہٗ
ومن کان غاصبًا حقنا	فیوم القیامۃ میعادہٗ

یہ کہا اور میری نظر سے غائب ہوگیا۔ حتیٰ کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حج سے فراغت پاکر ابطح میں آئے۔ اسوقت میں نے ایک مدور حلقہ دیکھا۔ غور کیا کہ دیکھوں صاحب

سلہ[۵] ہر آئینہ ہم حوض کوثر پر اس کے روّاد (آنے جانے والے) ہیں۔ اسپر وارد ہونیوالوں کو پانی پلائینگے اور زاد و توشہ مہیا کریں گے۔ جو کوئی کامیاب ہوا ہماری وجہ سے کامیاب ہوا۔ اور خسارہ نہیں اٹھایا اس شخص نے جس کا زادِ راہ ہماری محبت ہے۔ جس نے ہمکو مسرور کیا۔ ہم سے مسرت حاصل کی۔ اور جو ہمارے ساتھ بدی سے پیش آیا۔ وہ خلقی بد ہے۔ جسنے ہمارا حق غصب کیا۔ روز قیامت اسکا اور ہمارا وعدہ گاہ ہے ۱۲

مجلس کون ہے۔ معلوم ہوا کہ وہی صاحبزادہ صدر مجلس ہے۔ اسوقت معلوم ہوا کہ آپ علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ ہیں۔ نیز مناقب میں ہے۔ کہ اصمعی نے کہا میں بادیہ میں جارہا تھا۔ دیکھا کہ ایک جوان لباس چرک آلود قافلہ سے علیحدہ جارہا ہے جسکی پیشانی سے آثار نجابت وسیادت ظاہر ہیں۔ میں نے اس سے کہا اگر تو اہل قافلہ سے اپنا حال بیان کرتا۔ تو تیری اصلاح حال ہوجاتی۔ اس نے کچھ اشعار پڑھے جسمیں اپنا استغنا اور اہل زمانہ کی بخل و تنگ چشمی کی شکایت و دیگر مضامین تھے۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ امام زین العابدینؑ ہیں۔ میں نے کہا آبَا اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا الفَرعَ اِلَّا مِنْ ذَالِکَ العِرقِ۔ یہ بچہ مرغ اس آشیانہ کے سوا اور کہیں کا نہیں ہوسکتا۔

ہم سفروں کیساتھ سلوک

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ علیؑ بن الحسینؑ ایسے رفیقوں کے ساتھ سفر کرنا دوست رکھتے تھے۔ جو حضرت کو نہ پہچانتے اور ان سے شرط فرماتے۔ کہ جو خدمت متعلق ہو بے تکلف آپ سے لیویں۔ ایکمرتبہ اسی طرح کے سفر میں جارہے تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر پہچانا۔ ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کمبختو یہ علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ ہیں۔ وہ دوڑ کر ہاتھوں کو چومنے لگے۔ اور کہا یا ابن رسولؐ اللہ ہمکو حضرت آتش جہنم میں ڈالنا چاہتے تھے اگر ہماری زبان یا ہاتھ حضرت پر اٹھ جاتے۔ تو غضب ہوگیا تھا۔ ہم تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گئے گزرے ہوتے۔ آخر اس اخفا کی مصلحت کیا تھی۔ فرمایا میں نے ایسے لوگوں کے ساتھ ایک مرتبہ سفر کیا جو مجھ کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے رسولؐ اللہ کی قرابت کیوجہ سے میرے ساتھ وہ سلوک کئے جن کا میں مستحق نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے تئیں پوشیدہ رکھنا ہی مناسب جانا۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

جو دعائیں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے منقول ہیں۔ اور جن مضامین عالیہ پر وہ مشتمل

ہیں اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً دعاہائے صحیفہ کاملہ کہ شیعوں میں زبور آل محمدؐ کے نام سے مشہور ہے۔ اور قدیماً و حدیثاً اس فرقہ میں قرآن کے بعد کوئی کتاب اسکی شہرت کو نہیں پہنچی۔ یہاں چند مختصر دعائیں نقل ہوتی ہیں۔ ازانجملہ کشف الغمہ میں جابر بن عبداللہ و محمد بن حنفیہ سے نقل ہوا ہے۔ نیز انہوں نے باسناد خود ایک مرد صدوق اہل کوفہ سے روایت کی ہے۔ کہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ مناجات کے وقت کہا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَنَا حَتّٰی تَغْضَبَ عَلَیَّ فَوَعِزَّتِکَ مَا تُزَیِّنُ مُلْکَکَ اِحْسَانِیْ وَلَا تَقْبَحُہٗ اساءتی ولا تنقص من خزائنک غنائی ولا یزید فیہا فقری الخ۔

فرماتے ہیں خداوندا میں کون ہوں۔ تاکہ تو میرے اوپر غضبناک ہو۔ قسم ہے تیری عزت کی کہ میری خوبیاں تیری ملک و بادشاہی کو زینت نہیں دے سکتیں۔ اور میری بدیاں اس کو بگاڑ نہیں سکتیں۔ میں غنی ہوں گا۔ تو تیرے خزانوں میں کمی نہ آئیگی۔ اور میری فقیری انکو نہ بڑھائے گی۔

دیگر۔ کافی میں ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے۔ اس نے آنحضرتؑ کو رات کیوقت صحن کعبہ میں دیکھا کہ نماز پڑھتے تھے۔ اسکو طول دیا حتے کہ کھڑے کھڑے تھک گئے تو کبھی دہنے پاؤں پر زور دیتے تھے کبھی بائیں پر۔ پھر سنا میں نے کہ بآواز بلند فرماتے ہیں۔ اور گریہ گلوگیر آنحضرت ہو رہا ہے۔ یَا سَیِّدِیْ تُعَذِّبُنِیْ وَحُبُّکَ فِیْ قَلْبِیْ اَمَا وَعِزَّتِکَ لَئِنْ فَعَلْتَ لَتَجْمَعَنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَ قَوْمٍ طَالَمَا عَادَیْتُھُمْ فِیْکَ۔

اے سید و سردار میرے کیا تو مجھ کو عذاب کرے گا۔ حالانکہ تیری محبت میرے دلمیں جاگزین ہے۔ ہاں تجھ کو قسم ہے۔ تیری عزت و جلال کی اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے ان لوگوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کریگا۔ جن کے ساتھ مدتہائے دراز تک تیری خاطر دشمنی کرتا رہا ہوں۔

دیگر۔ کسی شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ فِی اللّٰہِ حُبًّا شَدِیْدًا میں حضرت کو خدا کے لئے بہت دوست رکھتا ہوں۔ آپ متوجہ بارگاہِ الٰہی ہوئے اور عرض کی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُحَبَّ فِیْکَ وَاَنْتَ لِیْ مُبْغِضٌ پروردگارا میں

لے جاتا ہوں تیری طرف اس بات سے کہ لوگ مجھ سے تیری وجہ سے محبت کریں اور تو میرے ساتھ بغض رکھے۔

دیگر۔ طاؤس یمانی نے کہا میں ایک رات کو حجر اسمٰعیل میں داخل ہوا۔ اسوقت حضرت زین العابدینؑ وہاں آئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ عرصہ دراز تک مشغول نماز رہے۔ پھر سجدے میں جھک گئے۔ میں نے دل میں کہا۔ مرد صالح اہلبیت نیک سے ہیں میں سنوں گا کیا دعا سجدے میں پڑھتے ہیں۔ پس سنا میں یہ کہتے ہیں۔

عُبَیدُکَ بِفِنَائِکَ مِسْکِینُکَ بِفِنَائِکَ فَقِیرُکَ بِفِنَائِکَ سَائِلُکَ بِفِنَائِکَ یَشْکُو اِلَیْکَ مَا لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ وفی خبرٍ لا تردّنی عن بابک۔

تیرا بندہ تیری پیشگاہ میں حاضر ہے۔ تیرا مسکین تیرے سامنے ہے۔ تیرا فقیر تیرے صحن میں ہے۔ تیرا سائل تیری حضوری میں ہے۔ تجھ سے اس مصیبت کی شکایت کرتا ہے جو تیرے اوپر پوشیدہ نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو اپنے دروازے سے رد نہ کر۔ طاؤس نے کہا میں نے کسی کرب و بیچینی کی حالت میں ان کلمات کے ساتھ دعا نہ کی مگر وہ حالت کرب مجھ سے دور ہو گئی۔

دیگر۔ کشف الغمہ میں حافظ عبد العزیز بن اخضر الخباذی سے روایت کی ہے اس نے یوسف بن اسباط سے اس نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ کہ میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا تو دیکھا ایک جوان اپنے پروردگار سے مناجات کر رہا ہے۔ یعنی سجدے میں پڑا ہوا کہتا ہے سَجَدَ وَجْهِي مُتَعَفِّراً فِي التُّرَابِ لِخَالِقِي وَحَقَّ لَهُ میرے منہ نے مٹی میں خاک آلود ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کا سجدہ ادا کیا۔ اور وہ سبحانہ ایسے سجدے کا سزاوار ہے۔

میں کھڑا ہو کر سننے لگا۔ معلوم ہوا کہ علی بن الحسینؑ ہیں۔ صبح ہوئی تو انکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا ابن رسول اللہ حضور اپنے نفس شریف پر ایسا تشدد روا رکھتے ہیں۔ حالانکہ جو شرف و فضیلت حضرت کو حاصل ہے۔ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ یہہ سنکر آبدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا عمر بن عثمان نے بواسطہ اسامہ بن زید رسول اللہ سے

روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تمام آنکھیں بروز قیامت گریان ہونگی اِلّا چار آنکھیں
ایک وہ جو خوفِ خدا سے گریان ہوئی ہو۔ دوسری جو راہِ خدا میں پھوٹ گئی ہو مثلاً
معرکہ جہاد میں تیر لگا بگڑ گئی۔ تیسرے محرّماتِ خدا سے بند رہنے والی۔ چوتھے جو راتوں
کو بیدار رہی اور سجدہ میں جھکی ہو۔ حق تعالےٰ فرشتوں کے آگے اس پر فخر کرتا ہے
کہ دیکھو میرے بندے کو اسکی روح میرے پاس ہے اور جسم میری بندگی میں مصروف
ہونے کے لئے اپنی خواب گاہ سے اٹھ کر آیا ہے۔ اور بخوف عذاب و طمع ثواب مجھ سے دعا
کرتا ہے۔ اے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کے گناہ بخشدیئے۔

مصنف کشف الغمہ کہتے ہیں۔ کہ اس حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ مظنہ یہ ہے
کہ علیؑ بن الحسینؑ عراق میں نہیں گئے۔ اِلّا اپنے باپ حسینؑ شہید کے ساتھ جبکہ آنحضرتؑ
نے کربلا میں شہادت پائی۔ اس موقعہ پر کوفہ پہنچے تو آپ باختیار خود اپنے کاروبار میں
متصرف نہ تھے۔ کہ مسجد کوفہ میں جاتے۔ اور نماز بجا لاتے۔ اور تحقیق کے لئے حکم ہے۔ اسکے
بعد خود جواب کے مقام میں کہتے ہیں۔ کہ روایت ابی حمزہ ثمالی اور مسجد کوفہ میں جاکر آں
حضرت کا نماز اور دعا پڑھنا معروف و مشہور ہے۔ اور کتب و اسفار علما میں مسطور۔ نیز یہ
کہ حضرت ابو حمزہ کو ساتھ لیکر اپنے جدامجد امیر المومنینؑ کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ پس
امر مظنون بالکل بے وجہ ہے۔

حقیر مولف کہتا ہے۔ کہ حدیث حضرت علیؑ بن الحسینؑ کے کوفہ تشریف لے جانے کی
بحار میں مناقب بن شہر آشوب سے اس طرح پر منقول ہے۔ کہ ابو حمزہ ثمالی نے کہا کہ
علیؑ بن الحسینؑ مدینہ سے قصد کرکے کوفہ گئے۔ اور مسجد جامع کوفہ میں داخل ہوکر چار رکعت نماز
پڑھی۔ پھر باہر آکر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ اور راہی منزل مقصود ہوگئے۔ جیسا کہ
پیشتر گزرا۔

دیگر۔ کشف الغمہ میں روایت ہوا ہے۔ کہ علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام اکروز مسجد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے سنا کہ کچھ لوگ
حق تعالےٰ کو اسکی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں۔ آپ بیتاب ہوگئے۔ اور

شدت غیظ سے کانپنے لگے۔ اور اٹھکر روضہ رسول اللہ پر گئے۔ اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہوکر باآواز بلند خدائے تعالےٰ سے اس طرح مناجات کرنے لگے۔

الٰھی بدت قدرتك ولم تبد ھیئة فجھلوك وقدروك بالتقدیر علے غیرما انت بہ شبھوك وانا بریٔ یا الٰھی من الذین بالتشبیہ طلبوك لیس مثلك شیٔ الٰھی ولم یدرکوك وظاھرما بھم من نعمة دلیلھم علیك لوعرفوك فی خلقك یا الٰھی مندوحة ان یناولوك بل سووك بخلقك فمن ثم لم یعرفوك واتخذ والبعض ایاتك ربًا فبذلك وصفوك فتعالیت یا الٰھی عما بہ المشبھون نعتوك۔

(ترجمہ) خداوندا تیرے آثار قدرت ظاہر ہیں اور اسکی صورت ظاہر نہیں۔ پس لوگ تجھ سے جاہل رہے۔ اور اندازہ لگایا بغیر اس اندازہ کے جس پر تو ہے۔ پس تیری تشبیہ کے قائل ہو گئے۔ پروردگارا میں ان لوگوں سے نہیں ہوں جو تشبیہ سے تجھے طلب کرتے ہیں۔ خداوندا تیری مثل کوئی شے نہیں انہوں نے تیرا ادراک نہیں کیا۔ تیری نعمات کی دلیل اگر پہچاننا چاہتے۔ تو ظاہر تھی۔ خداوندا تیری مخلوق میں وسعت ہے۔ اگروہ تجھے لینا چاہتی۔ مگر انہوں نے تجھے مخلوق کے برابر گنا۔ اس لئے تیری معرفت حاصل نہ ہوئی تیری بعض علامات کو لے لیا۔ اور ان سے تیرے تئیں وصف کیا۔ بار خدایا تو بلند ہے اُن چیزوں سے جن سے کہ تشبیہ دینے والوں نے تیری نعت کی ہے۔

دیگر۔ مناقب میں اصمعی سے نقل کیا ہے۔ کہ اس نے کہا میں ایکرات گرد خانہ کعبہ طواف کر رہا تھا۔ ایک جوان خوش شمائل وخوبصورت کو جسکے دو زلفیں تھیں دیکھا کہ پردہ ہائے کعبہ سے لپٹا ہوا کہتا ہے۔ الٰھی نامت العیون وعلت النجوم وانت الملك الحی القیوم غلقت الملوك ابوابھا واقامت علیھا حرّاسھا وبابك مفتوح للسائلین جئتك لتنظر الیّ برحمتك یا ارحم الراحمین۔

(ترجمہ) خداوندا آنکھیں خواب میں داخل ہوئیں۔ اور ستارے آسمان کی بلندی پر چڑھ آئے۔ اور تو بادشاہ حی وقیوم ہے۔ بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے اور چوکیدار

ان پر بٹھا دیئے۔ مگر تیرا دروازہ سوالیوں کے واسطے کھلا ہوا ہے۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ اپنی رحمت سے مجھ پر نظر کرے۔ اے زیادہ رحم کرنے والے رحموں کے پھر ان اشعار کو پڑھا۔

یَا مَنْ یُجِیبُ دعاءَ المضطرِّ فِی الظُّلَم	یا کاشف الضرّ والبلوٰی مع السّقم
قد نام وفدُك حول البیت قاطبۃً	وانت وحدك یا قیّوم لم تنم
اَدعوكَ ربِّ دُعاءً قد امرت به	فارحم بکائی بحق البیت والحرم
انکان عفوك لا یرجوہُ ذو سرف	فمن یجودُ علے العاصین بالنّعم

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس جوان میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ امام زین العابدین تھے۔ دیگر طاؤس فقیہ نے کہا ایکبار میں نے آنحضرتؑ کو دیکھا۔ کہ عشا کیوقت سے لیکر سحر تک مشغول طواف وعبادت رہے۔ جب کسی کو پاس نہ دیکھا تو گوشہ چشم آسمان کیطرف اٹھایا اور کہا۔

الٰھی غارت نجوم سماواتك وھجعت عیون انامك وابوابك مفتحات للسّائلین جئتك لتغفرلی وترحمنی وترینی وجه جدی محمد صلی الله علیه واٰله فی عرصات القیامۃ ثم بکا وقال وعزتك وجلالك ما اردت بمعصیتی مخالفتك وما عصیتك اذ عصیتك وانا بك شاك ولا بنکالك جاھلٌ ولا بعقوبتك متعرض ولکن سوّلت لی نفسی واعاننی علے ذلك سترك المرخی به علیّ فاناالاٰن من عذابك من یستنقذنی وبحبل من اعتصم ان قطعت

سلہ اے وہ خدا کہ تو مضطر کی دعا کو تاریکی ہائے شب میں قبول کرتا ہے۔ اے دور کرنیوالے ضرر و بلاؤں و بیماریوں کے تیرے پاس آنیوالے تمام تیرے گھر کے گرد سوئے ہوئے ہیں۔ اور تو اے حی اے قیوم ایک ہے کہ نہیں سوتا۔ اے میرے پروردگار میں تجھ سے وہ دعا کرتا ہوں جس کا تو نے حکم دیا ہے۔ میرے گریہ وبکا پر رحم کر واسطہ تجھ کو خانہ کعبہ اور حرم محترم کا اگر فضولی کرنے والے ہی تیرے عفو کے امیدوار نہ ہونگے۔ تو گنہ گاروں پر اپنی نعمات کی کون بخشش کرے گا۔ ۱۲

حبلک عنی فوا سوتاہ عذاً من الوقوف بین یدیک اذا قیل للمخفین جوزوا وللمثقلین حطوا مع المخفین اجوز ام مع المثقلین احط ویلی کلما طال عمری کثرت خطایای ولم اتب اما ان لی ان استحیی من ربی ثم یبکی وانشاء یقول۔

(ترجمہ) پروردگارا تیرے آسمانوں کے ستارے نیچے اتر گئے۔ اور لوگوں کی آنکھیں سوگئیں۔ مگر تیرے دروازے سائلوں کیلئے بدستور کھلے ہیں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ میری مغفرت کرے۔ اور مجھ پر رحم فرمائے۔ اور عرصات قیامت میں میرے جد امجد محمد مصطفےٰ کی مجکو زیارت کرائے۔ یہ کہہ کر حضرت گریاں ہوئے۔ اور کہا مجکو تیرے عزت جلال کی قسم ہے کہ تیری نافرمانی تیری مخالفت کے رو سے نہیں کی۔ اور نہ تیرا عصیان کرتے وقت تجھ سے شکایت رکھتا تھا۔ اور نہ تیرے عذاب سے جاہل تھا۔ اور نہ تیری عقوبت سے تعرض مقصود تھا۔ مگر میرے نفس نے حیلہ کیا۔ اور اس پر اعانت کی تیری پردہ پوشی نے پس اب تیرے عذاب سے کون مجکو رہا کرے گا۔ اور کس ریسمان میں میں ہاتھ ماروں گا جبکہ تیری حبل مجھ سے منقطع ہوگئی۔ افسوس فردائے قیامت کیونکر تیرے سامنے کھڑا ہونگا جبکہ مخفین کو کہا جائیگا کہ گزر جاؤ۔ اور اہل ثقل کو کہیں ٹھیرو۔ آیا میں گزر جانے والوں میں ہوں گا یا بوجھ لدے ہوؤں کے ساتھ رہ جاؤں گا۔ وائے ہو میرے اوپر جوں جوں میری عمر بڑھتی ہے میرے گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ اور میں تائب نہیں ہوتا۔ کیا میرے لئے وقت نہیں آیا کہ اپنے پروردگار سے حیا کروں۔ پس گریاں ہوئے اور یہ اشعار پڑھے۔

اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنی	فاین رجائی ثم این محبتی
انیت باعمال قباح ردیۃ	وما فی الوریٰ خلق جنی کجنایتی

۱ے آیا تو اے منتہائے مقصود مجکو آتش جہنم میں جلائیگا۔ تو میری وہ امیدواری اور تیرے ساتھ محبت کہاں جائیگی۔ در حقیقت مجھ سے جو اعمال صادر ہوئے۔ وہ قبیح اور ردی تھے۔ اور خلائق سے کسی نے میری مانند گناہ نہیں کئے۔ ۱۲

ثم بکیٰ وقال سبحانک تعصیٰ کانّک لاترٰی وتحلم کانّک لم تعص تتودد الیٰ خلقاتک بحسن الصّنیع کانّ بک الحاجۃ الیھم وانت یا سیّدی الغنی منھمؕ

(ترجمہ) پھر گریہ آپ پر طاری ہوا۔ اور کہا پاک ہے تو نافرمانی تیری کی جاتی ہے گویا کہ تو نہیں دیکھتا۔ اور تحمل کرتا ہے گویا کہ تیرا عصیان نہیں کیا گیا حسن سلوک سے اپنی مخلوق سے ایسی محبت کرتا ہے۔ گویا کہ تجھ کو انکی طرف احتیاج ہے۔ حالانکہ اے سید و سردار میرے تو ان سے غنی ہے۔

پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ راوی کہتا ہے میں حضرت کے نزدیک گیا اور سر مبارک آپ کا اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور رونے لگا۔ تا اینکہ میرے آنسو روئے مبارک پر گرے۔ تو آپ اٹھکر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے کون ہے کون ہے جس نے مجھکو یاد خدا سے باز رکھا عرض کی میں آپ کا خادم طاؤس ہوں یا ابن رسول اللہ یہ کس طرح کا اضطراب ہے۔ ایسا جزع و فزع کرنا ہمارے لئے زیبا ہے۔ کیونکہ ہم عاصی جفا کار ہیں۔ تمہارے باپ حسینؑ بن علیؑ اور ماں فاطمہؑ زہرا نانا رسول خدا ہیں۔ پس حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہیہات ہیہات اے طاؤس ماں باپ اور نانا کا ذکر چھوڑو۔ اللہ تعالےٰ نے جنّت کو اپنی اطاعت گزاروں کیلئے پیدا کیا ہے۔ خواہ وہ بندہ سیاہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جہنم نافرمانوں کے واسطے خلق فرمایا ہے خواہ وہ اولاد قریش ہی سے ہو۔ کیا تو نے قول حق سبحانہ تعالےٰ کا نہیں سنا۔ فاذا نفخ فی الصّور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون۔ جسوقت پھونکا جائے صور پس کوئی نسب ان کے درمیان اُسدن باقی نہیں رہیگا۔ اور نہ پوچھ پرسش انکی رہیگی۔ پھر فرمایا قسم خدا کی کوئی چیز مجھ کو اس روز نفع نہ دیگی۔ بجز عمل صالح کے جسکو آگے بھیجا ہوگا۔

اور روایت حماد بن حبیب کوفی میں ہے۔ جس کا کچھ حصّہ پہلے گزرا اور باقی آگے آتا ہے۔ کہ بعد ازاں وہ حضرت مہیاء نماز ہوئے۔ اور یہ کلمات زبان مبارک پر جاری تھے۔ یامن حاز کل شیئ ملکوتا وقھر کل شیئ جبروتا اولج قلبی فرح الاقبال علیک والحقنی بمیدان المطیعین لک اے وہ خدا کہ ہر شے پر از روئے قہر و غلبہ کے حاوی ہے۔ اور تمام پر جلال و جبروت سے غالب ہے۔ میرے دلکو اپنی طرف متوجہ ہونیکی خوشی عطا کر اور اپنے

اطاعت گزاروں کے میدان سے میرا الحاق فرما۔ اور رات بھر مشغول نماز و دعا و زاری رہے جب سیاہی شب کی دُور ہونے اور سفیدی صبح کی نمودار ہونے لگی۔ تو وہاں سے اٹھے اور یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔ یا مَنْ قَصَدَہٗ الضّالون فاصابوہ مُرشداً واَمّہ الخائفون فوجدوہ منفصلاً ولجاء الیہ العابدون فوجدوہ موئلاً متے راحۃ من نصب لغیرک بدنہ ومتے فرح من قصد سواک بنیتہ الٰھی قد تقشّع الظلام ولم اقض حیامن مناجات صدراً صلّ علےٰ محمّدؐ وآلہ وافعل بی اولے الامرین بک یا ارحم الرّاحمین۔

یعنی اے وہ خدا کہ ارادہ کیا اس کا گمراہوں نے اسکو مرشد راہ پایا۔ اور قصد کیا اس کا خوفزدوں نے پس اسے مہربان پایا۔ اور عبادت گزار اس کے پاس پناہ گیر ہوئے تو اسکو اپنا ملجاد ماوے معلوم کیا۔ جس نے تیرے غیر کے واسطے اپنے جسم کو تکلیف دی۔ اسکو راحت کب ملتی ہے۔ اور جو اپنی نیت سے تیرے سوا کا قصد کرنے والا ہو۔ اس کے لئے خوشی کہاں میسر آتی ہے۔ پروردگارا روشنی صبح کی نمودار ہو گئی۔ اور میں تیرے مناجات کے حوضوں سے سیراب نہیں ہوا۔ پس درود بھیج تو محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ اور میرے ساتھ دو کاموں سے وہ کام کر جو تیرے لئے اولے والنسب ہو۔ اے زیادہ رحم کرنے والے رحم کرنے والوں کے۔

بعضے از فضل و شرف آنحضرتؑ از زبان دشمن و دوست

سعید بن کلثوم کہتا ہے۔ کہ میں جناب صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کا ذکر آیا۔ آپ نے آنحضرتؑ کی مدح و ثنا کی۔ جس کے وہ اہل و سزاوار تھے۔ پھر فرمایا قسم خدا کی علیؑ بن ابیطالبؑ نے کبھی شکم مبارک کو لقمہ حرام سے آلودہ نہیں کیا جبتک کہ دنیا سے رحلت کی اور کبھی رضائے خدا کے دو کام آنحضرتؑ پر وارد نہیں ہوئے مگر یہ کہ انمیں سے شدید تر کو اختیار کیا۔ رسول اللہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی۔ تو آنحضرت پر بھروسا و اعتماد کرتے۔ اور اس کے حل کرنے کو انکو طلب فرماتے۔ اس امت سے رسول اللہ کی مانند سوائے آنحضرتؑ کے کوئی عمل نہ کر سکا۔ آپ کا عمل ٹھیک اس شخص کی مانند ہوتا تھا۔ جو بہشت و دوزخ

کے درمیان کھڑا ہو۔ اور اسکی نعمات کا امیدوار اس کے عذاب سے ڈر رہا ہو۔ انہوں نے طلب رضائے خدا اور آتش جہنم سے نجات کے لئے ایکہزار بندے اپنے اس مال سے آزاد کئے۔ جو ہاتھ کی مشقت اور پیشانی کے عرق سے حاصل کیا تھا۔ آپ کا لباس کرباس درشت کا ہوتا تھا۔ آستینیں دست مبارک سے بڑھ جاتیں۔ تو مقراض منگاکر انکو تراش ڈالتے آپکے خاندان اور آپکی اولاد میں آپ کے لباس میں اور علم وفقہ وفضیلت میں علیؑ بن الحسینؑ سے بڑھ کر ان کا کوئی مشابہہ نہ تھا۔ تا آخر حدیث۔

راغب اصفہانی نے محاضرات میں اور ابن جوزی نے مناقب عمر بن عبد العزیز میں نقل کیا ہے۔ کہ ایکروز امام زین العابدین عمر مذکور کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ وہاں سے اٹھے تو عمر نے اپنے جلیسوں سے سوال کیا۔ کہ شریف ترین آدمیان کون ہے۔ کہا تم (بنی اُمیّہ) ہو۔ کہا ہرگز نہیں اشرف ناس یہ شخص ہے جو ابھی میرے پاس سے اٹھکر گیا ہے سب لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ان سے اپنے تئیں منسوب کریں۔ انکو دوسرے کے ساتھ نسبت گوارا نہیں۔

عبد الرزاق نے بواسطۂ معمر زہری سے نقل کیا۔ اس نے کہا میں نے اس گھروالوں سے یعنی اہلبیتؑ رسولؐ خدا سے کسی کو علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام سے افضل نہیں پایا۔

عبد اللہ بن ابی حازم نے اپنے باپ سے نقل کیا وہ کہتا تھا۔ کہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا کہ فضیلت میں علیؑ بن الحسینؑ پر فوقیت رکھتا ہو۔

عیزار بن حریث نے کہا میں عبد اللہ بن عباس کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ اتنے میں علیؑ بن الحسینؑ وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے کہا مرحبًا بالحبیب بن الحبیب۔ مرحبا ہو حبیب کے بیٹے حبیب پر۔

ایک جوان قریشی نسب سعید بن مسیب کے پاس حاضر تھا اسوقت علیؑ بن الحسینؑ وہاں تشریف لائے۔ قریشی نے ابن مسیب سے پوچھا یہ کون ہے۔ اس نے کہا ہذا سید العابدین علیؑ بن الحسینؑ۔ یہ حسینؑ بن علیؑ کے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ سید وسردار عابدان ہیں۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں نقل کیا ہے۔ کہ ایک طبقہ تابعین مدینہ سے کہتا تھا

کہ اس طبقہ میں علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ زینت عابدان و منار قانتان تھے وہ عابدِ کامل و سخی مہربان تھے۔

سفیان بن عینیہ نے زہری سے پوچھا۔ تو علیؑ بن الحسینؑ سے ملا ہے۔ کہا ہاں ملا ہوں میں نے کسی کو آنحضرت سے افضل نہیں پایا قسم خدا کی کوئی دلمیں ان کا دوست نہ تھا اور ظاہر میں ان کے ساتھ دشمنی نہ رکھتا تھا۔ کہا یہ کیا بات ہے۔ کہا جو لوگ دوستی کا دم بھرتے تھے۔ وہ وہ تھے۔ جو انکی شرف و فضیلت سے واقف تھے۔ پس دلمیں حسد کرتے تھے اور دشمنوں سے چونکہ آپ بمدارا پیش آتے تھے۔ انکو بھی بظاہر مدارا سے چارہ نہ تھا۔ لہذا برملا عداوت کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔

منقول ہے کہ آپ کو عام طور سے ابن الخیرتین کہا جاتا تھا۔ اور یہ قول رسولؐ اللہ سے ماخوذ تھا للہ مِنْ عبادہ خیرتین فخیرتہ مِنَ العرب قریش و من العجم فارسؑ کہ اللہ کے لئے اس کے بندوں سے دو خیرۃ (اختیار کردہ شدہ و برگذیدہ) ہیں عرب کا برگزیدہ قبیلہ قریش ہے۔ اور عجم کا فارس سو آنحضرت کے جدامجد رسولؐ اللہ تھے۔ اور والدہ دختر کسرٰے۔ ابو الاسود دئلی کہتا ہے ؎

وَاِنَّ غلامًا بین کسریٰ وھاشم ؛ لَاَکرم مَنْ نیطَتْ علیہ التمائم

بتحقیق کہ کسرٰے اور ہاشم کے اجتماع سے وجود میں آیا ہوا لڑکا البتہ ان تمام بچوں سے جن کے گلوں میں تعویز لٹکائے جاتے ہیں کریم تر ہے۔

بعضے از فضائل و مقاماتِ عالیہ از زبان خود آنحضرتؑ

ہر چند اپنی مدح آپ کرنا چشم ظاہر بین میں بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اولیاء خدا کو بعض اوقات اسکی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ چار و ناچار اپنے مراتب عالیہ جو حق تعالٰے نے انکو کرامت فرمائے ہیں۔ خلائق کے سامنے بیان فرمائیں۔ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا انا سید البشر انا سید ولد آدم ولا فخر۔ میں سید و سردار اولادِ آدم ہوں اور یہ فخر کی رو سے نہیں کہتا۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدینؑ نے ان نعمات

کا جو حق تعالےٰ کی طرف سے آنحضرت پر مبذول ہوئے تھے۔ تذکرہ کیا۔ جو خطبے کلام آپ نے کوفہ وشام میں اپنے باپ کی شہادت کے بعد کہے۔ ان کا بیان آگے آتا ہے۔ یہاں چند کلمہ مناقب ابن شہر آشوب سے نقل ہوتے ہیں جو انہوں نے روضۃ الواعظین سے نقل کئے۔

قَالَ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ نحن ائمۃ المُسْلِمِیْنَ وحجج اللّٰہ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وسادۃ المومنین وقادۃ الغر المحجلین وموالی المومنین ونحن امانُ اھل الارض کما ان النجوم امانٌ لاھل السماء ونحن الذی بنا یمسک اللّٰہ السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ وبنا یمسک الارض ان تمید باھلھا وبنا ینزل الغیب وبنا ینشر الرحمۃ ویخرج برکات اھل الارض ولو لا ما فی الارض منا لساخت باھلھا ولَمْ تخلُ الارض منذ خلق اللّٰہ ادم من حجۃ اللّٰہ فیھا ظاھر او غائب مستور ولا یخلو الی تقوم الساعۃ من حجۃ اللّٰہ ولو لا ذالک لم یُعْبَدَ اللّٰہ۔

فرمایا اس جناب نے ہم امام وپیشوائے مسلمانان وحجت خدا بر عالمیان ہیں وسیدو سردار مومنین وپیش روغر المحجلین وآقایان مومنین ہیں۔ ہم امان ہیں اہل زمین کیلئے جیسے کہ تارے امان ہیں آسمان والوں کے لئے۔ اور ہم ہیں وہ لوگ کہ ہماری وجہ سے حق تعالےٰ آسمان کو زمین پر گرنے سے باز رکھتا ہے الّا اس کے اذن واجازت سے اور ہماری وجہ سے زمین کو معہ اہل زمین کے جنبش کرنے سے باز رکھتا ہے۔ ہماری ہی وجہ سے مینہ برستا ہے اور ہمیں سے رحمت الٰہی پھیلتی ہے۔ اور برکتیں زمین پر نازل ہوتی ہیں۔ اگر روئے زمین پر ہم سے کوئی باقی نہ رہے تو زمین معہ اپنے اہل کے اندر دھنس جائے۔ اور زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہی۔ جب سے کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ومستور ہو۔ اور نہ خالی رہے گی حجۃ خدا سے روز قیامت تک۔ ایسا نہ ہوتا تو خدا کی پرستش نہ کی جاتی۔

علم ومعرفت آنحضرتؑ

آپ کا قول تھا کہ ہم آدمی کو دیکھکر پہچان لیتے ہیں۔ اسکی حقیقت ایمان وکیفیت نفاق جو کچھ ہو ہم پر کھل جاتی ہے۔ بتحقیق کہ ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام ہمارے پاس لکھے

ہوتے ہیں۔

مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرد نے بنی حنیفہ سے کہا میں اپنے چچا کے ساتھ علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں داخل ہؤا۔ تو دیکھا کہ آنحضرت کے آگے کچھ کتابیں رکھی ہیں جن کو ملاحظہ کر رہے ہیں۔ میرے باپ نے کہا یہ کیسی کتابیں ہیں۔ فرمایا یہ دفتر ہمارے شیعوں کا ہے پھر فرمایا اللہ تعالےٰ نے ہمکو علیین سے پیدا کیا۔ اور ہمارے شیعوں کو اس کے اسفل سے خلق فرمایا۔ اور ہمارے دشمنوں کو سجّین سے پیدا کیا۔ اور ان کے دوستوں کو اس کے اسفل سے خلق کیا۔ نیز مناقب میں حلیتہ الاولیاء ابو نعیم و تاریخ نسائی سے نقل ہؤا ہے۔ کہ ابو حازم و سفیان بن عینیہ اور زہری تینوں نے کہا ہم نے کوئی ہاشمی نہیں دیکھا کہ افضل ہو علی بن الحسینؑ سے آپ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن میں آیہ شریفہ یمحوا اللہ ما یشاء الخ نہ ہوتا تو البتہ میں تمکو ان اشیاء کی خبر دیتا۔ جو قیامت تک ہونیوالی ہیں۔

نیز کتاب امتحان الفقہا سے نقل کیا۔ کہ کسی شخص کے تین غلام تھے۔ ہر ایک کا نام میمون تھا۔ مرنے لگا تو کہا ایک میمون آزاد ہو۔ ایک بندہ رہے۔ ایک کو سو دینار دیئے جائیں۔ پس سوال ہؤا کہ کون ان سے آزاد ہو۔ کون بندہ رہے۔ کسکو سو دینار دیئے جائیں۔ کہا گیا جو ان سے قدیم الصحبت ہو آزاد کیا جائے۔ دو باقی کے درمیان قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکلے آزاد کا غلام ہوگا۔ تیسرا مدبر رہے گا نہ مملوک نہ آزاد۔ اور وہ سو دینار اس کے حوالے کئے جائیں گے۔ بموجب اس قول کے جو نقل کیا گیا ہے امام زین العابدینؑ سے۔

انبیاء اللہ کا سا جواب

روم کے بادشاہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا تو نے اس اونٹ کا گوشت کھایا ہے جس پر تیرا باپ مدینہ سے بھاگا تھا میں تین لاکھ لشکر کے ساتھ تجھ سے جنگ آزما ہونگا۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک تہدید آمیز خط لکھ۔ جو کچھ وہ اسکا جواب دیں۔ وہ بجنسہ ہمارے پاس بھیجدے۔ حجاج نے ویسا ہی خط آنحضرتؑ کو لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا۔ تحقیق کہ اللہ کے پاس ایک لوحِ محفوظ ہے۔ جسکو ہر روز تین سو مرتبہ ملاحظہ کرتا ہے

ہر ملاحظہ میں کسی کو زندہ کرتا ہے کسی کو مارتا ہے۔ کسی کو عزت دیتا ہے۔ کسی کو ذلیل فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مجکو امید ہے کہ انمیں سے ایک ملاحظہ تیرے شرّ کے دفع کرنے کے لئے کافی ہو۔ حجاج نے یہ جواب عبد الملک کو لکھا۔ اس نے شاہِ روم کو بعینہٖ یہی جواب لکھ بھیجا۔ سلطان روم نے اس کو پڑھا۔ تو کہا ماخَرَجَ ھٰذا اِلاّ مِنْ بیتِ النّبوۃ۔ یہ جواب صرف اہلبیتؑ رسالت سے نکلا ہے۔

طوافِ کعبہ کے سات شوط کیوں مقرّر ہوئے

ابو حمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا۔ طواف کے سات شوط[ل] کیوں مقرر ہوئے فرمایا اللہ تعالٰے نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ انہوں نے رد کیا اور کہا تو ایسے شخص کو مقرر کرے گا۔ جو وہاں فساد و خونریزی کرے۔ اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔ اور شرائط تقدیس بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے ان کے جواب میں ارشاد کیا۔ میں ان امور سے واقف ہوں۔ جن سے تم آگاہ نہیں ہو۔ آگے بھی ان سے حجاب تھا۔ اب اس دلیری کے سزا میں سات ہزار سال اپنی قرب و منزلت سے محجوب و محروم رکھا۔ پس رحم کیا ان پر اور توبہ کو انکی قبول فرمایا۔ اور چوتھے آسمان پر ان کے لئے کعبہ بنام بیت المعمور مقرر کیا۔ جو ان کے لئے جائے رجوع و بازگشت ہو۔ اور زمین پر اس کے نیچے بیت الحرام بنایا جو جائے امن و بازگشت ہو آدمیوں کے لئے۔ پس طواف کے سات شوط ہوئے۔ ہر ہزار سال کے مقابل ایک شوط۔

سقوط حمل کی دیت

تفسیر علی بن ابراہیم میں نقل ہوا ہے۔ کہ سعید بن مسیّب نے کہا۔ میں نے علیؑ بن الحسینؑ سے اس مرد کی بابت سوال کیا جس نے حاملہ عورت کے لات ماری۔ اور حمل اس کا ساقط ہوا فرمایا

ل شوط یک شطہ یک تک لطاف بالبیت سبعہ اشواط طواف گرد خانہ راہفت گشت - ۱۲ صراح

نطفہ تھا تو اس کے بیس دینار دیت کے ہیں۔ اور نطفہ وہ ہے جو رحم میں چالیس یوم رہ چکا ہو اور علقہ یعنی اسی روز رحم میں مستقر ہو کر گرا تو چالیس دینار اور علقہ مضغہ یعنی اکیسویں دن کے بعد سقوط ہوا۔ تو ساٹھ دینار لازم ہے۔ اور جو پورا آدمی گوشت و استخوان ہاتھ پاؤں سے درست ہو کر اور حیات اسمیں داخل ہو کر گرا تو دیت کاملہ اس پر واجب ہے۔

شہاب زُہری کی رہنمائی

کشف الغمہ میں کتاب یواقیت اللغۃ ابو عمرو زاہد سے نقل ہؤا ہے۔ کہ علیؑ بن الحسینؑ کا نام سید العابدین اس لئے ہؤا کہ زہری نے خواب دیکھا تھا کہ گویا اس کا ہاتھ رنگ میں ڈوبا ہؤا سُرخ ہے۔ اسکی تعبیر لی تو کہا گیا۔ کہ تمہارے ہاتھ سے بنجطا ایک خون گا۔ وہ بنی امیہ کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ ایک شخص کو کسی جُرم میں عقوبت کی وہ مر گیا۔ یہ بخوف قصاص فرار ہو کر ایک غار میں چھُپ گیا۔ عرصہ دراز تک وہاں مقیم رہا۔ حتیٰ کہ بال بدن پر وحشیوں کی طرح بڑھ گئے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت زین العابدینؑ حج کو جا رہے تھے۔ اثناء راہ میں کسی نے کہا ھَلْ لَکَ فِی الزُّھری۔ کیا آنحضرت زہری کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا اِنَّ لِی فیہ ہاں مجکو اس کے دیکھنے کی خواہش ہے۔ ابو العباس کہتا ہے ایسے مقام پر عرب یہی کلام کرتے ہیں۔ کچھ اور نہیں کہا کرتے۔ غرض حضرت اس کے پاس تشریف لیگئے۔ اور ارشاد کیا مجھ کو تیری معصیت سے اتنا اندیشہ نہیں جتنا کہ اس قنوط و یاس سے ہے۔ ورثاء مقتول کو دیت مسلمہ بھیجدے اور اپنے گھر کو جا کر معالم دین میں مصروف ہو۔ زہری نے کہا اے سید و سردار میرے تم نے میری عقدہ کشائی کی اور کار بستہ کی گرہ کھولی۔ اللہ تعالےٰ عالم تر ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ زُہری اس کے بعد کہا کرتا تھا۔ کہ بروز قیامت ایک منادی آواز دے گا۔ کہ اپنے زمانے کا سید العابدین اٹھے۔ اسوقت علیؑ بن الحسینؑ اٹھیں گے یہانتک کشف الغمہ کی روایت ہے۔ اور مناقب ابن شہر آشوب میں اس کے بعد اس قدر اور زیادہ کیا ہے۔ کہ زہری اس واقعہ کے بعد ملازم خدمت علیؑ بن الحسینؑ ہو گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت کے اصحاب سے شمار ہوتا۔ بنی امیہ اسکو کہا کرتے۔ اے زہری تمہارا نبی (علیؑ بن الحسینؑ) کیا

کرتا ہے۔

دیگر۔ عباد بصری راہِ مکہ میں حضرتؑ سے ملا۔ کہنے لگا۔ آپ نے جہاد کی صعوبتیں ترک کر کے حج کی آسائش اختیار کر رکھی ہے۔ حالانکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفسوں اور مالوں کو خرید لیا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ اس کا مابعد بھی تو پڑھ التّائبون العابدون الی الآخرہ۔ پھر فرمایا جب یہ لوگ ظاہر ہوں گے۔ تو اسوقت جہاد پر کسی شئے کو ترجیح نہ دی جائیگی۔

حقائقِ نماز

ابو حازم سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی نے امام زین العابدین سے کہا اَتَعْرِفُ الصَّلوٰۃ کیا نماز جانتے ہو۔ راوی کہتا ہے مجھے غصہ آیا۔ اسے جھڑکا کہ کیا بیہودہ بکتا ہے۔ فرمایا مہلاً یا اباحازم۔ اے ابو حازم آہستگی کرو۔ علما کا کام حلم و کرم کا ہے۔ اور اس سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہاں میں نماز جانتا ہوں۔ اس نے افعال اور اس کے فرائض و تروک و نوافل کی بابت سوالات کئے۔ تا اینکہ پوچھا کہ اس کا افتتاح و تحریمہ کیا ہے۔ فرمایا وہ تکبیرۃ الاحرام ہے۔ عرض کی اور برہان نماز کیا۔ فرمایا قرأۃ الحمد و سورہ کہا اس کا خشوع کیا۔ فرمایا خشوع نماز یہ ہے۔ کہ اثناء نماز میں نظر سجدے کے مقام میں رہے۔ کہا اسکی تحلیل کیا۔ فرمایا سلام پھیرنا۔ عرض کی جوہر نماز کیا۔ فرمایا سبحان اللہ کہنا۔ عرض کی اس کا کنارہ یعنی آخر کیا ہے۔ فرمایا تعقیب۔ عرض کی تمام و کمال کیا فرمایا درود بھیجنا محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ عرض کی سبب قبولیت نماز ارشاد ہو۔ فرمایا ہمارے ساتھ محبت رکھنا اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری ڈھونڈھنا۔ عرض کی حضور نے کسی کے لئے گنجائش کلام باقی نہ چھوڑی۔ پھر وہاں سے اٹھکر چلا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ خوب جانتا ہے۔ کہ کہاں اپنی نبوت قرار دے یہ کہکر وہاں سے غائب ہو گیا۔

تفصیلِ اقسامِ صوم

کشف الغمہ میں زہری سے روایت ہے۔ کہ اس نے کہا ایکبار میں حضرت علی بن الحسینؑ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اے زہری کہاں سے آتا ہے۔ عرض کی مسجد سے۔ کہا وہاں تم کیا کرتے تھے۔ کہا روزے کے مقدمہ میں بحث کر رہے تھے۔ میری اور میرے اصحاب کی رائے اس پر قرار پائی۔ کہ بجز صوم شہر رمضان اور کوئی روزہ واجب نہیں۔ ارشاد کیا یہ درست نہیں۔ روزہ چالیس صورت پر ہے۔ دس صورتیں ان سے واجب کی ہیں مثل وجوب روزہ ماہ رمضان کے۔ اور دس حرام کی ہیں۔ اور چودہ اقسام ایسی ہیں۔ کہ آدمی کو اختیار ہے روزہ رکھے یا افطار کرے۔ اور صوم اذن کی تین قسمیں ہیں۔ اور صوم تادیب ہے وصوم اباحۃ وصوم سفر و مرض ہے۔ زہری نے کہا یا ابن رسول اللہ فدا ہوں آپ پر انکی تفصیل و تفسیر بیان کیجئے۔ فرمایا ہاں واجب روزہ رمضان کا ہے۔ اور دو ماہ پے درپے کا روزہ کفارہ ظہار کا ہے۔ بوجہ قول حق سبحانہ تعالےٰ الَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ[1] نیز دو ماہ پے درپے روزہ اس پر واجب ہوتا ہے۔ جو ایک روزہ ماہ رمضان کا افطار کرے نیز یہ روزہ قتل خطا میں واجب ہوتا ہے ان کے اوپر جو بردہ آزاد نہ کر سکیں۔ یعنی روزہ پے درپے دو مہینے کا قتل خطا میں اس شخص پر واجب ہوتا ہے۔ جو بردہ آزاد نہ کر سکے۔ بموجب قول خدا وَمَنْ[2] قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ الی قولہ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ اور تین روز کا روزہ کفارہ قسم کا ہے۔ بموجب قول خداء عزوجل کے فَصِيَامُ[3] ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ

---

[1] وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر جو کچھ کہا ہے اس سے عود کرتے ہیں۔ پس قبل اسکے کہ وہ ایکدوسرے کو چھوویں۔ ان پر ایک بردۂ مومن کا آزاد کرنا لازم ہے۔ جسکو بردہ نہ ملے اس پر دو مہینے متواتر روزہ رکھنا ہے ۱۲ [2] جو کوئی قتل کرے مومن کو از روئے خطا اس پر ہے ایک رقبہ مومنہ کا آزاد کرنا اور ایک دیت کامل کہ اس کے اہل کو دے۔ تا قول خدا تعالےٰ جسکو نہ ملے بردہ آزاد کرنے کو پس دو پے درپے مہینوں کے روزے ہیں واسطے توبہ خدا کے اور ہے اللہ دانا و حکیم ۱۲ [3] پس تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ حلف کرو۔

ایمانکم اذا حلفتم - یہ اس پر واجب ہوتا ہے - جو تین آدمیوں کو کھانا نہ کھلا سکے - یہ تمام تتابع ہیں - متفرق نہیں - اور روزہ اذیت حلق راس کا واجب ہے - بموجب قول حق تعالےٰ فمن[1] کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک اس شخص کو اختیار ہے اگر چاہے تین روزے رکھے - اور روزہ قربانی حج تمتع کا جسکو قربانی میسر نہ ہو - بموجب قول خدائے تعالےٰ فمن[2] تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایام فی الحج و سبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ - اور روزہ جزاء صید کا واجب ہے - بموجب قول خدائے تعالےٰ فمن[3] قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذالک صیاما - پھر فرمایا اے زہری تو جانتا ہے کہ روزے طعام کے برابر کیونکر کئے جاتے ہیں - کہا نہیں فرمایا شکار کی قیمت لگائی جائیگی - پھر اس قیمت کے گندم معین کرکے ان کے صاع بنائینگے - اور ہر نصف صاع پر ایک روزہ رکھیں گے - اور صوم نذر واجب ہے اور صوم اعتکاف واجب ہے تا آخر حدیث

صاحب وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی اس حدیث کو یہاں تک نقل کرکے کہتے ہیں کہ شیخ صدوق نے باسناد خود زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے - علی ہذا خصال میں اور شیخ مفید نے مقنعہ میں مرسلاً روایت کی - اور علی بن ابراہیم نے تفسیر میں اپنے باپ سے اور اس نے قاسم بن محمد سے اور شیخ طوسی نے باسناد خود محمد بن یعقوب سے نقل کیا ہے - الغرض یہاں بہت

---

[1] پس جو تم سے مریض ہو یا اس کے سر میں اذیت ہو یعنی اس سبب سے سر نہ منڈا سکے اس کا فدیہ تین روزے ہیں - یا صدقہ یعنی چھ آدمیوں کا کھانا یا قربانی ایک بکرے کی [2] پس جو کوئی متمتع ہو عمرہ سے ساتھ حج کے پس جو کچھ آسان ہو قربانی سے پس جو نہ پائے تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات دن کے اسوقت جبکہ واپس آؤ پس یہ پورے دس ہوئے -

[3] پس جو قتل کرے اسکو تم میں سے جان بوجھکر بدلا اس کا مثل اسکے ہے جسکو قتل کیا ہے - جو پاؤں سے حکم کرینگے - اس کا دو صاحبان عدل تم سے قربانی کا پہنچنے والی کعبہ تک یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اس کے

تھوڑا اس بحث سے ذکر ہوا۔ ورنہ آپ کے علم و فضل کی حد و پایان پدید نہیں علوم دینیہ یقینیہ آپ سے اسلام میں رائج ہوئے۔ چنانچہ کوئی کتاب زہد و نصیحت کی نہیں پائی جاتی جسمیں نہ لکھا ہو۔ قال علی بن الحسینؑ۔ قال زین العابدین۔ ہکذا فی المناقب لابن شہر آشوب تیز مناقب میں ہے۔ جن لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے یہ ہیں۔ طبری۔ ابن البیع۔ احمد بن لیطہ۔ ابوداؤد۔ صاحب[1] الحلیہ۔ وصاحب اغانی وقوت القلوب۔ وشرف المصطفےٰ واسباب نزول القرآن وفائق وترغیب وترتیب وغیرہ انہوں نے بواسطۂ زہری و سفیان بن عینیہ ونافع واوزاعی ومقاتل وواقدی ومحمد بن اسحاق وغیرہ وغیرہ کے۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں۔ کہ فقہاء سنیہ نے آنحضرتؑ سے علوم بےشمار نقل کئے ہیں۔ اور جو مواعظ وادعیہ وفضائل قرآن ومسائل حلال وحرام ومغازی وایام آپ سے لوگوں نے یاد کئے۔ علماء کے درمیان معروف ومشہور ہیں۔ اگر ہم ان کو مشرح بیان کرنا چاہیں۔ تو خطاب کو طول ہو۔ اور کتاب بڑھ جاوے۔ اور فرقہ شیعہ نے جو کچھ آیات ومعجزات وبراہین واضحات آنحضرت سے روایت کئے ہیں۔ ان کے ذکر کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ کتب شیعہ میں ان کا درج ہونا کافی ہے۔ اس جگہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

بعضے از اخلاق کریمہ و عادات جمیلہ آنحضرتؑ

بذل وسخا ونوال وعطا

حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم سے نقل ہوا ہے۔ کہ ابوجعفر محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ہمارے باپ علی بن الحسینؑ نے دو مرتبہ اپنے مال کا حق تعالےٰ کے ساتھ مقاسمہ کیا۔ یعنی آدھا اپنے لئے

---

[1] حافظ ابونعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں کہتے ہیں۔ کہ ایک جماعت علماء نے آنحضرتؑ سے نقل احادیث واخبار کیا ہے۔ اور جو کچھ آپ نے ارشاد کیا۔ اس پر اعتماد و بھروسہ فرمایا ہے۔ میں انمیں سے صرف اسی قدر ذکر کرتا ہوں جو میرے گمان میں ان سے چھوٹ گیا ہے۔ کیونکہ جو امور کہ انکا اور لوگ ذکر کر چکے ہیں۔ انکے مکرر بیان کرنے میں چنداں فائدہ نہیں ہے۔

رہنے دیا۔ آدھا راہِ خدا میں خیرات کر ڈالا۔

نیز حلیہ میں ہے کہ آپ خیرات کرتے تو سائل سے واپس لیکر اس شے کو چومتے پھر اسکو عطا فرماتے۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں سائل کے نہیں اپنے پروردگار کے ہاتھ کو اس طرح بوسہ دیتا ہوں۔ بتحقیق کہ جو شے راہِ خدا میں دی جاتی ہے۔ پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتی ہے۔ پھر سائل کو پہنچتی ہے۔

پارچہ پوشیدنی کی خیرات

معمول تھا کہ موسم سرا بسر ہوتا تو سردی کے کپڑے راہِ خدا میں دے ڈالتے۔ گرمی ختم ہوتی تو گرمی کے پارچے خیرات فرماتے۔ چونکہ لباس خز کا قیمتی ہوتا تھا کسی نے کہا آپ اُن لوگوں کو دیتے ہیں۔ جو نہ خود انکو پہنتے ہیں۔ نہ قیمت کا اندازہ لگاکر صحیح نرخ سے فروخت کرسکتے ہیں۔ اگر خود بیچ کر انکی قیمت خیرات کی جاتی۔ تو بہتر ہوتا۔ فرمایا جن کپڑوں میں نماز پڑھی ہے۔ انکو فروخت نہ کرونگا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ شاید یہ امر پیرہن و ازار سے مخصوص ہو۔ کیونکہ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ پارچہ خز سرما میں خریدتے اور گرما میں اسکو فروخت کرکے اسکی قیمت خیرات کرتے۔ اور نوبت آنحضرت کی خیرات پارچہ پوشیدنی میں یہ پہنچی تھی کہ بعض اوقات اہلِ احتیاج گوشۂ ردا پکڑ لیتے۔ تو آپ ردا اس کے پاس چھوڑ کر آگے چلے جاتے۔

مروی ہے کہ ایک بیہودہ آدمی جس کا کام آدمیوں کو ہنسانا تھا۔ کہا کرتا تھا میں جسکو چاہتا ہوں ہنسا دیتا ہوں۔ اِلّا اس شخص (علیؑ بن الحسینؑ) نے مجھ کو عاجز کر دیا۔ ایکبار ہنسی دلانے کے لئے اس نالائق نے ردا دوشِ مبارک سے کھینچ لی مطلق اس طرف ملتفت نہ ہوئے اور وہاں سے گزر گئے۔ لوگ اس کے پیچھے گئے۔ اور ردا اس کے پاس سے لائے۔ اسوقت فرمایا یہ کون تھا۔ عرض کی ایک بطال آدمی ہے۔ جو مدینہ والوں کو ہنساتا رہتا ہے۔ فرمایا اس بوالفضول سے کہدو۔ اِنَّ لِلّٰہِ یَوْمٌ یخسر فیہ المبطلون اللہ تعالےٰ کا ایک دن ہے جسمیں اہلِ بطلان خسارہ اٹھاویں گے۔

اطعام طعام

کھانا کھانے بیٹھتے تو جتنا کھانا مقصود ہوتا پہلے اس قدر راہِ خدا میں دیتے پھر خود تناول فرماتے۔ ابوجعفر محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ مدینہ میں سو گھروں کے کفیلِ اخراجات تھے۔ آپ بہت دوست رکھتے تھے کہ ان کے طعام پر نابینا و مساکین کہ حیلہ طلب رزق کا نہ رکھیں حاضر ہوں۔ دستِ مبارک سے ان کے آگے کھانا رکھتے۔ اور خندہ پیشانی سے ان کو کھلاتے۔ عیالداروں کو اجازت دیتے کہ اپنے گھروں کو کھانا لے جائیں۔ خود ہرگز کھانا نوش نہ فرماتے۔ جبتک کہ پہلے اسمیں سے خیرات نہ کر لیتے۔ سفیان نے کہا علیؑ بن الحسینؑ حج کو جا رہے تھے۔ سکینہ بنت الحسینؑ خواہر حضرتؑ نے ایکہزار درہم لگا کر زادِ راہ آپ کے لئے تیار کیا۔ اور خدمت میں بھیجدیا۔ پشت حرّہ پر منزل تھی۔ وہ ہدیہ وہاں آپ کو ملا۔ وہیں فقراء و مساکین کو قسمت کرنے لگے۔ حتیٰ کہ تمام خرچ کر ڈالا۔

چہیتی چیز خیرات کرنی چاہیئے

ابوعبداللہ دامغانی نے کہا علیؑ ابن الحسینؑ بادام و شکر بہت تصدق کرتے۔ اسکی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا مجکو ان چیزوں کا شوق ہے۔ اور حق تعالےٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز بھلائی نہ پاؤگے تم جبتک کہ ان چیزوں سے خیرات نہ کرو جن کو دوست رکھتے ہو۔

دیگر۔ ایکمرتبہ انگور مدینہ میں بکنے آئے۔ چونکہ از بس مرغوب طبع مبارک تھے۔ آپ کی اُمِّ ولد کنیز نے ایک خوشہ ان کا خرید کر شام کو بوقت افطار سامنے حاضر کیا۔ اسکو دیکھ کر خوش ہوئے۔ مگر ابھی ہاتھ اس طرف نہ بڑھایا تھا کہ ایک سائل دروازہ پر آیا۔ کنیز کو کہا کہ یہ اسکو دیدو۔ عرض کی یا مولےٰ اسکو تھوڑے سے کافی ہیں۔ فرمایا لا واللہ اور تمام اس کو بھجوا دیئے۔ ام ولد نے پھر اگلے روز انگور منگائے۔ اور بدستور افطار کے وقت حاضر خدمت کیئے

بروایتے سائل کو قیمت دیکر اسی وقت اس سے خرید کر لیئے۔ اتفاقاً ایک اور سائل نے در دولت پر آواز لگائی۔ پھر اس کو اٹھوا دیئے۔ تیسرے روز صاحب خانہ نے پھر انگور خرید کرائے۔ اس روز کوئی سائل نہ آیا۔ آپ نے اسمیں سے نوش فرمائے۔ بروایت دیگر تین بار سائل آئے اور تینوں مرتبہ انکو دیدیئے۔ چوتھی بار کوئی سائل نہ آیا۔ اسوقت نوشِ جان فرمائے۔ اور شکر خدا بجا لائے۔ کہ بحمد اللہ اسمیں سے کچھ فوت نہیں ہوا۔

صدقۂ خفیہ

مشہور ہے کہ حضرت کا قول تھا صَدَقَۃُ السِّرِّ تُطفِی غَضَبَ الرَّبِّ پوشیدہ خیرات آتش قہرِ الٰہی کو منطفی و ٹھنڈا کرتی ہے۔ حضرت باقرؑ فرماتے ہیں ہمارے باپ شبہائے تاریک میں گھر سے نکلتے حالانکہ پشت مبارک پر انبان روٹیوں سے بھرا ہوا ہوتا۔ پس دروازوں پر جاتے اور ان کو کھٹکھٹاتے۔ جو اندر سے نکلتا اس کو نان عنایت کرتے۔ اور دیتے وقت روئے مبارک کو چھپا لیتے۔ کہ لینے والا حضرت کو پہچان نہ سکے۔

روایت دیگر۔ رات ہوتی اور آنکھیں خلائق کی خواب کے لیئے بند ہو جاتیں تو وہ حضرت اُٹھتے اور جو کچھ گھر میں اہل و عیال کے خرچ سے بچا ہوا پاتے۔ اسکو ایک کیسہ میں ڈال کر شانوں پر رکھتے اور فقراء و مساکین کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔ اور نقاب روئے مبارک پر ڈالے اُسکو تقسیم فرماتے۔ اکثر اوقات وہ لوگ دروازوں پر کھڑے ہوتے اور آپ کو دیکھ کر شاد ہوتے۔ اور چلاتے وہ آیا صاحب انبان۔

احمد بن حنبل نے معمر سے اس نے شیبہ بن نعامہ سے نقل کیا کہ حضرت زین العابدینؑ اس طریق پر مدینہ میں ایک سو گھرانوں کے لیئے مایحتاج مہیا فرماتے۔ جن سے ہر ایک میں کئی کئی آدمی ہوتے تھے۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابن عائشہ سے نقل کیا کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے صدقۂ خفیہ اسوقت تک مفقود نہ ہوا جبتک کہ علی بن الحسینؑ نے دُنیا سے رحلت نہ کی۔

بروایت دیگر درہم و دینار کے کیسے تھیلے میں رکھتے اور اندھیری راتوں میں انکو پشت

مبارک پر اٹھا کر دروازوں پر جاتے اور دروازے کھٹکھٹا کر گھر والوں کو بلاتے اور مال مرحمت فرماتے۔ آپ کے انتقال پر ان کو یہ معلوم ہوا کہ علیؑ بن الحسینؑ ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کرتے تھے۔

اور محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ مدینہ میں اتنے اور اتنے گھر تھے۔ جنکی روزی جس کے وہ محتاج تھے۔ ان کو پہنچتی تھی۔ اور یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں سے آتی ہے۔ امام زین العابدینؑ نے وفات پائی اور دروازہ رزق کا ان کے اوپر دفعتہً بند ہو گیا تو تمام چیخ اٹھے۔

زادِ راہ سفرِ آخرت

سفیان بن عینیہ نے زہری سے روایت کی کہ ایک سردی کی رات جبکہ بارش ہو رہی تھی میں نے زین العابدینؑ کو دیکھا کہ پشتِ مبارک پر آرد و سوختہ لئے جا رہے ہیں۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا سفر کا ارادہ ہے۔ اس کے لئے زادِ راہ ایک محفوظ مقام میں جمع کر رہا ہوں۔ عرض کی یہ میرا غلام حضور کا بوجھ اٹھائے گا۔ انکار کیا۔ عرض کی میں خود خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ فرمایا مجکو ان اشیا کے اٹھانے میں عار نہیں۔ جو سفر میں کام آئیں۔ اور توشۂ راہ ہوں۔ اے زہری تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جہاں جانا چاہتے ہو۔ چلے جاؤ۔ میرے کام میں خلل انداز نہو۔ زہری چلا گیا مگر کچھ عرصہ بعد جو ملاقات ہوئی۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ میں اس سفر کا جس کا حضرت اس شب ذکر فرماتے تھے۔ کوئی اثر نہیں پاتا۔ فرمایا اے زہری میری مراد اس سے سفرِ آخرت تھی۔ میں اس کے سامان میں لگا ہوا ہوں۔ اسکی تیاری یہی ہے کہ محرمات خدا سے اجتناب ہو۔ اور راہِ خدا میں بذل و بخشش کی جاوے۔

نشانہائے پشت مبارک

عمرو بن ثابت نے کہا۔ امام زین العابدینؑ فوت ہوئے۔ اور انکو غسل دینے لگے۔ تو پشت آنحضرتؑ پر ایک نشان سیاہ دکھائی دیا۔ پوچھا یہ کیا نشان ہے معلوم ہوا کہ راتوں

کو آرد فقرائے مدینہ پر قسمت کرنے کو لے جایا کرتے تھے۔ یہ وہ نشان ہے۔ اور کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ کہ غسل دینے کو تختہ پر اتار انو دیکھا کہ پشت مبارک مثل پینہا ئے زانوئے شتر ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس پر بوریاں آٹے کی لاد کر فقرائے مدینہ کے گھروں پر لے جایا کرتے تھے۔

زہری نے کہا کہ بوقتِ غسلِ میّت پشت مبارک پر کچھ نشان دکھائی دیئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ضعیف و نادار ہمسایوں کے لئے راتوں کو مشکیں پانی کی پہنچاتے تھے۔ یہ اس کے گھٹے پڑے ہوئے ہیں۔

انفاذِ وصیّت

کافی میں ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا حضرت علیؑ بن الحسینؑ تین مرتبہ ایسے بیمار ہوئے۔ کہ ضرورت وصیت کی محسوس ہوئی۔ پس تینوں مرتبہ اپنے اموال و جائداد کے بارے میں وصیتیں کیں۔ کہ اس قدر فلاں کو دیا جائے اسقدر فلاں کو اور ہر مرتبہ شفا پا کر اس وصیت کا آپ ہی انفاذ فرماتے تھے۔

کرم و مرّوت

عمرو بن دینار نے کہا میں زید بن اسامہ بن زید کے نزدیک آپکی وفات کے وقت حاضر تھا۔ وہ رونے لگے۔ حضرت علیؑ بن الحسینؑ تشریف رکھتے تھے۔ پوچھا کیوں روتے ہو۔ کہا پندرہ ہزار دینار کا قرضہ سر پر لئے جاتا ہوں۔ کوئی شے ایسی نہیں چھوڑتا جس سے اسکے ادا کی شکل نکلے۔ آپ نے فرمایا گریہ بند کرو۔ میں نے تمہارا قرضہ اپنے سر پر لے لیا۔ تم بری الذمہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ زید کے بعد جیسا فرمایا تھا حضرت نے وہ قرضہ ادا کر دیا۔ پندرہ ہزار دینار کی گرانقدر رقم کو دیکھئے! اور ایک شخص کے رونے سے اسکو سبکدوش کر کے اس بار عظیم کو اپنے سر پر اٹھا لینے کو خیال میں لائیے۔ الحق یہ حوصلہ و جوانمردی ایسے ہی نفوس قدسیہ کا کام ہے۔

دیگر۔ عیسیٰ بن عبداللہ نے کہا۔ میرے باپ کی احتضار کی حالت تھی۔ اس کے قرضخواہ جمع ہوئے اور اپنا اپنا قرضہ مانگنے لگے۔ اس نے کہا میرے پاس تو مال نہیں۔ کہ تمکو دوں لیکن میرے دو چچا زاد بھائی علیؑ بن الحسینؑ و عبداللہ بن جعفرؓ ہیں۔ ان میں سے جس کے اوپر راضی ہو اس کو اپنا ضامن دوں۔ انہوں نے کہا عبداللہ گو مالدار ہے۔ مگر دیر لگاتا اور ٹالتا ہے۔ علیؑ بن الحسینؑ کے پاس مال نہیں مگر جو کہیں گے اسکو پورا کریں گے۔ ہمارے نزدیک وہی بہتر ہیں۔ پس آنحضرتؑ کو بلوایا۔ اور حال بیان کیا۔ آپ نے کہا میں تمہارے قرضوں کا ضامن ہوتا ہوں۔ غلہ کے آنے تک اور حضرت کے کوئی غلہ آنے والا نہ تھا محض آپ نے نیکخوئی سے یہ کہدیا۔ ان لوگوں نے کہا ہم راضی ہیں۔ پس آپ ضامن ہو گئے۔ غلہ کے دن آئے تو حق تعالےٰ نے غیب سے سامان کر دیا آپ نے ان کا قرضہ تمام چکا دیا۔

حلم و درگزر

تاریخ طبری میں واقدی کی روایت نقل ہوئی ہے۔ جو اس نے عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؑ سے نقل کی۔ اس نے کہا کہ ہشام بن اسمٰعیل اپنے امارت مدینہ کے زمانے میں میرے ساتھ بُری طرح پیش آیا تھا اور حضرت زین العابدینؑ کو ایذائیں دی تھیں۔ جب حکومت سے معزول ہوا تو ولید خلیفہ نے حکم دیا۔ کہ وہ شہر والوں کے آگے (مجرمانہ طریق پر) کھڑا کیا جائے ہشام نے کہا مجھ کو علیؑ بن الحسینؑ کے سوا کسی کا ڈر نہیں (کہ شماتت کریں گے اور ایذا دیں گے) پس جبکہ وہ دار مروان کے آگے کھڑا اپنی سزا بھگت رہا تھا۔ آنحضرتؑ کا وہاں سے گزر ہوا۔ اسکو اس حالت میں دیکھ کر اپنے اصحاب کو اشارہ کیا کہ کوئی حرف شماتت کا زبان پر نہ لائے پس آپ وہاں سے گزر گئے اور کسی نے ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکالا۔ ہشام نے کہا اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت قرار دے۔

روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ ہشام بن اسمٰعیل مخزومی نے علیؑ بن الحسینؑ کی نسبت حرکات ناپسندیدہ کی تھیں۔ یہ اخبار ولید بن عبدالملک کے گوش گزار ہوئے۔ تو اس نے عمر بن عبدالعزیز عالم مدینہ کو لکھا کہ ہشام کو سخت سزا دو۔ عمر نے اس امر میں آنجناب سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ

میں نہیں چاہتا کہ اس کو میری وجہ سے ایذا پہنچے۔ ہشام نے یہ سن کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

اور ابن فیاض نے اپنی کتاب میں اس روایت میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے اسکو کہلا بھیجا۔ کہ اگر ادائے مال میں تجھ سے مواخذہ ہے تو ہمارے پاس اس قدر مال ہے کہ تیری کارروائی ہو سکے۔ پس ہماری اور ہمارے اطاعت گزاروں (شیعوں) کی دشمنی دل سے نکال دے۔ اسوقت اس نے یہ کلمہ یعنی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہا ولنعم ما قیل ؎

اگر مردی احسن الے من اساء   بدی را بدی سہل باشد جزا

کظم غیظ

کنیز کھڑی جسم اطہر پر پانی ڈال رہی تھی۔ اس کو اونگھ آگئی۔ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر سر اقدس پر گرا۔ پیشانی مبارک پر چوٹ آئی۔ سر انور اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔ کنیز تھرا گئی۔ بولی الکاظمین الغیظ یعنی وہ لوگ جو ضبط کرتے ہیں غصّہ کو۔ آیۂ شریفہ کا فقرہ سنکر فرمایا کظمتُ غیظی میں نے غصہ کو ضبط کیا۔ اس نے کہا وَالعَافِینَ عَنِ النَّاسِ آدمیوں کی خطائیں معاف کرنے والے فرمایا عفوتُ عنکِ میں نے تیری خطا بخشدی۔ لونڈی نے کہا وَاللّٰہُ یُحِبُّ المُحسِنِینَ اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا احسان یہ ہے کہ تجھکو راہِ خدا میں آزاد کیا۔ اِذھبی اَنتِ حُرَّۃٌ لِوجہِ اللّٰہِ چلی جا کہ تو آزاد کردۂ راہِ خدا ہے۔ آپ کا قول تھا۔ کہ مجھے وہ غصّہ بہت ہی محبوب ہے جس کے بعد صبر کروں اور غصہ دلانے والے سے انتقام لینے کے درپے نہوں۔ اسمیں ذلت بھی ہو تو وہ شتران سُرخ مو سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔

عفوِ گناہ وہدایتِ نیکوئی

ایک مرد نے اہل بیت کے سامنے کھڑے ہو کر بُرا کہا۔ دشنام تک سے دریغ نہ کیا۔ وہاں سے چلا گیا تو اصحاب سے کہا تم نے دیکھا جسطرح یہ شخص میرے ساتھ پیش آیا۔ اب تم میرے

ساتھ چلو۔ تاکہ جو کچھ جواب دوں وہ بھی سُن لو۔ انہوں نے کہا کیا آپ اسکی مکافات کرینگے ہم تو چاہتے ہی تھے۔ کہ اسکی زبان درازی کا بدلہ دیا جاوے۔ پس نعلین لئے روانہ ہوئے راہ میں الکاظمین الغیظ الخ کی تلاوت کرتے جاتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے اسی وقت جان لیا تھا کہ اس کو کچھ نہ کہیں گے۔ دروازے پر پہنچے تو باواز بلند پکار کر کہا فلاں کو کہو کہ علی بن الحسین دروازے پر کھڑا ہے۔ باہر آئیے۔ وہ بیباکانہ اندر سے نکلا اور ذرا شک نہ رکھتا تھا کہ بدلا لینے آئے ہیں۔ مگر آپ نے کہا اے برادر تم نے اسوقت مجھے ایسا اور ایسا کہا۔ اگر یہ باتیں درحقیقت مجھ میں موجود ہیں۔ تو میں خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اگر مجھ میں نہیں ہیں تو حق تعالےٰ تمہاری مغفرت کرے۔ اس مرد پر اس کلام کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے دو چشم مبارک کے درمیان بوسہ دیا۔ اور بولا جو کچھ میں نے کہا وہ ہرگز آپ میں نہیں پائی جاتیں۔ میں خود ان باتوں کا سزاوار ہوں۔ راوی حدیث کا بیان ہے۔ کہ وہ مرد حضرت کے چچا زاد بھائی حسن بن حسن تھے۔

دیگر۔ اولادِ زبیر سے ایک شخص کو کسی نے بُرا کہا۔ اور گالی دی۔ زبیری نے اس سے اعراض کیا۔ اور باتیں ہونے لگیں۔ اثنائے کلام میں زبیری آپکی مذمت کرتے اور بُرا کہنے لگا آپ نے اسکی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور جواب نہ دیا۔ اس بے حیا نے کہا میرا جواب کس لئے نہیں دیتے۔ فرمایا جس سبب سے تو نے اس مرد کا جواب نہ دیا۔ اور اس سے اعراض کیا۔ حقیر مولف کہتا ہے۔ کہ زبیر کی اولاد میں بھی عداوتِ اہل بیت رسالت اسی طرح متناسل چلی گئی ہے جس طرح کہ آل عمر خطاب میں ناظرین غور کریں گے تو سلسلہ ہذا میں مختلف مقامات پر اس کے شواہد پائیں گے۔

بدی کے عوض میں نکوئی

ایک بدبخت نے آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو دشنام دی۔ غلاموں نے اس کے مارنے کا قصد کیا۔ انکو روکا اور فرمایا جانے دو۔ ہم اس سے بھی کمتر ہیں۔ جیسا کہ یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اے مرد کوئی حاجت رکھتا ہو تو بیان کر روا کی جائے اس پر شرمایا۔

آپ نے ردا اتار کر اسکو عنایت کی اور ہزار درہم مزید عطا فرمائے۔ وہ واپس جارہا تھا اور پکار کر کہتا تھا اَشْهَدُ اَنَّكَ اِبْنُ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ شہادت دیتا ہوں کہ تم درحقیقت پسر رسول خدا ہو۔

ایک اور بے حیا نے زبان درازی کی تو فرمایا اے جوان ہمارے سامنے ایک دشوار گزار عقبہ ہے۔ اس سے گزر گیا تو جو کچھ تو نے کہا اسکی پروا نہیں کرتا۔ اور جو وہاں پر رہ گیا تو اس سے بھی بدتر ہوں۔ جو تو کہتا ہے۔

ایک اور ناہنجار بتقاضائے بدطینتی برا کہنے لگا۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور خاموش ہو گئے اس مردود نے کہا میں تمہیں کو تو کہتا ہوں۔ فرمایا عَنْكَ اُعْرِضُ میں تجھی سے اعراض کرتا ہوں۔

کنیز کے ہاتھ سے ظرف پُر از طعام گرا۔ اور برتن ٹوٹ کر کھانا کھنڈ گیا۔ مارے خوف کے اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ فرمایا اذھبی انتِ حرّۃٌ لوجہ اللّٰہ۔ چلی جا کہ تو آزاد کردۂ راہِ خدا ہے۔

غلاموں کیساتھ سلوک

ایک غلام کو دو مرتبہ آواز دی۔ جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ میں بولا فرمایا اے فرزند کیا تو نے میری آواز نہیں سُنی تھی۔ کہا کیوں نہیں سُنی۔ فرمایا پھر جواب کس لئے نہ دیا۔ کہا آپ کے غصہ ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مَمْلُوْکِیْ یَامَنُنِیْ شکر ہے اس خدائے برتر کا جس نے میرے غلام کو مجھ سے ایمن فرمایا۔

دیگر امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؑ نے غلام کو کسی کام کو بھیجا تھا۔ دیر میں آیا تو ایک تازیانہ اس کے لگایا۔ وہ رونے لگا اور بولا اے علی بن الحسین ہمکو کام کو بھیجتے ہو اور پھر تازیانہ مارتے ہو۔ امام کہتے ہیں کہ میرے باپ یہ سُنکر گریاں ہوئے اور مجکو ارشاد کیا کہ روضۂ رسول اللّٰہ پر جا کر دو رکعت نماز پڑھو اور کہو پروردگارا علی بن الحسین کی خطا بروزِ جزا معاف کرنا۔ اور غلام سے فرمایا میں نے تجھ کو رضائے خدا کے لئے آزاد کیا۔ ابو بصیر حاضر تھے عرض کی

موسلے میرے فدا ہوں حضرت پر کیا یہ اس مار کا کفارہ ہے۔ اس کا کچھ جواب نہ دیا۔
دیگر۔ موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔ امام زین العابدینؑ نے ایک غلام کے تازیانہ لگایا پھر گھر میں گئے۔ اور تازیانہ نکال لائے۔ اور جسم مبارک برہنہ کر کے کہا علیؑ بن الحسینؑ کے اسی طرح تازیانہ لگا۔ جس طرح اس نے تجھ کو مارا تھا۔ اس نے کہا مجھ سے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ آخر پچاس دینار اسے عطا کئے۔

دیگر۔ ایک غلام آزاد کردہ حضرت ایک قطعہ زمین کے تردد و آباد کرنے پر مقرر تھا اس کے کام کے ملاحظہ کو کھیت پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا تو اسمیں خلل و فساد پایا کام خراب کر رکھا تھا۔ بہت رنج ہوا۔ غصہ آیا۔ اور اسی غضب کی حالت میں تازیانہ جو ہاتھ میں تھا اس کے مار دیا۔ پھر اس پر افسوس کیا۔ واپس دولت سرا کو تشریف لائے۔ تو اس کو بلوایا۔ حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ جسد مبارک عریان ہے۔ اور تازیانہ ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں ڈرا کہ مزید سزا کا ارادہ ہوگا۔ مگر آپ نے ہاتھ بڑھا کر تازیانہ اسکو دیا۔ اور کہا اے شخص مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوئی کہ اس سے پہلے نہ ہوئی تھی۔ وہ ایک لغزش و خطا تھی۔ اب اس کوڑے کے ساتھ مجھ سے قصاص لے۔ آزاد کردہ نے کہا قسم خدا کی اے مولا میرے میں تو یہ سمجھا تھا۔ کہ حضور مجھے اور زیادہ سزا دیں گے۔ اور میں درحقیقت اس کا مستحق ہوں۔ آپ سے کس بات کا قصاص لوں۔ اور کیونکر لوں۔ فرمایا و یحک قصاص لے عوض کی پناہ چاہتا ہوں خدا سے اور آپ کو حلال کرتا ہوں۔ آپ بار بار اصرار کرتے وہ اس کو عظیم جانتا اور پناہ مانگتا اور حلالی دیتا تھا۔ جب دیکھا کہ اس کو انکار ہے۔ فرمایا تجھ کو اس سے انکار ہے تو میں وہ کھیت تجھ کو ہبہ کرتا ہوں۔ یہ کہکر اس کا قبالہ لکھدیا۔ صلوات اللہ علیہ و علی آبائہ الطاہرینؑ و ابنائہ المطہرینؑ۔
دیگر۔ ایک غلام سے عہد کیا تھا۔ عبداللہ بن جعفرؑ اس کے دس ہزار درہم یا ایکہزار دینار قیمت کے دیتے رہے۔ مگر آپ چونکہ آزادی کو کہہ چکے تھے۔ ایک حبہ قیمت کا نہ لیا۔ اور آزاد کر دیا۔
مناقب ابن شہر آشوب میں ہے۔ کہ آپ کا معمول تھا۔ کہ شہر رمضان داخل ہوتا۔ تو اپنے غلاموں کی خطائیں ایک کاغذ میں لکھتے جاتے۔ حتےٰ کہ شب آخر ماہ مبارک میں انکو بلاتے۔ اور وہ کتیبہ ان کو دکھاتے۔ اور فرماتے تو نے یہ قصور کیا۔ اور تو نے یہ کیا۔ میں نے تم سے کسی کو سزا

نہیں دی۔ سب اس کا اقرار کرتے۔ پس ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا پکار کر کہو۔ اے علی بن الحسین جس طرح تم نے ہمارے قصور گنوائے ۔فردائے قیامت حق تعالے تمہارے گناہ اسی طرح گنوائے گا۔ بتحقیق کہ اس جل شانہ کے پاس ایک کتاب ناطق بحق ہے جس سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ بچا نہیں۔ جو اسمیں درج نہ ہوا ہو۔ پس تم اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے کی ذلت کو خیال میں لاؤ۔ جو کسی پر ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرتا۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اور کافی ہے اللہ شہادت کو۔ پس ہمکو اسی طرح معاف کرو۔ جیسے امیدوار رہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تمکو معاف کریگا۔ بموجب قول حق تعالےٰ وَلْیَعْفُوا وَلْیَصْفَحُوا الا تحبّون ان یغفر اللہ لکم چاہیئے کہ وے معاف کریں۔ اور درگزریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہ بخشے۔ یہ کہتے تھے اور گریہ وزاری و نوحہ و بیقراری کرتے تھے۔

تواضع و فروتنی

حسن بصری نے عبداللہ بن وہب سے نقل کیا کہ ایک جگہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ کے مناقب و مفاخر کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے سنا تو فرمایا حسبنا ان نکون من صالحی قومنا ہمارے لئے یہی کافی ہے۔ کہ اپنی قوم کے نیکوکاروں سے ہوں۔

ابن شہاب زہری نے کہا اولاد ہاشم سے جن لوگوں سے ملنے کا مجھے اتفاق ہوا ان سب میں علیؑ بن الحسینؑ کو افضل پایا۔ آپ کا قول تھا کہ ہم سے مسلمانوں کی طرح محبت کرو جسمیں افراط نہ ہو۔ افراط میں اندیشہ ہے۔ کہ وہ محبت ہمارے لئے عیب و منقصت نہو جائے

مناقب آل ابی طالب میں ہے کہ کسی نے حضرت سے کہا آپ سفر کو جاتے ہیں۔ تو رفیقوں سے اپنے تئیں چھپاتے ہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ فرمایا تا کہ بے تکلف ان کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو سکوں۔ فانی اکرہ ان اخذ برسول اللہ مالا اعطی مثلہ بتحقیق میں مکروہ جانتا ہوں۔ کہ رسول اللہ کیوجہ سے وہ نفع حاصل کروں کہ ویسا اوروں کو نہ پہنچاؤں۔ بروایتے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وجہ سے کبھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

نشست کا طریق

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں۔ ایکبار حضرت کو اس طرح بیٹھے دیکھا کہ ایک پائے مبارک دوسرے کی ران پر رکھے بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی لوگ اس طرح کی نشست کو مکروہ جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پروردگار کی نشست ہے۔ فرمایا میں تکان و ملالت کیوجہ سے اس طریق پر بیٹھ گیا تھا اور اس جل شانہ کے لئے ملالت و تکان نہیں۔ خود فرماتا ہے لا تاخذہٗ سنۃٌ ولا نوم اس کو غنودگی و خواب نہیں ہوتا۔

رفتار کا انداز

ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہمارے جد امجد علیؑ بن الحسینؑ اس سکون و وقار سے زمین پر راہ چلتے کہ گویا سر مبارک پر پرندہ بیٹھا ہے۔ دہنا ہاتھ بائیں پر سبقت نہ کرنے پاتا مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں اسکی شرح و بیان میں کہتے ہیں۔ کہ جوہری نے صفت صحابہ میں لکھا ہے۔ کانّما علےٰ رؤسہم الطّیر کہ شدت سکون و وقار میں انکی یہ کیفیت تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ خفت و طیش کا اصلاً اثر نہ تھا۔ کیونکہ پرندہ اسی شے پر بیٹھتا ہے جسکو ساکن پاتا ہے۔ بروایتے چلنے میں آپ کا ہاتھ ران سے تجاوز نہ کرنے پاتا۔ یعنی بہت سکون و شکستگی سے راہ طے فرماتے تھے۔ راہ چلتے کوئی ڈھیلا وسط طریق میں پڑا دیکھتے تو سواری سے اتر پڑتے اور دست مبارک سے اسکو ایک طرف کر دیتے۔ کہ راہ گیروں کو زحمت نہ ہو۔ پھر بدستور سوار ہو کر روانہ ہوتے۔ یہ اپنی فروتنی اور دوسروں کی فائدہ رسانی کا خیال ملاحظہ ہو۔ کیا کوئی اس رتبہ کا شخص ایسا ادنے کام کر سکتا ہے۔ الحق ایسے کمتر درجہ کا کام اسی سے صادر ہوگا۔ جسکو دنیائے دوں سے سروکار نہ ہو۔ اور ہمیشہ اسکی نظر عالم دیگر پر رہے۔

زہد از دنیا

زرارہ بن اعین کہتے ہیں۔ کہ ایکبار میں نے رات کیوقت سُنا۔ کہ سوال کرنیوالے نے سوال

کیا۔ این الزاهدون فی الدنیا الراغبون فی الآخرۃ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیاسے زہد اختیار کیا ہے۔ اور آخرت کی طرف راغب ہیں۔ پس ایک غیب کی آواز جناب جنت البقیع سے پیدا ہوئی۔ آواز سنائی دیتی تھی۔ آواز دینے والے کا کہیں پتہ ونشان بھی نہ تھا۔ (ذاک علیؑ ابن الحسینؑ) ایسا شخص فقط زین العابدینؑ ہے۔

مناقب میں ہے کہ زہد آنحضرت سے ہے جو زہری نے نقل کیا۔ کہ اپنے نفس کو خطاب کرکے فرماتے تھے۔ کہ اے نفس کب تک زندگانی دنیا کی طرف مائل رہے گا۔ اور دنیا اور اسکی آبادی کیطرف رغبت رکھے گا۔ تونے اسلاف گزشتگان سے عبرت نہ لی۔ اور ہزاروں آدمی جو میرے دیکھتے دیکھتے پیوند زمین ہو گئے۔ ان سے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور ان دوست احباب کا جن کے مفقود ہونے سے دردمند ہوا تجھے خیال نہ آیا۔

دیگر۔ بقول جناب صادقؑ حضرت نے فرمایا کبتک دنیا تجھ کو وعدے دیگی و خلف وعدے کرے گی۔ اور میں اسکو امین جانوں گا۔ وہ مجھ سے خیانت کرے گی۔ میں اسے مخلص ناصح کہوں گا وہ دغا فریب کام میں لائیگی۔ کوئی جدید شے پیدا نہیں ہوتی۔ مگر اسوقت جبکہ ویسی ہی اور دوسری چیز کہنہ و بوسیدہ نہیں ہو لیتی۔

اور سفیان بن عینیہ نے آپکا یہ قول نقل کیا۔ این السلف الماضون والاهل والاقربون والانبیاء والمرسلون طحنتھم واللہ المنون وتوالت علیھم السنون وفقدتھم العیون وانّا الیھم صائرون وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہاں ہیں اسلاف گزشتگان اور اہل و اقارب اور انبیاء و مرسلان۔ قسم بخدا کہ موت نے ان کے ریزے ریزے کر دیئے۔ اور سالہائے متواتر و متوازی ان پر گزر گئے کہ وہ آنکھوں کے آگے سے اوجھل ہو گئے اور البتہ ہم انہی کیطرف مراجعت کریں گے۔ بتحقیق کہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کیطرف بازگشت کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا[1]

اذا کان ھذا نھج من کان قبلنا فانّا علے آثارھم نتلاحق

[1] جب ان لوگوں کا جو ہم سے پہلے تھے یہی طریق ہے پس ہم بھی انکے نشان قدم پر چلکر انسے جا ملیں گے۔ تو خوب جان لے کہ آخرکار گذشتہ لوگوں کے پاس پہنچ جائیگا۔ ہر چند کہ اونچے اور مستحکم پہاڑ تیری حفاظت کریں۔ آگاہ رہ کہ دنیا دارِ ثبات نہیں۔ گو اسقدر دراز عمر ہو وے کہ چمکنے والا چمکے اور باقی رہے ۱۲۔

فکن عالماً ان سوف تدرک من مضی ولو عصمتک الراسیات الشواهق
فما ھذہ دار المقامۃ فاعلمن ولو عمر الانسان ما ذر شارق

گریہ و بکاء آنحضرت

امام زین العابدین کا کثیر البکاء ہونا دوست دشمن کے نزدیک مشہور ہے اور اپنوں بیگانوں میں معروف و مذکور۔ خشیۃ اللہ و عذاب آخرت کے خوف سے اسقدر روتے تھے کہ روتے روتے بیہوش ہو جاتے۔ نمازوں میں روتے دعائیں مانگتے۔ گریہ و بکا کرتے اور سجدات میں اتنا روتے کہ سر اٹھاتے تو اشکوں کی کثرت سے معلوم ہوتا۔ کہ چہرہ مبارک کو پانی میں ڈبو کر نکالا ہے۔ نیز گریہ آپ کا اپنے مظلوم و غریب باپ پر اور جملہ شہداء کربلا و اعزہ و اقربا کے غم میں ہوتا تھا۔ طعام سامنے آتا تو اسے اشکوں سے بھگوتے۔ پانی دیکھتے تو رو رو کر غش کر جاتے۔ کہ آہ یہ وہی پانی ہے۔ جس سے میرے پدر بزرگوار اور ان کے اصحاب باوقار کو ایک قطرہ میسر نہ ہؤا۔ وضو کرتے تو اس قدر روتے کہ آب اشک ناودان سے جاری ہوتا۔ ایکمرتبہ بالاخانہ پر وضو کر رہے تھے۔ کہ آب اشک پرنالے سے بہا اور کسی راہ گیر پر گرا۔ اس کو شبہہ ہؤا کہ کیسا پانی میرے اوپر پڑا۔ آپ نے اوپر سے پکار کر کہا اے شخص یہ پیشاب نہیں میری آنکھوں کا پانی ہے۔

ابو عبد اللہ جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ امام زین العابدین تیس یا چالیس سال روتے رہے جب کھانا سامنے آتا تو گریان ہوتے۔ یہانتک کہ آپ کے ایک غلام نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ روتے روتے ہلاک نہ ہو جائیں۔ فرمایا میں اپنے غم و الم کی خدا کے آگے شکایت کرتا ہوں۔ بتحقیق کہ اس جل شانہ کی طرف سے مجکو وہ امور معلوم ہیں۔ جسکو تم نہیں جانتے۔ جب مجکو بنی فاطمہ کا قتل ہونا یاد آتا ہے۔ تو گریہ میرا گلوگیر ہوتا ہے۔ بروایتے غلام نے کہا یا ابن رسول اللہ ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ تمہارا غم و الم برطرف ہو۔ فرمایا وائے ہو تیرے اوپر۔ یعقوب نبی تھے۔ اور ان کے بارہ بیٹے تھے۔ اللہ تعالے نے ایک کو انکی نظر سے غائب کر دیا اسقدر روئے کہ روتے روتے بینائی آنکھوں کی جاتی رہی۔ بال سر کے سفید ہو گئے۔ پشت مبارک

شدتِ غم سے خمیدہ ہوگئی۔ حالانکہ ان کا بیٹا دنیا میں زندہ موجود تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے باپ بھائی چچا اور سترہ گھر کے آدمی مارے گئے۔ میرا غم و الم کس طرح دُور ہو۔

اور حلیۃ الاولیاء سے نقل ہوا ہے۔ کہ آپ اس قدر روتے تھے۔ کہ فرطِ گریہ سے بصارت جاتی رہنے کا اندیشہ ہوگیا تھا جب پیالہ پانی کا پینے کے لئے ہاتھ میں لیتے۔ تو اسقدر روتے کہ ظرف آبِ خون سے پُر ہو جاتا۔ اس بارے میں کچھ کہا جاتا۔ تو فرماتے کیونکر نہ روؤں میرے باپ پر وہ پانی بند کیا گیا ہے۔ جو درندوں اور وحشیوں تک کے لئے مباح تھا۔ کسی نے کہا اگر روتے روتے اپنے تئیں ہلاک کرلیں گے تو کیا فائدہ ہوگا۔ فرمایا میں ہلاک ہوچکا اسی پر روتا ہوں۔

منقول ہے کہ کسی جانور کو ذبح ہوتے دیکھتے تو اتنا روتے کہ بیہوش ہوجاتے۔ اور واقعہ کربلا کے بعد سے آپ نے کلّۂ گوسپند نہیں کھایا۔ ایکبار کہیں کو جارہے تھے۔ کہ مسلخ پر جہاں کہ قصّاب حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔ گزر ہوا۔ وہاں قصاب کو دیکھا کہ ایک گوسپند کے بقصد ذبح ہاتھ پاؤں باندھ رہا ہے۔ عصا ٹیک کر کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا اے شخص تو یہ کیا کرتا ہے عرض کی یا ابن رسول اللہ اسکو ذبح کروں گا۔ فرمایا تو نے اس بے زبان کو پانی بھی پلا لیا ہے عرض کی یا مولےٰ ہم لوگوں کا دستور ہے۔ کہ قبل ذبح جانور کو آب و دانہ سے سیر و سیراب کرلیتے ہیں۔ کبھی کسی حیوان کو بھوکا پیاسا ذبح نہیں کرتے۔ یہ سُنکر حضرت کو تابِ ضبط باقی نہ رہی بے اختیار آہ کا نعرہ مارا کہ لوگوں دیکھو قصاب بھی جانوروں کو بے آب و دانہ ذبح نہیں کرتے افسوس ہے ان سنگدلوں پر جنہوں نے میرے باپ کو مع عزیز و اقارب تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا۔ اور اتنا بھی نہ جانا کہ کس کے گلے پر چھُری پھیرتے ہیں۔ یہ فرماکر اس شدت سے روئے کہ بیہوش ہوگئے۔ حتیٰ کہ لوگ بدشواری اس خاصۂ باری کو وہاں سے اٹھا کر گھر پر لائے

بحار میں امام بحق ناطق حضرت جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ بہت گریہ کرنے والے دنیا میں پانچ گزرے ہیں۔ آدمؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ فاطمہؑ بنتِ محمد مصطفےٰؐ علی بن الحسینؑ زین العابدین۔ لیکن آدمؑ کہ وہ فراقِ بہشت میں روتے رہے۔ حتیٰ کہ دو رخسارہ مبارک آنحضرت پر دو نہریں بن گئی تھیں۔ اور یعقوب اپنے بیٹے یوسف کو یاد کرکے روتے تھے۔

تاآنکہ بصارت آنحضرت کی جاتی رہی - اور نوبت یہ پہنچی کہ ان سے کہا گیا قسم خدا کی تم یوسف کی یاد نہ بھولوگے - جبتک کہ دیوانہ یا اسمیں ہلاک نہ ہو جاؤ - اور یوسف اپنے باپ کی یاد میں اس قدر روئے کہ زندان والوں کو ان کے گریہ سے ایذا ہوئی - اور ان سے کہا گیا یا دن کو روؤ اور رات کو خاموش رہو - یا رات بھر گریہ کرو - دن کو ساکن ہو - آخر دونوں باتوں سے ایک پر مصالحہ ہوا - چوتھے فاطمہ زہرا بنتِ رسولِ خدا اپنے باپ کی جدائی میں روتی تھیں اور اس قدر روئیں کہ اہل مدینہ ان کے رونے سے متاذی ہوئے - اور کہا ہمکو آپ کے گریہ سے ایذا ہوتی ہے - پس وہ حضرت قبرستان بقیع میں چلی جاتیں - اور وہاں حسب دلخواہ رویا کرتی تھیں - پانچویں علی بن الحسین زین العابدین اپنے باپ امام حسین کے غم میں بیس سال تک گریہ وبکا کرتے رہے - جسوقت کھانا آگے آتا رو دیتے -

مروی ہے کہ حضرت پسرانِ عقیل کو دیکھتے تو رقت آپ کے اوپر طاری ہوتی - ان پر بغایت مہربانی کرتے - لوگوں نے کہا یا ابن رسول اللہ اولاد عقیل کو اولاد جعفر سے زیادہ عزیز رکھتے ہو فرمایا ہاں مجکو انہیں دیکھکر ان کے باپ کا میرے باپ کے ساتھ قتل ہونا یاد آتا ہے. اور میرا دل بھر آتا ہے - بے اختیار رونے لگتا ہوں -

غیبت کی مذمت

حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق نے کہا کہ ایک مرد نے علی بن الحسین علیہما السلام سے کہا فلاں شخص آپکی نسبت کہتا تھا کہ ضال (گمراہ معاذاللہ) و مبتدع (بدعتی) ہیں - حضرت نے فرمایا تو نے اس مرد کی مجالست کے حق کی رعایت نہ کی کہ اس کا کلام ہم سے نقل کیا - اور ہمارا حق بھی ادا نہ کیا - کہ ہمکو ایک بھائی کیطرف سے وہ امر پہنچایا - جسکو ہم پہلے سے نجانتے تھے - تجھے یاد رہے کہ موت ہم سب کو آئے گی - اور تمام محشر میں مبعوث ہونگے - اور وعدہ گاہ ہر ایک کی قیامت ہے اور اللہ ہمارے درمیان حکم کرنے والا ہے - خبردار کبھی کسی کی غیبت نہ کرنا - کیونکہ غیبت سگان دوزخ کی نانخورش ہے - اور جان لے جو لوگوں کے عیب اکثر تلاش کرتا ہے اپنے لئے تو یہ کثرت اس کی شہادت دیتی ہے کہ اسی قدر اوروں کے عیب تلاش کرتا ہے جسقدر کہ اسمیں ہیں -

سائلوں سے سلوک

سعید بن مسیّب نے کہا۔ میں ایکروز خدمت علیؑ بن الحسینؑ میں حاضر ہُوا۔ آپ نماز صبح سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ ایک سائل دروازے پر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ سائل کو کچھ دو۔ اسکو خالی نہ جانے دو۔

نقل ہے کہ جب سائل کو دیکھتے تو اظہار بشاشت کرتے اور فرماتے مَرحَبًا بِمَن یَحمِلُ زَادِی اِلَی الاٰخِرَۃِ۔ مرحبا ہو اس شخص پر کہ میرے زادراہ آخرت کا حمّال بنے۔

قرآن اور خوش آوازی

آنحضرتؑ کا قول تھا کہ مغرب و مشرق کے درمیان کی تمام مخلوق بھی فوت ہو جائے تو مجھ کو اصلاً وحشت نہو۔ جبکہ قرآن میرے ہمراہ ہو۔ جسوقت سورۂ حمد میں مالک یوم الدین کو قراءت کرتے تو اس قدر اس کا تکرار کرتے۔ کہ قریب بہلاکت پہنچ جاتے۔

روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے۔ اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کہ خود قرآن کو بہت خوش آوازی اور قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایکروز اپنے جد امجد علیؑ بن الحسینؑ کا حال بیان فرمانے لگے۔ کہ قرآن کو وہ حضرت ایسی صدائے دلکش سے پڑھتے تھے۔ کہ راہ گیر رستہ چلتے چلتے کھڑے ہو جاتے۔ اور بعض اوقات حالتِ وجد و غشی ان پر طاری ہو جاتی تھی۔ اور ابوعبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ علیؑ بن الحسینؑ قرأت قرآن میں بہترین ناس تھے۔ اسکو ایسی خوش آوازی سے پڑھتے تھے کہ سقّے جاتے جاتے ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے۔ اور آپکی قرآن خوانی سننے لگتے۔

طالب علم کی فضیلت

عاداتِ حسنہ سے تھا کہ طالب علم حاضر خدمتِ اقدس ہوتا تو فرماتے مرحبًا بوصیّۃ رسول اللہؐ یعنی مرحبا ہو اس شخص پر جس کے ساتھ بھلائی کرنے کی رسول اللہ نے وصیّت کی ہے۔ پھر فرماتے

طالب علم جب اپنے مکان سے بارادۂ طلب علم نکلتا ہے۔ تو خشک و تر زمین سے کسی جگہ پر قدم نہیں رکھتا۔ الّا یہ کہ وہ زمین طبقۂ ہفتم تک اس کیلئے تسبیح کرتی ہے۔

مطلوب اشیاء ہشتگانہ

شقیق بلخی نے بواسطۂ بعض اہل علم نقل کیا۔ کہ کسی نے امام زین العابدین سے پوچھا۔ کیف اَصبحتَ یا ابن رسول اللہ اے فرزند رسول خدا آپ نے کس حال میں صبح کی فرمایا میں نے صبح کی در آنحالیکہ آٹھ اشخاص کا مطلوب ہوں۔ اللہ تعالےٰ طلبگار اپنے فرائض کا ہے۔ اور رسول خدا مجھ سے طالب اپنی سنن کے۔ اور عیال خواستگار نفقہ کے اور نفس امارہ خواہشمند شہوات نفسانی کا اور شیطان اپنے اتباع کا اور فرشتگان حافظان طالب ہیں صدق عمل کے۔ ملک الموت طلبگار روح کا۔ اور قبر طالب میرے جسم کی۔ ایک میں اتنی طلب و تقاضا کرنے والوں کے درمیان ہوں۔ میری کیا صبح اور کیا شام۔

کنیزوں کے نسوانی جذبات کی نگہداشت

عبد اللہ بن مسکان نے کہا۔ امام زین العابدین ہر مہینے اپنی کنیزوں کو بلا کر کہتے میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔ عورات پر پوری قدرت نہیں رکھتا۔ تم سے جسکی خواہش عقد کرنے کی ہو۔ اسکا عقد کردوں۔ فروخت ہونا چاہے فروخت کردوں۔ آزادی کی خواہش ہو آزادی دوں جو کوئی ان میں سے نہیں کہتی تین مرتبہ فرماتے اللّٰھم اشھد کہ خداوندا تو گواہ رہنا۔ خاموش ہوتی تو اپنی ازواج سے کہتے اس سے پوچھو کیا چاہتی ہے۔ اور اس کی مرضی کے موافق عمل در آمد فرماتے

اعجاز قبل از امامت

ایکمرتبہ زمانہ حیات اپنے پدر بزرگوار حضرت سید الشہدا ہیں بیمار ہوئے۔ اور بیماری آپکی شدید ہوئی۔ حتیٰ کہ باپ نے بیٹے سے کہا کہ کسی شے کو تمہارا جی چاہتا ہو۔ تو بیان کرو کہ مہیا کی جائے۔ عرض کی اشتھی ان اکون ممن لا اقترح علے اللہ ربی ما یدبر لی میں یہ چاہتا

ہوں کہ ان لوگوں سے ہوں کہ خدا کے سامنے ان امور میں جو وہ حق سبحانہ تجویز کرے۔ کوئی سوال نہ کر بیٹھوں۔ باپ نے کہا خوب ہے۔ تم اس امر میں مشابہہ ابراہیم خلیل اللہ کے ہو جب کہ جبرائیل نے ان سے کہا ہَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ تو اسوقت انہوں نے فرمایا تھا۔ لا افتح علے سائی[1] بل حسبی اللہ ونعم الوکیل میں نہیں چاہتا کہ بیساختہ اپنے پروردگار سے کوئی سوال کروں۔ بلکہ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرات ائمہ علیہم السلام قبل امامت۔ امامت سے جلیل القدر منصب کے لئے تیار علوم اسکی اہلیت ان میں موجود ہوتی ہے۔ تب تو سید الساجدین نے اپنے جد امجد خلیل اللہ کی طرح دوران مرض شدید میں جبکہ ہر قسم کی اشیاء کی سمت نیت دوڑتی ہے۔ باپ کے سامنے کسی شے کی خواہش ظاہر نہ کی۔ اور فرمایا چاہتا ہوں کہ ایسا ہوں کہ کوئی دنیوی آرزو نہ رکھتا ہوں۔

شکر آنجناب

سفیان بن عینیہ نے زہری سے نقل کیا۔ اس نے کہا میں علیؑ بن الحسینؑ کے ہمراہ عبد لملک بن مروان کے پاس گیا۔ اس نے پیشانی مبارک پر آثار سجود مشاہدہ کئے۔ تو اس کا اس پر بڑا اثر ہوا۔ کہنے لگا اے ابو محمدؐ آثار جہد تمہارے اوپر ظاہر ہیں۔ حالانکہ فضل الٰہی تمہارے شامل حال ہے۔ تم بضعہ رسول اللہ اور آنحضرت کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہو۔ اور اپنے اہلبیت سے اور ہمعصروں سے علم و فضل میں گوئے سبقت لے گئے ہو۔ جو رتبہ فضیلت و ورع میں آج تمہیں حاصل ہے۔ دوسرے کو نہیں۔ اور پہلے بھی سوائے تمہارے اسلاف کے کسی کو یہ نصیب نہ ہوا تھا۔ اور دیگر حضرت کی مدح و ثنا کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا درحقیقت امر اسی طرح پر ہے۔ جیسا کہ تو نے کہا بے شک ہم پر فضل خدا ہے۔ اور اس جلشانہ کی توفیق و تائید ہر حال میں ہمارے شامل ہے لیکن اے امیر المومنین کیا ہم ان نعمات پر اپنے

---

[1] افتح حنت عليه تنبيهًا تو نے اس سے سوال کیا۔ یہ اسوقت بولا جاتا ہے جبکہ بے سوچے سمجھے کسی سے سوال کیا جائے۔ ۱۲ منہ

منعم کا شکر نہ بجا لائیں بتحقیق کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کے نمازوں میں کھڑے ہوتے ہوتے پائے مبارک ورم کر گئے تھے۔ اور روزوں کی پیاس سے دہن اطہر خشک ہو جاتا تھا جب لوگ کہتے یا رسول اللہ۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے گذشتہ و آیندہ گناہ بخشدیئے ہیں۔ پھر کاہیکو حضرت یہ زحمتیں اٹھاتے ہیں۔ تو فرماتے افلا اکون عبداً شاکراً تو کیا میں بندۂ شکر گذار خدا نہوں۔ پس حضرت نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے اول و آخر میں قسم خدا کی اگر اس جل شانہٗ کی شکر گزاری میں میرے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور دونوں آنکھیں بہہ کر سینہ تک چلی آئیں تو اسکی ان نعمات کثیرہ سے جنکو شمار کنندے شمار نہیں کرسکتے۔ اور حمد کرنے والوں کی حمدیں ان کے مقابلے سے عاجز ہیں۔ ایک نعمت کے شکر کا عشر عشیر (سوال حصہ) بھی نہ بجا لاسکوں گا۔ لا واللہ اس کے ادا کی صورت ہی نہیں۔ بجز اس کے کہ رات دن خفیہ علانیہ میں اسمیں مشغول رہوں۔ اور کوئی شے مجھ کو اس شغل سے باز نہ رکھے پھر فرمایا۔ اگر میرے اہل وعیال کا میرے اوپر حق نہ ہوتا اور خاص وعام خلائق کے حقوق کا بار لپنے ذمہ نہ رکھتا۔ جن کا حتی المقدور ادا کرتے رہنا مجھ پر لازم ہے۔ تو ہر آنہ میں اپنی آنکھیں آسمان میں اور دل خدا کی طرف لگا لیتا۔ اور دونوں کو ادھر سے نہ پھیرتا۔ جبتک کہ حق تعالےٰ میرے حق میں آخری حکم نہ کرتا۔ وہو خیر الحاکمین۔ یہ کہکر حضرت گریاں ہوئے اور عبد الملک بھی رونے لگا۔ اور کہا واقعی اس شخص میں کہ طلب آخرت کرے اور اسمیں حق سعی کا بجالائے اور دوسرا کہ طالب دنیا ہو۔ اور اسکی تحصیل میں حلال وحرام کی اصلا تمیز نہ کرے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ آخر الذکر کا آخرت میں کوئی بہرہ (حصہ) نہیں پھر حضرت سے آپکی حاجات کا استفسار کیا۔ اور جس غرض سے سفر شام اختیار فرمایا تھا وہ دریافت کی۔ آپ نے جن جن کی سفارش منظور رکھی شفاعت فرمائی۔ اس نے انعام وجائزہ دیکر حضرت کو رخصت کیا۔

انکار سوال از غیر خدا اور حرم مکۂ معظمہ

کسی نے زُہری سے کہا سب سے زیادہ زاہد کون ہے۔ کہا علی بن الحسین علیہما السلام

جہاں کہیں ہوں۔ زاہدترین ناس ہیں۔ آپ کے اور محمد بن حنفیہ کے درمیان صدقات علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں نزاع تھی۔ کسی نے کہا اگر آپ ایکبار ولید بن عبد الملک سے مل لیتے تو اس کے جور و ستم سے امین ہو جاتے۔ راوی کہتا ہے کہ ولید خلیفہ اور امام زین العابدینؑ کے درمیان دوستی تھی۔ اور ولید ان دنوں مکہ ہی میں آیا ہوا تھا۔ حضرت نے اس کہنے والے سے کہا۔ وَيحَكَ میں حرم خدا میں ہو کر غیر خدا سے سوال کروں قسم خدا کی میں دنیا کا اس کے خالق سے سوال کرنے کراہت کرتا ہوں۔ چہ جائیکہ اپنے جیسے مخلوق کے آگے اس کا سوال کروں۔ زہری کہتا ہے اس قول و انقطاع کا اثر یہ ہوا کہ اللہ عزّ و جل نے ولید کے دل میں حضرتؑ کا رعب ڈال دیا۔ لاجرم اس نے بمقابلہ محمد حنفیہ آپ کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔

دیگر۔ عرفہ کے روز عرفات میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ فرمایا وائے ہو تمہارے اوپر آج کے روز بھی غیر خدا سے سوال کرتے ہو۔ حالانکہ یہ وہ دن ہے کہ جنین کے لئے بھی امید ہے۔ کہ اس سے سعادت حاصل کریں۔ یعنی یہ وہ دن ہے کہ اس میں اس قدر فیضان رحمت باری ہوتا ہے۔ کہ بچہ رحم مادر میں جو نہ کسی عمل پر قادر ہو نہ زبان سوال رکھتا ہو۔ جس سے رحمت الٰہی کو اپنی طرف جذب کرے۔ باوجود اس کے اس کے لئے اس رحمت عظیم کی امیدواری ہے۔

اپنے جدِّ امجد حضرت امیر المومنینؑ کیساتھ آپکی مشابہت

سعید بن کلثوم کہتا ہے میں ایکبار حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ذکر آیا۔ تو آپ نے آنحضرتؑ کی مدح و ثنا کی جس کے وہ اہل و لائق تھے۔ پھر کہا قسم خدا کی امیر المومنینؑ نے کبھی دنیا میں لقمۂ حرام نہیں کھایا۔ جبتک زندہ رہے۔ اور کبھی آپ کے اوپر دو امر رضائے خدا کے صادر نہیں ہوئے۔ جسمیں سے شدید تر کو نہ اختیار کیا ہو۔ رسول اللہؐ پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تھی۔ تو اس کے دفعیہ کے لئے آپ کو بلاتے تھے۔ رسول اللہؐ کی مثل عمل کرنے پر آنحضرتؑ کے سوا کوئی قادر نہ تھا

آپ کے اعمال ٹھیک اس شخص کے مشابہہ ہوتے تھے۔ جو بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہو اور اس کی نعمتوں کا امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہو۔ آنحضرت نے اپنے صلب مال سے جو اپنی کد ید و عرق جبین سے کسب کیا تھا۔ ایکہزار بندے رضائے خدا کیلئے آزاد کئے۔ اپنے عیال کو روغن زیتون۔ سرکہ۔ اور عجوہ (خرمائے مدینہ سے ادنی درجہ کا خرما) کھلاتے۔ آپ کا لباس کرباس خشن کا ہوتا تھا۔ اسمیں بھی آستینیں دراز ہوتیں۔ تو مقراض منگا کر ان کو کاٹ ڈالتے۔ آپکی اولاد و اہلبیت میں آپکی پوشش و ثقاہت میں حضرت علی بن الحسینؑ سے زیادہ کوئی آپ کے مشابہہ نہ تھا۔

لباسِ آنجناب

پہلے گزرا کہ بیشتر آپ کا لباس موٹا خشن باؤں کا ہوتا تھا۔ مگر بعض اوقات اظہار نعمات خدا کے لئے عمدہ و نفیس کپڑے بھی زیب تن فرماتے تھے۔ چنانچہ بحار میں حلبی سے نقل ہے کہ زین العابدین سرما میں کساء خز پہنتے تھے۔ گرمی آتی تو اسکو فروخت کرتے۔ اور قیمت راہِ خدا میں خیرات فرماتے۔ اور کہتے مجکو شرم آتی ہے کہ جس لباس میں عبادتِ خدا کروں اسکی قیمت کھاؤں۔ اور کافی میں ہے کہ جسم مبارک پر دُراعہ سیاہ و طیلسان ارزق دیکھا گیا اور بزنطی نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ علی بن الحسینؑ جُبہ خز کا پچاس دینار کی قیمت کا اور مطرف خز پچاس دینار کا پہنتے تھے۔ نیز آنحضرت نے فرمایا کہ آپ موسم سرما میں جُبہ مطرف قلنسوہ خز کا زیبِ تن فرماتے۔ اور گرمیوں میں مطرف کو فروخت کرکے اسکی قیمت راہِ خدا میں خیرات کرتے۔ اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرماتے۔ مَنْ حَرَّمَ زِینَۃَ اللّٰہِ الَّتِیٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ کہدے اے محمدؐ کہ کس نے حرام کیا زینت ہائے خدا کو جو اس جَلَّ شَانُہٗ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کیں۔ اور عمدہ عمدہ کھانوں کو۔

عیال کے نان و نفقہ کی فکر و تلاش

اسلام میں رہبانیت نہیں۔ بنا بریں نکاح کرنا عیال بہم پہنچانا اولاد پیدا ہونا ان سب

کے لئے رزق حلال طلب کرنا اور اپنی ہی ذات پر جا لانا ...

داخل ہے۔ لاجرم وہ حضرت بھی اسکی اہمیت سے غافل نہ تھے۔ ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے۔ کہ آپ کا قول تھا۔ کہ بازار میں جاؤں درحالیکہ دراہم میرے پاس موجود ہوں۔ اور ان سے اپنے عیال کے لئے گوشت خرید کروں جس کے وہ متمنی و آرزو مند ہوں۔ تو یہ امر میرے نزدیک اس سے بہتر ہے۔ کہ ایک بردہ راہ خدا میں آزاد کروں۔

دیگر۔ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا ہمارے جدّ امجد حضرت زین العابدینؑ کا معمول تھا کہ صبح ہوتی تو طلب رزق کے لئے گھر سے نکلتے (غالبًا باغ یا کشت کی خبر گیری کیلئے جاتے ہوں گے) ایکروز کسی نے ٹوکا کہ یا ابن رسول اللہ ایسے صبح سویرے آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ فرمایا کہ جاتا ہوں اپنے اور اپنی عیال کے لئے تصدق حاصل کروں۔ سائل کو تعجب ہوا میں آپ اور تصدّق۔ فرمایا ہاں جو کوئی رزق حلال طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے لئے تصدّق ہے۔

صبر و تحمّل

ایک چچازاد بھائی اہل احتیاج سے تھا۔ رات کو منہ چھپا کر اس کے پاس جاتے اور کچھ دینار دے آتے۔ وہ کہتا بھائی تم مجھ کو دے جاتے ہو۔ مگر علیؑ بن الحسینؑ ذرا صلۂ رحم نہیں کرتا اور کوڑی سے میرے ساتھ واحد شاہد نہیں ہوتا۔ اللہ اس کے تئیں جزائے بد دے۔ حضرت بصبر اور سکون اسکو برداشت کرتے۔ اور اپنے تئیں نہ جتاتے۔ آپکی وفات پر جب یہ امداد خرچ اس سے بند ہوئی تو اس کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو قبر مبارک پر دوڑا گیا۔ اور وہاں گریہ و بکا کیا۔

تعزّز و اکرام نفس

بحار میں ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ بعض شتر باربرداری سو دینار تک کو خرید کرتے تھے۔

اور کافی میں ہے کہ آنحضرتؑ کے یہاں تکیے اور بچھونے ایسے تھے جن کے اوپر تصاویر جانداروں

اور غیر جانداروں کی منقوش تھیں۔ ان پر بیٹھتے تھے۔ نیز کافی میں ہے کہ وہ حضرت سُرخ زین پوش پر سوار ہوتے تھے۔

حالتِ عروسی و غیر عروسی میں امتیاز

عیون المعجزات سید مرتضیٰ میں ابو خالد کنکر کابلی سے روایت ہے۔ کہ مجکو ایکبار یحییٰ بن ام خالد پسر دایہ امام زین العابدین علیہ السلام خدا ان کے مدارجِ آخرت بلند کرے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں لیگئے۔ دیکھا کہ وہ مکان جسمیں حضرت تشریف رکھتے ہیں اسمیں ایک سُرخ فرش بچھا ہؤا ہے اور دیواروں پر چونہ کی سفیدی ہو رہی ہے۔ اور آپ بھی رنگین لباس پہنے بیٹھے ہیں۔ میں دیر تک نہ بیٹھا جلد اٹھا اٹھنے لگا تو فرمایا کل ہمارے پاس پھر آنا انشاء اللہ میں نے باہر آکر یحییٰ سے کہا تو مجکو ایسے شخص کے پاس لے گیا تھا جو رنگین کپڑے پہنتا ہے میں اب دوبارہ اس کے پاس نہ جاؤں گا۔ مگر پھر سوچا کہ ایکبار جیسا کہ اس نے کہا تھا پھر چلنا چاہیئے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگلے روز پھر گیا۔ تو دیکھا دروازہ کھلا ہے۔ اور کوئی آدمی وہاں دکھائی نہ دیا۔ اس لئے وہاں سے پلٹا چاہتا تھا۔ کہ اندر سے آواز آئی۔ اُدخل یا کنکر اے کنکر اندر آجاؤ۔ یہ وہ نام تھا کہ میری ماں نے بچپنے میں رکھا تھا۔ اور میرے سوا اسکو کوئی نہ جانتا تھا بارے اندر گیا تو اور ہی عالم تھا۔ گارے کے لپے ہوئے حجرہ میں بوریئے پر بیٹھے تھے کرپاس کا کرتہ پہن رکھا تھا۔ فرمایا اے ابو خالد میری عروسی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کل کا سامان عورت کی رضامندی کے لیئے تھا۔ میں نے اسکی مخالفت نہیں چاہی۔

کمالِ مروّت

ایکروز آپ اپنے حمار پر سوار جا رہے تھے۔ راہ میں کچھ مجذوم ایک جگہ بیٹھے کھانا کھاتے تھے انکو دیکھ کر سلام کیا۔ ان کے تئیں انہوں نے جواب سلام دیا۔ اور کھانے کی تواضع کی فرمایا روزے سے ہوں۔ اس لئے کھا نہیں سکتا۔ بروایتے اس لئے انکار کیا تھا۔ کہ ان کے کھانے میں صدقہ وخیرات کے ٹکڑے تھے۔ جن کا کھانا حضرت پر حرام تھا۔ بہرکیف انکار تو کر دیا۔ مگر پھر یہ خیال آیا

کہ مریض ہیں شکستہ دل ہونگے۔ پھر یہ پہیلیران کے کھانے کا سامان کیا۔ اور انکو کہلا بھیجا کہ آج شام کو تمہاری دعوت ہے۔ اور مکان پر افطار کے بعد رات کا کھانا ان کے ساتھ بیٹھکر کھایا۔ اس طرح اس انکار کی تلافی فرمائی۔

فصیح لکھنوی مرزا جعفر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی نان ونمک میں اس حکایت کو نظم کیا ہے۔ مگر امام حسنؓ کے حالات میں آنحضرت سے منسوب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ راوی کو اشتباہ ہوا ہو۔ اور ایک امام کا معاملہ دوسرے کے نام ذکر کر دیا ہو۔ یا دونوں حضرات کو اپنے اپنے عہد میں ایسا پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم۔

صبر بر مکارہ و مصائب

حلیۃ الاولیا میں عتبی سے نقل ہوا۔ اس نے کہا علیؓ بن الحسینؓ نے کہ افضل بنی ہاشم تھے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند مصائب کیوقت صبر کرنے کے عادی بنو۔ اور اوروں کے حقوق کے معترض نہو۔ اور برادر مومن سے اس امر کو قبول نہ کرو جسمیں اس کے نفع سے اسکی مضرت زیادہ ہو۔ نیز حلیہ میں ہے کہ ابراہیم بن سعد نے کہا کہ علیؓ بن الحسینؓ نے زنانخانہ سے رونے پیٹنے کی آواز سُنی۔ اسوقت کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ آپ تحقیق حال کے لئے اندر تشریف لے گئے۔ اور تہوڑی دیر میں بدستور اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ کسی نے کہا کیا کوئی واقعہ مرگ واقع ہوا۔ فرمایا ہاں۔ انہوں نے پُرسا دیا۔ اور آپ کے صبر سے متعجب تھے۔ فرمایا ہم اہلبیتؓ کا یہی معمول ہے۔ کہ محبوب کام میں حق تعالےٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور مکروہ میں اسکی حمد بجالاتے ہیں۔ بروایتے ایک بچہ حضرت کا فوت ہُوا تھا۔ مگر اس پر اصلاً جزع فزع نہ کیا۔ کسی نے اسکی بابت سوال کیا۔ تو فرمایا امرٌ کنا نتوقعہ کلما وقع لم ننکرہ یہ ایک امر تھا جس کا ہمکو اندیشہ تھا۔ جب واقع ہوگیا تو اس سے کراہت نہیں کرتے۔

خطاپر غلام کی آزادی

حضرتؓ کے مہمان خانہ میں کچھ لوگ مہمان تھے۔ خادم گوشت بریان تنور سے نکالکر جلدی میں

مہمانوں کے لئے لے جا رہا تھا۔ ایک ظرف پُر از گوشت اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور ایک بچہ کے سر پر جو زینہ کے نیچے تھا۔ گرا اور اسکی جان جانے کا باعث ہوا۔ غلام سخت پریشان و مضطرب تھا۔ فرمایا تو نے عمداً یہ حرکت نہیں کی۔ مینے اس پریشانی کے سبب جو اسوقت اٹھانی پڑی تجھکو آزاد کیا۔ یہ کہکر بچے کی تجہیز و تدفین میں مشغول ہوئے۔

رزق میں خدا پر بھروسہ

کسی نے حضور میں ذکر کیا کہ غلہ گران ہوگیا فرمایا مَا عَلَیَّ مِنْ غَلَائِہٖ اِنْ غَلَا فَھُوَ عَلَیْہِ وَاِنْ رَخُصَ فَھُوَ عَلَیْہِ مجکو اسکی گرانی کا کچھ اندیشہ نہیں گراں ہوگا تو ہمارا رزق اسکے ذمہ ہے ارزان ہوگا تب اس کے ذمہ ہے۔

دیگر عبدالملک نے سنا کہ شمشیر رسول خدا حضرت کے پاس ہے کسی کو بھیجکر پیغام دیا کہ وہ تلوار ہمکو دے دو اور اس کے عوض جو حاجت طلب کرو پوری کی جائیگی۔ آپ نے انکار کیا عبدالملک نے تہدید آمیز خط لکھا۔ کہ تلوار نہ دوگے تو تمہارا روزینہ جو بیت المال سے مقرر ہے بند کردیا جائے گا۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے متقیوں کے لئے مخرج پیدا کیا ہے۔ جہاں سے وہ کراہت کریں۔ اور ان کا رزق مقرر کیا ہے جہاں سے کہ ان کے خیال میں بھی نہو۔ اور نیز وہ جل جلالہ قرآن میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ۔ کہ اللہ تعالےٰ دوست نہیں رکھتا ہر خیانت کنندہ ناشکرے کو۔ پس حضرت نے لکھا تو دیکھ کہ ہم دونوں سے اس آیہ شریفہ کا کون مصداق ہے۔

قرضہ کا وثیقہ

ایک آزاد کردہ سے دس ہزار درم قرض لینا چاہا۔ اس نے کہا اسکی بابت کوئی وثیقہ ہونا چاہئے۔ آپ نے رداد مبارک سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسکو دیا۔ کہ یہی وثیقہ ہے۔ وہ اس پر راضی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا حاجب ادلئے قرض میں مجھ سے زیادہ قابل اعتماد و اعتبار تھا۔ کہا ہرگز نہیں۔ وہ آپ سے زیادہ کب ہوسکتا ہے۔ فرمایا تو اس نے ایکبار شتر

قرض کی کفالت میں اپنی کمان گرو رکھ دی۔ وہ کافر ہو کر وفائے عہد کرے۔ اور میں اپنی چادر کے ٹکڑے کا خیال نہ کروں۔ آزاد کردہ ایسے وہ ٹکڑا ردا کا لے لیا اور دس ہزار درم آپ کو قرض دیدیئے۔ تھوڑے عرصہ میں اللہ تعالےٰ نے اس روپیہ کا سرانجام کر دیا۔ آپ مال اسکے پاس لو لیے گئے۔ اور فرمایا میں مال لے آیا ہوں میرا وثیقہ دیدو اور مال لے لو۔ عرض کی فدا ہوں حضرت پر وہ پارچہ تو میرے پاس سے گم ہو گیا۔ فرمایا تو تو مجھ سے مال نہیں لے سکتا۔ مجھ جیسے شخص کے وثیقہ کا یوں استخفاف کیا جائے۔ پس اس نے تلاش کی تو ڈبہ میں سے وہ پرزہ چادر کا نکلا حضرت کیخدمت میں پیش کیا۔ آپ نے لیکر مال اسکو دیا۔

شدتِ مصیبت میں دوسروں کی دستگیری کرنا

بحار میں ابن اعرابی سے نقل کیا ہے کہ یزید نے اہل مدینہ کے قتل و غارت کیلئے لشکر بھیجا تو حضرت نے چار سو بیکس و عاجز عورات کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ جبتک مسلم بن عقبہ کا لشکر مدینہ سے چلا نہیں گیا۔ اسوقت تک ان سب کے خورد و نوش نان نفقہ کے وہ حضرت کفیل رہے۔ ایسا ہی فتنہ ابن زبیر کے زمانہ میں جب اس نے بنی امیہ کا حجاز سے اخراج کیا انکے ساتھ سلوک کرتے رہے۔ اور ابن اثیر نے کامل میں نقل کیا ہے۔ کہ اہل مدینہ نے عامل یزید کو مدینہ سے نکالا۔ تو مروان بن حکم حضرت سے ملتجی ہوا۔ کہ میری اہل و عیال کو اپنے حفظ و حمایت میں لے لیں۔ حضرت نے براہِ کرم اسکی درخواست منظور کی۔ مروان نے اپنی زوجہ عائشہ بنت عثمان بن عفان کو حضرت کیخدمت میں بھیجدیا۔ آپ اسکو اپنے حرم محترم کے ہمراہ لیکر ینبوع چلے گئے۔ مروان اور اس کے باپ حکم سے رسول اللہ اور انکی اہلبیت طاہرین کو جو ایذائیں پہنچیں اظہر من الشمس ہیں۔ مگر اس کریم ابن کریم نے اس شدت میں اس خبیث سے بھی اپنے احسان کو دریغ نہیں فرمایا۔ اس کے عیال کو اپنے عیال کے شامل کر کے ینبوع کو ساتھ لے گئے۔ حالانکہ اسی کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ مروان نے پہلے یہ سوال عبداللہ بن عمر سے کیا تھا مگر خلیفہ زادے میں یہ مروت یہ جرات نہ تھی۔ اس کو مسترد فرمادیا۔

دوستاں راانجا تنی محروم توکہ با دشمناں نظر داری

جو امور اوروں کیلئے کسر شان تھے حضرت کے حق میں موجب رفعت تھے

ابن شہر آشوب نے مناقب میں محاسن برقی و کافی کلینی سے نقل کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے سنا کہ علی بن الحسینؑ نے کنیز کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ لہذا آپ کو خط لکھا۔ کہ قریش میں تمہارے کفو کے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن سے ناطہ کرنا تمہارے اپنے لئے ستودہ اور اولاد کے لئے بہتر ہوتا۔ مگر تم نے نہ اپنی بہتری چاہی۔ نہ اولاد کی بھلائی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ مجد و کرم میں رسول اللہ سے کوئی زیادتی و ترقی نہیں ہو سکتی۔ وہ عورت میرے ملک میں تھی آزاد ہو کر اس سے علیحدہ ہو گئی۔ تو مشیت الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی جس میں مجھکو ثواب ملے۔ میں نے بموجب سنت رسول اللہ اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جو کوئی دین خدا میں پاک و صاف ہے۔ کوئی شے اس کے کاروبار میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے بباعث اسلام تمام خساسات کو دور کیا۔ اور نقائص کی تکمیل فرمائی۔ مرد مسلمان پر ایسے امور میں کوئی ملامت نہیں۔ یہ جاہلیت کی باتیں ہیں۔ یہ خط عبدالملک کو پہنچا تو ہشام اس کا بیٹا حاضر تھا اس نے بھی پڑھا بولا اے امیر المومنین پسر حسینؑ نے تمہارے سامنے بہت بڑے فخر کا اظہار کیا۔ اس نے کہا اے فرزند ایسا نہ کہو۔ یہ بنی ہاشم کی زبانیں ہیں۔ جو سنگ سخت کو شگفتہ کر دیں۔ اور بحر اعظم کا پانی انڈیل دیں۔ عقد ابن عبد ربہ میں ہے کہ زین العابدینؑ نے اسکو لکھا۔ کہ رسول اللہ نے اپنی کنیز کے ساتھ اور اپنے غلام کی زوجہ سے نکاح کیا۔ عبدالملک نے کہا اِنَّ علیّ بن الحسین لیشرف حیث یضع الناس ہر آئنہ زین العابدینؑ اس مقام سے شرف پاتے ہیں۔ جہاں کہ اور لوگ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔ اور کافی میں ہے کہ آپ نے لکھا کہ اس پر ملامت کرنا جاہلیت کا کام ہے۔ رسول اللہ نے نکاح میں دیا اپنے غلام کے یعنے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش کا اپنے غلام زید کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اپنی کنیز کے ساتھ نکاح فرمایا۔ یعنی صفیہ بنت حی بن اخطب اپنی کنیز کے ساتھ نکاح کیا۔ جب یہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا۔ تو حضار مجلس سے کہا کہ مجھے ایسے شخص کا نشان دو۔ کہ جب اسکو

ایسا موقعہ پیش آئے کہ اوروں کے حق میں کوئی بات ہو اور

زیادہ ہوجاتے۔ انہوں نے کہا وہ امیر المومنین (عبد الملک) ہے۔ کہا نہیں ہرگز نہیں

یہ نہیں ہوسکتا۔ کہا پھر ہمکو تو اور کوئی ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ کہا وہ علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ یہ

کہکر مضمونِ خط سے آگاہ کیا۔

اِرشادِ رسُولؐ اللہ کی فوری تعمیل

کشف الغمہ میں فصول مہمہ سے نقل ہوا ہے۔ کہ سعید بن مرجانہ نے کہا میں ایک روز

خدمتِ اقدس علیؑ بن الحسینؑ میں حاضر تھا۔ بہ سبیل تذکرہ عرض کیا۔ میں نے ابوہریرہ سے سنا

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ کہ جو کوئی بردہ مومن کو آزاد

کرے حق تعالے بعوض اس کے ہر ایک عضو کی آزاد کرنے والے کا وہی عضو آتش جہنم سے

آزاد کریگا۔ یعنی ہاتھ کے عوض ہاتھ۔ پاؤں کے بجائے پاؤں۔ فرج کے بدلے فرج۔ علٰے ہذا

القیاس۔ حضرت نے فرمایا اے سعید کیا تم نے درحقیقت یہ حدیثِ رسُول ابوہریرہ سے

سماعت کی۔ اس نے کہا ہاں کی۔ آپ اسی وقت اپنے ایک غلام کیطرف متوجہ ہوئے۔ جو اُن

حضرت کے تمام غلاموں میں ہوشیار و ذیشعور تھا۔ اور عبد اللہ بن جعفر اسکو ہزار دینار کے عوض

اس کو آپ سے خریدنا چاہتے تھے۔ آپ نے نہیں دیا تھا۔ اسکو فرمایا انت حرٌ لوجہ اللہ

تجھکو راہ خدا میں آزاد کیا۔

ابن شہرآشوب مناقب آلِ ابیطالبؑ میں لکھتے ہیں۔ وکان علیہ السلام سر بیرہ

سرورہ اور تھے وہ جناب کہ تخت انکا انکی مسرت و خوشی تھی۔ کہ طاعت و بندگی خدا میں انکو

حاصل ہوتی تھی۔ وبساط نشاطہ اور مسند شاہی انکی نشاط تھی۔ کہ عبادات الٰہی میں ملتی تھی صندوقہ

تصدیقہ صندوق آپکا تصدیق شعائر ایمان تھا۔ وصدبا نتہ صنابتہ اور محفوظ و مصئون رہنا

انکی فروتنی و خاک نشینی تھی۔ وسادتہ سجادتہ مسند انکی انکا مصلے ہوتا تھا۔ جسکے اوپر

سجدہ کرتے تھے۔ ازارہ مزارہ چادر انکی رحمات خدا کا دیکھنا و زیارت کرنا تھا۔ لحافہ لحافہ

بالاپوش ان کا افضال الٰہی میں دامن کشاں بناز چلنا تھا منامہ قیامہ خواب انکی شب بیداری

تھی کہ عبادتِ خدا میں قائم رہتے تھے۔ ھجوعۃ خضوعۃ شب خوابی انکی شکستگی و فروتنی تھی۔ رقودہ سجودہ۔ نیند انکی سجدہ ہائے طولانی تھی جبیں کہ وہ شہرہ آفاق تھے۔ تجارتہ زیارتہ سوداگری انکی اپنے آبائے طاہرین کی زیارت تھی۔ سوقۃ شوقۃ بازار انکا شوق امور خیر اور زیارت ارکان تھا۔ ربحۃ دُوحۃ دولت و تونگری انکی مہربانی و رحمت خدا تعالیٰ تھی۔ حرفتۃ خرقتۃ پیشہ وری انکی خرقہ و لباس کہنہ و دریدہ تھا۔ صناعتۃ طاعتۃ کاروبار انکا طاعت خدا اور بجالانا اسکی عبادتوں کا تھا۔ بزتۃ عزتۃ متاع بزازی انکی خوشنشین و زری اور عزت تھی سلاحۃ صلاحۃ آلات حرب ان کے ان کا صلاح و تقویٰ تھا کہ شیاطین کیساتھ ان سے جنگ کرتے تھے۔ فرسۃ فراشۃ اسپ سواری ان کا بستر و بچھونا تھا۔ اعیادہ استعدادہ عیدیں انکی سامان سفر آخرت کا مہیا کرنا تھا۔ بضاعتۃ مجاعتۃ پونجی انکی جوع اور بھوکھ تھی۔ کہ روزے رکھکر اس کا مزہ چکھتے تھے۔ امنیتۃ منیتۃ امل و امید انکی فقط امنیت و موت تھی جس کے ہر وقت نگران رہتے تھے۔ رضاہ لقاہ رضامندی انکی نعمات الٰہی کی ملاقات تھی۔ جو بعد مرگ مومنان کامل کو حاصل ہونگی۔ پھر کہتے ہیں ؎

وائمۃ من اھلبیتِ محمدٍ حفظوا الشرایع والحدیث المسندا

حجج اذا ھمّ العدوّ بکتمھا امر المھیمن قلبہٗ ان یشھدا

وہ امام اور پیشوا ہیں اہلبیت محمد مصطفیٰ سے جنہوں نے نگہبانی کی ہے شریعتوں اور احادیث مسند کی حُجتہا د بالغہ خدا ہیں۔ کہ جب دشمن ان کے چھپانے کا ارادہ کرتا ہے۔ بحکم خدا اسکا دل شہادت دیتا ہے۔

اجوبۂ سوالات

کسی نے کلام اور سکوت کی بابت سوال کیا کہ ان دونوں میں کون افضل ہے۔ فرمایا دونوں آفات سے بھرے ہیں۔ اگر آفتوں سے خالی ہوں تو کلام سکوت سے بہتر ہوگا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ اسکو ذرا وضاحت سے بیان کیجئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جسقدر انبیا دوا وصیا مبعوث کئے ہیں سب کلام کیلئے مبعوث کئے۔ سکوت و خاموشی کے لئے کسی کو نہیں بھیجا۔ کوئی شخص جنت کا

وغضب خدا سے نہیں بچتا۔ مگر کلام سے میں ماہتاب کو آفتاب کے برابر نہیں کر سکتا۔ سکوت کی فضیلت کلام سے ثابت ہو سکتی ہے۔ کلام کی افضلیت سکوت سے نہیں ثابت ہوتی۔

دیگر۔ اہل بصرہ سے ایک مرد آکر کہنے لگا۔ اے علیؑ بن الحسینؑ تمہارے دادا علیؑ ابن ابی طالبؑ نے جنگ جمل میں بہت سے مومنوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر اشک چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے۔ حتیٰ کہ کف مبارک آنسوؤں سے پُر ہو گئی۔ آپ نے اسکو زمین پر پھینکدیا۔ اور فرمایا اے برادر بصری علیؑ نے نہ کسی مومن کو قتل کیا۔ نہ مسلم کو۔ وہ لوگ مسلمان نہ تھے بلکہ مسلمان کٹے گئے تھے۔ لہذا دل میں کافر تھے اور ظاہر میں مسلمان۔ جب کفر پر اعوان و انصار ملے اسکا اظہار کیا۔ صاحبۃ الجمل (عائشہ) جانتی تھی۔ اور مستحفظین کو آل محمدؐ سے بخوبی معلوم تھا کہ نبی اُمیؐ نے اہل جمل و اصحاب صفین و نہروان پر لعنت فرمائی۔ مفتری زبانکار ہے۔ اسوقت ایک پیر مرد اہل کوفہ سے بولا اے علیؑ بن الحسینؑ تمہارے جد امجد کہتے تھے۔ اخوانتا بغوا علینا۔ کہ وہ ہمارے بھائی تھے۔ ہم پر بغاوت کی۔ حضرت نے فرمایا تو کلام اللہ پڑھتا ہے۔ اسمیں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ والی عاد اخاھم ھودا۔ وہ ویسے ہی بھائی تھے۔ جیسے عاد ہود کے بھائی تھے حق تعالیٰ نے ہود کو نجات دی عذاب سے اور عاد کو باد صرصر عقیم سے مار ڈالا۔

دیگر۔ ابو خالد کابلی کہتے ہیں۔ کہ میں ایکبار اپنے مولٰے و سردار علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھے ان اشخاص کی خبر دیجئے۔ جنکی طاعت اور محبت کو خدا نے فرض کیا ہے۔ اور رسول اللہ کے بعد انکی اقتدا و پیروی کو واجب گردانا ہے آپ نے فرمایا اے کنکر صاحبان امر و حکومت جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا امام بنایا ہے۔ اور انکی طاعت تمام پر واجب کی ہے امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں آپ کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پسران علی علیہ السلام۔ ان کے بعد امر امامت ہمکو پہنچا۔ یہ کہکر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ ہمکو امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت پہنچی ہے۔ کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ آپ کے بعد حجت خدا اور امام کون ہے فرمایا پسر میرا محمدؑ ہے۔ جس کا نام توراۃ میں باقر شگافندہ ہے۔ علوم کو تشگافتہ کرے گا۔ میرے بعد وہی امام و حجت خدا

ہوگا۔ اس کے بعد پسر اس کا جعفر صادقؑ امام ہوگا۔ تحقیق کہ مجھکو بواسطہ اپنے پدر بزرگوار رسولؐ
اللہ سے روایت پہنچی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب جعفرؑ بن محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی
طالبؑ پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا۔ کیونکہ اسکی پانچویں پشت میں ایک اور جعفر ہوگا جو جرات
وجھوٹ سے دعوائے امامت کرے گا۔ وہ حق تعالیٰ کے نزدیک جعفر کذاب خدا و رسولؐ پر
افترا باندھنے والا اور جسکا اہل نہیں اس کا دعوے کرنے والا باپ کا مخالف بھائی کا حاسد
پردۂ خدا کا کشف کرنیوالا ہوگا اسکی غیبت کے وقت یہ کہکر علیؑ بن الحسینؑ بہت روئے اور
فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ جعفر کذاب نے اس عہد کے خلیفہ کو ولی خدا کی تلاش و تفتیش پر
برانگیختہ کیا۔ اور اس کے باپ کی حرم کو اس کے سپرد کیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے پیدا ہو چکنے سے
جاہل اور اس کے قتل کرلینے پر حریص ہے! ور اس کے باپ کی میراث ناحق لینے کی طمع رکھتا ہے
ابو خالد کہتے ہیں میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ کیا درحقیقت یہ باتیں ہونیوالی ہیں۔ فرمایا ہاں
قسم خدا کی یہ سب ہونے والا ہے۔ اور ہمارے پاس اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے جسمیں ان تمام محنتوں
کا ذکر ہے۔ جو رسولؐ اللہ کے بعد ہم پر وارد ہوں گے۔ اے ابو خالد جو لوگ اس کے غیبت کے زمانے
میں اسکی امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہوں گے۔ وہ ہر عہد کے آدمیوں سے افضل
ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انکو وہ عقل وفہم و دین و معرفت عطا کریگا۔ کہ غیبت ان کے نزدیک
بمنزلہ مشاہدہ کے ہوگی۔ وہ اس زمانہ میں بمنزلہ مجاہدین سمجھے جائیں گے۔ جنہوں نے رسولؐ اللہ کے
سامنے تلوار سے جہاد کیا ہو وہ مخلص اور واقعی ہمارے شیعہ ہوں گے۔ اور خفیہ و علانیہ دین خدا
کیطرف بلانے والے۔ پھر حضرت نے فرمایا انتظار الفرج من اعظم الفرج فرج وکشائش
کے انتظار میں رہنا خود فرج سے زیادہ عظمت رکھتا ہے۔

دیگر۔ ابو حمزہ ثمالی نے کہا میں نے حضرت علیؑ بن الحسینؑ کو سنا کہ ایک مرد قریشی سے کہہ
رہے تھے۔ جب حق تعالیٰ نے توبہ آدم قبول کی تو انہوں نے حوا کے ساتھ مجامعت کی حالانکہ
اس سے پہلے کبھی نہ کی تھی۔ اس کے بعد حضرت کا معمول ہوگیا۔ کہ اس کا ارادہ ہوتا تو حرم مکہ سے
باہر جاکر مقام حل میں کرتے۔ پھر غسل کرکے حرم میں آتے۔ مقصود اس سے تعظیم خانہ کعبہ کی تھی
حضرت نے فرمایا کہ آدم کے ہاں حوا سے بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ہر حمل میں ایک لڑکا

اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ پہلی بار ہابیل اور اسکی بہن اقلیما نام پیدا ہوئی۔ دوسرے حمل میں قابیل اور لُوزا ہوئی۔ چاروں جوان ہوئے تو حضرت نے کہا اے ہابیل میں تمہارے ساتھ لُوزا کی اور اے قابیل تیرے ساتھ اقلیما کی شادی کیا چاہتا ہوں۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا کہ میری حسین بہن کو ہابیل کو اور اسکی بدصورت بہن مجھکو دینا چاہتے ہو۔ میں نہ مانوں گا۔ حضرت نے دونوں لڑکوں کا لڑکیوں کے ساتھہ قرعہ ڈالا پس ہابیل کے سہم میں لُوزا اور قابیل کے سہم میں اقلیما نکلی۔ اس حکم خدا پر ناچار دونوں راضی ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالے نے بہنوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام کر دیا۔ مرد قریشی نے کہا کیا ان کے اس نکاح سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ کہا ہاں ہوئی۔ اس نے کہا یہی فعل تو مجوسیوں میں آجتک رائج ہے۔ آپنے فرمایا کہ مجوس اس کے حرام ہونے کے بعد بھی کرتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا اس کا انکار نہ کرنا چاہئے یہ شریعت تھی جو جاری ہوئی۔ کیا حق تعالے نے زوجۂ آدم کو آنحضرت سے پیدا نہیں کیا۔ پھر ان کے اوپر اسکو حلال فرمایا پس یہ ایک شریعت شرائع سابقہ سے ہے۔ اس کے بعد حرام ہو گئی

دیگر۔ کسی نے نبیذ کی بابت سوال کیا۔ کہ حلال ہے یا حرام۔ فرمایا کچھ لوگوں نے اسکو پیا۔ اور دوسری قوم صالحین نے حرام جانا۔ پس جن لوگوں نے اپنی شہادت سے اپنے حظ نفسانی کو ترک کیا۔ انکی شہادت اولے بقبول ہے۔ بہ نسبت ان لوگوں کی شہادت کے جن کو اس شہادت سے یہ لطف ولذت حاصل ہوئی۔

دیگر۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ کس لئے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ بچپن میں ماں باپ دونوں کیطرف سے یتیم ہو گئے۔ اسمیں کیا مصلحت تھی۔ فرمایا اللہ تعالے نے آپ کے والدین کو آنحضرت کے سر پر سے اٹھا لیا کہ اس کے نبی پر سوائے اس جل شانہ کے کسی دوسرے کی اطاعت واجب نہ ہو۔ اور وہ ماسوی اللہ کے وجوب اطاعت سے آزاد رہے۔

دیگر۔ آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ مسائل ومعاملات میں تم کس طرح حکم دیتے ہو۔ فرمایا بطریق حکومت آل داؤد کے۔ اگر کسی مقام پر عجز ودرماندگی ہمکو ادراک کرتی ہے تو روح القدس ہم سے مل کر جواب تعلیم کر دیتا ہے۔

احتجاج آنحضرتؑ با خلفاء اہل زمان خود

خرائج میں ہے کہ ایکبار عبدالملک بن مروان طواف خانہ کعبہ کر رہا تھا۔ اور امام زین العابدینؑ اس کے آگے آگے مشغول طواف تھے۔ اور اسکی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے۔ عبدالملک پہلے سے آپکو نہ پہچانتا تھا۔ کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ کہ ہمارے آگے طواف کرتا ہے اور اصلا ہماری طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ لوگوں نے کہا یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اپنے مقام پر واپس آیا تو کسی کو بھیجکر حضرت کو بلوایا۔ تشریف لائے تو بولا اے علیؑ ابن الحسینؑ مینے تو تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا۔ میرے پاس کیوں نہیں آتے۔ آپ نے کہا میرے باپ کے قاتل نے آنحضرت کے تئیں قتل کرکے انکی دنیا کو بگاڑا۔ آنحضرتؑ نے اسکی آخرت خراب کی۔ تو بھی ویسا ہونا چاہتا ہے تو شوق سے ہوجا۔ کہا ہرگز میں ایسا ہونا نہیں چاہتا۔ مگر تم ہمارے پاس آتے جاتے رہوگے تو ہماری دنیا سے فائدہ اٹھاؤگے۔ یہ سنکر امام زین العابدینؑ اس مقام پر بیٹھ گئے۔ اور ردائے مبارک آگے بچھالی۔ اور فرمایا اللّٰھمّ اره حرمۃ اولیائك عندك پروردگارا تیرے دوستوں کی جو تیرے نزدیک عزت ہے۔ اسکو دکھادے۔ یہ دعا زبان ہی پر تھی کہ ردائے مبارک در ہائے آبدار سے جنکی شعاعوں سے ابصار خیرہ ہوتی تھیں پُر ہوگئی۔ فرمایا جسکی حُرمت اس کے پروردگار کے نزدیک یہ ہو۔ وہ تیری دنیا کا محتاج ہوگا! یہ کہکر فرمایا اللّٰھمّ خذھا فلا حاجۃ لی فیھا۔ پروردگارا اس اپنی دولت کو واپس لے لے کیونکہ مجھ کو اسکی حاجت نہیں۔ صلوات اللہ علیہ۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایکروز بنی اسرائیل سے ان لوگوں کا ذکر کر رہے تھے۔ جنکو حق تعالےٰ نے بصورت بوزنہ مسخ فرمایا۔ اس قصہ کے خاتمہ پر ارشاد کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انکو صرف مچھلی کے شکار کرنے پر مسخ کر ڈالا۔ جن لوگوں نے اولاد رسولؐ اللہ کو قتل اور انکا ہتک حُرمت کیا۔ ان کا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا۔ ہرچند انکو دنیا میں تو مسخ نہیں کیا۔ مگر آخرت میں البتہ ان کیلئے مسخ سے کہیں زیادہ اس کا اضعاف مضاعفہ عذاب مُہیّا فرمائیگا

حاضرین سے ایک نے یہ سنکر کہا یا ابن رسول اللہ ہمنے حضور سے یہ حدیث سنی۔ مگر بعض ناصبی یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر قتل حسینؑ باطل تھا۔ تو حضور خدا کے نزدیک شنبہ کے روز شکار ماہی سے عظیم ہوگا۔ تو کس لیئے حق تعالےٰ ان کے قاتلوں پر ایسا غضب ناک نہوا۔ جیسا کہ صیادین ہمک پر غضبناک ہُوا۔ امام زین العابدین نے فرمایا تو ان ناصبیوں سے کہدینا کہ شیطان کا گناہ البتہ ان لوگوں کے گناہ سے بڑا ہے۔ جو اس کے اغوا سے کافر ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے جن کو چاہا مثل قوم نوح و فرعون کے ہلاک کیا۔ اور شیطان کو ہلاک نہ کیا۔ حالانکہ وہ اولے بہلاک تھا چھوٹے گناہ والوں کو فوراً عذاب فرمایا۔ بڑے گناہگار کو قیامت تک کی مہلت دیدی۔ یہ کیا بات ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ پروردگار عالم علیم و حکیم ہے۔ جو کرتا ہے عین حکمت و صواب ہے صیادان ماہی کو فوری سزا دی۔ تو یہ اسکی حکمت تھی۔ اور قاتلانِ حسینؑ کے عذاب میں تاخیر فرمائی۔ تو یہ عین مصلحت تھی۔ لا یُسئَل عمّا یفعَل و عباده یُسئلون جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ تونے ایسا کیوں کیا۔ اور اس کے بندوں سے یہ سوال کیا جاتا ہے امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ زین العابدین نے یہاں تک بیان کیا تو اہل مجلس سے ایک شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ اللہ تعالےٰ گزشتہ لوگوں کے اعمال قبیحہ پر ان کے اخلاف کو عتاب فرماتا ہے۔ اور ان کے اوپر زجر و توبیخ کرتا ہے۔ حالانکہ خود فرماتا ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخرےٰ ایک کے گناہ میں دوسرا ماخوذ نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا۔ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پروردگار عالم نے اہل زبان سے ان کے محاورے کے موافق گفتگو کی ہے۔ ایک تمیمی جس کے قبیلہ والوں کو کسی قوم نے قتل و غارت کیا۔ تو انکو توبیخ کے مقام پر کہتا ہے تمہنے ایسا اور ایسا کیا۔ علیٰ ہذا عرب کا باشندہ اپنے تئیں کہتا ہے۔ ہمنے بنی فلاں کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ انکو قید کر لیا۔ ان کے شہر کو تاخت و تاراج اور باشندوں کو قتل کیا تو اس مقام پر یہ مقصود نہیں ہوتا۔ کہ متکلم یا مخاطب خاص نے ایسا کیا۔ بلکہ ایک جگہ جو کچھ زجر و ملامت کا اظہار ہے۔ اور دوسرے مقام پر لعنت اور تشدد ہے تو تمام قوم کے لئے تھی۔ ایسا ہی اللہ تعالےٰ نے بھی ان آیات میں جو توبیخ کی ہے۔ تو در اصل ان کے اسلاف کو کی ہے۔ اسمیں موجودین بھی بموجب محاورۂ عرب شامل ہو گئے ہیں۔ نیز

اس لئے تھی کہ یہ اخلاف بھی اپنے اسلاف کے فعلوں پر راضی تھی۔ اور انکو صواب جانتے تھے۔ پس جائز ہوا کہ انکو کہا جائے تم نے ایسا کیا یعنی تم ان کے افعال قبیح پر راضی ہوئے۔

دیگر۔ ایک قاضی کوفہ کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی فدا ہوں حضرت پر مجھ کو قول خدائے عزوجل وقدرنا فیہا السیر سیروا فیہا لیالی وایاما آمنین[1] کی بابت خبر دیجئے۔ کہ اس سے کون مقام مراد ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہارے عراق کے لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کہا وہ تو اس سے مکہ مراد لیتے ہیں۔ حضرت حاضرین مجلس کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا تم نے مکہ کی راہ کے برابر کہیں چوری و رہزنی دیکھی ہے کہا نہیں۔ بیشک وہاں یہ امور بہت زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مرد نے عرض کی تو پھر حضور اس سے کیا مراد لیتے ہیں۔ فرمایا اس سے مرد مراد لیتے ہیں۔ عرض کی قرآن میں کسی اور جگہ بھی ایسا ہوا ہے کہ قریہ کہا گیا اور مرد مراد لیا ہو۔ فرمایا کیا تو نے نہیں سُنا۔ قول خدا وکاین من قریۃ عتت عن امر ربہا قریہ سے مراد یہاں اہل قریہ ہیں۔

دیگر۔ قول خدا کا وتلک القریٰ اہلکناہم دیگر واسئل القریۃ التی کنا فیہا اس کے سوا اور چند آیات تلاوت کیں کہ قرآن میں ان تمام مقامات پر قریہ سے رجال اہل قریہ مراد لئے گئے ہیں۔ عرض کی تو وہ لوگ کون ہیں جنہیں راتوں دنوں کو پھرنا باعث امن ہے۔ فرمایا وہ ہم اہل بیت ہیں۔ کہ ہمارے درمیان سیر کرنا گمراہی سے بچاتا ہے

دیگر۔ عباد بصری مکہ کی راہ میں آنحضرت سے ملا۔ کہنے لگا اے علی بن الحسین تم جہاد اور اسکی صعوبت سے کنارہ کش ہوئے۔ اور سہل و آسان شئے حج کو اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بانّ لہم الجنۃ یقاتلون فِی سَبِیْلِ اللّٰہ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ تا وبشر المؤمنین۔ حضرت نے فرمایا جب ہم ان لوگوں کو دیکھیں گے جنکی یہ صفتیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہو کر لڑنا جہاد کرنا حج سے افضل ہوگا۔ اسوقت

[1] مقدر کیا اسمیں چلنا و سیر کرنا پس سیر کرو اسمیں راتوں اور دنوں کو۔ درآنحالیکہ تم امن میں ہو۔ ۱۲

حج کرنا جہاد سے افضل ہوگا۔

دیگر۔ حسن بصری منیٰ میں لوگوں کو وعظ کر رہا تھا۔ حضرت زین العابدینؑ اس طرف سے گزرے۔ تو فرمایا ذرا ٹھیرو میں تم سے اس حال کی بابت سوال کرتا ہوں جس پر مقیم ہو آیا درمیان خود و خدا اسکو اپنے نفس کے لئے پسند کرتے ہو۔ جبکہ کل تم پر نازل ہو۔ حسن نے کہا نہیں فرمایا تو تیرے دلمیں آتا ہے۔ کہ اس حال سے جو پسندیدۂ نفس نہیں اس حال کیطرف جو پسندیدۂ نفس ہو انتقال کرے۔ اس پر تہوڑی دیر سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر کہا ہاں میں ایسا کہتا ہوں بلاحقیقت۔ فرمایا تو امید رکھتا ہے۔ کہ بعد محمدؐ کوئی نبی ہو۔ جس سے تجھے سابقہ آشنائی ہو کہا نہیں فرمایا تو امید رکھتا ہے کسی مکان کی سوائے اس مکان کے جسمیں مقیم ہے کہ اسمیں وارد ہو اور عمل کرے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو نے کوئی شخص جسکو ذرا سی بھی عقل ہو ایسا دیکھا کہ اپنے لئے اپنے نفس سے اسپر راضی ہو۔ کہ تو اس حال پر ہو۔ جسپر وہ رضامند ہو اور نہ تیرا نفس ایسے حال کیطرف منتقل ہونے کو کہے۔ جو حقیقت میں اسکو پسندیدہ ہو۔ اور نہ امید رکھتا ہو کسی نبی کی بعد محمدؐ کے اور نہ کسی مکان کی اس کے سوا جسمیں ہے۔ امید رکھتا ہے کہ اسمیں وارد ہو اور عمل بجالائے۔ باوجود اس کے تو لوگوں کو وعظ کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے امام وہاں سے چلے گئے۔ تو حسن بصری نے کہا کون تھا لوگوں نے کہا علی بن الحسینؑ کہا یہ علم کا خاندان ہے۔ اس کے بعد حسن نے وعظ کہنا چھوڑ دیا۔ پھر کسی نے اسکو وعظ کہتے نہ سُنا۔

برخی از کلام آنحضرت در وعظ و پند

احتجاج میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایکروز محمد بن مسلم بن شہاب زہری علیؑ بن الحسینؑ کیخدمت میں حاضر ہوا تو محزون و غمگین تھا۔ آپ نے پوچھا کیوں زُہری اُداس کس لئے ہو عرض کی یا ابن رسول اللہ اس کے باعث کچھ غم والم ہیں۔ کہ میرے اوپر پے در پے وارد ہوتے رہتے ہیں۔ بوجہ ان لوگوں کے جو میری نعمات پر حسد کرتے ہیں۔ اور جن کے ساتھ میں نے احسان کئے اور اپنے حق میں ان سے امیدوار بھلائی کا تھا۔ وہ برخلاف میری امید کے بدی پیش آتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا احفظ علیک لسانک تملک بہ اخوانک اپنی زبان کو قابو میں رکھو تمہارے

بھائی بند دوست آشنا سب تیرے مطیع رہیں گے۔ عرض کی زبان سے کچھ کہدیا تو کیا ہُوا ان کے ساتھ احسان جو کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ہیہات تیرا نفس تجھ کو اس پر مغرور نہ کرے۔ زنہار تو وہ کلام نہ کرنا کہ قلوب انکا انکار کرے۔ ہرچند تیرے پاس ان کے لئے عذر موجود ہو۔ کیونکہ جس شخص کو تو بُرا کلمہ کہے گا۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ تجھ کو عذر خواہی کا موقعہ بھی دے۔ پھر فرمایا اے زُہری جس امر میں کسی کی عقل کامل نہیں ہوتی۔ اسمیں اسکی ہلاکت سہل ہے۔ اے زہری تو مسلمانوں کو بمنزلہ اپنے گھر والوں کے سمجھ۔ جو ان میں بڑے ہیں انکو بمنزلہ اپنے باپ کے جان۔ چھوٹوں کو مثل اولاد کے۔ برابریوں کو مانند بھائیوں کے۔ اس صورت میں نہ کسی پر ظلم کر۔ نہ دعائے بد اس کے حق میں کر۔ نہ کسی کی پردہ دری کے درپے ہو۔ اور اگر ابلیس لعین کسی اہل قبلہ پر تیری فضیلت جتائے تو دیکھ اگر وہ بڑا ہے تو کہہ وہ مجھ سے بہتر ہے۔ کیونکہ پہلے ایمان لایا اور عمل صالح بجالایا ہے مجھ سے بہتر ہے۔ چھوٹا ہے تو کہہ میں اس سے پیشتر سے معاصی و گناہوں میں مبتلا ہوں۔ اسکو یہ فوقیت ہے تیرا ہمسن ہے۔ تو کہہ مجھ کو اپنے فسق و فجور یقیناً معلوم ہیں۔ اس کے مقدمے میں شک ہے پس شک کو یقین پر کیونکر ترجیح دوں۔ اور جو دیکھے کہ مسلمان تیری عزت و توقیر کرتے ہیں۔ تو تو یہ جان کہ یہ ان کا احسان ہے۔ اور ان کی جانب سے ظلم جور و جفا مشاہدہ کرے تو کہہ کہ بباعث کسی گناہ کے ہوگا۔ جو مجھ سے سرزد ہُوا۔ ایسا کرے گا تو حق تعالےٰ تیری زندگی کو تیرے اوپر خوشگوار کرے گا۔ تیرے دوست زیادہ اور دشمن کم ہو جائیں گے۔ انکی جانب سے تیرے ساتھ کوئی بھلائی ہوگی تو اس پر مسرور ہوگا۔ ظلم و جور دیکھے گا تو غمگین ہوگا۔ اور تجھ پر مخفی نہ رہے کہ آدمیوں کے نزدیک سب سے زیادہ کریم وہ شخص ہے۔ جس سے انکو فائدہ پہنچے۔ اور وہ ان سے مستغنی اور متعفف ہو۔ اور دوسرے درجہ پر وہ کریم ہے۔ کہ متعفف ہو۔ گو ان کا نیازمند ہی کیوں نہ ہو تحقیق کہ اہل دنیا اموال کے خواستگار ہیں۔ پس جو ان کے مطلوب میں مزاحمت نہ کرے انکا عزیز ہے اور جو اسمیں مزاحم نہ ہو۔ اور کسی قدر اعانت بھی کرے وہ اعز و اکرم ہے۔

دیگر۔ آیہ شریفہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اے امت محمدؐ یہ تمہارے لئے قصاص میں حیات و زندگی ہے۔ کیونکہ جو کوئی کسی کے قتل کا ارادہ کرے گا اور جانے کہ اس سے قصاص لیا جائیگا۔ یعنے اس کے عوض میں مارا

جائے گا۔ اس خوف سے وہ اپنے ارادہ سے باز آئیگا۔ پس یہ اسکی زندگی کا باعث ہؤا جسکے مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور خود اس جنایت کرنے والے کی زندگی کا بھی جو مارنا چاہتا تھا اور بخوف قصاص اس سے باز رہا۔ اسی طرح اور بہت سے آدمی جب جانیں گے کہ قصاص واجب ہے اس کے خوف سے کسی کے قتل کی جرات نہ کر سکیں گے۔ پس اللہ تعالے نے فرمایا اسطرح قصاص کا حکم تمہاری حیوۃ کا باعث ہے۔ اے صاحبان الباب وعقول۔ تاکہ شاید تم اس سے باز رہو۔ پھر حضرت نے فرمایا اے بندگانِ خدا یہ قصاص تمہارے اس قتل کا ہے۔ جسکو تم دنیا میں قتل کرتے ہو۔ اور فنا کرتے ہو۔ مگر میں تمکو اس قتل کی خبر دیتا ہوں۔ جو اس سے عظیم تر ہے اور جو عذاب اللہ نے اس قتل کے ارتکاب پر مرتب کیا۔ وہ اس قصاص سے بزرگتر ہے اس میں اسطرح کا قتل ہے جسکا جبر کسر نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بعد پھر کبھی زندگی نہ ہوگی۔ لوگوں نے عرض کی وہ ارتکاب کیا ہے۔ فرمایا وہ یہ ہے کہ کسی کو راہِ حق سے بہکادے اور نبوت محمدؐ و امامت و ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ و دیگر ائمہ سے پھیر دے اور گمراہی کے راستے پر لے جائے۔ جو اعدائے امیر المومنینؑ کا طریق اور انکی امامت کا قائل ہونا ہے۔ اور آنحضرتؐ کی فضیلت کا انکار اور ان سے انحراف اور آپکی واجبی تعظیم سے عدم مبالات۔ یہ وہ قتل ہے جس سے مقتول ہمیشہ ہمیشہ کو عذاب جہنم میں مبتلا رہے گا۔ اور اس قتل کا بدلہ بھی بخلود نار جہنم ملے گا۔

دیگر۔ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس ایک آدمی کو لیکر آیا۔ کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ ملزم نے جرم کا اقبال کیا۔ حضرت نے اس کے اوپر قصاص واجب فرمایا اور مدعی سے کہا۔ اگر تو عفو کردے تو حق تعالے تجھے ثوابِ عظیم مرحمت کریگا۔ مگر اس کا نفس اس پر راضی نہ ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا تو یاد کر اگر اس مجرم نے کبھی تیرے اوپر کوئی احسان کیا ہو تو اس کے بدلہ میں اس کا یہ گناہ معاف کردے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ اس کا میرے اوپر احسان ہے۔ مگر نہ اتنا بڑا کہ اسکی وجہ سے میں اپنے باپ کا قتل معاف کر دوں۔ حضرت نے فرمایا تو پھر تو کیا چاہتا ہے۔ عرض کی میں اپنے باپ کے خون کا بدلا چاہتا ہوں۔ اگر یہ اپنا حق مجھ سے مانگے تو میں خون عفو کر کے دیت صالحہ پر مصالحہ کر سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اس کا تیرے اوپر کیا

حق ہے۔ عرض کیا یا ابن رسول اللہ وہ یہ ہے کہ اس نے مجھے وحدانیتِ خدا اور رسالتِ محمد مصطفٰے و امامت علی مرتضٰے و باقی ائمہ ہدیٰ تلقین کی ہے آپ نے فرمایا تو پھر یہ احسان تیرے باپ کے خون کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔ قسم خدا کی یہ تمام اہل ارض اولین و آخرین کے خون کا بدلہ ہوسکتا ہے۔ سوائے انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے کہ ان کے خون کا بدلہ کسی شئے سے ہونا ممکن نہیں۔

دیگر۔ ابوحمزہ ثمالی نے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بروز قیامت جبکہ ہنگامہ محشر بپا ہوگا۔ تو ایک منادی آواز دیگا۔ کہ اہل فضیلت اٹھ کھڑے ہوں۔ محشورین سے کچھ اشخاص اُٹھیں گے۔ ان سے کہا جائے گا۔ کہ داخل جنت ہو وہ اسطرف کو روانہ ہوں گے۔ فرشتے راہ میں ان سے پوچھیں گے۔ تم جو بیحساب جنت میں جا رہے ہو تو کیا فضیلت و فوقیت تم رکھتے تھے۔ وہ کہیں گے جب جہالت ہم پر طاری ہوتی تو ہم بردباری کرتے۔ کوئی ظلم کرتا تو صبر و سکون سے برداشت کرتے۔ بدی کی جاتی تو معاف کر دیتے۔ فرشتے کہیں گے جنت میں چلے جاؤ۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ اچھا ہے ثواب نیکو کاروں کا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک اور منادی آواز دیگا لِیَقُمْ اَھْلَ الصَّبْر صبر کرنیوالے اٹھیں پس ان لوگوں سے کچھ لوگ اٹھیں گے۔ انکو کہا جائے گا۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ فرشتے ان سے ملاقات کرکے باعث اس کرم و بخشش ایزدی کا دریافت کریں گے۔ تو وہ کہیں گے ہم نے اپنے تئیں صبر دلایا طاعتِ خدا پر اور صبر دلایا معصیت اس جلّ شانہ سے۔ ملائکہ کہیں گے چلے جاؤ جنت میں۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ پھر ایک منادی آواز دیگا۔ لِیَقُمْ جِیْرَانُ اللّٰہِ فِی دَارِہٖ یعنی ہمسائگانِ خدا اس کے گھر کے اٹھیں تو کچھ لوگ اہل محشر سے اٹھیں گے جو بہت ہی تھوڑے ہوں گے۔ انکو بھی کہا جائے گا۔ اِنْطَلِقُوْا اِلَی الْجَنَّۃِ ان سے بھی فرشتے سوال کریں گے۔ بما جاورتم اللہ فی دارہ کس طرح تم مجاورین خانہ خدا قرار پائے وہ کہیں گے ہم خدا کے واسطے ایکدوسرے کی زیارت کو جاتے اور خدا کے واسطے باہمدگر مجالست کرتے اور خدا کے لئے ایکدوسرے پر مال خرچ کرتے تھے۔ یہ ہمارے اعمال تھے دنیا میں۔ وہ کہیں گے اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ۔ جنت میں داخل ہو اچھا ہے اجر و ثواب عاملوں کا

دیگر۔ ایک مرد جو آپ کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا۔ ایکبار کسی کی مذمت کرنے لگا فرمایا اِیَّاکَ وَالْغِیْبَۃَ فَاِنَّہَا اِدَامُ کِلَابِ النَّارِ۔ خبردار کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرنا۔ کیونکہ غیبت سگانِ جہنم کی نانخورش ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا مومن تین خصلتوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ پہلے شہادت دینا اس کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ جل شانہ وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ دوسرے شفاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ تیسری رحمت خدائے عزّ وجل کی وسعت

نیز فرمایا خدائے بزرگ سے خوف کرو۔ بوجہ اسکی قدرت کے تیرے اوپر اور شرم و حیا کر اس سے بوجہ اسکی نزدیکی کے۔ اور جب نماز پڑھے تو اس طرح پڑھ کہ گویا اسکو وداع کرتا ہے۔ خبردار اس سے عذرخواہی کی فکر میں نہ ہونا۔ اور اللہ سے خوف کر نہ وہ خوف کہ اسکی تعذیر سے ہو۔

دیگر۔ زہری نے کہا میں نے علیؑ بن الحسینؑ کے سامنے ایک حدیث بیان کی فارغ ہوا تو فرمایا اَحْسَنْتَ خدا تجھ کو برکت دے۔ ہم نے بھی اسی طرح اسکو سنا ہے۔ میں نے کہا میں نے ایسی حدیث کیوں بیان کی جسے آپ مجھ سے بہتر جانتے تھے۔ فرمایا ایسا خیال نہ کرنا وہ علم کچھ نہیں جو معروف نہ ہو۔ معنائی علم یہی ہے۔ کہ معروف ہو۔

پند و حکمت کے جواہر ریزے

فَقْدُ الْاَحِبَّۃِ غُرْبَۃٌ مَنْ ضَحِكَ ضِحْكَۃً مَجَّ مِنْ عَقْلِہٖ مَجَّۃً۔

دوستوں کا مفقود ہونا غریبی و بیوطنی ہے۔ جو ایکبار خندہ کرتا ہے۔ اسکی عقل کا ایک حصہ کم ہوجاتا ہے۔

مَنْ لَمْ یَمْرَضْ اَشِرَ وَلَا خَیْرَ فِیْ جَسَدٍ یَاْشَرُ بروایتے فرمایا اِنَّ الْجَسَدَ اِذَا لَمْ یَمْرَضْ یَاْشَرُ مَنْ قَنَعَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَہٗ فَھُوَ مِنْ اَغْنَی النَّاسِ۔

جو شخص بیمار نہیں ہوتا تجبّر کرنے لگتا ہے اور کوئی خوبی اس جسم میں نہیں جو تجبّر کرے۔ یا یہ کہا کہ جو جسم مریض نہیں ہوتا تجبّر کرنے لگتا ہے جو قناعت کرے اس رزق پر جو اللہ تعالےٰ نے اس پر قسمت کیا ہے۔ وہ سب سے زیادہ غنی ہے۔

هلك من ليس له حكيم يرشده وذل من ليس له سفيه يعضده من رضی بالقليل من الرزق رضی الله منه بالقليل من العمل انتظار الفرج عبادة

ہلاک ہؤا وہ شخص جسکے لئے کوئی حکیم نہو اسکو راہ راست دکھائے اور ذلیل ہے وہ جسکے پاس کوئی اکھڑ جاہل نہیں جو اسکی حمایت کرے۔ جو دنیا میں تہوڑے سے رزق پر آج راضی ہوگیا فردائے قیامت حق تعالےٰ اس سے تہوڑے سے عمل پر راضی ہوجائیگا انتظار کرنا فرج وکشائش کا بمنزلہ عبادت کے ہے۔

مراد یہ کہ جب آدمی پر سختی اور تنگی واقع ہو تو فرج وکشائش کا منتظر رہے انشاء اللہ ضرور اس کیلئے فراخی ہوگی۔ اور یہ انتظار بمنزلہ عبادۃ کے ہے وبمعنائے دیگر یہ جملہ شیعوں کے لئے جو ظہور امام دوازدہم حضرت صاحب الامر علیہ السّلام کا انتظار کھینچ رہے ہیں بہت کچھ امیدواری کا باعث ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلعم سے منقول ہے کہ آپنے فرمایا کہ زمانہ آخر میں کچھ لوگ ہونگے۔ کہ انتظار فرج وکشائش کریں گے۔ انکا ثواب ان لوگوں کے برابر ہے۔ جنہوں نے جنگ وجہاد اعدائے دین میں میرا ساتھ دیا ہے اللّٰھمّ عجّل فرجہٗ وسہّل مخرجہ۔

التّارك للامر بالمعروف والنّھی عن المنکر کتّابذ کتاب الله وراء ظھره الّا ان تتّقی تقاةً قیل وما تقاة قال یخاف جبّاراً عنیداً ان یفرط علیہ او ان یطغیٰ انّما التّوبة العمل والرّجوع عن الامر ولیست التّوبة بالکلام۔

ترک کرنے والا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایسا ہے۔ جیسا کہ کتاب خدا (قرآن) کا پس پشت ڈالنے والا مگر یہ کہ ڈرے وہ ڈرنا کسی نے کہا ڈرنا کیا فرمایا کہ کسی جبار عنید سے خوف کرے۔ افراط طغیان وظلم وعدوان کا توبہ فقط کارنیک کرنا اور امر بد سے باز آنا ہے منہ سے کہنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

ایاك والابتھاج بالذنوب فانّ الابتھاج بہ اعظم من

خبردار گناہوں پر خوش نہ ہونا۔ تحقیق کہ ان پر خوش ہونا ان کے عمل میں لانے سے بدتر ہے

ذکوبہ قال اربع عزھن ذل البنت ولو مریم۔ الدّین ولو درھم۔ والغربة ولو لیلة۔ والسّوال ولو کیف الطّریق۔

آپ کا ارشاد ہے کہ چار چیزوں کی عزت بھی ذلت ہے۔ لڑکی گو وہ مریم ہی کیوں نہ ہو قرض ہرچند ایکدرہم ہی ہو۔ مسافرت گو ایک ہی رات کی ہو۔ اور سوال کرنا کسی سے ہرچند اسی قدر ہو کہ راستہ کدھر کو ہے۔

قیل لہ من اعظم النّاس خطراً قال من لم یر الدّنیا خطراً لنفسہ۔

کسی نے پوچھا قدر و منزلت میں سب سے زیادہ کون ہے۔ فرمایا جو اپنے نزدیک دنیا کی قدر و منزلت نہ سمجھے۔

اثنیٰ رجل فی وجھہ وکان یبغضہ قال انا دون ما تقول وفوق ما فی نفسک قیل لہ یوماً انّ الحسن البصری قال لیس العجب ممّن ھلک کیف ھلک انّما العجب ممّن نجیٰ فقال انا اقول لیس العجب ممّن نجا وانما العجب من ھلک مع سعة رحمة اللّٰہ

ایکمرد نے روبرو مدح و ثنا کی۔ حالانکہ دشمن تھا۔ آپ نے فرمایا میں کمتر ہوں اس سے جو تو کہتا ہے۔ اور بڑھکر ہوں جو تیرے دل میں ہے۔ ایک روز کسی نے حسن بصری کا قول نقل کیا کہ اگر کوئی ہلاک ہووے تو عجیب بات نہیں کہ کیونکر ہلاک ہوا۔ تعجب نجات پانے والے پر ہے۔ کہ کیونکر نجات پائی۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں۔ نجات پانا کوئی تعجب کی بات نہیں تعجب ہلاک ہونے والے پر ہوتا ہے۔ کہ باوجود رحمت خدا کے فراخ ہونیکے ہلاک کیونکر ہوا۔

جرے عند ذکر المعاصی فقال عجبت لمن یحتمی الطّعام لمضرّتہ ولا یحتمل الذّنب لمعرّتہ۔

آپ کے سامنے گناہوں کا ذکر آیا فرمایا مجھ کو اس شخص سے تعجب ہے کہ کھانے سے بخیال ضرر پرہیز کرتا ہے۔ اور گناہ سے بوجہ اس کے جزا بد کے پرہیز نہیں کرتا۔

وکان علیہ السّلام یقول

آنحضرت کا قول تھا کہ مجھے لوگ خدا کی

انّ قوماً عبدوا اللہ رہبۃً
فتلک عبادۃ العبید
وآخرین عبدوہ رغبۃً
فتلک عبادۃ التجار
وانّ قوماً عبدوا اللہ
شکراً فتلک عبادۃ
الاحرار۔

وبلغہ قول نافع بن جبیر
فی معاویہ حیث قال
کان یسکتہ الحلم وینطقہ
الحلم فقال کذب بل
کان یسکتہ الحصر وینطقہ
البطر۔

قال رجلٌ ما اشدّ بغض
قریش لأبیک قال لانہ
اورد اولھم النار والزم
آخرھم العار۔

قال ابوجعفر محمد بن علی الباقر
اوصانی ابی یا بنیّ لاتصحبنّ
خمسۃ ولاتحادثہم ولاترافقہم
فی طریق لاتصحبنّ فاسقاً
فانہ یبیعک باکلۃٍ فما
دونہا فقلت وما دونہا

عبادت اس کے عذاب کے خوف سے کرتے
ہیں۔ یہ عبادت غلاموں کی ہے۔ اور اور لوگ
ہیں۔ کہ اس کے ثواب کی رغبت میں عبادت کرتے
ہیں۔ وہ سوداگروں کی عبادت ہے۔ اور کچھ
لوگ اس جل شانہ کی عبادت اس کے انعامات
کے شکریئے میں بجالاتے ہیں۔ وہ آزادوں
کی عبادت ہے۔

آپ نے سُنا کہ نافع بن جبیر معاویہ کی نسبت
کہتا ہے۔ کہ وہ یعنی معاویہ خاموش ہوتا تو
بوجہ حلم کے ہوتا۔ اور بولتا تو علم وحکمت کا کلام
کرتا۔ آپ نے کہا دروغ کہا اس نے اسکی خاموشی
عجز عن الکلام سے ہوتی اور گویائی بروئے تکبّر
وغرور ہوتی۔

کسی شخص نے کہا تمہارے باپ علی ابن ابیطالبؑ
سے کس قدر لوگ عداوت رکھتے ہیں۔ حضرت
نے فرمایا اس سبب سے کہ انہوں نے ان کے پہلوں
کو واصل جہنم کیا اور پچھلوں پر عیب وعار لازم گردانا۔

ابوجعفر امام محمد باقرؑ نے فرمایا میرے باپ
نے مجھے وصیت کی کہ اے فرزند پانچ شخصوں
کے پاس نہ بیٹھ نہ ان سے بات کر نہ سفر میں
ان کا رفیق ہو۔ فاسق کے پاس نہ بیٹھ کیونکہ وہ تجھ
کو ایک لقمہ یا اس سے کم تر پر بیچ ڈالے گا
میں نے کہا اس سے کمتر کیا ہوگا فرمایا کمتر یہ کہ

قال تطمع فیہا ولا تنالہا ثم	تو اس کی طمع کرے۔ اور اس کو پا نہ سکے۔ پھر فرمایا
قال الثانی لا تصحبن البخیل	کہ دوسری بات یہ ہے۔ کہ مت ہمنشینی کر بخیل
فانہ تقطع بک فی مالہ احوج	کے ساتھ اس کے مال میں زیادہ محتاج اس
ما کنت الیہ الثالث لا	سے کہ تو اس کی طرف تھا۔ تیسرے نہ مصاحبت
تصحبن کذابا فانہ بمنزلۃ	کر جھوٹ بولنے والے کی۔ کیونکہ وہ بمنزلہ
السراب یبعد منک القریب	سراب کے ہے۔ نزدیک کو تجھ سے دور کرتا ہے
ویقرب لک البعید الرابع	اور دور کو نزدیک۔ چوتھے نہ صحبت رکھ
لا تصحبن قاطع رحم فانی	قاطع رحم کے ساتھ بہ تحقیق کہ میں نے
وجدتہ ملعونا فی کتاب	کتاب اللہ میں اس کو تین مقامات پر
اللہ فی ثلثۃ مواضع۔	ملعون پایا ہے۔
وکان من کلامہ عجبت	آنحضرت کا کلام ہے کہ میں متعجب ہوں اس
للمتکبر الفخور الذی کان بالامس	متکبر فخر کرنے والے سے جو کل کے دن نطفہ
نطفۃ وغدا جیفۃ و عجبت	تھا اور کل کو مردار جیفہ ہو جائے گا۔ اور بڑا تعجب
کل التعجب ممن شک فی اللہ	ہے اس شخص سے کہ دین خدا میں شک کرے
وھو یرے خلقہ و عجبت	اور وہ اس کی مخلوق کو دیکھتا ہے۔ اور بہت
کل العجب ممن انکر النشأۃ	تعجب ہے اس شخص پر جو اخروی خلقت کا انکار
الاخرے وھو یرے النشأۃ	کرے۔ حالانکہ وہ پہلی خلقت کو دیکھ رہا ہے
الاولے و عجبت کل العجب ممن	اور سخت متعجب ہوں اس شخص سے کہ دار فنا کے
عمل لدار الفناء وترک العمل	واسطے عمل کرتا ہے۔ اور باقی رہنے والے گھر کے
لدار البقاء العتبی قال علی	لئے اسکو ترک کرتا ہے۔ عتبی کہتا ہے کہ علی
بن الحسین وکان من افضل	بن الحسین علیہما السلام نے اپنے بیٹے سے کہا اور
بنی ھاشم لابنہ یا بنی اصبر	تھے وہ حضرت افضل بنی ہاشم اے پسر مصیبتوں
علی النوائب ولا تتعرض للحقوق	پر صبر کرو۔ اور حقوق مردم سے متعرض مت ہو

ولا تجب اخاك الى الامر الذى
مضرته عليه اكثر من منفعته
من قال سبحان الله العظيم
وبحمده من غير تعجب كتب
الله له مائة الف حسنة
ومحا عنه ثلثة آلاف سيئة
ورفع له ثلثة آلاف درجة
من كتم علماً احداً او اخذ
عليه صفداً فلا نفعه ابداً۔
قيل له ما لك اذا سافرت
كتمت نسبك اهل الرفقة
فقال اكره ان اخذ برسول
الله ما لا اعطى مثله
قيل له كيف اصبحت
يا ابن رسول الله قال
اصبحنا خائفين برسول الله
واصبح جميع اهل الاسلام
آمنين به۔
اللهم انى اعوذ بك ان
تحسن فى لوامع العيون علانيتى
وتقبح عندك سريرتى
اللهم كما اسئت واحسنت
الى فاذا عدت فعد على

اور اپنے برادر مسلم کے اس امر کو قبول نہ کر
جسکی مضرت اس کے نفع سے زیادہ ہے
حضرت نے فرمایا جو سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
بغیر مقام تعجب کے کہے۔ حق تعالےٰ اس کیلئے
ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور تین ہزار گناہ
اس کے محو کرتا ہے۔ اور تین ہزار درجے اس
کے بلند کرتا ہے۔
دیگر ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی سے علم کو چھپائے
یا اس پر اجرت لے وہ علم اسکو کبھی نفع نہ دیگا۔
آپ سے کسی نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ جب سفر کرتے
ہیں۔ تو اپنے رفیقوں سے اپنا نسب مخفی رکھتے ہیں فرمایا
مجھ کو مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کیوجہ سے فائدہ
تو اٹھاؤں اور اسکی مثل فائدہ نہ پہنچاؤں۔
کسی نے کہا یا ابن رسول اللہؐ کس حال پر صبح کی فرمایا
صبح کی ہم نے درآنحالیکہ بوجہ (قرابت) رسول اللہ
خوف وہراس میں ہیں۔
اور صبح کی جمیع اہل اسلام نے حالانکہ وہ آنحضرت
کیوجہ سے امن میں ہیں۔
تعلیم دعا کے موقعہ پر فرمایا۔ پروردگارا پناہ مانگتا
ہوں تجھ سے اس سے کہ میرا ظاہر نظروں کے سامنے اچھا
ہو اور باطن میں تیرے نزدیک برا ہوں۔
خداوندا جیسا سابق میں کہ مینے برا کیا اور تو مجھپر احسان
کرتا رہا ایسا ہی آیندہ مجھ سے بدی سرزد ہو تو تو اپنے احسان

کو مجھ سے دریغ نہ فرما۔

وکان اذا اتاہ السائل یقول مرحبا لمن یحمل زادی الی الآخرہ۔

آنحضرت کے پاس کوئی سائل آتا۔ تو فرماتے مرحبا ہو اس پر جو میرا زاد آخرت کا حامل بنے اسکو اٹھاکر ہمراہ سے جائے۔

وقال لابنہ یا بنی ایاک ومعادات الرجال فانہ لن یعدم مکر حلیم ومفاجات لئیم۔

اپنے پسر کو نصیحت کے مقام میں فرمایا اے فرزند خبردار آدمیوں کے ساتھ کبھی عداوت نہ رکھنا ایسا کرے گا تو بردبار کا مکر اور لئیم کا دفعتہً تجھ کو ایذا پہنچانا تجھ سے معدوم نہو گا۔

زہدہائے آنحضرت صلوٰت اللہ علیہ

منجملہ ان کے وہ ہیں۔ جنکو زہری نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

یا نفس حتٰی مالی الحیوٰۃ سکونک والی الدنیا وعمارتہا رکونک اما اعتبرت بمن مضٰی من اسلافک ومن وارتہ الارض من الافک ومن فجعت بہ من اخوانک۔

اے نفس کب تک زندگانی پر تیرا سکون ہے اور کہاں تک تو دنیا اور اسکی عمارت پر اعتماد رکھے گا۔ تجھکو ان سے جو تیرے اسلاف سے گذر گئے اور جو ہزارہا زمین میں دفن ہو گئے ان سے تجھ کو نصیحت نہ آئی۔ اور جن عزیزوں و دوستوں سے دردمند ہوا۔

اور ان میں سے ہیں۔ جنکو جناب صادق آل محمدؐ نے آنحضرت سے روایت کیا ہے بعض ان سے یہ ہیں۔

حتٰی متٰی تعد فی الدنیا فتخلف وائتمنہا فتخون واستنصحہا فتغش ولا تحدث حبدیدہ الا تخلق مثلہا ولا تجمع شملا الا بتفریق

کبتک دنیا مجھ سے وعدے کر کے خلاف کرتی رہے گی۔ اور میں اسکو امین جانوں گا وہ خیانت کریگی میں خالص دوست جانوں گا اسمیں غش و دغل نکلے گا۔ کوئی جدید شے پیدا نہیں ہوتی مگر جبکہ

تغار علی الآلاف وتحسد اهل النعم۔

ویسی ہی دوسری شے بُرائی ہو جاتی ہے۔ کوئی مجمع اکٹھا نہیں ہوتا مگر تفرقہ کے بعد ہزاروں پر رشک کیا جاتا ہے اور دولت مندوں پر حسد۔

اور کچھ ان سے وہ ہیں۔ جنکو سفیان بن عینیہ نے روایت کیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

این السلف الماضون والاھلُ والاقربون والانبیأ والمرسلون طحنتہم واللّٰہ المنون وتوالت علیہم السّنون وفقدتہم العیون وانا الیہم صائرون وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

کہاں ہیں اسلاف گذشتہ اور اہل واقرباء اور انبیاء مرسل قسم خدا کی انکو موت نے پیس ڈالا۔ اور سال ان پر پے درپے گزرے۔ اور آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ پس ہم بھی اہنی کے پاس چلے جائیں گے۔

بتحقیق کہ ہم خدا کے لئے ہیں۔ اور اسکی طرف رجوع کریں گے۔

اذا کان ھذا نھج من کان قبلنا فانّا علےٰ آثارھم نتلاحق فکن عالمًا ان سوف تدرك من مضٰے ولو عصمتك الرّاسیات الشواھق فما ھٰذہ دار المقامۃ فاعلمن ولو عمّر الانسان ما ذرّ شارق۔

جبکہ ان لوگوں کا جو ہم سے پہلے گزرے۔ یہ طریقہ تھا۔ تو بالتحقیق ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ان سے جا ملیں گے۔ پس تو جان لے کہ آخر کار گزشتہ لوگوں کو پالے گا۔ گو کہ تجھ کو کوہ ہائے استوار اونچی چوٹیوں والے نگہبانی کریں۔ خوب جان لے کہ دنیا جائے اقامت کسی کے لئے نہیں ہے۔ ہر چند کہ انسان قیامت تک زندہ رہے۔

مکاروں اور دینداری کے لباس میں دنیا کے طلبگاروں کا حال بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ زہد ونسک کا اظہار کرتے اور تقوے وطہارت کا جال لگا کر خلقت کو لوٹتے ہیں اور اموال وانساسہ عظیم حاصل کرتے ہیں۔ عقل وفطانت انمیں مشاہدہ ہو تو نظر کرو کہ انکی عقل حرص وہوا کی مغلوب ہے۔ یا انکی حرص وہوا اسکی تابع ہے۔ اور دیکھو کہ ریاست

باطلہ کی خواہش رکھتے ہیں۔ یا اس سے نفرت ہے۔

فَاِنَّ فی النّاسِ مَنْ خَسِرَ
الدُّنْیا وَالْاٰخِرَہ یترک الدّنیا
لِلدُّنْیا ویریٰ انّ لذۃ الرّیاسۃ
الْباطلۃ افضل مِنْ لذّۃ
الاموال وَالنّعم المباحۃ
المحلّلۃ فیترک ذالک اجمع
طلبا لِلرّیاسۃ حتّٰی اذا
قیل اِتَّقِ اللّٰہ اخذتہ العزّۃ
بالاثم فحسبہٗ جہنّم ولبئس
المہاد فہو مخبط خبط عشواءً
یقودہ اول باطل الی ابعد
غایات الخسارۃ ویمدّ ربّہ
بعد طلبہ لما لا یقدر علیہ
فی طغیانہ فہو یحل ما حرم
اللّٰہ ویحرم ما احل اللّٰہ
لایبالی ما فات من دینہ
اذا اسلمت لہ ریاسۃ الّتی
قد شقی مِنْ اجلہا فاولئک
الَّذِین غضب اللّٰہ علیہم و
لعنہم واعدّ لہم عذابا مُّہینا
ولکنّ الرّجل کلّ الرّجل نعم
الرجل ھو الذی جعل ھواہ

بتحقیق کہ آدمیوں سے ہیں وہ شخص جو دنیا
وآخرت میں خسارہ میں ہیں۔ دنیا کو دنیا کے
لئے ترک کرتا ہے اور مانتا ہے کہ ریاست باطلہ
کی لذت اموال ومویشی مباح وحلال کی لذتوں
سے افضل ہے۔ پس ان سب لذتوں کو ترک
کرتا ہے لذت ریاست کی طلب میں۔ تاآنکہ
جب اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ خدا سے ڈرو۔ تو
گناہ کے ارتکاب کے لئے اسکو حمیت جاہلیت
گھیر لیتی ہے۔ پس کافی ہے اسکے لئے عذاب
جہنم کا اور البتہ بڑا ٹھکانہ ہے وہ پس دیوانی
اونٹنی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ابتدا
باطل اسکو انتہا نقصان کیطرف کھینچے لئے
جاتا ہے۔ ناممکن الحصول اغراض کے طلب کرنے
کے بعد حق تعالےٰ کی طرف سے اس کے
طغیان میں امداد ہوتی ہے۔ اور وہ حلال خدا
کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہے۔ ذرا
پروا نہیں کرتا۔ کہ اس کا دین فوت ہوجائے
جبکہ اسکی وہ ریاست سلامت رہ جائے جسکے لئے
شقاوت اختیار کی ہے۔ پس یہ ہیں وہ لوگ کہ
اللہ تعالےٰ ان پر غضبناک ہوتا ہے۔ اور لعنت کرتا
ہے۔ اور خوار کنندہ عذاب انکے لئے مہیا کرتا ہے۔ لیکن مرد
اور پورا مرد اور اچھا مرد وہ ہے جو اپنی خواہشات

تبعاً لامر اللہ و قواہ
مبذولۃ فی رضی اللہ یریٰ
الذل مع الحق اقرب الیٰ
عز الابد من العز فی
الباطل ویعلم ان قلیل
ما یحتمل من ضرائہا یؤدیہ
الیٰ دوام النعیم فی دار لا
تبید ولا تنفد وان کثیرا
ما یلحقہ من سرائہا
ان اتبع ھواہ یؤدیہ الیٰ
عذاب لا انقطاع لہ ولا
یزول فذا لکم الرجل فبہ
تمسکوا وبسنتہ فاقتدوا
والیٰ ربکم فیہ فتوسلوا
فانہ لا ترد لہ دعوۃ ولا
تخیب لہ طلبہ۔

نفسانی کو حکم خدا کے تابع کرے۔ اور اپنی قوتوں کو طلب رضائے خدا میں بذل کرے۔ اور جانے کہ حق کے ساتھ جو ذلت ہو وہ ابدی عزت سے قریب تر ہے۔ بہ نسبت اس عزت کے جو از روئے باطل حاصل ہو۔ اور معلوم کرے کہ نیکی تہوڑی سی مضرتوں کا جھیلنا اس کو ہمیشہ کی نعمات تک پہنچاتا ہے ایسے گھر میں اور اس کی بہت سی خوشیاں جو حرص و ہوا کی متابعت کرکے اس کو پیش آتی ہیں ایسے عذاب تک لے جاتی ہیں جو قطع ہونے والا اور زوال پذیر نہیں۔ پس ایسے شخص سے تمسک کرو اور اس کی سنت کی پیروی کرو۔ اور اس کے وسیلے سے اپنے پروردگار تک پہنچو۔ بہ تحقیق کہ اس کی کوئی دعا رد نہ ہوگی اور کسی خواہش سے محروم نہ رہے گا۔

بعضی از کلام نظمیہ آنحضرتؑ

شعر و شاعری کا مذاق ہر ایک طبع سلیم میں کم و بیش موجود ہے۔ اور عرب کی سرزمین میں کچھ اور بھی بڑھا ہوا تھا۔ صرف حضرت رسالت پناہ کسی مصلحت سے اس کے اظہار سے باز رکھے گئے تھے۔ ورنہ حضرات آئمہ معصومین نے عموماً تھوڑے بہت شعر کہے ہیں۔ حضرت امیر المومنین کا دیوان موجود ہے۔ دیگر حضرات کی نظمیں بھی ناظرین سلسلہ پر مخفی نہیں۔ امام زین العابدین کا کلام منظوم کئی موقعہ پر اس رسالے میں درج ہوا

یہاں چند اشعار علیحدہ انتخاب کر کے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ یہ عنوان بالمرہ جاتی نہ رہے

سوال سائل

لم یبق لی مما یباع بحبۃ ۔ کفاک منظر حالتی عن مخبر

الا بقیۃ ماء وجہ صنتہا ۔ من ان یباع فقد وجدت المشتری

میرے پاس کوئی شے ایک حبہ کی بیچنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ کہنے کی ضرورت نہیں میرا حال دیکھکر آپ خود یہ بات معلوم کر سکتے ہیں۔ بجز ایک باقی رہی ہوئی آبرو جسکے بیچنے میں ابتک بخل کرتا رہا۔ مگر اب خریدار ہاتھ آگیا ہے (اس کے فروخت پر آمادہ ہو گیا ہوں)

بار دیگر

ماذا اقول اذا رجعت وقیل لی ۔ ماذا اصبت من الجواد المفضل

ان قلت اعطانی کذبت وان اقل ۔ بخل الجواد بمالہ لم یجمل

گھر کو واپس جاؤں گا اور پوچھیں گے کہ فیاض فضیلت والے سے کیا پایا تو انکو کیا جواب دوں گا۔ اگر کہا مجھ کو اس نے عطا کیا تو جھوٹ بولا۔ اور جو کہا سخی نے بخیلی کی تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

جواب علی بن الحسین علیہما السلام

عاجلتنا فاتاک عاجل برنا ۔ وانکنت قد امھلتنی لم تقلل

فخذ القلیل وکن کانک لم تسل ۔ ونکون نحن کاننا لم نسئل

تو نے تنگ طلبی کی اور جلدی میں جو کچھ بن پڑا ہم نے تجھ کو دیدیا۔ اگر تو مجھ کو مہلت دیتا تو تیرے دینے میں قلت نہ ہوتی۔ اب تو یہ تھوڑا سا لے۔ اور جان کہ گویا تو نے سوال ہی نہیں کیا اور ہم بھی یہی سمجھتے ہیں۔ کہ گویا ہم سے سوال ہی نہیں کیا گیا۔

الملہبیث رسالت صلوات اللہ علیہم کے ابتلائے ہم و غم و مصائب الم کے بارے

ہیں فرماتے ہیں۔

نحن بنو المصطفیٰ ذو غصص | یجرعها فی الانام کاظمنا
عظیمۃ فی الانام محنتنا | اولنا مبتلیٰ و آخرنا
یفرح ھذا الوریٰ بعیدھم | ونحن اعیادنا مآتمنا
والناس فی الامن والسرور وما | یامن طول الزمان خائفنا
وما خصصنا بہ من الشرف | الطائل بین الانام افتنا
یحکم فینا والحکم فیہ لنا | جاحدنا حقنا و غاصبنا

(ترجمہ) اولادِ محمد مصطفیٰ مبتلائے غم و غصہ ہیں۔ آدمیوں کے درمیان حلم و بردباری سے اس کے گھونٹ پی رہے ہیں۔ ہماری محنت خلقت کے درمیان عظیم ہے۔ ہم سے پہلا بھی اسمیں مبتلا ہے۔ اور پچھلا بھی۔ مخلوقات خوشی اپنی عیدیں مناتی ہیں۔ ہماری عیدیں ہمارے سوگ و ماتم ہیں۔ لوگ امن و مسرت میں ہیں۔ اور ہمارے خائف کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کو امن نہیں اور جس شرف و سیع سے ہم دنیا میں خاص کئے گئے ہیں۔ وہ ہماری آفتیں ہیں جنمیں ہم مبتلا ہیں۔ ہمارے حقوق کا منکر اور ان کا غاصب ہم پر حکومت کرتا ہے۔ حالانکہ اس پر حکم کرنے کا ہمکو حق ہے۔

منکرین حقوق اہلبیت علیہم السلام کے خطاب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لِکَمْ ما تدعون بغیر حق | اذا میز الصحاح من المراض
عرفتم حقنا فجحدتمونا | کما عرف السواد من البیاض
کتاب اللہ شاھدنا علیکم | وقاضینا الالٰہ فنعم قاض

تم ناحق ناحق کبتک دعوے کرتے رہوگے۔ جبکہ صحیح و غلط میں تمیز ہو گئی۔ تم نے ہمارے حقوق کو اس طرح پہچان لیا ہے جیسے سیاہی سفیدی سے پہچانی جاتی ہے۔ اور پھر اس سے انکار کیا کلام خدا تمہارے مقابلے میں ہمارا گواہ ہے۔ اور ہمارا فیصلہ کرنے والا خدا ہے۔ جو بہت اچھا قاضی ہے۔

یزید علیہ من العذاب الشدید کے خطاب میں فرمایا ؎

لَا تَطْمَعُوا اَنْ تُهِیْنُوْنَا فَنُکْرِمُکُمْ — وَاَنْ نَکُفَّ الْاَذٰی عَنْکُمْ وَتُؤْذُوْنَا

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّا لَا نُحِبُّکُمْ — وَلَا نَلُوْمُکُمْ اَنْ لَا تُحِبُّوْنَا

یہ امید نہ رکھو کہ تم ہمکو ذلیل کرو۔ اور ہم تمہاری عزت کریں۔ اور تم ہمکو ایذائیں دو اور ہم تم کو ایذا نہ دیں۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور ملامت بھی نہیں کرتے۔ کہ کیوں تم ہمارے تئیں دوست نہیں رکھتے۔

دیگر۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اصمعی[1] نے کہا میں بادیہ میں تھا۔ ایک جوان کو دیکھا۔ کہ قافلہ سے علیحدہ میلے کپڑوں میں شان وشکوہ والا ہے۔ کہا اگر اپنا حال ان لوگوں سے کہتا تو شاید کچھ اصلاح ہو جاتی۔ اس نے کچھ اشعار پڑھے۔ جن کا حاصل یہ تھا۔ کہ ہم خاندانِ فخر و شرف سے ہیں۔ مصائب دنیا پر صبر کرنا اور شگفتہ روئی سے ثواب آخرت کی تیاری میں مصروف ہونا ہمارا کام ہے۔ پھر کہا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْعُرْفَ قَدْ مَاتَ اَھْلُہٗ — وَاَنَّ النَّدَا وَالْجُوْدَ ضَمَّہُمَا قَبْرٌ

عَلَی الْعُرْفِ وَالْجُوْدِ السَّلَامُ کَمَا بَقِیْ — مِنَ الْعُرْفِ اِلَّا الرَّسْمُ فِی النَّاسِ وَالذِّکْرُ

آیا تو نہیں دیکھتا کہ اہل صلاح و نکوئی سب مر گئے۔ اور جود و سخا قبر میں دفن ہو گئے نکوئی اور بخشش پر سلام ہو۔ اب نکوئی کا لوگوں میں فقط نام اور تذکرہ ہی باقی رہ گیا ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے غور سے دیکھا۔ تو وہ علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ تھے۔ میں نے کہا اَبَا اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا الْفَرْخُ اِلَّا مِنْ ذَالِکَ الْعُشِّ اس بچہ طیر کو اسی آشیانے سے ہونا چاہیے تھا۔

خوارقِ عادت

معجزات وخرق عادات کثیرہ شہیرہ آنجناب سے حسب داب سلسلہ ہذا بہت تھوڑے

---

[1] اصمعی ابو سعید عبد الملک بن قریب معروف باصمعی باہلی۔ بقول ابن خلکان ۱۲۲ تا ۱۲۳ھ میں حضرت امام زین العابدینؑ کی وفات کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوا۔ ممکن ہے یہ کوئی اور اصمعی ہو۔ ۱۲

اِس مقام پر ذکر ہوئے ہیں۔

استجابت دعوات

مشہور ہے اور مجالسِ شیخ صدوق و بحار الانوار مجلسی وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور کہ زُہری نے کہا میں حاضر خدمتِ اقدس تھا۔ کہ اصحاب با اخلاص سے ایک شخص وہاں حاضر ہُوا۔ اسکی طرف ملتفت ہوکر استفسار کیا ما خبرُك ايها الرّجل۔ اے مرد تیرا کیا حال ہے۔ عرض کی کچھ نہ پوچھئے۔ عجب مصیبت میں مبتلا ہوں۔ چار سو دینار کا قرضہ ہو چکا ہے۔ جس کے ادا کی کوئی شکل نہیں۔ بارِ گراں عیال کا سر پر ہے۔ اسکے حمل کی تاب و تواں نہیں رکھتا۔ یہ سُنکر حضرت زین العابدینؑ مثل ابر نوبہار گریاں و اشکبار ہوئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے عرض کی حضور اس قدر کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کیا مصائب کبار کے سوا گریہ و بکا کا کوئی اور بھی مصرف ہے۔ اور ایک شریف مومن کے لئے اور کونسی مصیبت اس سے بزرگتر ہوگی۔ کہ اپنے برادرِ مومن کو مبتلائے بلا دیکھے اور کوئی تدارک نہ کرسکے۔ اس کے فقرو فاقہ پر اطلاع پائے۔ اور امداد پر قادر نہو۔ نوبتِ کلام یہاں تک پہنچی تھی کہ جلسہ برخاست ہُوا اور سب لوگ متفرق ہوگئے۔ حاضرین مجلس میں ایک مخالف مذہب بھی تھا۔ اس نے کہا عجیب حالت انکی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ زمین و آسمان سب ہمارے فرمان بردار و اطاعت گذار ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہماری حاجتیں رفع اور خواہشات پوری کرتا ہے۔ یا یک بیک ایسے عاجز بن جاتے ہیں۔ کہ اپنے خالص احباب سے ایک نفسِ واحد کی اصلاح حال نہیں ہوسکتی یہ کلام اس ناصبی کا مرد صاحبِ قضیہ تک پہنچا۔ تو بے تابانہ حاضر خدمت ہوکر عرض پرداز ہُوا۔ کہ یا ابن رسول اللہ فلاں شخص نے ایسا اور ایسا کہا۔ مجھ کو یہ کلام اس کا اپنے فقرو فاقہ سے زیادہ ناگوار ہے۔ سید الساجدین نے یہ سنکر سر جھکالیا۔ اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا اے مرد حق تعالےٰ نے تیری کشود کار کا اذن دے دیا اور نکبت افلاس تجھ سے دور ہوئی۔ یہ کہکر کنیز کو آواز دی۔ کہ ہمارا طعام چاشت و شام حاضر کرو۔ دو روٹیاں خشک جو کی حاضر کی گئیں۔ فرمایا اے شخص یہ روٹیاں اٹھالے۔ قسم خدا کی ہمارے پاس ان کے سوا

کچھ اور تیرے دینے کو نہیں۔ اللہ تعالےٰ ابھی سے تیری مشکل آسان کرے گا۔ اور دروازہ
روزی کا تیرے اوپر کھولے گا۔ وہ دونوں روٹیاں لے کر بازار کیطرف چلا۔ مگر دل میں
سوچتا تھا۔ کہ یہ نان خشک میرے کس کام آئے گی۔ اور کیا نفع مجھ کو پہنچائے گی۔ ایسے
فقر و فاقہ کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ اور ادائے دین کی کون شکل نکل سکتی ہے۔ قریب تھا
کہ شیطان ایسے وسوسہ کرے۔ کہ تیرے مقصود و مدعا سے ان دو ٹکیوں کو کوئی مناسبت
نہیں۔ اسی غلجان میں ایک ماہی فروش کی دوکان پر پہنچا۔ جو مچھلیاں فروخت کرچکا تھا
ایک ردی پھولی ہوئی ناکارہ مچھلی باقی رہ گئی تھی۔ کہا فھلْ لکَ انْ تعطینی سمکتکَ
البائرۃ وتاخذ قرصتی البائرۃ۔ اے شخص اپنی کاسد و خراب مچھلی کو میری کاسد
شے قرص نان سے فروخت کرتا ہے۔ اس نے کہا نَعَمْ۔ مچھلی لی اور روٹی دیدی۔ کچھ
اور آگے گیا۔ تو ایک دوکان پر ناقص نمک دیکھا۔ اس سے بھی یہی درخواست کی۔
قبول ہونے پر روٹی اس کے حوالے کی۔ اور نمک و مچھلی لیکر گھر میں آیا۔ اور مچھلی کی اصلاح
کرنے بیٹھا۔ شکم چاک کیا تو دو دانہ مروارید آبدار بیش قیمت اسمیں سے نکلے۔ مرد شاد
ہؤا اور حمد خدا بجا لایا۔ اسی سرور میں تھا۔ کہ دروازہ کھٹکنے کی آواز کان میں آئی۔ باہر
آکر دیکھا تو مچھلی والا اور نمک فروش حاضر تھے۔ بولے برادر یہ روٹیاں ہمارے اور
ہمارے عیال کے کام کی نہیں۔ ہمارے دانت ان میں کام نہیں کرتے۔ غالبًا تم نے
بھی سخت احتیاج میں انکو بیچا ہے۔ ان کو لو اور مچھلی و نمک تم کو بلاعوض چھوڑتے ہیں
روٹیاں لیکر گھر میں آیا۔ تو پھر دق الباب ہؤا۔ اب جو دیکھا تو امام زمان کا فرستادہ
تھا۔ کہا حضرت فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تیری حاجت روا کی۔ اب ہمارا طعام ہم کو
دو۔ ہمارے سوا اسکو کوئی نہ کھائے گا۔ غرض دونوں موتی عظیم قیمت پر فروخت کیئے۔ اور
قرضہ ادا کیا۔ اور سب حال اس کا درست ہوگیا۔ اسوقت عیب جوؤں نے یہ بات
نکالی۔ کہ اس اختلاف حال کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے۔ کہ یا تو اسکی سد جوع پر قادر نہ تھے
یا ایکدم سے اس کو غنی کردیا۔ جو شخص بھوکے کو سیر نہ کرسکے۔ وہ اسی کو تونگر کردے بعید
قیاس ہے۔ حضرت نے یہ کلام ان کا سنا۔ تو فرمایا۔ قریش نے رسول اللہ کی نسبت بھی

کہا تھا۔ کہ کسطرح کوئی شخص ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس جائے۔ اور آثار انبیاء کا مشاہدہ کرکے اسی رات کو واپس آجائے۔ اور ہجرت کے موقعہ پر وہی شخص بارہ یوم سے کمتر مدینہ نہ جاسکا۔ آپ نے فرمایا واللہ کہ یہ لوگ خدا اور اولیاء خدا کے معاملات سے آگاہ نہیں بتحقیق کہ مراتب عالیہ خدا کی قضا پر راضی ہونے اور انکو تسلیم کرنے اور اپنی خواہش نفسانی کے ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ اولیاء خدا کا قاعدہ ہے۔ کہ محن و مصائب خدا پر اس قدر صبر کرتے ہیں۔ کہ اسمیں دوسرا انکا مساوی و سہیم نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالےٰ اسکی جزا یہ دیتا ہے۔ کہ انکی تمام حاجتوں کا برلانا اور دعاؤں کا مستجاب کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ تاہم یہ لوگ اس جل شانہ سے وہی امور طلب کرتے ہیں۔ جنکو وہ سبحانہ ان کے لئے پسند کرتا ہے۔

حقیر مولف کہتا ہے۔ کہ یہ آنحضرت کے قبول دعا کی ادنیٰ مثال ہے۔ اس طرح کے معجزات استجابتِ دعوات کے بہت سے آپ سے صادر ہوئے۔ مثل اس کے کہ جب کربلا سے قید ہوکر کوفہ میں عبیداللہ زیاد کے سامنے لائے گئے۔ اور سر مبارک سید الشہدا کا اس ملعون کے پیشگاہ میں حاضر ہوا تو وہ طعام چاشت زہر مار کر رہا تھا۔ آپ نے دعا بدرگاہ حق تعالےٰ کی خداوندا ایسا ہو کہ اس ملعون کا سر میرے سامنے آئے تو چاشت کا کھانا کھا رہا ہوں۔ یہ دعا آپکی درجہ اجابت تک پہنچی۔ اور عبیداللہ زیاد و عمر سعد وغیرہ کے سر کٹ کر عراق سے مدینہ آئے تو وہ حضرت اسوقت بیٹھے طعام چاشت تناول فرما رہے تھے۔ یہ الطاف الٰہی دیکھکر سجدۂ شکر میں جھک گئے۔ یا مثل اس کے کہ کسی کوفی کی زبانی یہ دریافت کرکے کہ حرملہ بن کاہل اسدی قاتل علی اصغر ہنوز زندہ ہے۔ آپ نے دست مبارک اٹھاکر دعا کی اللّٰھم اذقہ حرّ النار اللّٰھم اذقہ حرّ الحدید۔ خداوندا اس کو حرارت آہن کی اور حرارت آتش کی چکھا۔ یہ دعا حضرت کی حرف بحرف قبول ہوئی۔ مختار نے پہلے اسکے ہاتھ پاؤں اعضا و جوارح کٹوائے۔ پھر آگ روشن کراکر اسمیں ڈلوا دیا۔ کہ جل کر خاکستر ہو گیا یہ حکایات آئندہ اس کتاب میں بتفصیل مذکور ہوں گی۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

دیگر۔ بحار میں منقول ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی تو آنحضرت کے

ذمے چوہتر پچھتر ہزار دینار قرض نکلے۔ امام زین العابدین کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اسقدر
اس کا فکر ہوا۔ کہ خور و خواب آپ پر دشوار ہوگیا۔ اور بارگاہِ کبریا میں دعا کی۔ کہ بار الہا
آنحضرت کے قرض سے مجھکو سبکدوش کر۔ انہی ایام میں خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے لاتھتم
یا علی بدین ابیك فقد قضاہ اللہ بمال بجنس۔ اے علی بن الحسین اپنے باپ کے
قرضہ کا اندیشہ نہ کرو۔ بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے وہ قرضہ ذمگی انکا مال بجنس سے ادا کردیا
فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا۔ تو کوئی جائداد اپنے باپ کی جائدادوں سے ایسی معلوم نہوئی
جو مال بجنس کے نام سے موسوم ہو۔ حیران تھا کنبہ کے لوگوں سے دریافت کیا۔ تو ایک عورت
نے نشان دیا۔ کہ ابوعبداللہ کے غلاموں سے ایک رومی غلام اس نام سے موسوم تھا
اس کے نام پر چشمہ جاری کیا تھا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ مقام ذی خشب پر درحقیقت
ایک چشمہ آنحضرت کا احداث کردہ ان کا مملوک موجود ہے۔ چندروز بعد ولید بن عتبہ بن ابو
سفیان نے اسکی خریداری کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا میں اسکو فروخت کرتا ہوں اسقدر
مال پر جس سے قرضہ سیدالشہدا کا ادا ہوجائے۔ ولید نے قبول کیا۔ اور آپ نے وہ چشمہ
بانشناد آبپاشی روز شنبہ بحصہ سکینہ بنت الحسین مبلغ پچھتر ہزار دینار پر ولید کے ہاتھ
فروخت کیا۔ اور تمام قرضہ اپنے باپ کا اس سے چکا دیا۔

دیگر۔ احتجاج طبرسی میں ثابت بنانی سے منقول ہے۔ اس نے کہا میں عباد بصرہ
سے ایک جماعت کے ساتھ مثل ایوب سیستانی۔ صالح مری۔ عتبہ غلام۔ حبیب فارسی
و مالک دینار وغیرہ کے حج کو گیا تھا۔ مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں پانی کی قلت تھی بارش
نہ ہونے سے چاروں طرف شور العطش مچا تھا۔ اہل مکہ اور بیرونی حجاج ہم سے ملتجی ہوئے
کہ طلب باران کے لئے دعا کریں۔ ہمنے کعبہ میں جاکر طواف کیا۔ پھر بہت رو کر اور گڑگڑا
کر درگاہ باری میں بارش باران کی دعا مانگی۔ مگر ذرا اثر قبول ظاہر نہ ہوا۔ اس وقت
دیکھا کہ ایک جوان غم و الم سے کاہیدہ و نزار وہاں داخل ہوا۔ اور طواف خانہ کعبہ کا بجا
لایا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ کہ اے مالک دینار اور اے ثابت بنانی و ایوب سیستانی
اور اے صالح مری و عتبہ غلام و حبیب فارسی۔ اے سعد۔ اے عمر۔ اے صالح اعمی

اے رابعہ۔ اے سعدانہ! اور اے جعفر بن سلیمان۔ ہمنے کہا لبیک وسعدیک۔ اے جوان فرخندہ وہمایوں۔ کہا تم میں کوئی ایسا نہیں کہ خدا اسے دوست رکھتا ہو۔ ہمنے کہا اے فتی ہمارا کام دعا کرنا تھا۔ قبول کرنا اس کا کام ہے۔ کہا کعبہ سے دور ہو جاؤ۔ اگر کوئی بھی تم میں خدا کا پیارا ہوتا۔ تو ضرور اسکی دعا قبول ہوتی۔ پھر خود کعبہ میں جا کر سجدہ میں جھک گیا اور کہتا تھا سیدی بحبک لی الّا اسقیتھم الغیث اے سید وسردار میرے اے پروردگار واسطہ اس دوستی ومحبت کا جو تجھ کو میرے ساتھ ہے۔ انکو باران رحمت سے سیراب کر۔ راوی کہتا ہے کہ ہنوز دعا اُس جوان کی تمام نہ ہوئی تھی۔ کہ موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔ جیسا کسی نے مشکوں کے منہ کھول دیئے ہوں۔ میں نے کہا اے جوان صالح تم کو کیونکر معلوم ہوا کہ حق جل وعلا تمکو دوست رکھتا ہے۔ کہا دوست نہ رکھتا ہوتا۔ تو اپنی زیارت کو نہ بلاتا۔ جب زیارت کو بلایا تو اس سے مینے جانا کہ مجھ کو پیار کرتا ہے۔ پس مینے اسی محبت کا جو اسکو مجھ سے ہے۔ واسطہ دیکر دعا کی۔ اس نے میری دعا قبول کی۔ یہ کہکر وہاں سے چلا اور یہ اشعار پڑہتا جاتا تھا۔

منؔ عرف الرب فلم تغنہ	معرفۃ الرب فذاک الشقی
ما ضر فی الطاعۃ ما قالہ	فی طاعۃ اللہ ماذا لقی
ما یصنع العبد بغیر التقی	فالعز کل العز للمتقی

ہم نے کہا کہ والو تم اس جوان کو جانتے ہو۔ انہوں نے کہا کیونکر نہ جانیں۔ یہ علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

احیاء میت

بحار میں منقول ہے کہ ایک مرد مومن اکابر بلخ سے اکثر اوقات حج خانہ کعبہ کو مکہ آتا

لہ جسکو معرفت خدا حاصل ہوا اور وہ معرفت خدا اسکو نفع نہ بخشے۔ تو وہ بدبخت ہے طاعت خدا میں جو بات کہے اور جو کچھ اس کو پیش آوے۔ ضرر پہنچانے والی نہیں ہے۔ بے تقویٰ وپرہیزگاری بندہ کیا بنائے گا۔ عزت تمام تر مرد متقی وپرہیزگار کے لئے ہے۔

اور زیارت رسولِ خدا کی مدینہ میں بجا لاتا۔ بعد ازاں امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپکی زیارت سے مشرف ہوتا۔ اور تحف و ہدایا نذر گزرانتا۔ اور مسائل و مصالح دین آنحضرت سے اخذ کرتا۔ اور وطن مالوف کو لوٹ جاتا۔ ایکبار اس کی زوجہ نے کہا میں ہمیشہ دیکھتی ہوں کہ تو کسی کے لئے تحفے و ہدیئے لے جاتا ہے۔ اور کبھی نہیں دیکھا کہ اس نے بدلے میں تجھے کچھ دیا ہو۔ اس نے کہا جس کے لئے میں اشیا لے جاتا ہوں وہ بادشاہ دین و دنیا ہے جو کچھ خلقت کے ہاتھ میں ہے۔ سب اس کی ملک و مال ہے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے اس کی زمین پر۔ اور حجت خدا ہے اس کے بندوں پر۔ اور فرزند رسول اللہ اور امام و پیشوا ہمارا ہے۔ عورت یہ سنکر خاموش ہو گئی۔ پھر اس کو ملامت نہ کی۔

سالِ دیگر اس شخص نے حج کا تہیہ کیا۔ اور بعد فراغت زیارت امام زین العابدینؑ کے لئے مدینہ آیا۔ اور در دولت پر حاضر ہو کر اطلاع کرائی۔ اور اندر داخل ہو کر سلام بجا لایا اور دست بوسی کی۔ آپ اس وقت طعام نوش کر رہے تھے۔ اسکو بھی باعث ہوئے۔ اور کھانے میں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ کھانے سے فراغت ہوئی اور سیلپچی و آفتابہ آیا۔ تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور آفتابہ اٹھا لیا۔ کہ ہاتھ ہیں دُھلواؤں گا۔ فرمایا اے شیخ تو ہمارا مہمان ہے تو کسطرح ہاتھ دھلوا سکتا ہے۔ عرض کی میری آرزو ہے۔ کہ یہ شرف حاصل کروں۔ فرمایا آرزو ہے تو خدا کی قسم ہم تجھ کو وہ امر دکھائیں گے۔ جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں وہ دستہائے مبارک پر پانی ڈالتا تھا۔ اور آپ ہاتھ دھو رہے تھے۔ تا اینکہ طاس پُر ہو گیا فرمایا یہ کیا ہے عرض کی پانی۔ فرمایا پانی نہیں یاقوت سُرخ ہے۔ اس نے نظر کی اور دیکھا تو فی الواقع پانی یاقوت احمر ہو گیا تھا۔ پھر فرمایا اور پانی ڈال۔ اس نے ڈالا تو فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کی پانی فرمایا لا بل ھو زمرد اخضر دیکھا تو واقعی سبز زمرد تھا ارشاد ہوا اور پانی ڈالو طاس پُر ہو گیا تو پھر پوچھا ما ھذا یہ کیا ہے عرض کی پانی۔ فرمایا لا بل ھو درّ ابیض اس مرد نے دیکھا تو درحقیقت در شاہوار سفید درخشاں تھے یاقوت و زمرد و مروارید درخشاں دیکھ کر حیران تھا۔ فرمایا اے شیخ تیرے ہدایا کی پاداش میں ہماری طرف سے کچھ نہ دیا گیا تھا۔ اب ان جواہرات کو اپنی زوجہ کے پاس لے جا اور عذر خواہ ہو

ہماری طرف سے کیونکہ وہ تجھ سے عتاب کرتی تھی - اس مومن نے شرم سے سر جھکالیا - اور عرض کی اے آقا تم کو میری زوجہ کے کلام کی کس نے خبر دی - بیشک آپ خاندان نبوت سے ہیں پس آپ سے وداع ہو کر جواہرات لے کر وطن کو واپس ہوا - اور زوجہ کے پاس جا کر قصہ بیان کیا - وہ سجدۂ شکر بجالائی - اور شوہر کو قسم دی کہ اس مرتبہ مجھ کو بھی آنحضرت کی خدمت میں لے چل - وہ مرد مومن حسب دستور حج کو چلا - تو زوجہ کو بھی ہمراہ لیا - مگر وہ راستہ ہی میں بیمار ہو گئی - اور مدینہ کے قریب پہنچکر فوت ہوئی - اس کا شوہر خدمت امامؑ میں روتا آیا - کہ میری زوجہ نے قضا کی - آپ اٹھے اور دو رکعت نماز پڑہی اور کچھ دعائیں پڑہتے رہے - بعد ازاں اس مرد سے فرمایا - اپنی زوجہ کے پاس جا کر دیکھ کہ حق تعالٰے نے اسکو اپنی قدرت و حکمت سے زندہ کر دیا ہے - وھو یحی العظام وھی رمیم وہ استخوان بوسیدہ میں جان ڈالتا ہے - وہ مرد جلد واپس ہوا خیمہ میں جا کر دیکھا تو فی الحقیقۃ اسکی زوجہ صحیح و سالم بیٹھی تھی - کیفیت دریافت کی کہ کیونکر زندہ ہوئی - بولی قسم خدا کی ملک الموت میری روح قبض کر کے آسمان پر لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا - کہ ایکمرد اس شکل و صورت کا آیا اور امام زین العابدینؑ کے شکل و شمائل بیان کرنے لگی - وہ مومن کہتا تھا - کہ ہاں میرے مولےٰ و آقا کی یہی شکل و شمائل ہیں - پس عورت نے کہا - ملک الموت نے آنحضرتؑ کو آتے دیکھا تو قدموں پر جھک گیا - انکو چومتا تھا اور کہتا تھا - السلام علیک یا حجۃ اللہ فی ارضہ یا زین العابدین انہوں نے جواب سلام دیا - اور کہا اے ملک الموت اس عورت کی روح اس کے بدن میں واپس کر دو - یہ ہماری طرف آ رہی تھی - میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ اس کو اور تیس سال زندہ و خرم رکھے - عزرائیل نے کہا بسرو چشم اے ولی خدا پس میری روح کو میرے جسم میں داخل کیا - میں دیکھ رہی تھی کہ ملک الموت دست و پائے امام کو بوسہ دے کر رخصت ہوا - پس وہ مرد مومن اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمت بابرکت میں لایا - وہ حضرت حلقۂ اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے - عورت نے آپکو دیکھا تو قدموں پر گر پڑی - اور انکو بوسہ دیتی اور کہتی جاتی تھی - ھذا واللہ سیدی و مولائی ھذا ھو الذی احیانی ببرکتہ دعائہ یہی ہیں قسم خدا کی سید و سردار میرے یہی ہیں جنہوں نے اپنی دعا کی

برکت سے مجھ کو مردہ سے زندہ کیا۔ پس زوج زوجہ باقی عمر خدمت امام میں حاضر رہے تا اینکہ رحمت خدا کی طرف منتقل ہوئے۔

سنگریزے دُرِ شاہوار بنگئے

مقدس اردبیلی اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں۔ کہ مشہور ہے کہ ایکبار عبد الملک طواف خانہ کعبہ کر رہا تھا۔ امام زین العابدین بھی وہاں تشریف لائے اور طواف کرنے لگے اسکی طرف ذرا ملتفت نہ ہوئے۔ عبد الملک طواف کرکے ایک گوشہ میں آبیٹھا۔ اور حضرت کو طلب کرکے کہنے لگا۔ اے پسر حسینؑ تم نے مجھے دیکھا۔ اور تغافل کیا۔ تمکو خوف نہ ہوا کہ یزید نے تمہارے باپ کو قتل کیا تھا۔ اب میں خلیفہ ہوں تم کو مار ڈالوں تو کیا ہو۔ فرمایا میرے باپ کے قاتل نے آنحضرت کی دنیا کو بگاڑا انہوں نے اس کی عاقبت خراب کی۔ نیز اجی چاہتا ہے تو تو بھی یزید کا کام کر۔ عبد الملک نے کہا حاشا جو میرا یہ منشا ہو۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس آیا جایا کرو۔ تاکہ میں تم سے اخروی فائدہ اٹھاؤں۔ اور تم کو مجھ سے دنیا کا نفع ہو حضرت نے یہ سُنا تو اپنی ردا زمین پر پھیلائی۔ اور کچھ سنگریزے اس پر ڈال کر کہا پروردگارا اپنے دوستوں کی قرب و منزلت کا اس کے تئیں تماشا دکھا۔ عبد الملک نے دیکھا کہ وہ سنگریزے آبدار موتی بن گئے۔ کہ کسی آنکھ نے ویسے موتی نہ دیکھے تھے۔ آپ نے فرمایا جس کا خدا کے نزدیک یہ مرتبہ ہو اسے دوسروں کی دنیا میں کیا حاجت ہے۔ یہ کہکر وہاں سے اٹھے۔ اور بدستور مشغول عبادت ہوئے۔

ملائکہ کا آنحضرت کی خدمتمیں حاضر ہونا

کتاب خرائج قطب راوندی میں ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ خدمت میں اپنے آقا و مولا سید السجاد کے حاضر ہوا تو دیکھا وہ حضرت کوئی شے فرش پر سے چنتے اور پردہ کے پیچھے کسی کو دیتے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر یہ کیا شے ہے جسکو حضور چن رہے ہیں۔ فرمایا مو و پر ہائے باریک ملائکہ ہیں۔ جو ان سے جھڑ جاتے

ہیں۔ ہم انکو اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضور پر کیا فرشتے تمہارے پاس آتے ہیں فرمایا اے ابوحمزہ وہ برابر ہمارے پاس آتے رہتے ہیں۔ ہمارے فرشوں پر بیٹھتے اور ہمارے تکیوں پر تکیہ کرتے ہیں۔

عاصی مولف کہتا ہے کہ ملائکہ کا حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہنا احادیث کثیرہ امامیہ سے ثابت ہے۔ میں نے اس سے پیشتر کشف الحقائق تاریخ جعفر صادقؑ میں روحانیین کے آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بارے میں ایک عنوان ترتیب دیا ہے۔ اور احادیث حضور جن و ملائکہ اس کے تحت میں نقل کی ہیں یہاں کتاب السماء و العالم بحار سے اور چند روایات مذکور ہوتی ہیں۔ از انجملہ کتاب خصال میں عبد اللہ بن عمر سے نقل ہوا ہے۔ کہ اس نے کہا امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام کے پاس تعویذ تھے۔ جن میں زغب (باریک پر) ملائکہ کے بھرے ہوئے تھے۔ نیز کتاب مذکور میں ہے۔ کہ ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم ہی ہیں جن کے پاس فرشتگان آسمان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ بعض ان سے ایسے ہیں۔ کہ ان کی آواز سنتے ہیں۔ مگر صورت نہیں دیکھ سکتے۔ اور فرشتے ہمارے تکیوں پر تکیہ دے کر بیٹھتے ہیں۔ ہم ان کے باریک باریک بال و پر ان سے گرے ہوئے چن لیتے ہیں۔ تاکہ اپنے بچوں کے لئے آویزہائے گردن ترتیب دیں۔ اور حضرت ابوعبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا[1] کی تفسیر میں وارد ہے۔ کہ قسم خدا کی ہم اکثر اوقات ان کے (فرشتوں کے) لئے اپنے مکانات میں فرش بچھوا دیتے ہیں۔ پھر ایک تکیے کیطرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم فرشتے ان سے لگ کر بیٹھتے اور تکیہ کرتے رہے۔ اور ہم ان کے موٹے باریک چنتے رہے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقل روایات مذکورہ لکھتے ہیں۔ کہ جاننا چاہیئے کہ اتفاق کیا ہے علمائے امامیہ نے بلکہ تمام مسلمانوں نے سوائے شاذ و نادران فلاسفہ کے جنہوں نے

---

[1] بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اسپر استقامت کی تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ۔ ۱۲

بتکلف اپنے تئیں اسلام میں داخل کیا ہے۔ تاکہ اصول مقررہ اسلام کو بگاڑیں۔ اور اس کے عقائد کو خراب کریں) اس پر کہ ملائکہ موجود ہیں۔ اور وہ اجسام لطیف و نورانی رکھتے ہیں کسی کے ان میں سے دو پر ہوتے ہیں کسی کے تین کسی کے چار اور اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور اکثر ان سے قدرت رکھتے ہیں۔ کہ اپنے تئیں باشکال مختلفہ متشکل گردانیں۔ یا حق تعالےٰ ان کو باشکال و صور متنوعہ متشکل فرماتا ہے۔ بحسب مصالح و حکمتہائے خود وہ آسمانوں پر صعود کرتے اور زمین پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ انبیاءؑ و اوصیاءؑ علیہم السلام انکو دیکھ سکتے ہیں۔ اور ان کے تئیں مجرد کہنا اور عقول و نفوس فلکیہ یا قوائے و طبائع سے انکی تاویل کرنا ہے۔ اور شبہات واہیہ کی بنا پر آیات و احادیث صریحہ صحیحہ کی معانی کو پھیرنا راہ ہدایت سے پھر جانا ہے۔ اور اہل جہل و غوایت کی پیروی کرنا۔

قتل و نہب مدینہ کے دنوں میں ایک فرشتے کی خدمات

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں روایت کرتے ہیں۔ کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے قتل و غارت مدینہ کی بابت سوال کیا۔ اس نے کہا ہاں مسجد رسول اللہ میں ستون ہائے مسجد سے گھوڑے باندھے گئے۔ اور میں نے اپنی آنکھ سے قبر اطہر کے گرد گھوڑوں کو دیکھا۔ ہمارے اور اس قوم نابکار کے گرد ایک پردہ حائل ہو جاتا کہ ہم ان کو دیکھتے اور وہ ہم کو نہ دیکھ سکتے۔ پس ہم نماز بجا لاتے۔ ایک مرد حلہ ہائے سبز پہنے اسپ کوتاہ دم سفید رنگ پر سوار حربہ ہاتھ میں لئے علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ ہوتا۔ جو کوئی ان ظالموں سے اہل بیت رسالت کیطرف جانا چاہتا۔ وہ سوار اس حربہ سے اسکی طرف اشارہ کرتا۔ بغیر اس کے کہ وہ حربہ اس تک پہنچے وہ شخص ہلاک ہو جاتا۔ تین دن گزرنے پر قتل و غارت بند ہوا۔ تو زین العابدین گھر میں گئے۔ اور عورتوں کے زیورات اور بچوں کے کان کے بالے سب جمع کر کے اس سوار کے پاس لائے اور اس کی خدمات کے عوض اسکو دینے لگے۔ اس نے کہا یا ابن رسول اللہ میں فرشتہ ہوں اور تمہارا اور تمہارے آبائے طاہرین کا شیعہ ہوں۔ ان جفاکاروں نے مدینہ پر چڑھائی کی تو میں نے

تم اہلبیت کی نصرت کے لیئے حق تعالےٰ سے اجازت چاہی۔ تاکہ کوئی نیکی خدا و رسولؐ اور تم اہلبیتؑ کے سامنے روز قیامت کے لیئے ذخیرہ کروں۔

جن بھوت آپکے فرمان واجب الاذعان سے تجاوز نہ کرسکتے تھے

نیز مناقب میں ہے کہ ابوجعفر محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ابو خالد کابلی مدت دراز تک خدمت میں ہمارے پدر بزرگوار زین العابدینؑ کے حاضر رہے۔ بعد ازاں اپنے اہل و عیال کے دیکھنے کو وطن کا ارادہ کیا۔ تو خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی اے مولےٰ میرے والدین کی شوقِ زیارت میں بیتاب ہوں آپ نے فرمایا اے ابو خالد کل کو شام سے ایک مرد ذیعزت و مالدار آنے والا ہے جسکی لڑکی کو ایک عارضہ ہے۔ وہ اس کے معالجہ کیغرض یہاں آرہا ہے تمکو اس کے یہاں پہنچنے کی اطلاع ہو تو اس کے پاس جاؤ۔ اور کہو میں اس کا علاج کروں گا۔ اور بقدر اس کے خونبہا کے (یعنی درہم دینار) اس کا معاوضہ لوں گا۔ وہ قبول کرے گا۔ تم اپنا اطمینان وصولی روپیہ میں کرلینا اگلے روز وہ شخص مذکور معہ اپنے حشم و حذم مدینہ آیا از بسکہ بزرگان شام سے مال و مقدرت والا تھا۔ منادی ہوگئی کہ فلاں مرض لڑکی کو عارض ہے۔ جو کوئی علاج کرسکتا ہو چلا آئے ابو خالد نے اس سے جا کر کہا میں اس کا علاج کروں گا۔ مگر دس ہزار درہم اسکی اجرت لوں گا یہ رقم دو تو ایسا علاج ہو جائے کہ کبھی یہ بیماری نہ ہو۔ انہوں نے قبول کرلیا۔ ابو خالد نے حاضر خدمت ہو کر ماجرا عرض کیا۔ فرمایا ہر چند وہ یہ شرط پوری نہ کرے گا۔ مگر اے ابو خالد تم جاؤ اور لڑکی کا بایاں کان پکڑ کر کہو اے خبیث علیؑ ابن الحسینؑ کہتے ہیں۔ کہ لڑکی کو رہا کر اور یہاں سے چلا جا ابو خالد حسب فرمودہ امام عمل میں لایا۔ بھوت دفع ہؤا اور لڑکی کو افاقہ ہو گیا۔ ابو خالد نے اجرت طلب کی تو وہ اقرار سے پھر گیا۔ اور کچھ نہ دیا۔ ابو خالد دلشکستہ و حزین خدمتِ اقدس میں حاضر ہؤا۔ فرمایا میں نے نہ کہا تھا۔ کہ وہ وفائے عہد نہ کرے گا۔ مگر تو صبر کر وہ دوبارہ آئیں گے۔ اور تجھ سے ملتجی ہوں گے اسوقت کہنا کہ اب اس شرط پر علاج کرتا ہوں کہ روپیہ امام زین العابدینؑ کے پاس جو فریقین کے نزدیک معتبر ہیں۔ جمع کرا دیا جائے۔ انہوں نے قبول کیا۔ اور دس ہزار درہم حضرت کے پاس امانت رکھے گئے۔ اور ابو خالد نے لڑکی کا کان

پکڑ کر حسب ہدایت آنجناب کے کہا۔ اے خبیث امام زین العابدین کا حکم ہے کہ اس لڑکی کے پاس سے دفع ہو۔ اور پھر کبھی اسکی طرف مراجعت نہ کرنا۔ ورنہ ہم تجھ کو اس آتش خدائی سے جو بھڑک رہی ہے اور دلوں تک پہنچنے والی ہے۔ جلاکر خاکستر کردیں گے۔ بمجرد اس کے اس کا اثر جاتا رہا۔ اور لڑکی نے اس حالت سے نجات پائی۔ ابو خالد یہ زاد راہ ہمراہ لیکر روانہ وطن ہوئے۔

جنوں کی خوش اعتقادی

مولانا احمد اردبیلی حدیقۃ الشیعہ میں روایت کرتے ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ مدینہ سے مکہ حج کو جارہے تھے۔ منزل غسفان پر پہنچکر غلاموں نے ایک مقام میں خیمہ عالی برپا کیا۔ آپ پیچھے سے وہاں پہنچے۔ تو وہ جگہ پسند خاطر نہوئی۔ فرمایا یہ مقام ہمارے دوستوں و شیعوں اجنہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مبادا جگہ ان پر تنگ ہو۔ یا ہمارا قیام انکی ملال و کلفت کا باعث ہو۔ اس پر ایک جانب سے بالفاظ صحیح و بیان فصیح آواز آئی۔ اور آواز دہندہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ یا ابن رسول اللہ جگہ فراخ و وسیع ہے۔ حضور کے اسجگہ قیام کرنے سے ہمکو سرور و خوشحالی حاصل ہوئی ہے۔ خیمہ اسی مقام پر رہنے دیجئے۔ اور ہدیہ محقر ہم بندگان کا قبول فرمایئے۔ اور اس کے تناول سے ہمکو عزت بخشی جاوے۔ اس کے ساتھ ہی دو طبق پر از میوہ ہائے تر و تازہ انگور و انار وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اور آپکے رفقائے ہم سفر نے سب نے کھائے اور محظوظ ہوئے۔

تصرف در حیوانات

ابو حمزہ ثمالی سے کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں روایت ہے۔ کہ ایکروز عبداللہ بن عمر میرے مولے و آقا علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا اے پسر حسینؑ تم کہتے ہو کہ یونس بن متی نے جو شکم ماہی میں ایذا پائی اس کا سبب یہ تھا کہ میرے جد امجد کی ولایت ان پر عرض کیگئی۔ تو انہوں نے اس کے قبول کرنے میں توقف کیا۔ فرمایا ہاں

ثکلتک اُمّک میں یہ کہتا ہوں۔ کہا راست گو ہو تو اس کا نشان و علامت دکھاؤ۔ فرمایا اچھا اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لو۔ علے ہذا مجھ کو بھی آنکھوں پر پٹی باندھ لینے کا حکم دیا۔ ایک ساعت کے بعد کہا اب کھول ڈالو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بحرِ ذخار کے کنارے پر ہیں جو موجیں مار رہا ہے ابن عمر اس کو دیکھکر ڈرا۔ اور بولا یا سیدی میرا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔ اللہ اللہ مفت میں میری جان جاتی ہے۔ فرمایا میں تجھ کو دکھاتا ہوں۔ کہ آیا صادقوں سے ہوں یا نہیں۔ یہ کہکر آواز دی ایتہا الحوت اے یونسؑ والی مچھلی۔ بمجرد اس کے ایک عظیم مچھلی نے پہاڑ کی مانند دریا سے سر اٹھایا۔ اور پکاری لبیک لبیک اے ولیٔ خدا۔ فرمایا تو ہی ہے وہ مچھلی جس کے شکم میں یونسؑ نبی رہے۔ عرض کی ہاں میں وہی ہوں۔ فرمایا ذرا وہ قصہ تو بیان کر عرض کی اے مولے میرے حق تعالےٰ نے حضرت آدم سے لیکر محمدؐ مصطفےٰ تک کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اُس پر تم اہلبیتؑ کی محبت و ولایت کو عرض کیا۔ جس نے اسے قبول کیا سلامت رہا اور نجات پائی۔ جو متوقف ہوا یا اس کے حمل سے انکار کیا۔ اسکو ایسی مصیبت پیش آئی جو نبی آدمؑ کو عصیان خدا کر کے پیش آئی۔ یا نوحؑ کو غرق امت سے یا ابراہیم کو آتش نمرود میں گرنے سے۔ یوسفؑ کو چاہ میں پڑنے سے۔ یا ایوبؑ کو بلا میں پھنسنے سے داؤد کو خطا کر کے پیش آئی۔ تا اینکہ حق تعالےٰ نے یونسؑ نبی کو مبعوث بہ نبوت کیا۔ پس وحی کی اس کی طرف کہ اے یونسؑ علیؑ امیر المومنین اور انکی اولاد طاہرینؑ کی محبت اختیار کر۔ کہا جسکو میں نے کبھی دیکھا نہو۔ اسکی محبت کیونکر اختیار کروں۔ اور غصہ میں بھرے ہوئے مراجعت کی حق تعالےٰ نے مجھ کو وحی کی کہ اس کا لقمہ کرے۔ مگر اسکی ہڈی نہ چبانا۔ یونسؑ چالیس روز میرے شکم میں رہے۔ اور میرے ہمراہ دریاؤں میں گھومتے پھرے۔ پس درحالیکہ وہ تین ظلمتوں (ظلمت شب۔ ظلمت بحر۔ ظلمت شکم) میں تھے۔ پکارے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ پروردگارا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ میں ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور انکی اولاد طاہرین کی قبول کرتا ہوں۔ پس جب یونس تمہاری ولایت پر ایمان لے آئے۔ تو مجھ کو حکم ہوا کہ انکو ساحل بحر پر اگلدوں۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ اے حوت اب اپنے مقام کو واپس چلی جا مچھلی

سے غوطہ لگایا۔ اور سطح دریا برابر ہو گیا۔

دیگر۔ قطب راوندی نے خرائج میں روایت کیا ہے۔ کہ ایکبار اپنے مزرعہ میں جا رہے تھے۔ راستے میں سنا کہ ایک غضبناک بھیڑیا کہیں سے آگیا ہے۔ اس نے راہ وارد و صادر بند کر رکھا ہے۔ آگے بڑھکر اس کے نزدیک تشریف لے گئے۔ بھیڑیئے نے اپنی بولی میں کچھ کہا آپنے اس کا مدعا پا کر فرمایا۔ افعل کلمہ انشاء اللہ تعالےٰ۔ یعنی خدا نے چاہا تو تیرا سب کام درست ہو جائے گا۔ بھیڑیا یہ جواب سن کر وہاں سے چلا گیا۔ اصحاب نے پوچھا کیا بھیڑیئے نے کہا اور کیا حضرت نے اس کا جواب دیا۔ فرمایا کہ وہ اپنی زوجہ کی عسر ولادت کی شکایت کرتا تھا۔ اور مجھ سے دعا کی خواہش کی۔ اور وعدہ کیا کہ میں اور میری اولاد تمہارے شیعوں سے کبھی تعرض نہ کرینگے۔ میں نے اس کے حق میں دعا کی۔

دیگر۔ سفرحج میں تھے۔ کہ سواری کے ناقے نے رضوی پہاڑوں کے درمیان راہ چلنے میں سستی کی۔ آپ نے اس کو بٹھایا اور عصاو تازیانہ دکھا کر کہا۔ کہ تو میانہ روی سے سفر طے کر ورنہ اس سے سزا پائیگی۔ ناقہ یہ سن کر چل پڑا۔ اور پھر کبھی اس نے راہ روی میں سستی نہ کی۔ کہتے ہیں کہ اس ناقہ پر آپ نے چالیس حج کئے۔ تازیانہ ساتھ ہوتا مگر اس کے استعمال کی نوبت نہ آتی۔ زین سے ویسے ہی بندھا رہتا۔ جبتک کہ لوٹ کر مدینہ تشریف لاتے۔ اس ناقہ مقدسہ کے خاتمہ بالخیر ہونے کی کیفیت بیان وفات آنجناب کے ساتھ اس کے محل و مقام میں مذکور ہوگی۔

آہوان وحشی کا ترک وحشت چھوڑ کر رام ہونا

خرائج میں ہے۔ کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ ہمارے باپ علیؑ بن الحسینؑ ایکبار اپنے بعض اہلبیتؑ و اصحاب کے ساتھ اپنے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حکم دیا کہ دسترخوان آراستہ ہو۔ کھانا کھانے بیٹھے۔ تو ایک آہو صحرا سے آکر ممیانے لگا۔ حاضرین نے پوچھا یا ابن رسول اللہ آہو کیا کہتا ہے۔ فرمایا کہتا ہے کہ میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔ میں اس کو اپنے ساتھ کھانے کو اپنے پاس بلاتا ہوں۔ کوئی اس کو ہاتھ نہ لگائے۔ کہا بہت بہتر حضرت

...کھانا کھانے لگا۔ اس اثنا میں کسی نے اپنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھدیا۔ وہ بھڑک کر بھاگا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اقرار نہیں کیا تھا۔ کہ اس کو نہ چھوئیں گے۔ اس مرد نے بحلف کہا میرا ارادہ بدی کا نہ تھا۔ آپ نے ہرن کو آواز دی کہ چلا آ اور اندیشہ نہ کر۔ وہ پھر آ کر کھانا کھانے لگا۔ تا اینکہ سیر ہو گیا۔ پھر کچھ منہنا تا وہاں سے روانہ ہوا اہل مجلس سے کسی نے پوچھا ہرن کیا کہتا ہے۔ کہا تم کو دعا دیتا ہے۔

اور کتاب دلائل حمیری سے نقل ہوا ہے۔ کہ وہ حضرت ایک سفر میں کھانا کھا رہے تھے۔ ایک اور شخص پاس بیٹھا تھا۔ ایک ہرن کچھ بولتا آیا۔ دسترخوان بچھا تھا حضرت نے کہا پاس آ کر کھانے میں ہمارے شریک ہو۔ آہو سفرہ پر آ کر کھانے لگا۔ جو آدمی آپ کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا۔ اس نے ایک سنگریزہ اٹھا کر ہرن کے مارا۔ وہ بھڑک کر بھاگا۔ اور صحرا کو چلا گیا حضرت نے فرمایا تو نے میری پناہ دہی کو توڑا۔ لا کلمتک کلمۃً ابدًا کبھی تیرے ساتھ بات نہ کرونگا۔ بروایتے باین الفاظ آہو کو دعوت کیا۔ یا ظبی انا علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ وامی فاطمۃؑ بنت رسول اللہ ھلمّ الی ھذا الغداء وانت امن فی ذمتی یعنی اے ہرن میں علیؑ پسر حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں اور فاطمہؑ بنت رسول اللہ میری ماں ہے۔ آ کر اس غذا میں ہمارا شریک ہو۔ اور میری ذمہ داری پر پناہ دادہ ہے۔ باوجود اس کے کسی نے اس کو چھیڑ دیا۔ جس سے وحشی جانور بھڑک گیا۔ اسوقت آپ نے اس سے کلام نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ بہر کیف قصہ آہو کا متعدد روایات میں بانواع اسناد وارد ہوا ہے۔ بہت غالب ہے۔ کہ کئی بار بوعدہ عدم تعرض ہرن کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا ہو۔ کتاب بصائر الدرجات صفار میں ہے۔ کہ اصحاب اطیاب کے ساتھ ایک مقام پر تشریف رکھتے تھے ایک آہو صحرا سے آ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں کو زمین پر مارتا اور شکایت کرتا تھا اصحاب سے ایک نے پوچھا۔ ہرن کیا کہتا ہے۔ فرمایا کہتا ہے کہ فلاں سید ہاشمی میرے بچے کو پکڑ کر لے گیا۔ اسوقت سے ابتک اس نے دودھ نہیں پیا۔ اتنی اجازت ہو کہ میں اسے دودھ پلا دوں۔ پھر اسی کے حوالے کر دوں گی۔ ان میں سے ایک کو شک ہوا۔ کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں امر واقعی سے ہے یا نہ۔ آپ نے آدمی بھیجکر اس سید کو بلوایا۔ حاضر ہوا تو فرمایا یہ ہرنی تم سے

دوں۔ پھر تمہارے حوالے کردیگی۔ سید نے کسی کو بھیجکر وہ بچہ منگایا۔ ہرنی نے اسے دیکھا تو دم ہلانے اور ہاتھ زمین پر مارنے لگی۔ پھر بچہ کو دودھ پلایا۔ حضرت نے اس سید سے کہا بحق قرابت وخویشی کہ میرا تجھ پر ہے۔ یہ ہرنوٹا مجھے بخشدے۔ اس مرد ہاشمی نے بچہ حضرت کو دے دیا۔ امامؑ نے ہرنوں کی زبان میں ہرنی کے ساتھ کچھ باتیں کیں۔ ہرنی نے بھی کچھ آوازیں نکالیں۔ اور بچہ کو ساتھ لیکر جنگل کو چلی گئی۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا آوازیں تھیں۔ جو ہرنی کے منہ سے نکلیں۔ فرمایا دعائے خیر کرتی تھی تمہارے حق میں اور شکر بجالاتی تھی بروایت دیگر آہو کے کلمات یہ تھے۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ بَيْتِ الرَّحْمَةِ وَاَنَّ بَنِي اُمَيَّةَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ اللَّعْنَةِ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم بیت رحمت سے ہو۔ اور بنی امیہ خانہ لعنت سے ہیں۔ بموجب ایکروایت کے پکڑنے والا سید ہاشمی نہیں۔ ایک شکاری تھا جس نے یزید کے بیٹے کیخاطر ہرنوٹا صید کیا تھا۔ اسی سے حضرت نے ہبہ کرایا تھا۔

جانوروں کی بولی سمجھنا اور بولنا

بصائر الدرجات میں ہے کہ ابو بصیر نے عبد العزیز سے روایت کی۔ اس نے کہا میں علیؑ بن الحسینؑ کے ساتھ مکہ جاتا تھا۔ ایک ریوڑ بکریوں کا جارہا تھا۔ ایک دُنبی ریوڑ سے پیچھے رہی چیخ رہی تھی۔ دیکھا تو اس کا بچہ پیچھے رہ گیا تھا۔ جو ممیاتا پیچھے دوڑا آتا تھا۔ بچہ چلتا چلتا ٹھیر جاتا تو دُنبی اور زیادہ چیخنے لگتی۔ آخر بچہ دوڑکر اس سے آملا۔ حضرت نے مجھ سے کہا۔ اے عبد العزیز تجھے معلوم ہے۔ کہ دُنبی نے کیا کہا۔ عرض کی نہیں خدا کی قسم مجھ کو کچھ خبر نہیں۔ فرمایا اس نے کہا جلدی آکر ریوڑ میں شامل ہوجا۔ سالگذشتہ تیری بہن اسی مقام پر پیچھے رہ گئی تھی۔ بھیڑیا اس کو اٹھالے گیا تھا۔

دیگر۔ حافظ ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء میں باسناد خود ابو حمزہ ثمالی سے نقل کیا کہ میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ چڑیاں حضرت کے گرد اُڑ رہی تھیں۔ فرمایا اے ابو حمزہ تم کو معلوم ہے۔ کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا پروردگار عالم کی تنزیہ

تسبیح کرتی ہیں۔ اور اس سے اپنی روزی مانگتی ہیں۔ بروایتے فرمایا یا اباحمزہ عُلِّمنا منطق الطّیر واوتینا من کل شیئٍ سببا۔ اے ابوحمزہ ہمکو پرندوں کی بولی تعلیم کی گئی ہے اور ہر شئے کا سبب عطا ہوا ہے۔

دیگر۔ بصائر میں ہے۔ کہ ابوحمزہ نے کہا۔ چڑیاں سامنے کی دیوار پر چڑ چڑ کر رہی تھیں۔ فرمایا اے ابوحمزہ یہ کہتی ہیں۔ کہ ہمارا ایک وقت ہے جسمیں اپنے پروردگار سے اپنا قوت طلب کریں۔ اے ابوحمزہ صبح کو قبل طلوع آفتاب کے خواب نہ کرو۔ بہ تحقیق کہ اللہ تعالٰے اسوقت ارزاق عباد تقسیم فرماتا ہے۔ اور اس کو ہم اہلبیتؑ کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے۔

دیگر۔ مناقب میں ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے۔ کہ حضرت زین العبادؑ معہ اصحاب امجاد مکہ کی راہ میں جا رہے تھے۔ کہ ایک روباہ ان کے آگے سے گزری بعض ان سے اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ نے کہا اس کا اقرار کرلو۔ کہ اسکو نہ ڈراؤ گے تو میں اس کو یہیں بلائے لیتا ہوں۔ عرض کی ہم اسے کچھ نہ کہیں گے۔ حضرت نے آواز دی۔ ایہا الثّعلب تعال اے روباہ یہاں آؤ۔ وہ جاتی جاتی مڑی اور حضرت کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اس کو ایک پارہ گوشت عطا کیا۔ لیکر چلی کہ ایک طرف بیٹھ کر کھائے۔ پھر آپ نے آواز دی ھلمّو صافحنی یہاں آکر ہمارے ساتھ مصافحہ کرو۔ ادھر آرہی تھی کسی نے کچھ کہدیا۔ راستہ سے واپس ہوگئی۔ فرمایا کون تمہارے درمیان بولا۔ رفقا سے ایک نے کہا میں بولا تھا۔ اور استغفار کرتا ہوں خدا سے۔

رومی زبان میں مہارت

ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ہمارے جد امجد علیؑ بن الحسینؑ و دیگر اہلبیتؑ یزید لعنہ کے سامنے شام میں لائے گئے۔ اور اس کے حکم سے ایک مکان میں محبوس ہوئے۔ تو بعض ان سے کہنے لگے۔ ہمکو اس بوسیدہ حجرے میں اس لئے قید کیا ہے کہ اس کی چھت ہمارے اوپر گرادی جائے۔ اور ہم اس کے تلے دب کر مرجائیں۔ رومی نگہبان جو چوکی

داری پر مقرر تھے۔ اپنے ملک کی زبان میں کہنے لگے۔ کہ انکو مکان کے گرجانے کا اندیشہ ہے حالانکہ کل یہاں سے نکلکر کھلم کھلا قتل کئے جائیں گے۔ چونکہ آپ انکی زبان سمجھتے تھے یہ کلام ان کا بزبان خود اپنے اہلبیت سے نقل کیا۔ بروایتے فرمایا ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ کل ہم رہا ہو جائیں گے۔

انتقام از اعدا

امالی شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ میں ہے۔ کہ ایجبار علی بن الحسین علیہما السلام مکہ کو حج کے لئے جارہے تھے۔ کسی درمیانی منزل میں ایک قزاقی رہزن حضرت کو تنہا پاکر نزدیک آیا اور ناقہ کی مہار پکڑ کر کہا نیچے اترو۔ حضرت نے فرمایا۔ کیا مدعا تیرا ہے بیان کر۔ کہا میں چاہتا ہوں تمکو قتل کرکے جو مال و متاع تمہارے پاس ہے لے لوں۔ حضرت نے فرمایا میں بخوشی تجھ سے مقاسمہ کرتا ہوں۔ نصف تو لے لے اور نصف میرے لئے رہنے دے۔ اور اسکو تیرے لئے حلال کرتا ہوں۔ ڈاکو نے اسکو قبول نہ کیا۔ فرمایا تو اچھا اس قدر میرے واسطے چھوڑ دے جس سے منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔ باقی تو لے لے۔ اس بدبخت نے اس سے بھی انکار کیا۔ حضرت نے فرمایا اَیْنَ رَبُّکَ تیرا پروردگار کہاں ہے۔ یعنی خدا کو حاضر ناظر جانکر اس شقاوت سے باز آ۔ اس نے از روئے تمسخر و استہزا کہا وہ نائم یعنی سویا ہوا ہے۔ ہنوز یہی کلام تھا کہ ایکدم سے دو شیر اس کے آگے آکھڑے ہوئے۔ ایک نے اس کا سر پکڑا دوسرے نے پاء اور چیر پھاڑ کر برابر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ زعمت ان ربک نائم تو تو کہتا تھا کہ میرا رب سویا ہوا ہے (یہ کس طرح سے جاگ گیا۔)

دیگر۔ مناقب وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے۔ کہ بصرہ میں ایک شخص کے سامنے کہ عربی زبان میں اور اسکی فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتا تھا صحیفۂ کاملہ امام زین العابدین کا ذکر آیا۔ آتش حسد اس کے کانون سینہ میں مشتعل ہوئی۔ اور بولا لکھو میں لکھواتا ہوں۔ یہ کہکر قلم ہاتھ میں لیکر سر جھکا کر لکھنے بیٹھا کہ صحیفہ کی عبارات سے بڑھ کر عبارت لکھے۔ راوی کہتا ہے کہ سر نہیں اٹھانے پایا تھا۔ کہ جان قابض الارواح کے حوالے کی۔

عفو و اغماض از عصیان

خرائج میں مروی ہے۔ کہ ایک مرد اور عورت کے ہاتھ استلام حجر میں جبکہ وہ دونوں طوافِ کعبہ کر رہے تھے۔ باکید گر ملتصق ہو گئے۔ اب بہتیرا چھڑاتے ہیں۔ چھوٹتے نہیں (عورت بادست برہنہ استلام کر رہی تھی۔ مرد نے بقصد استلذاذ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھدیا تھا) لوگ جمع ہو گئے۔ آخر یہ صلاح ٹھیری کہ دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ یہی ذکر تھا۔ کہ حضرت زین العابدین وہاں تشریف فرما ہوئے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ حضرت بھیڑ کو چیر کر آگے بڑھے۔ اور انکی حالتِ زار پر رحم کھا کر اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں کے اوپر پھیرا۔ بمجرد اس کے دونوں کے ہاتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

دیگر۔ ایک مرتبہ حدیث پیغمبر نقل فرما رہے تھے۔ کہ موت فجاءۃ (مرگ ناگہاں) مومن کے واسطے باعث تخفیف عذاب ہے۔ اور کافر کے واسطے موجب افسوس و حسرت۔ اور یہ کہ مومن اپنی غاسل اور اپنے حامل کو پہچانتا ہے۔ اگر حق تعالےٰ کی طرف سے اس کے حق میں کوئی بھلائی ہونے والی ہے۔ تو اپنے حاملین سے جلدی کرنے کو کہتا ہے۔ اس کے برخلاف ہو تو کمی اور کوتاہی کی خواہش کرتا ہے۔ ضمرہ بن سمرہ نے کہا ایسا ہوتا تو مردہ تابوت سے اُچھلنے لگتا۔ یہ کہکر ہنسا اور اس کے ساتھ اور بھی ہنس پڑے۔ حضرت نے فرمایا پروردگارا ضمرہ حدیث رسول اللہ پر آپ ہنستا اور اوروں کو ہنساتا ہے۔ اسکو مرگ فجاءۃ میں پکڑ۔ وہ اچانک مر گیا۔ اس کے بعد اس کا ایک غلام آنحضرت کیخدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ خدا تمہیں اجر دے ضمرہ مرگِ ناگہانی میں فوت ہوا۔ اور قسم خدا کی میں نے مرتے ہوئے اسکی زبان سے سُنا کہتا تھا ویل و عذاب ہے ضمرہ کیلئے دوست اس سے جدا ہوئے۔ وہ جہنم کو جاتا ہے۔ جہاں شب و روز گزارنا ہوگا۔ امام نے فرمایا اللہ اکبر یہ انجام ہے اس کا جو حدیث رسول پر خندہ کرے۔ اور اوروں کو ہنساوے۔

خواب کا اثر بیداری میں

خرائج میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا میں نے ایکبار رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قدحِ بزرگ دودھ کا پیا ہے۔ صبح ہوئی تو طبیعت نے مالش کی۔ اور قے ہو گئی۔ اس میں دودھ نکلا حالانکہ اسوقت کیا۔ کئی روز سے میں نے دودھ نہ پیا تھا۔

نیز خرائج میں ہے۔ کہ ابوبصیر نے کہا کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرے باپ علیؑ بن الحسینؑ نے کہا۔ کہ میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا۔ اس سے لڑائی ہو کر ہاتا پائی کی نوبت پہنچی۔ ایک طمانچہ مارا کہ اسکی ناک ٹوٹ گئی۔ اور خون اس سے جاری ہوا۔ صبح کو دیکھتا ہوں۔ تو کپڑوں پر لہو کی چھینٹیں موجود ہیں۔

حبابۂ والبیہؒ

بحار میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمکو اپنے آباد طاہرینؑ سے پہنچا ہے۔ کہ حبابہ حضرت زین العابدینؑ کیخدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس کے لیئے دعا کی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کا شباب اسکی طرف رد کیا۔ اور انگشت مبارک سے اسکی طرف اشارہ کیا۔ تو حائض ہو گئی۔ حالانکہ اس وقت اس کا سن ایکسو تیرہ [113] سال کا تھا۔

دیگر۔ خرائج میں ہے کہ حبابہ نے کہا میں حضرت سید الساجدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور میرے چہرے پر داغ سفید برص کے تھے۔ حضرت نے دستِ مبارک اپنا اس مقام پر رکھا۔ وہ داغ دور ہو گئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ یا حبابہ ما علیٰ ملۃ ابراہیم غیرنا وغیر شیعتنا وسائر النّاس منہا براٰء۔ اے حبابہ ملۃ ابراہیم پر ہمارے اور ہمارے شیعوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ باقی سب اس سے بری ہیں۔

حقیر مولّف کہتا ہے۔ کہ اس نیک بی بی کا ذکر سلسلہ تاریخ الائمہ میں بار بار آیا ہے۔ وہ جناب امیر المومنینؑ کے عہد سے لیکر امام رضا علیہ السلام کے زمانے تک زندہ تھی۔ اور داغہائے

برص کے دور ہونے کی حکایت پیشتر کشف الحقائق میں بھی درج ہو چکی ہے۔ کہ بدعائے جناب صادق علیہ السلام یہ داغ دور ہو گئے۔ اس حدیث میں بدعائے امام زین العابدین ان کا دور ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ راوی کو وہم ہوا ہو۔ اور جناب سجادؑ کے زمانے کا قصہ جناب صادق کے عہد میں روایت کیا۔ یا یہ کہ جو داغ جناب صادقؑ کی دعا سے دفع ہوئے وہ ان کے ماورا تھے۔ جو سید الساجدین کی دعا سے رفع ہوئے تھے۔ بلکہ دونوں روایتوں میں اس وجہ اخیر کی طرف صریح اشارہ موجود ہے۔ کیونکہ یہاں چہرہ کی سفیدی کا مذکور ہے حدیث جعفر صادقؑ میں ہے کہ آپ نے اسکو مستورات میں جاکر دکھانے کی ہدایت کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ داغ کسی مستور مقام میں تھے۔ نہ کہ چہرہ پر۔ واللہ یعلم۔

خبر ام سلیم صاحبۃ الحصا

مناقب میں ہے کہ آپ نے ام سلیم سے کہا۔ اے ام سلیم کچھ حصا (سنگریزے) چن لاؤ۔ وہ پتھریاں زمین سے اٹھا لائی۔ آپ نے انکو لیکر دست مبارک میں ملا۔ تا اینکہ مثل آرد ہو گئیں۔ پھر ان کو تر کرکے گوندھا۔ یہاں تک کہ وہ یاقوت سُرخ بنگیا۔ مجھ کو دے کر رخصت کیا۔ پھر بلایا۔ واپس آئی۔ تو اس وقت صدر مکان میں اس کے درمیان کھڑے تھے۔ پس دست مبارک دراز کیا۔ حتیٰ کہ دیکھا میں نے کہ ہاتھ دیواروں و مکانات و راہ ہائے مدینہ کو چیرتا پھاڑتا باہر نکل گیا۔ اور مجھ سے پوشیدہ ہو گیا۔ پھر فرمایا اے ام سلیم اسکو لو اور ایک کیسہ جسمیں دینار و گوشوار ہائے طلا تھے۔ عطا کیا۔ اور جزع یمانی کے نگین جو میرے گھر میں ایک ڈبے کے اندر بند تھے۔ وہ بھی اسمیں موجود تھے۔

خبر غانم بن ام غانم

ابو علی طبرسی نے اعلام الوریٰ میں عبداللہ بن سلیمان حضرمی سے ایک حدیث طولانی میں روایت کیا ہے۔ کہ غانم مذکور مدینہ میں آیا۔ اور اس کے ساتھ اسکی ماں اُمِ غانم تھی انھوں نے دریافت کیا۔ کہ آیا مدینہ میں کوئی مرد بنی ہاشم سے ایسا ہے۔ جس کا نام علی ہو

کہا ہمارے پاس ایک پارۂ سنگ ہے جس پر علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام نے اپنی اپنی
مہریں ثبت کی ہیں۔ علی نے یہ سنکر کہا اے عدوِ خدا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور تہمت لگاتا ہے
علیؑ اور حسنینؑ کے اوپر۔ اور بنی ہاشم جو وہاں بیٹھے تھے۔ اسکو مارنے لگے۔ اور وہ پتھر چھین
لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں رات کو سویا۔ تو جناب امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں
اے غانم یہ سنگریزہ لو۔ اور میرے پسر علیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ یہ کام کریگا۔ صبح ہوئی تو میں
خواب سے بیدار ہوا۔ اور پارۂ سنگ میرے ہاتھ میں تھا۔ پس میں علی بن الحسین علیہما السلام
کے پاس گیا۔ حضرت نے اسے دیکھکر اپنی مہر بھی اس پر لگادی۔ اور فرمایا تیرے اس کام
میں جائے عبرت ہے۔ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

سفرِ حج بلا زاد و راحلہ

ابراہیم ادھم و فتح موصلی دونوں سے ہر ایک نے کہا۔ میں قافلہ کے ساتھ بادیہ میں سفر
کر رہا تھا کسی حاجت سے قافلہ سے علیحدہ ہونا پڑا۔ دیکھتا کیا ہوں۔ کہ ایک لڑکا پیادہ پا
جا رہا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ۔ یہ جنگل بیابان اور لڑکا پیادہ سفر کرتا ہے۔ اسکے قریب
جاکر سلام کیا۔ جواب سلام دیا۔ میں نے کہا۔ کہاں کا ارادہ کیا ہے۔ کہا خانۂ خدا کو جاتا ہوں
میں نے کہا حبیب من تم ابھی بچے ہو۔ نہ حج تم پر فرض ہے۔ نہ سنت۔ کہا اے شیخ کیا تو نے
کبھی مجھ سے کم سن کو مرتے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا۔ تمہارا توشہ و باربرداری کہاں ہے
کہا زادی تقوای و راحلتی رجلای و قصدی مولائی توشہ میرا پرہیزگاری ہے اور
راحلہ میرے دو پیر۔ اور مقصود میرا مولیٰ میرا ہے۔ میں نے کہا مجھ کو تمہارے پاس کچھ کھانا بھی
دکھائی نہیں دیتا۔ کہا اے شیخ تجھ کو کوئی مرد آدمی دعوت میں بلائے۔ تو کیا تو اپنے گھر سے طعام
ساتھ لے کر جائے گا۔ کہا نہیں۔ اس نے کہا جس نے مجھ کو اپنے گھر پر بلایا ہے۔ وہی کھانا
کھلائے گا۔ وہی پانی پلائے گا۔ کہا قدم اٹھا کر چلو۔ تاکہ منزل پر پہنچ جاؤ۔ کہا علی الجھاد
و علیہ البلاغ۔ مجھ پر جہد و کوشش لازم ہے۔ اس پر پہنچانا۔ کیا تو نے کلام خدا نہیں سُنا

الذین جاهدوا فینا لنهدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ جن لوگوں نے ہماری تلاش میں جدوجہد کیا۔ ہر آئینہ ہم انکو اپنا راستہ ہدایت کر دینگے۔ اور البتہ اللہ تعالےٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ہمارے درمیان یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک جوان خوبرو نیکو شمائل بلباس سفید و نفیس وہاں آیا۔ اور لڑکے سے معانقہ کیا۔ اور سلام بجا لایا۔ میں نے جوان سے کہا کہ میں اسی خدائے بزرگ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ جس نے یہ حسن و جمال تجھ کو بخشا۔ کہ یہ صبی کون ہے۔ کہا تو اس کو نہیں پہچانتا۔ یہ علی بن حسینؑ پسر علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ میں نے جوان کو چھوڑا۔ اور لڑکے کیطرف منہ موڑا کہ تمہیں اپنے آبائے طاہرین کی قسم ہے۔ کہ اس جوان سے آگاہ کرو کہ کون ہے۔ فرمایا اما تعرف تو ان کو نہیں پہچانتا۔ ھذا اخی الخضر یہ ہمارے بھائی خضر ہیں۔ ہر روز ہمارے پاس ملاقات کو آتے ہیں۔ پھر میں نے کہا تم کو اسی واسطے سے اپنے آباء طیبینؑ کے سوال کرتا ہوں۔ کہ تم بلا زادِ راہ ان بیابانوں کو کیونکر طے کرتے ہو۔ کہا میں زاد کے ساتھ انکو طے کرتا ہوں۔ میرا زاد اس راہ میں چار چیزیں ہیں۔ تمام دنیا و مافیہا کو اس مالک الملک کی مملوک جانتا ہوں۔ اور تمام خلق عبید و بندگان خدا و کنیزگان خدا اور عیال خدا جانتا ہوں اور جملہ اسباب و ارزاق کو اس جل شانہ کے قبضۂ قدرت میں سمجھتا ہوں۔ اور قضائے خدا کو اس کی ساری زمین پر نافذ و روان خیال کرتا ہوں۔ یہی میرا زاد ہے۔ میں نے کہا کیا ہی اچھا زاد تمہارا ہے۔ اے زیب و زینت عابدان تم اس زاد کے ساتھ مفاوز و صحراہائے قرت کو طے کر لوگے۔ دنیا کے میدان تو کس گنتی میں ہیں۔

ملاقات آنجناب با خضر علیہ السلام

حلیۃ الاولیاء ابونعیم و فضائل ابوالسعادات میں ابوحمزہ ثمالی و ابومنذر ثوری سے اور انہوں نے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے نقل کیا ہے۔ کہ آپنے فرمایا میں ایکبار گھر سے چل کر اس دیوار تک (ایک دیوار کیطرف اشارہ کیا) تک پہنچا۔ اس کے سہارے سے کھڑا تھا کہ ایک مرد دو سفید پارچوں سے ملبوس میرے سامنے آیا۔ اور میرے چہرے کو دیکھنے لگا

پھر بولا اے علی بن حسین میں تمکو ملول و حزین پاتا ہوں۔ کیا دنیا کے لئے غمگین ہو۔ تو رزق خدا ہر نیک و بد کے لئے حاضر ہے۔ اس کا کیا غم کرنا ہے۔ میں نے کہا میری غمگینی اس پر نہیں اسکی وہی کیفیت ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ کہا تو آخرت کا اندیشہ ہے۔ تو وہ وعدہ صادق ہے ایک بادشاہ قاہر اسمیں حکم کرے گا۔ اس کے لئے بھی فکر کی ضرورت نہیں۔ کہا اس کا بھی خیال نہیں۔ وَاللہ لکما تقول۔ کہا تو پھر کس بات کی فکر ہے۔ میں نے کہا ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہوں۔ یہ سنکر وہ شخص خندان ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے علیؑ بن الحسینؑ تم نے کسی کو دیکھا ہے۔ کہ خدا پر بھروسہ رکھتا ہو۔ وہ اس کو کافی نہ ہوا ہو۔ کہا نہیں کہا ھَل رایت احدًا خاف اللہ فلم ینجہ کسی کو دیکھا ہے کہ خدا سے ڈرا ہو۔ اور اس سبحانہ نے اس کو نجات نہ دی ہو۔ کہا نہیں اس نے کہا کسی کو دیکھا ہے۔ کہ خدا سے کچھ طلب کیا اور اس نے نہ دیا ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ امام فرماتے ہیں۔ پس میں نے اپنے آگے نظر کی تو کسی کو وہاں نہ پایا۔ اس سے جانا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

آیندہ کی خبر دینا

بصائر الدرجات میں عبداللہ بن عطار تمیمی سے نقل ہے۔ کہ میں مسجد رسول اللہؐ میں حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ عمر بن عبدالعزیز وہاں سے گزرا۔ حالانکہ بند نعلین سیمین رکھتا تھا۔ اور وہ جوان حسین و خوبصورت تھا۔ حضرت نے اسکی طرف دیکھکر فرمایا۔ اے عبداللہ تو اس مغرور کو دیکھتا ہے۔ بتحقیق کہ یہ نہ مریگا۔ جبتک کہ خلافت پر نہ پہنچ لے گا۔ میں نے کہا یہ فاسق خلافت پائے گا۔ فرمایا ہاں۔ مگر جلدی ہی مرجائیگا اور مریگا تو آسمان والے اسکو لعنت کرینگے۔ اور اہل زمین اسکے لئے استغفار کرینگے۔

دیگر۔ ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے جابر جعفی سے قول خدائے تعالےٰ ہَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا[1] کی تفسیر میں فرمایا۔ اے جابر یہ لوگ بنی امیہ ہیں

---

[1] آیا دیکھیگا تو ان میں سے کسی ایک کو یا سنے گا۔ ان کی آواز کو۔ یعنے نہ انکا اثر تجھ کو دکھائی دیگا نہ ذرا سی آواز سننے میں آئیگی۔ ۱۲

قریب ہے کہ ان سے کوئی ایسا نہ دکھائی دے جس سے کسی کو امید یا بیم ہو۔ جابر کہتے ہیں میں نے عرض کی۔ رحمت خدا ہو آپ پر۔ کیا درحقیقت ایسا ہونے والا ہے۔ فرمایا یہ حالت انکی بہت جلد ہو جائے گی۔ میں نے اپنے جد امجد علیؑ بن الحسینؑ سے ایسا سنا ہے آنحضرت نے اس کے اسباب و علامات مشاہدہ کر لئے تھے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت زین العابدین بنا بر مشہور ۹۵ھ میں بعہد خلافت ولید بن عبد الملک فوت ہوئے۔ جبکہ سلطنت بنی امیہ بڑے جاہ و جلال و ابہت و اقبال پر تھی۔ اسوقت آنحضرت کا اس کی تباہی و بربادی کے اسباب کو مشاہدہ کرنا ہرگز چشم ظاہری سے نہیں ہو سکتا۔ فقط نور امامت سے آنحضرت نے یہ آثار مشاہدہ فرمائے تھے۔ اور چالیس سال پیشتر اسکی خبر دی تھی۔

دیگر۔ خرائج میں ہے کہ جس شب کو محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ نے خروج کیا۔ حضرت صادقؑ نے ایک صندوق سے ایک تھیلی سو دیناروں کی نکالی۔ اور فرمایا۔ یہ وہ روپیہ ہے جسکو حضرت علی بن الحسین علیہما السلام نے کوئی شے فروخت کر کے مخزون کیا تھا۔ اور اس حادثے کے لئے جو آجکی شب حادث ہوا۔ رکھ چھوڑا تھا۔ پس آپ نے وہ دینار لئے۔ اور اسی وقت طیبہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اور فرمایا اس حادثہ سے وہی بچے گا۔ جو یہاں سے تین منزل پر چلا جائے گا۔ پس یہ تین سے دینار حضرت کے زاد راہ و نفقہ کو اسوقت تک کافی ہو گئے۔ جب تک کہ محمد مذکور قتل ہوئے۔

اِخبار از اخبار غیب

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرد علیؑ بن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب خدمت میں حاضر تھے۔ پوچھا تو کون ہے۔ عرض کی میں نجومی قیافہ دان و عراف ہوں۔ آپ نے اسکی طرف نگاہ کی۔ پھر فرمایا۔ آیا میں تجھ کو ایسے شخص کیطرف دلالت کروں۔ جو اسوقت سے جب سے کہ تو ہمارے پاس آیا ہے۔ چار ہزار عالم میں پھر گیا ہے کہا وہ کون ہے۔ فرمایا اس کو تو نہ بتاؤں گا۔ لیکن اگر تو چاہے تو یہ بتلا سکتا ہوں کہ کیا تو نے

کھایا۔ اور کیا گھر میں ذخیرہ کیا ہے۔ کہا تبلائیے۔ فرمایا تونے آج پنیر کھایا ہے۔ اور تیرے گھر میں بیس دینار رکھے ہیں۔ تین دینار ان میں وازنہ (پورے وزن کے جو اور چیزوں کے تولنے کے کام آویں) ہیں۔ نجومی نے کہا شہادت دیتا ہوں کہ تم حجت عظمیٰ اور مثل اعلےٰ وکلمۃ التقویٰ ہو۔ فرمایا اور تو صدیق ہے کہ حق تعالےٰ نے تیرے ایمان کا امتحان لیا۔ تو اسمیں پورا اُترا۔

دیگر۔ نیز بحار میں کتاب الامامہ محمد بن جریر طبری سے نقل ہوا ہے۔ کہ علی بن الحسین کا وقتِ رحلت نزدیک پہنچا تو فرمایا۔ اے محمدؐ (محمد باقر فرزند ارجمند امام) کون شب ہے عرض کی فلاں۔ پھر پوچھا کیا تاریخ ہے۔ وہ بھی عرض کی۔ تو فرمایا البتہ یہ وہ رات ہے جس کا آج مجھ سے وعدہ ہو چکا ہے۔ بعد ازاں وضو کے لئے پانی منگایا۔ حاضر ہوا تو فرمایا اسمیں چوہا مرا ہوا ہے۔ کسی نے حاضرین سے کہا (معاذ اللہ) آپکو ہذیان کی حالت ہے۔ فرمایا چراغ لاؤ۔ چراغ سے دیکھا تو درحقیقت اس میں موش موجود تھا۔ اسکو گروادیا۔ اور اور پانی منگایا۔ اس سے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اور آخر شب میں وفات پائی۔ صلوات اللہ علیہ۔

دیگر۔ کشف الغمہ وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے۔ کہ عبد الملک بن مروان کو خلافت ہوئی تو حجاج یوسف کہ مدینہ کا حاکم تھا لکھا کہ خبردار بنی ہاشم کی خونریزی سے اجتناب کرنا کیونکہ آل ابوسفیان نے اسمیں توغل کیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں تمام ہو گئے۔ اور اس خط کو بصیغہ راز اس کو بھیجا۔ کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ مگر امام زمان زینت عابدان اس سے آگاہ ہو گئے اور آپ نے اسی وقت اسی تاریخ جسمیں اس نے حجاج کو خط لکھا تھا۔ عبد الملک کو لکھا۔ کہ رسول اللہ نے مجھ کو خبر دی کہ تونے فلاں وقت حجاج کو ایسا اور ایسا لکھا ہے۔ ان اللہ قد شکرلك و ثبت ملكك وزادها برهة۔ یہ تحقیق کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تیری یہ سعی مشکور ہوئی۔ تیری بادشاہت میں پائداری اور مدت میں اضافہ فرمایا۔ پھر خط کو ملفوف کر کے مہر ثبت کی۔ اور غلام کو اپنا شتر دیکر روانہ کیا۔ اور کہا شام پہنچتے ہی یہ خط عبد الملک کو پہنچا دے۔ عبد الملک کے پاس خط پہنچا۔ اور اس نے تاریخ و وقت کتابت پر غور کیا تو اسکو مطابق اس تاریخ و وقت کے پایا جسمیں اس نے حجاج کو خط لکھا

تھا۔ اسکو حضرت زین العابدین کی راستگوئی میں ذرا شک نہ رہا۔ بہت خوش ہوا۔ اور حضرت کو بقدر بار شتر درہم اس خوشی کے جلدوہیں روانہ کئے۔

روایت طاؤس یمانی

صاحب حدیقۃ الشیعہ نے نقل کیا ہے کہ طاؤس یمانی نے کہا۔ میں نے کوہ صفا پر ایک جوان کو دیکھا۔ لاغر وضعیف باوصف اس کے شان وشکوہ والا۔ سر آسمان کیطرف بلند کئے کہتا ہے۔ عریان کما ترے جائع کما ترے فما ترے فیما ترے یا من یرے ولا یرے کپڑا نہیں رکھتا جیسا تو دیکھتا ہے۔ بھوکا ہوں جیسا تو دیکھتا ہے۔ پس جو حالت میری دیکھتا ہے اسمیں تیری کیا مرضی ہے۔ اے وہ معبود کہ تو دیکھتا ہے۔ مگر دکھائی نہیں دیتا۔ طاؤس کہتا ہے کہ یہ کلام اس کا سنکر میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طبق ہوا سے اترا۔ دو برد یمانی اس پر رکھی تھیں۔ یہ دیکھکر حیران تھا۔ میری طرف دیکھا کہ یا طاؤس مینے کہا لبیک یا سیدی۔ میرا تعجب زیادہ ہوا۔ کہ مجھے کبھی نہیں دیکھا کیونکر پہچانا۔ پردہ طبق سے اٹھاکر کہا تجھ کو اسکی خواہش ہے۔ اس کے اندر کچھ مٹھائی نقل خراسانی کے مشابہ رکھی تھی۔ میں نے کہا کپڑے کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ مگر جو شے طباق کے اندر ہے۔ اسمیں سے تھوڑا سا عنایت کیجئے۔ ایک مٹھی بھر کر دی۔ میں نے دست مبارک کو بوسہ دے کر لے لی۔ چادر احرام کے گوشہ میں باندھ لیا۔ ایسی ذائقہ دار لذیذ شے میں نے کبھی نہ دیکھی نہ چکھی تھی۔ ان دو چادروں سے ایک کا تہ بند کیا دوسری کی ردا بنائی۔ جو کپڑے پہلے سے پہن رکھے تھے۔ وہ مستحق کو دیدیئے۔ میں وہاں سے چل کر مروہ تک پہنچا۔ اور وہ انبوہ خلق میں مجھ سے پنہاں ہو گیا۔ سوچ رہا تھا۔ کہ آیا وہ فرشتہ تھا۔ یا دیو یا کوئی ولی اللہ تھا۔ تا اینکہ کسی نے کہا واے ہو تجھ پر اے طاؤس تو انکو نہیں پہچانتا۔ یہ راہب عرب امام وقت پسر زادہ رسول خدا علی ابن الحسین زین العابدین ہیں۔ اس کے بعد خدمتمیں حاضر ہوتا رہا۔ اور بہت نفع مجھ کو پہنچا۔

کلام حجر اسود با آنحضرتؑ

نیز حدیقۃ الشیعہ میں مولانا المقدس احمد اردبیلی کہتے ہیں۔ کہ مشہور ہے کہ محمد بن حنفیہ ادعائے امامت رکھتے تھے۔ کہ بعد امام حسینؑ امام زمانؑ سے نزاع کیا۔ وصایت کو اپنا حق جانتے تھے۔ یہ نزاع دراز ہو کر فریقین حجر اسود کے پاس گئے۔ اول محمد نے دعا کی۔ مگر حجر سے جواب نہ سُنا۔ دوبارہ حضرت زین العابدینؑ نے دعا کر کے سنگ اسود کیطرف خطاب کیا۔ کہ بحق اس خدا کے جس نے کہ عہود و مثاق تمہارے بندگان کو تیرے پاس ودیعت کیا کہ ہمکو خبر دے کہ حسینؑ بن علیؑ کے بعد امام کون ہے۔ حجر اسود میں اس خطاب سے لرزہ پڑ گیا۔ اور بزبان بلیغ و فصیح عربی گویا ہوا۔ کہ امامت و وصایت حسینؑ بن علیؑ کے بعد علیؑ بن الحسینؑ کا حق ہے۔ محمد پائے مبارک سید سجادؑ کو بوسہ دیکر انکی امامت کے قائل ہوئے۔ مقدس اردبیلی اس کے بعد رقمطراز ہیں۔ کہ یہ نزاع محض شکوک و اوہام مستضعفین کے دفعیہ کیلئے تھا۔ محمد چاہتے تھے کہ جو لوگ انکو غلطی سے امام جانتے تھے۔ ان کے اوپر حقیت و امامت آنحضرتؑ کی ظاہر ہو جائے۔ نہ کہ درحقیقت امر امامت میں انکو کوئی شک یا شبہہ تھا۔ اور باپ بھائیوں سے انہوں نے اس مقدمہ میں کچھ نہ سنا تھا۔ یا سنا تھا اور اس کو بھول گئے تھے۔ انکا مرتبہ اس سے بزرگتر ہے۔ کہ انکی طرف ایسا گمان کیا جاوے۔ کیونکہ رسولؐ خدا نے اپنے وصی کو خبر دی۔ کہ میرے بعد تیرے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ از بطن ایک عورت قبیلہ بنی حنیف کے بیٹے اپنا اسم و کنیت اسے بخشا۔ اس کے سوا کسی کو اس امت سے جائز نہیں کہ ان دونوں کو جمع کرے۔ مگر قائمؑ آل محمدؐ کہ خلیفہ و وارث میرا ہوگا۔ اور عالم کو پُر از عدل و داد کرے گا۔ جبکہ وہ جور و ظلم سے بھر گیا ہوگا۔ اور امیر المومنینؑ نے حسب الارشاد اس کا نام محمد رکھا اور ابوالقاسم کنیت مقرر کی۔ پھر کہتے ہیں کہ محمد مذکور علم و ورع و زہد و تقوٰے میں بےمثل و بےنظیر تھے۔ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ امامِ وقت کو نہ جانتے ہوں۔ یا جو حق ان کا ہو۔ اسے طلب کرتے ہوں اور دلیل اسکی یہ ہے۔ کہ جماعت کثیر باوجود گواہی حجر اسود کے بھی انکی امامت کے اعتقاد پر جمے رہے

بلکہ بہت سی خلائق عالم میں تھی۔ کہ مرنے کے بعد انکو زندہ جانتی تھی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ اتبک بھی ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوہ رضوی ہیں کہ مدینہ کے قریب ہے ایک غار کے اندر مشغول عبادت ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مہدی موعود وہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس غار میں پانی وشہد ان کے لئے پیدا کر دیا ہے۔ کہ بھوکے پیاسے نہ رہیں۔ اور یہ اشعار ان کے شیعوں سے ایک شیعہ کے ہیں ؎

وسبط لا یذوق الموت حتےٰ ۔۔۔ یقود الخیل یقدمہ اللوآء
یغیبُ فلا یُرےٰ منہم زمانا ۔۔۔ برضوی عندہ عسلٌ ومآءٌ

یعنی وہ اسباط رسول اللہ سے ایک سبط ہے۔ نہ مریگا اور ذائقہ مرگ نہ چکھیگا۔ جبتک کہ سردار لشکر نہ ہو۔ جس کے آگے علم ونشان رواں ہوں۔ بعد اس کے کہ عرصہ دراز تک کوہ رضوی میں جہانچہ اس کیلئے شہد وپانی خلق کئے جائیں۔ غائب رہ کر مشغول عبادت رہیگا۔

اس کے بعد مولانا احمد کہتے ہیں۔ کہ اس شاعر نے صرف یہی غلطی نہیں کی۔ کہ محمد مذکور کی امامت ومہدویت کا قائل ہوا۔ دوسری غلطی اسکی یہ ہے کہ اُن کو سبط رسول اللہ کہا۔

روایت حماد بن حبیبُ الکوفی

حماد مذکور جسکو کہیں عطار کہیں قطان کہا گیا ہے۔ اور یہ ظاہراً تصحیف کاتب کی ہے۔ کہا ہیں منزل زبالہ پر قافلہ سے جدا ہو گیا۔ جب پریشان پھرتے پھرتے رات ہوئی۔ تو ایک شجر بلند پر پناہ گیری کے لئے چڑھ گیا۔ چارونطرف اندھیرا چھا گیا تو دیکھا ایک جوان بلباس سفید ونورانی جس سے خوشبوئے مشک فائح تھی۔ وہاں آیا میں نے جہاں تک ہو سکا۔ اپنے تئیں شاخوں میں چھپایا۔ اس نے نماز کا تہیہ کیا۔ اور کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی۔ یامَنْ حاذ کل شیئے ملکوتاً وقہر کل شیئے جبروتاً اَلِجْ قلبی فَرَحَ الاقبال علیک والحقنی بمیدان المطیعین لک۔ اے خدا کہ تو ہر شئے پر از روئے ملکوت محیط ہے۔ اور از روئے جبروت ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ میرے قلب کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی خوشی دے۔ اور اپنے اطاعت گزاروں کے میدان تک میرا الحاق فرما۔

بعد ازاں نماز شروع کردی - جب میں نے دیکھا کہ اس کے اعضا میں آرام و حرکات میں سکون ہوا - تو میں درخت سے اتر کر اسجگہ پر گیا - جہاں اس نے نماز کی تیاری کی تھی دیکھا کہ اس مقام پر ایک چشمۂ آب جوش زن ہے - پس میں نے بھی وضو کیا - اور اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا - اسوقت دیکھتا ہوں کہ محراب ان کے لئے متمثل ہو گئی ہے - جب کسی آیۂ وعدہ وعید پر گزرتے - تو نالہ و زاری سے بار بار کہتے تھے - سیاہی شب کی دُور ہونے لگی تو کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی - یا مَن قصدہُ الضالون فاصابوہ مرشدا و امّہ الخائفون فوجدوہ معقلا ولجاء الیہ العابدون فوجدوہ موئلا متیٰ راحۃ من نصب لغیرک بدنہ و متی فرح من قصد سواک نبیتہٖ الٰھی لقشع الظلام ولم اقض من خدمتک وطرا ولا من حیاض مناجاتک صدرا صلِ علےٰ محمد واٰلہ وافعل بی اولی الامرین بک یا ارحم الرّاحمین -

(ترجمہ) اے وہ معبود کہ راہ گم کردگان نے اس کا ارادہ کیا - اسکو راہ بتانے والا پایا - اور خوفزدوں نے اس کا قصد کیا - جائے پناہ پایا - اور عبادت گزار اسکی طرف ملتجی ہوئے ان کا ملجا و ماوےٰ تھا - کہاں ہے راحت اس شخص کے لئے جس نے تیرے سوا کے لئے اپنے بدن کو تکلیف میں ڈالا - اور کب خوشی ہے اس کو جس نے اپنی نیت میں تیرے سوا کسی اور کا قصد کیا - خداوندا تاریکی شب دور ہوئی اور میں نے تیری خدمت سے مقصود حاصل نہیں کیا - اور نہ تیری مناجات کے حوضوں سے واپسی کا ارادہ کیا - درود بھیج محمد و آلِ محمد پر اور عمل میں لا میرے ساتھ جو دو کاموں سے تیرے نزدیک بہتر ہو اے بہت رحم کرنے والے رحم کرنے والوں کے -

راوی کہتا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ یہاں سے چلے جائیں - اور میں کشفِ حال نہ کر سکوں - میں اس سے لپٹ گیا - اور کہا تجھے اسی خدائے وحدہٗ کی قسم ہے جس نے رادۂ تعب و تکلیف کو تجھ سے ساقط کیا - اور رہبانیت کی لذت عنایت کی - رحمت کے پروں میں مجھ کو ڈھانپ لے - اور کنفِ محبت میں بسا لے - بتحقیق کہ میں گم کردہ راہ ہوں - کہا اگر توکل بخدا میں صادق ہوتا - تو راستے سے نہ بھٹکتا - مگر کچھ مضائقہ نہیں - میرے پیچھے پیچھے چلا آ - درخت کے نیچے آیا

تو میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین میرے قدموں کے تلے سے نکلی جا رہی ہے۔ روشنی صبح کی آشکار ہوگئی۔ تو کہا بشارت ہو تجھ کو کہ یہ مکہ ہے۔ پس شور مردم میرے کان میں آیا۔ اور حاجی چلتے پھرتے دکھائی دیئے۔ میں نے کہا تجھ کو قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی جس سے بروز قیامت جزائے اعمال کے امیدوار ہو۔ مجھے آگاہ کرو کہ تم کون ہو کہا قسم دی ہے۔ تو بتاتا ہوں میں علیؑ پسر حسینؑ پسر علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

خانہ کعبہ برکتِ وجود آنجناب سے دوبارہ تعمیر ہوا

علل الشرائع وغیرہ کتب حدیث میں ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ اس نے کہا جب حجاج نے عبداللہ زبیر کی لڑائی میں خانہ کعبہ کو مسمار کیا۔ لوگ اس کا ملبہ (تبرک جان کر) اٹھا لے گئے۔ اس کے بعد اسکی تعمیر کا موقع آیا۔ اور معمار آلات بنا لیکر حاضر ہوئے کہ کام شروع کریں۔ تو ایک مار عظیم وہاں ظاہر ہوا۔ اور انکو اس سے مانع آیا۔ وہ لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔ اور حجاج کے پاس جاکر کیفیت بیان کی۔ اسکو فکر ہوئی کہ تعمیر کعبہ ترک نہ ہو جائے منبر پر گیا اور کہنے لگا۔ کسی کو اس بلا کے دفعیہ کی جسمیں ہم مبتلا ہوئے تدبیر معلوم ہو تو اس کے بتانے میں دریغ نہ کرے۔ ہمکو اس سے آگاہ کرے۔ ایک پیر مرد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا اگر کسی کے پاس اس کا چارہ و علاج ہے۔ تو وہ شخص ہے۔ جس نے خانہ کعبہ کے نزدیک آکر اس کا طول و عرض معلوم کیا۔ پھر واپس چلا گیا۔ حجاج نے کہا وہ کون ہے۔ کہا علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام۔ کہا درست کہا تونے۔ وہ اس کے معدن ہیں۔ پس کسی کو بھیجکر حضرت کو بلایا۔ تشریف لائے تو یہ کیفیت آپ کے روبرو بیان کی۔ فرمایا اے حجاج تونے بنا ابراہیم و اسمٰعیلؑ کو خرابہ کے ملبہ راستے میں ڈالدیا۔ گویا تیرے باپ دادا کی میراث تھی۔ لوگ اس کا مصالحہ لوٹ لے گئے۔ اہل مکہ کو جمع کرکے منبر پر جا۔ اور کہہ جس کے پاس اس کے سنگ و خشت وغیرہ جو کچھ ہو۔ واپس کرے۔ ہر ایک نے جو شے جس کے پاس تھی حاضر کی۔ تو حضرت نے خود اسجگہ تشریف لیجاکر کام شروع کرایا۔ سانپ وہاں سے علٰحدہ ہوگیا۔ آپ نے بنیاد قواعد ابراہیم علیہ السلام تک کھدواکر دست مبارک سے بنا رکھی اور لوگوں کو وہاں سے ہٹا کر رداد

چارونطرف سے بلند ہوئیں۔ تو حکم دیا کہ پرانا ملبہ مٹی پتھر وغیرہ سب اس کے اندر بھر دو۔ اس سبب سے زمین خانہ کعبہ کی بلند ہوئی۔ کہ اس پر زینہ لگاکر چڑھتے ہیں۔

حجر اسود کو اس کے مقام پر دستِ مبارک سے نصب کرنا

بحار میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے محاربۂ ابن زبیر میں خانہ کعبہ کو منہدم کیا۔ پھر بحکم عبدالملک اسکو تعمیر کرنے لگا۔ اور نصب حجر اسود کا ارادہ کیا۔ تو جو عالم ان کے علماء سے اور قاضی ان کے قضاۃ سے اور زاہد ان کے زہاد سے پتھر کو اس کے مقام پر رکھتا۔ اسمیں جنبش پیدا ہوتی۔ اور کانپنے لگتا اور جگہ پر قائم نہ رہتا۔ اسوقت حضرت علیؑ بن الحسینؑ وہاں تشریف لائے۔ اور سنگ کو ان کے ہاتھوں سے لے کر بسم اللہ کہہ کر اس کے موقعہ پر رکھ دیا۔ وہ قائم ہوگیا۔ اسوقت شور تکبیر جماعتِ حاضرین سے بلند ہوا۔

حقیر مولف کہتا ہے۔ کہ اکثر احادیث امامیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حجر اسود جب اپنے محل و مقام سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ تو اس کو سوائے نبی مرسل یا امام معصومؑ کے کوئی اسکی جگہ پر نہیں رکھ سکتا۔ اس کے خلاف کرنا چاہیں تو کوشش بیفائدہ ہوگی۔ چنانچہ ایکبار بعہد رسالتؐ مآب کہ ہنوز آپ مبعوث بہ نبوت نہ ہوئے تھے۔ انہدام خانہ کعبہ کیوجہ سے حجر وہاں سے علیحدہ ہوا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ ہی نے اس کو وہاں نصب کیا تھا۔ کوئی دوسرا نہیں رکھ سکا تھا۔

چنانچہ کلینی علیہ الرحمۃ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ قریش نے ایام جاہلیت میں خانہ کعبہ کو خراب کیا۔ اور پھر اسکو بنانا چاہا۔ تو نہ بنا سکے۔ ایک نے ان سے کہا اپنا پاک و پاکیزہ مال لاؤ۔ کہ قطع رحم یا کسی اور حرام طریقہ سے حاصل نہ کیا ہو ایسا کیا تو مانع برطرف ہوا۔ اور بنا کرنے پر قدرت پائی۔ بروایتے سیل اعلاء مکہ سے آکر خرابی کعبہ کا باعث ہوئی۔ اسکو گرا کر نئے سرے سے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ایک سانپ پیدا ہوا اور آفتاب کو گہن لگا۔ قریش نے بگریہ وزاری درگاہ ایزدی میں دعا کی۔ کہ پروردگا

پس سانپ وہاں سے غائب ہوا

اور کھن موقوف ہوا۔ بہرکیف اسکی تعمیر حجر اسود کے مقام تک پہنچی۔ تو نزاع ہوئی۔ کہ کون پتھر کو اس کے مقام میں نصب کرے۔ اور قریب تھا کہ جنگ و جدل کی نوبت پہنچے۔ پس راضی ہوئے کہ جو شخص اول دروازہ بنی شیبہ سے داخلِ حرم ہو۔ وہی ہمارا حکم ہے اتفاقاً حضرت رسولِ خدا اس دروازہ سے داخل ہوئے۔ سب نے کہا امین آیا۔ اور بالاتفاق آپکی خدمت میں عرض حال کیا۔ آپ نے ردائے اقدس کو زمین پر بچھایا۔ اور حجر کو اس کے درمیان رکھا اور کہا قریش کے چار گروہوں سے ایک ایک آدمی آوے۔ اور چادر کا ایک ایک گوشہ پکڑ کر اٹھائے اور حضرت نے سنگ اسود کو دست مبارک سے اٹھا کر اس کے مقام پر رکھدیا۔ اس طرح نزاع برطرف ہوئی اور خانۂ کعبہ بنکر تیار ہوا۔

نیز۔ قطب راوندی نے خرائج میں ابو القاسم جعفر بن محمد قولویہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ سال ۳۳۷ھ میں جب قرامطہ[1] حجر اسود کو مکہ لے گئے۔ کہ اسکی جگہ جہاں سے اکھاڑ اٹھا نصب کریں۔ میں بغداد میں گیا اور تمام تر ارادہ میرا یہ تھا کہ اپنے تئیں مکہ پہنچاؤں۔ کیونکہ میں نے کتابوں میں پڑھا تھا۔ کہ جو شخص سنگ اسود کو اس کے مقام پر رکھے۔ وہ البتہ معصوم یا امام وقت ہوگا۔ چنانچہ حجاج کے زمانے میں امام زین العابدینؑ نے اس کو اسکی جگہ نصب کیا تھا۔ مگر سوءِ اتفاق سے میں انہیں دنوں بیمار ہوگیا۔ اور بیماری ایسی شدید ہوئی۔ کہ امید زیست منقطع ہوگئی۔ جب جانا کہ مدعائے دلی کو نہیں پہنچ

[1] قرمط باریکی کتابت کی۔ اور چلنے میں قدم پاس پاس رکھنا۔ قرامطہ گروہ خوارج کا۔ قرمطی ایک امتیں کا انہوں نے فساد فی الارض کیا۔ اور ۳۱۶ھ میں ابو طاہر قرمطی کی سرداری میں مکہ پر چڑھائی کی۔ اور حاجیوں کو قتل کرکے چاہ زمزم میں ڈالدیا۔ اور حجر اسود کو اسکی جگہ سے اکھاڑ لیا۔ میزاب رحمت کو بھی اکھاڑنے کا قصد رکھتے تھے مگر ایک آدمی انکا وہاں سے گر کر مر گیا۔ اس سبب سے اس سے باز رہے۔ حجر کی عوض مکہ میں انکو پچاس ہزار دینار دیتے تھے۔ مگر نہ مانے اور اسکو اپنے ہمراہ لیگئے۔ چنانچہ بیس سال سے زیادہ انکے قبضہ میں رہا۔ اسکے بعد واپس کیا۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ مکہ سے ہجر تک لے جانے میں چالیس شتر اس کے بوجھ سے دب کر مرے۔ حالانکہ ہنگام واپسی ایک شتر لاغر اسکو لے آیا جو اسکی برکت سے فربہ ہوگیا تھا۔ شیخ بہائی سے نقل ہوا ہے۔ کہ ان ظالموں نے علی بن بابویہ پدر شیخ صدوق محمد بن بابویہ کو

کو اپنا نائب کیا۔ اور عرضی لکھکر اپنی مہر ثبت کی۔ اسمیں لکھا کہ آیا میں اس موجودہ مرض میں
دنیا سے گزر جاؤں گا۔ یا ابھی اجل میں تاخیر ہے۔ اور اس شخص سے کہا میرا مطلب یہ ہے
کہ توجد وجہد کرے۔ اور جس شخص کو دیکھے کہ حجر کو اس کے مقام پر رکھدیا۔ یہ رقعہ اس کے
ہاتھ میں دیدینا۔ ابن ہشام مذکور کا بیان ہے۔ کہ میں مکہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ خدام بیت
الحرام اس فکر میں ہیں۔ کہ نصب حجر کریں۔ بہت سا روپیہ اس لئے دیا کہ میرے لئے اس
موقعہ پر جگہ کا انتظام کریں۔ اور ایک دو آدمی ایسے مقرر کردیں کہ ہجوم مردم میں میرے مددگار
رہیں۔ پس مینے دیکھا کہ گروہ ہا گروہ خلق ہر طبقہ اور ہر طائفہ سے وہاں حاضر ہوئی۔ اور چاہا
کہ حجر کو اسکی جگہ نصب کریں۔ مگر جو کوئی رکھتا سنگ میں لرزہ و اضطراب پیدا ہوتا اور کانپ
کانپ کر اپنے مقام سے نیچے گر جاتا۔ کسی صورت سے قرار نہ پکڑا۔ سب حیران تھے تا اینکہ
ایک جوان گندم گون خوش رو وہاں آیا۔ اور اس نے اکیلے اس پتھر[1] کو اٹھا کر اسکی جگہ رکھ
دیا۔ وہ ذرا نہ لرزا۔ جوان اسکو نصب کرکے وہاں سے چلا۔ اور ہجوم خلائق کو چیرتا باہر کا
رُخ کیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھکر اس کے پیچھے ہوا۔ وہ آگے جارہا تھا میں اس کے پیچھے
تھا ہجوم کو ہٹاتا تھا اور اسے دیکھتا تھا کہ کہیں بھیڑ میں نظر سے اوجہل نہ ہوجاوے اس
توحش و اضطراب میں قریب بہ جنون میری حالت پہنچی تھی۔ حتیٰ کہ تھوڑی دور جاکر بھیڑ کم
ہوئی تو وہ بزرگ مجھ کو افتاں و خیزاں آتا دیکھکر ذرا ٹھیرا اور میری طرف دیکھکر کہا وہ خط
ہمکو دو۔ اور میں نے خط دیا۔ تو بغیر اس کے کہ اسکو کھولکر دیکھے اور مضمون معلوم کرے کہا

---

[1] ۳۳۹ھ میں حجر اسود اپنے موقعہ و مقام پر واپس لایا گیا۔ اور اسکے لئے ایک طوق نقرئی جو کہ
اسکے ٹکڑوں کو باہم یکجا و بستہ رکھے (کیونکہ ابو طاہر قرمطی کی چوٹ سے حجر ٹوٹ گیا تھا) اس کے گرد چڑھایا۔
اس کا وزن تین ہزار سات سو ستتر (۳۷۷۷) درہم و نصف درہم تھا۔ محمد بن نافع خزاعی نے کہا میں نے حجر کو جبکہ
وہ اکھاڑا گیا تھا غور سے دیکھا تو سیاہی فقط اس کے سرے پر تھی۔ باقی تمام سفید تھا۔ اور اس کا طول استخوان
ساق دست کے برابر تھا۔ ۱۲ تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی

اس سے کہہ دینا کہ اس مرض میں جان کا خطرہ نہیں۔ زمان ناگزیر اس کو اب سے بیس سال بعد سنہ ۱۶۳ھ میں پیش آئیگا۔ اتنا کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ مجھ پر ایسا رعب ان کا چھایا کہ زبان بند ہو گئی۔ ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکا۔ متحیر وار کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کہ نظر سے غائب ہو گئے۔ وہاں سے واپس آ کر ابو القاسم سے ماجرے بیان کیا۔ وہ سال مذکور تک زندہ تھا وہ سال آیا تو کفن و قبر مہیا کر کے منتظر مرگ ہو بیٹھا تا اینکہ بیمار ہوا دوست آشنا عیادت کو آئے اور کہا امید شفا ہے۔ تمہاری بیماری ایسی شدید نہیں۔ کہا نہیں میرا ہنگام موعود آپہنچا۔ میں زندہ نہ رہوں گا۔ پس اسی مرض میں رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔

عبد الملک نے آپکو قید کرنا چاہا ناکام رہا

مناقب ابن شہر آشوب میں حلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم سے نقل کیا ہے۔ کہ اس نے باسناد خود ابن شہاب زہری سے روایت کیا۔ کہ اس نے کہا۔ جب عبد الملک کے آدمی حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام کو مدینہ سے غل و زنجیر پہنا کر شام کو لے چلے۔ تو میں نے آنحضرت سے ملاقات کرنی چاہی۔ جو نگہبان ان پر مقرر تھے۔ ان سے ملا اور اجازت طلب کی۔ کہ ذرا خدمت میں حاضر ہو کر سلام سے مشرف ہوں۔ اجازت ہوئی تو داخل ہوا۔ کیا دیکھا پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتکڑیاں گلے میں طوق پڑا ہے۔ یہ حال دیکھکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور عرض کی کاش میں حضرت کی جگہ اسیر ہوتا۔ اور آپ اس بلا میں نہ پڑتے۔ یہ سنکر متبسم ہوئے۔ اور فرمایا اے زہری تیرا خیال ہے کہ اس غل و زنجیر سے مجھ کو ایذا ہوتی ہوگی۔ ہاتھ پاؤں زنجیر سے نکال کر فرمایا پس اسکی اتنی حقیقت ہے۔ پھر فرمایا اے زہری جب تمکو ایسی حالت پیش آوے۔ تو عذاب آخرت کو یاد کرو۔ اور اس سے خائف و ترساں ہو۔ اے زہری میں دو منزل سے زیادہ ان کے ساتھ نہ جاؤں گا۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے چار روز بعد دیکھا تو درحقیقت چوکیدار حیران و پریشان مدینہ میں پھرتے اور آنحضرت کی جستجو کرتے ہیں۔ اور آنحضرت کا نشان نہیں پاتے۔ انکا بیان تھا کہ ہم بدستور ان کے گرد چوکی پہرہ پر لگے ہوئے تھے۔ کہ یک بیک دیکھا ہمنے کہ غل و زنجیر بکھرے پڑے

ہیں۔ اور وہ وہاں نہیں۔ زہری راوی روایت ہذا کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد مجھ کو شام جانے کا اتفاق ہؤا۔ وہاں عبد الملک سے ملاقات ہوئی۔ وہ مجھ سے آنحضرت کا حال پوچھنے لگا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا۔ بیان کیا۔ بولا قسم خدا کی۔ جس روز مدینہ میں انکی تلاش ہو رہی تھی۔ وہ یہاں میرے گھر پر تشریف لائے۔ اور کہنے لگے مَا اَنَا وَ اَنْتَ تجھ کو مجھ سے کیا کام ہے۔ اور مجھے تیرے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ میں نے کہا چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف رکھیں۔ کہا میں تیرے پاس رہنا نہیں چاہتا۔ یہ کہکر وہاں سے نکلے اور چلے گئے۔ خدا کی قسم میرے اوپر اس قدر ہیبت انکی چھائی کہ خلوت میں آکر دیکھا تو پاجامہ نجس ہو گیا تھا۔ زہری کہتا ہے میں نے کہا علی بن الحسینؑ ہمیشہ طاعتِ حق میں مشغول ہیں۔ انکی طرف بدی کا گمان نہ لے جاؤ۔ عبد الملک نے کہا خوشا حال اس کا جوان کے شغل میں مشغول ہو۔

سعید بن مسیّب نماز جنازہ آنحضرت سے محروم رہے

نیز مناقب میں ہے کہ سعید بن مسیّب سے کہا گیا۔ کہ تم نے نماز جنازہ امام زین العابدینؑ کیوں نہ پڑھی۔ کہا میں نے آنحضرت سے سنا تھا۔ کہ بواسطہ اپنے آباء طاہرین رسول اللہ سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے جبرئیل امین سے اور جبرئیل نے حضرت رب العالمین سے روایت کی ہے۔ کہ اس سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا اے رسول میرے۔ کوئی بندہ میرا نہیں کہ میرے اوپر ایمان لائے اور تصدیق کرے میری اور تمہاری مسجد میں تنہائی کے وقت دو رکعت نماز بجالائے۔ الّا یہ کہ میں گزشتہ و آیندہ گناہ اس کے بخشدونگا۔ مجھ کو کوئی اس سے بہتر نہ معلوم ہوئی۔ کہ لوگ آنحضرت کی نماز کے لئے جائیں۔ اور میں انکے پیچھے دو رکعت نماز تنہائی میں مسجد میں بجالاؤں۔ اس کے سوا کوئی موقعہ اس کا نظر نہ آیا۔ جوہیں نماز شروع کی ایک تکبیر کی آواز آسمان سے آئی۔ ایک زمین سے اس کے جواب میں آئی۔ پھر دو تکبیریں آسمان و زمین سے اور بلند ہوئیں۔ میں ہول و ہیبت سے ان تکبیروں کے منہ کے بھل زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد زمین و آسمان سے اور سات سات تکبیریں پے درپے سنائی دیں اتنے میں نماز جنازہ آنحضرت کی ختم ہو گئی۔ اور لوگ اس سے فراغت پاکر مسجد میں آنے لگے۔ پس

مجھ کو نہ نماز جنازہ آنحضرت نصیب ہوئی۔ نہ مسجد میں دو رکعت تنہائی میں پڑھ سکا۔ اِنَّ هٰذا لهو الخسران المبین۔ بیشک یہ بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔ پھر رو کر کہنے لگا میں نے تو اپنے لئے بھلائی ہی چاہی تھی مگر بد قسمتی کا کیا علاج۔ کاش میں نماز جنازہ آنحضرت میں شریک ہوتا۔ اور مسجد میں اکیلا نہ ٹھیرتا۔

عالم آخرت کا دنیا میں دکھا دینا

بُرسی نے مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ ایک مرد نے علیؑ بن الحسینؑ سے کہا ہم کو اپنے دشمنوں سے کس بات میں فوقیت ہے۔ حالانکہ بعض ان سے ہماری نسبت زیادہ صاحب جمال و خوبرو ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی فضیلت انکے اوپر دیکھنا چاہتے ہو۔ کہا ہاں حضرت نے دست مبارک اپنا اسکے چہرہ پر پھیرا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور دیکھکر مضطرب و پریشان ہوا۔ اور عرض کی فدا ہوں حضرت پر مجھ کو اپنی پہلی اسی حالت پر پھیر دیجئے۔ کیونکہ اسوقت مسجد میں مجھ کو سوائے خرس و سگ و قردکے دوسری شے نہیں دکھائی دیتی حضرت نے دوبارہ اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ وہ اپنی حالت سابق پر چلا گیا۔ (بندر ۱۲)

شجر و مدر آپکی تسبیح کا جواب دیتے تھے

زہری نے سعید بن مسیّب سے نقل کیا۔ اس کا بیان ہے کہ حج کے بعد لوگ مکہ سے نہیں نکلتے تھے۔ جبتک کہ علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام وہاں سے روانہ نہ ہوتے ایکبار آپ بر آمد ہوئے تو میں بھی ہمراہ رکاب تھا۔ ایک منزل پر نزول اجلال ہوا۔ تو دو رکعت نماز بجالائے اور سجدہ میں جاکر ایک تسبیح پڑھی۔ کہ کوئی درخت و سنگ و کلوخ زمین پر نہ رہا الا اس نے حضرت کے ساتھ تسبیح پڑھی۔ میں یہ صورت دیکھکر ڈر گیا۔ سجدے سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ اے سعید تمکو خوف ہوا۔ میں نے عرض کی ہاں یا ابن رسول اللہ بیشک یہ صورت دیکھکر خوف مجھ پر طاری ہوا۔ فرمایا هٰذا التسبیح الاعظم یہ تسبیح تسبیح بزرگ ہے۔

نیز سعید نے کہا قاریانِ قرآن امام زین العابدینؑ کے ساتھ ہی حج کو جاتے اور انکے

ساتھ رہتے۔ وہ حضرت ان کے لئے ستو (سکو) شیرینی و ترش مہیا فرماتے۔ خود نہ کھاتے انکو کھلاتے میں ایکروز خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں۔ قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی کہ سعید کی جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ ہر سنگ و حجر و مدر و بار برداری آپ کے کلام کا انہی الفاظ میں آپکا جواب دے رہے ہیں۔ جو آپکے منہ سے نکلے ہیں۔

حضرت محمد باقرؑ کا بچپن میں کنوئیں میں گرنا و باعجاز آنحضرت زندہ وسلامت نکل آنا

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتب معتبرہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ آپ کا فرزند دلبند محمد باقرؑ کہ طفل صغیر تھا۔ کنوئیں میں گر پڑا۔ یہ کنواں مکان زنانہ میں بہت گہرا تھا۔ ماں نے بچے کو گرتے دیکھا تو چیخ ماری۔ اور کنوئیں کی مینڈھ پر آکر اپنے تئیں اس پر مارتی اور چلاتی اور فریاد کرتی تھی۔ کہ یا ابن رسول اللہ تمہارا بیٹا محمدؑ غرق ہوگیا مگر حضرت بدستور نماز میں مصروف تھے۔ بچے کی رونے اور بلبلانے کی آواز آپ کے کان میں آرہی تھی مگر اصلا خبر نہ ہوتی تھی۔ اسکو دیر ہوئی تو بچہ کو تڑپتا دیکھ کر بیتاب ہوگئی اور کہنے لگی ما اقسی قلوبکم یا اھلبیت رسول اللہ اے خاندانِ رسالت تم بہت ہی سنگدل ہو۔ مگر حضرت نے بغیر کامل و تمام کئے نماز کو نہ چھوڑا۔ نماز ختم کر کے اٹھے اور کنوئیں کے کنارے پر جا کر بیٹھے۔ اور دست مبارک اپنا اس کے اندر بڑھایا۔ تا اینکہ اسکی تہ تک پہنچا۔ حالانکہ دراز رسی اسمیں جاتی تھی۔ اور امام محمد باقرؑ کو اس کے اندر سے نکالا۔ آپ اسوقت ہنستے اور کھیلتے تھے اور لطف یہ کہ بدن اور کپڑا ذرا تر نہ ہُوا تھا۔ فرمایا ھاك یا ضعیفۃ الیقین باللہ یہ لے اپنا بچہ اے خدا پر ضعیف عقیدہ رکھنے والی۔ وہ بچہ کو صحیح و سالم پا کر ہنس پڑی۔ مگر ضعف یقین کے طعن سے بیچین ہوگئی۔ اور رونے لگی۔ فرمایا لا تثریب علیك الیوم آج تجھ پر کوئی گرفت و مواخذہ نہیں۔ لیکن اگر تو جانتی کہ کس خداوند جبار کے آگے میں کھڑا تھا۔ تو بہتر تھا۔ اگر میں اسکی

طرف سے منہ موڑ لینا اور اسکی وجہ سے وہ مجھ سے اپنی روئے رحمت پھیر لیتا۔ تو پھر کس کے رحمت و غفران کی امید رکھنا۔

مؤلف اوراق کہتا ہے کہ معجزہ کنوئیں میں ہاتھ ڈالکر بچے کے نکالنے اور اس کے اصلا متضرر نہ ہونے کا معروف و مشہور رہے۔ اور کتب سنی و شیعہ میں مذکور۔ مولانا مفتی محمد عباس شوشتری لکھنوی طاب ثراہ نے اپنی معروف مثنوی بنیاد اعتقاد میں اس کو لباس نظم پہنایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

یوسف گرے جو چاہ میں یعقوب روتے تھے	ہر چند وہ نبی تھے۔ مگر خوب روتے تھے
باقر گرے کنوئیں میں تھے عابد نماز میں	اصلاً نہ فرق آیا تھا راز و نیاز میں
لڑکے کی والدہ نے بہت آہ و زاری کی	اُلفت نے اسکی جوش کیا بیقراری کی
حضرت کے حق میں بے ادبی سے بھی کچھ کہا	پر وہ امام حق کی عبادت ہی میں رہا
فرض خدا کو جبکہ بخوبی ادا کیا	لڑکے کو معجزے سے کنوئیں سے رہا کیا
پھیلائے ہاتھ جا کے کنوئیں کے کنارے پر	فرزند کا نکلنا تھا موقوف اشارے پر

صدر اوّل میں تا عہد حیات شیخ عبد الحق دہلوی وہ کنواں اور وہ مکان جہاں یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ مدینہ میں بھی شہرت رکھتا تھا۔ لوگ اس کنوئیں کا پانی لے جاتے بیماروں کو پلاتے وہ شفایاب ہوتے تھے۔ شیخ عبد الحق جذب القلوب میں بیان قبور و قبہاء مدینہ میں بذیل حال قبۂ اسمٰعیل بن جعفر صادق لکھتے ہیں۔ کہ بناء او پیش از بناء سور مدینہ است بانئے وے ابن ابی الہیجا ماست از وزراء ملوک عبیدئین و مجدد عمارات مساجد فتح است عمّرہ سنۃ ست و اربعین وخمسمأتہ گویند عرصۂ این مقام و حوالی آن از جانب شمالی تا درخانہ امام زین العابدین بود۔ سلام اللہ علیہ۔ و درمیان باب خارج و باب روضہ چاہے است منسوب بحضرت امام زین العابدین کہ آب او شفاء علیلاں و دواء بیماران ست۔ آوردہ اند کہ امام محمد باقر در حالت صغیر السن درآن چاہ افتادہ امام زین العابدین در نماز بود از غایت حضور و توکل و رضا بقضاء الٰہی جل و علی کہ داشت قطع نماز نہ کردہ انتہیٰ۔

دیکھئے یہاں شیخصاحب نے بمقتضاء اپنی سنیت کے پوری حکایت کے نقل سے جی چرایا

یعنی انکو گوارا نہ ہوا۔ کہ معجزہ امامؑ کہ نماز تمام کر کے آپ سر چاہ پر آئے۔ اور ہاتھ بڑھا کر بچہ کو زندہ وسلامت کنوئیں سے نکال لیا" کا ذکر کر جاتے۔ مگر جسقدر آپ لکھ گئے۔ وہ بھی حقیقت حال کے ظاہر ہونے کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ جب بقول انکے حضرت سجادؑ نے بباعث حضور قلب وغایت توکل و رضاء بقضاء الٰہی قطع نماز نہ فرمایا۔ تو اس سے استنباط ہو سکتا ہے کہ ضرور عون الٰہی شامل حال آنحضرتؑ کے ہوئی۔ اور انکا فرزند دلبند قعر چاہ میں غرق ہونے سے محفوظ رہا۔ اور بلا کسی ضرر و کلفت کے اس مہلکہ سے صحیح و سالم نکل آیا ہوگا۔ تب تو اس کنوئیں کا پانی دوا و شفاء بیماران و علیلان ہوا۔ برعکس صورت میں وہ پانی نجس و موجب نفرت سمجھا جاتا نیز جب دیکھتے ہیں کہ محمد باقرؑ بڑے ہو کر اپنی عمر طبعی کو پہنچے۔ تو بجز اس کے کہ وہ باعجاز امام زین العابدینؑ کنوئیں سے زندہ نکل آئے۔ دوسرا احتمال ہی نہیں رہتا۔

حضور قلب و استغراق نماز کی دوسری حکایت

نیز مناقب میں ہے کہ آنحضرت علیؑ بن الحسینؑ محراب عبادت میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابلیس لعین بشکل افعی (مار سیاہ) جس کے دس سر تھے۔ اور دندان تیز آنکھیں منقلب بحمرت محل سجدہ کی زمین کے اندر سے نکل کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور دراز ہونے لگا۔ مگر آپ پر مطلق اثر خوف نہ ہوا۔ بلکہ آنکھ اٹھا کر اسکی طرف نہ دیکھا۔ پس وہ پائے مبارک پر گرا اور سر انگشتان کو دانتوں سے دبانے اور آتش درون ان پر پھونکنے لگا۔ حضرت اسوقت بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور نگاہ نہ کی۔ اور قدمہاء مبارک انکی جگہ سے نہ سرکائے۔ نہ نماز و قراءت میں کسی قسم کا شک و وہم آنحضرت کو عارض ہوا۔ حتّٰے کہ اس مردود پر آسمان سے ایک شہابہ سوزندہ گرا۔ اس کا احساس ہوا تو چیخ ماری اور بشکل سابق حضرت علیؑ بن الحسینؑ کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا۔ پھر کہا اے علیؑ تم موافق اپنے لقب کے درحقیقت سید سردار عابدان ہو۔ اور میں وہی ابلیس ہوں قسم خدا کی میں نے تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام سے لیکر تمہارے تک انبیاء و اوصیاء کی عبادت دیکھی۔ تمہارے اور تمہاری عبادت کے برابر دوسرا میری نظر سے نہیں گزرا۔ پھر یہ دیکھکر کہ اس کا کوئی قول و فعل حضرت کو نماز سے باز نہیں

رکھ سکتا۔ وہاں سے چلا گیا۔ آپ نے جسقدر مقصود تھا نماز تمام کی۔ انتہی۔ حقیر مؤلف کہتا ہے اس سے پہلے بیان القاب شریفہ میں قریب قریب اس مضمون کی ایک روایت کشف الغمہ سے نقل ہوئی ہے۔ مگر یہ روایتِ مناقب اس سے چند امور میں مختلف ہے اس لئے یہاں مکرر نقل ہوئی۔ اور یہی وجہ بعض دیگر مکررات کی ہے۔

سلاحہائے رسول اللہ آنحضرت کے پاس تھے

نیز مناقب میں سعید بن جبیر سے منقول ہے۔ کہ ابو خالد کابلی نے کہا۔ میں حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ارادہ تھا کہ حضرت سے سلاح ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بابت دریافت کروں۔ کہ آیا آپ کے پاس ان میں سے کوئی شے ہے۔ نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ تو پہلا کلام آپ کا یہ تھا۔ کہ فرمایا تریدان اریک سلاح رسول اللہ اے ابا خالد تو چاہتا ہے کہ ہم تجھے رسول اللہ کے سلاح معائنہ کرائیں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ قسم خدا کی میری اسوقت خدمت میں حاضر ہونے کا بڑا سبب یہی تھا۔ یہی چاہتا تھا کہ حضور سے اسکی بابت سوال کروں۔ آپ نے میرے دلکی بات بتلا دی۔ بس ایک صندوق اور ایک کلاں ڈبہ منگایا۔ اور ایک انگشتری نکالی۔ کہ یہ رسول اللہ کی انگشتری مبارک ہے۔ پھر زرہ نکالی۔ کہ یہ آنحضرت کے پہننے کی زرہ ہے۔ بعد ازاں تلوار نکالی۔ کہ دیکھو یہ ذوالفقار ہے اور عمامہ نکال کر دکھایا۔ کہ اسکو سحاب کہتے ہیں۔ اور نشان مبارک دکھایا کہ اس کا نام عقاب تھا۔ اور عصا دکھائی۔ کہ چوب سکب[۱] سے ہے۔ اور نعلین عربی دکھائی کہ آنحضرت کی نعلین مبارک ہیں۔ اور ردا نکالی کہ یہ آپکی چادر ہے۔ جسکو جمعہ کے روز اوڑھکر اصحاب کے درمیان خطبہ کہا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی اشیا نکالکر دکھائیں میں نے کہا خدا مجھ کو آپ پر فدا کرے۔ میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔

---

[۱] سکب بالفتح ایک قسم کا خوشبودار درخت ہوتا ہے۔ ۱۲

دشمنانِ دین کے عذاب کو دنیا میں دیکھتے اور دکھاتے تھے

مناقب بن شہر آشوب میں یحییٰ بن ام الطویل سے نقل کیا۔ کہ اس نے کہا۔ ابو جعفر محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ سفرِ شام میں تھا۔ وہ اپنے استر پر سوار آگے جاتے ہیں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ کہ یک بیک خچر سواری آنحضرت کا بھڑکا۔ دیکھا تو ایک مرد جس کے گلے میں زنجیر پڑی تھی آگے آیا۔ اور ایک اور آدمی اس کے پیچھے تھا۔ اس پہلے مرد مسلسل نے بالحاح کہا یا علیؑ بن الحسینؑ اِسقنی۔ اے حسینؑ کے بیٹے علیؑ میں پیاسا ہوں مجھ کو پانی پلاؤ۔ پچھلے آدمی نے کہا لا تسقہ لا سقاہ اللہ اسکو پانی نہ دینا خدا اسے سیراب نہ کرے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ یہ ملک شام کا شروع تھا۔ یہ عاصی کہتا ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل امیرالمومنینؑ کے معذب ہونے کا قصہ مشہور ہے۔ کہ ایک طائر اس پر مسلط ہے جو اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نگل جاتا ہے۔ پھر چار مرتبہ چار ٹکڑے قے کرتا ہے۔ جو جمع ہو کر وہ شخص و شکل منحوس کامل ہوتی اور جان اسمیں پڑتی ہے۔ تا اینکہ وہی پرندہ پھر اپنی منقار سے اسکو توڑتا اور نگلتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی عذاب میں روز قیامت تک مبتلا رہیگا۔ اوپر کی روایت میں آپکے دوسرے دشمن معاویہ بن ابی سفیان کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔ ہر چند اسمیں نام نہیں بتایا الا بقرینہ ایک اور اسی قسم کے روایت کے اس کے سوا کوئی دوسرا مراد ہو نہیں سکتا۔ اور روایت بحار میں ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اپنے باپ محمد باقرؑ کے ساتھ مکہ کو جا رہا تھا۔ ہم دونوں دو ناقوں پر سوار تھے۔ وادی صجنان میں پہنچے تو اکمرد ہمارے سامنے آیا۔ جس کے زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کو کھینچتا ہوا آیا اور کہا یا ابن رسول اللہ اِسقنی سقاک اللہ۔ مجھ کو پانی پلاؤ۔ خدا تمہیں پانی پلائے۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص آیا۔ اور زنجیر کو کھینچا اور کہا یا ابن رسول اللہ اس کو پانی نہ دینا۔ خدا اسکو سیراب نہ کرے جناب صادقؑ کہتے ہیں میرے باپ میری طرف دیکھنے لگے۔ کہ اے جعفر اس کو پہچانتا ہے۔ یہ معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

وفات آن برگزیدۂ کائنات

بنابر مشہور وفاتِ آنحضرت بروز شنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۹۵ھ کو بمقام مدینہ سکینہ واقع ہوئی۔ روز وفات میں اختلاف نہیں۔ مگر تاریخ وفات بعض علمانے ۲۵ ۔ اور بعضوں نے ۱۶ ۔ اوروں نے ۱۲ محرم لکھی ہے۔ اور سال وفات بعض کے نزدیک ۹۴ھ ہے مگر کلینی علیہ الرحمہ نے ۹۵ھ ہی کا قول اختیار کیا ہے۔ اور تذکرہ خواص الائمہ ابن جوزی سے نقل ہوا ہے۔ کہ صحیح ترین اقوال ۹۴ھ کا ہے۔ جسکو سنۃ الفقہاء کہتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں فقہا و علما مدینہ کثرت سے فوت ہوئے۔ علیؑ بن الحسینؑ سید الفقہاء تھے۔ آنحضرتؑ نے شروع سال میں قضا کی۔ ان کے بعد سعید بن مسیب۔ عروہ بن زبیر۔ و سعید بن جبیر وغیرہ فوت ہوئے۔ سن شریف جناب عابدؑ کا ہنگام وفات ۵۷ سال کا تھا۔ موافق سن مبارک اپنے پدر گرامی قدر سید الشہدا صلوات اللہ علیہ کے۔ دو سال اپنے جد امجد امیر المومنینؑ کے ساتھ رہے۔ دس سال خدمت عم بزرگوار امام حسنؑ میں بسر کئے۔ دس برس زمانۂ امامت پدر بزرگوار امام حسینؑ میں گزرے۔ ۳۵ سال باقی زمانۂ امامت آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا ہے۔ بمقام جنت البقیع گورستانِ مدینہ میں پہلوئے عم نامدار حسنؑ مجتبیٰ میں دفن ہوئے۔ جہانکہ ثانی الحال فرزند ارجمند آپ کے حضرت محمد باقرؑ اور پسر ان کے جعفر صادق علیہم السلام مدفون ہوئے۔ اسی وجہ سے اس زمین جنت آئین کو شرافت کامل حاصل ہے۔ اور وہ ان بقعہائے مبارک سے ہے۔ جہاں کوئی بھی دفن ہو۔ بشرط ایمان صحیح بے حساب داخل بہشت ہوگا۔

علّت وفات

بہت سی احادیث سے کہ بوجہ عموم وارد ہوئی ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکو زہر دے کر شہید کیا۔ اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے روایت کی ہے۔ کہ ولید بن عبد الملک کے زہر سے فوت ہوئے۔ بعضوں کا قول ہے۔ کہ ہشام بن عبد الملک بزمانِ ولیعہدی اس حرکت کا مرتکب

ہوا۔ کیونکہ مسجد الحرام میں ہنگام استلام حجر الو فراس فرزدق کی مدح سرائی آنحضرتؑ سے
شامیوں کے آگے بہت ذلیل ہوا تھا۔ اس لئے تعجب نہیں کہ کھسیانا ہو کر بکمال غم و غصہ
آپکو زہر دلوایا ہو۔ مگر سید ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں جو صلوات کبیرہ نقل کی ہے اس
میں درج ہے وضاعف العذاب علے من قتلہ وھو الولید پروردگارا تو مضاعف
کر عذاب کو اس شخص پر جس نے آنحضرتؑ کو قتل کیا ہے۔ کہ وہ ولید بن عبد الملک بن مروان
ہے۔ اور ابن طلحہ نے فصول مہمہ میں لکھا ہے۔ کہ جس نے جناب سجادؑ کو جام زہر پلوایا ولید تھا کو
ہے اس لئے قوی یہی ہے کہ قاتل آنحضرتؑ ولید ہے۔ لعنۃ اللہ علیہ

بحار میں ہے کہ ابو جعفر محمد باقرؑ نے فرمایا کہ شب وفات میں خدمت میں اپنے والد والا
شان کے حاضر تھا۔ فرمایا پانی وضو کے لئے لاؤ۔ حاضر کیا تو بغیر اس کے کہ اسکو ملاحظہ کریں
فرمایا یہ پانی نجس ہے۔ اسمیں میتہ ہے باہر آکر چراغ سے دیکھا تو موش مردہ اسکے اندر تھا
وہ گرا کر اور پانی لیا گیا۔ اس سے وضو کیا اور فرمایا اے فرزند یہ وہ رات ہے جسمیں مجھ سے
وفات کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اور محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے۔ کہ اس نے کتاب الامامہ میں روایت کی کہ
علیؑ بن الحسینؑ کے انتقال کا وقت آیا تو امام باقرؑ سے فرمایا اے فرزند آج کون شب ہے
عرض کی فلاں شب ہے۔ پھر فرمایا تاریخ کیا ہے۔ وہ بھی گزارش کی۔ تو فرمایا یہ وہ رات
ہے جسمیں مجھ سے وعدۂ مرگ کیا گیا ہے۔ پھر آپ برائے وضو طلب کیا۔ حاضر کیا تو فرمایا
اسمیں چوہا پڑا ہے۔ بعض حضار نے کہا کہ یہ حالت ہذیان ہے۔ مگر چراغ سے دیکھا گیا تو واقعی
اسمیں موش موجود تھا۔ اسکو گرا کر پاک پانی لائے۔ تو وضو کرکے نماز پڑہی۔ اور اسی رات کو
آخر شب میں رحمت خدا کیطرف انتقال فرمایا۔

نیز مروی ہے کہ مشروبات سے کوئی شئے آپ کے لئے لائی گئی۔ تو پینے سے انکار کیا
اور فرمایا ہذہ اللیلۃ اللتی وعدنا ان نقبض فیہا۔

نیز امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ کہ بوقت وفات میرے والد نے مجھ کو سینہ سے لگایا اور
فرمایا اے پسر اسوقت میں تمکو وہ وصیت کرتا ہوں۔ جو میرے باپ نے بوقت رحلت مجھکو

کی تھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ خبردار اس شخص پر کبھی ظلم نہ کرنا جس کا خدا کی طرف سے تیرے سوا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو۔ بروایتے فرمایا۔ میرے لئے قبر کھودو۔ اور وہ بہت گہری ہو۔ یہ کہکر چادر اپنے اوپر کھینچ لی اور جان بحق ہوئے۔

اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا علیؑ بن الحسینؑ کا وقت وفات آیا۔ تو آپ نے سورہ انّا فتحنا اور سورہ اذا وقعت الواقعہ کو تلاوت فرمایا اور بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوّا من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین۔ یعنی تمام حمد ثابت ہے خدا کے لئے ہی جس نے جو وعدہ ہمارے ساتھ کیا تھا اس کو پورا کیا اور زمین بہشت کا ہمکو وارث بنایا۔ کہ جس جگہ چاہیں اس میں رہیں۔ پس اچھا اجر و ثواب ہے کام کرنے والوں کے لئے۔ یہ کہا اور روح آنحضرتؑ نے باغہائے بہشت کی طرف پرواز کیا۔

اور حضرت باقرؑ نے فرمایا کہ بیٹے اپنے باپ کو غسل دیا تو پارچہ کے نیچے سے ہاتھ پھیر کر دلا کی کی۔ اور عورتین کے دھونے کا وقت آیا تو کنیز ام ولد آنحضرتؑ کو بلایا اس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔

سعید بن مسیب نے کہا کہ علیؑ بن الحسینؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا تو زن و مرد صغیر و کبیر صالح و طالح آپ کے لئے محزون ہوئے۔ اور ان کے جنازے پر حاضر ہوئے اسوقت مجھ کو وہ حدیث کہ آنحضرت سے سنی تھی یاد آئی۔ کہ جو مومن مسجد رسول اللہ میں بحالت تنہائی دو رکعت نماز بجالائے حق تعالےٰ اس کے آیندہ و گزشتہ گناہ بخشدیگا۔ میں نے کہا اگر کوئی وقت اس حدیث پر عمل کرنے کا ہے۔ تو وہ آج ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت مسجد میں باقی تھے وہ بھی نماز جنازہ کے لئے چلے گئے۔ اور مسجد خالی ہو گئی۔ میں جلدی سے نماز کے لئے اٹھا۔ جونہی نماز شروع کی ایک تکبیر کی آواز آسمان سے آئی۔ اس کے جواب میں زمین سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی پھر دوبارہ صدائے تکبیر آسمانی بلند ہوئی۔ اور اس کا جواب بدستور تکبیر زمین نے دیا۔ ہیبت مجھ پر چھاگئی اور غش کھاکر منہ کے بھل زمین پر گرا۔ اتنے میں آسمانی مکبر نے سات مرتبہ تکبیر کہی۔ اور زمین کے تکبیر گو نے سات دفعہ تکبیر کہہ کر اس کا جواب دیا۔ پس نماز جنازہ آنحضرتؑ ختم ہو گئی۔ اور لوگ

جلدی اسکے ۔ پس نہ پھر تو نماز جنازہ آنحضرت نصیب ہوئی۔ نہ دوکعت تنہائی ہیں بجا

لاسکا۔ علی بن زید راوی کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے سعید میں تمہارے مقام پر ہوتا۔ تو نماز

جنازہ آنحضرت کبھی نہ چھوڑتا بے شبہ یہ خسران مبین ہے۔ سعید رونے لگا۔ کہ میں نے تو

بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا۔ کاش مجھ سے نماز جنازہ آنحضرت فوت نہ ہوتی۔ کیونکہ علی بن الحسینؑ

جیسا مقدس شخص میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

مروی ہے کہ دم آخر میں اپنے ناقہ سواری کی بابت اپنے پسر محمد باقرؑ کو وصیت کی کہ اس

کو تھان پر بندھے رکھنا۔ اور آب و علف اس کے لئے مہیا کرنا۔ مگر حضرت کی وفات کے بعد

ناقہ وہاں نہ ٹھہرا۔ نکل کر قبر شریف پر گیا۔ اور سر و گردن کو تربت منبعث سے ملتا تھا اور چیختا

اور چلاتا اور جوئے اشک آنکھوں سے بہاتا تھا۔ جناب باقرؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہاں تشریف

لے گئے اور فرمایا مه قومی الاٰن بارك الله فيك ۔ صبر کر خدا تجھے برکت دے اور اب یہاں

سے اٹھ کھڑی ہو۔ پس ناقہ حضرت کے ساتھ ساتھ آیا۔ اور اپنے مقام پر آکر کھڑا ہو گیا۔ مگر

تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ پھر وہاں سے نکلا۔ اور قبر پر جاکر بدستور رونے اور فریاد کرنے

لگا۔ اور سر و گردن کو قبر اطہر پر مارتا تھا۔ یہ خبر سنکر پھر حضرت تشریف لے گئے۔ اور دوبارہ

کلمات مذکورہ ارشاد فرمائے۔ مگر اب کے ناقہ پر اثر نہ ہوا۔ وہاں سے نہ ہلا۔ آپ نے فرمایا اس

کو چھوڑ دو۔ جو چاہے سو کرے۔ تحقیق یہ قبر شریف سے رخصت ہوتا ہے۔ یہاں جدا ہوگا اور

یہیں جان دیگا۔ چنانچہ تین روز اسی کرب و بے چینی میں رہ کر جان بحق ہوا۔ حضرت نے حکم دیا

کہ گڑھا کھود کر اسکو دفن کریں۔ کہتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ نے اس پر چالیس حج کئے کبھی

تازیانہ نہ لگایا۔ تازیانہ کو زین میں لٹکا دیتے۔ اور مدینہ سے مکہ اور مکہ سے مدینہ کو آتے۔ اور

تازیانہ بدستور زین سے لٹکا رہتا۔

ازواجِ مطہرات

عمدۂ ازواج آنحضرتؑ ام عبد اللہ بنت حسنؑ مجتبیٰ بن علیؑ مرتضیٰ ہیں۔ جو ابو جعفر محمد باقرؑ

و عبد اللہ الباہر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ان کے علاوہ ایک زوجۂ منکوحہ قبیلہ بنی شیبان سے

تھیں منقول ہے۔ کہ آپ نے بعض مشاہد مکہ میں ایک عورت کو دیکھ کر پسند کیا۔ اور اس سے عقد کی خواہش کی اور نزاضی طرفین پر نکاح ہوگیا۔ بروایت کافی ایک مرد شیبانی ساکن بصرہ جس کا نام عبدالملک بن حرملہ تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے کہا تیرے کوئی بہن ہے۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا اس کے ساتھ میرا عقد کردے۔ بہرکیف ایک مرد انصاری آپ کے دوستوں سے تھا۔ وہ اس تزویج پر محزون و دلگیر ہوا۔ اور تحقیق کے درپے رہا۔ آخر سراغ پایا کہ وہ بی بی قبیلہ شیبان کی شاخ ذی المجدین سے ایک اونچے گھرانے کی ہے۔ عرض کی جعلتُ فداك یا ابن رسول اللہ۔ میرے دلمیں حضرت کی اس تزویج کی بابت خیالات تھے۔ کہتا تھا کہ آپ نے ایک مجہول النسب عورت کے ساتھ شادی کرلی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ بنی شیبان سے اچھے خاندان کی ہے۔ فرمایا میں ابتک تجھ کو زیرک و ذیشعور جانتا تھا۔ تجھ کو اتنا معلوم نہیں کہ اسلام نے خسامت نسب کو اٹھادیا۔ اور اس نقصان کا جبر فرمادیا۔ ایسے امور پر ملامت کرنا رسوم جاہلیت سے تھا مسلمان کے لئے اسمیں ملامت کرنے یا سننے کا موقعہ نہیں۔

دیگر مروی ہے کہ آنحضرت نے ایک اور شادی کی۔ اس بی بی کو بہت سا سامان اور مکان جہیز میں ملا تھا۔ عین شادی کے روز نوکروں سے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور آنحضرت کو مکان عالی شان میں لباس ہائے فاخرہ پہنے دیکھکر متعرض ہوا۔ کہ یہ وضع جباروں کی ہے اور دل میں بہت انکار اس حالت پر رکھتا تھا۔ دوسرے روز بدستور موٹے کپڑوں میں حصیر کہنہ پر بیٹھے تو اس منکر کو طلب کیا۔ حاضر ہوا تو فرمایا برادر ہماری اصل وضع یہ ہے۔ کل جو کچھ تو نے دیکھا۔ وہ سب عاریتی عورت کا مال تھا۔ وہ مرد نادم اور پشیمان ہوا اور توبہ کی کہ پھر ایسا نہ ہوگا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس سے پہلے باب اخلاق و عادات آنحضرت میں گزرا اسمیں یہ اعتراض کنندہ ابوخالد کابلی بتلائے گئے ہیں۔ اگر انہوں ہی نے لباس فاخرہ و مکان عالیشان پر اعتراض کیا ہے۔ تو یہ واقعہ اس زمانے کا سمجھنا چاہئے۔ جبکہ وہ کیسانی المذہب تھے۔ اور طریقہ حقہ اختیار نہیں کیا تھا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بداندیش مخالف

آنحضرتؐ کے ہر ایک امر کو تاکتے اور عیب جوئی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ عبدالملک بن مروان کو جبکہ آنحضرتؐ نے اپنی ایک آزاد کردہ کنیز سے عقد کیا۔ ایسا اسکی نکتہ چینی نے گھیرا کہ شام سے آپ کو نامہ لکھا کہ آپکو ہمسران قریش میں شادی کرنی چاہیئے تھی۔ کہ خود تمہارے لئے بہتر تھا اور اولاد کی نجابت کا باعث ہوتا۔ آپ نے اس کا جواب بموجب اصول مقرر کردہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ یہ دیا ان اللہ تعو دفع بالاسلام الخسیسۃ وتمم بہ النقیصۃ واذھب اللوم شاید تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بوجہ اسلام خساست کو دور کیا۔ اور جبر نقصان فرمایا۔ اور ملامت رفع فرمائی۔ یہ سب جاہلیت کی باتیں ہیں۔ چنانچہ پیشتر یہ روایت مفصل لکھی گئی۔

پس واضح رہے کہ ان روایات سے چند ازواج کا پتہ چلتا ہے۔ مگر آئندہ بیان اولاد میں معلوم ہوگا۔ کہ جملہ اولاد کنیزان ام ولد کے بطن سے تھیں۔ سوائے امام محمد باقرؑ وعبداللہ الباہر کے کہ وہ ام عبداللہ بنت الحسنؑ سے پیدا ہوئے۔

اولادِ امجاد

تعداد اولاد باختلاف مذکور ہوئی ہے۔ کشف الغمہ میں کمال الدین بن طلحہ شافعی کے قول سے نو پسر بلا کسی دختر کے۔ اور ابن خشاب نے اس سے کم کرکے کل آٹھ پسر بغیر دختر لکھے ہیں۔ اور مناقب ابن شہر آشوب میں دس پسر بقولے دو دختر مذکور ہوئیں۔ مگر شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں۔ وعلیہ الاعتماد کہ آنجناب کے پندرہ اولاد ہوئیں۔ بتفصیل ذیل (۱) ابوجعفر محمد باقرؑ (۲) و عبداللہ باہر ان کی ماں ام عبداللہ بنت الحسنؑ المجتبےٰ صلوات اللہ علیہ (۳) حسن (۴) حسینؑ ایک ام ولد کے شکم سے۔ (۵) زید۔ (۶) عمر ایک ام ولد سے۔ (۷) حسین اصغر۔ (۸) عبدالرحمان۔ (۹) سلیمان۔ ایک ام ولد سے۔ اور (۱۰) علی جواد آنحضرتؐ میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور (۱۱) خدیجہ۔ دونوں کی ماں ایک کنیز ام ولد تھی۔ (۱۲) محمد اصغر امہ ام ولد۔ (۱۳) فاطمہ۔ (۱۴) علیہ۔ (۱۵) ام کلثوم یہ سب کنیزان امہات اولاد سے اسمائے گرامی ان امہات اولاد کے ضبط نہیں ہوئے نہ انکی تعداد۔ امام محمد باقرؑ کے حالات علیحدہ ایک جلد میں مذکور ہوں گے۔ یہاں بقیہ اولاد کی جسقدر کیفیت دریافت ہوئی

درج کی جاتی ہے۔

زید بن علیؑ بن الحسینؑ الشہید

فرزند ارجمند آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے۔ اور بعد امام محمد باقر علیہ السلام عمدۂ اولاد آپ کی اور ان سے عابد۔ متورع۔ فقیہ۔ سخی و شجاع تھے۔ انھوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی غرض سے خروج بالسیف کیا۔ اور طلب خون اپنے جد مظلوم حسینؑ الشہید کرتے تھے ان کے کوفہ کے جنگ و جہاد اور کوفیوں کے ان کے ساتھ نکث عہد کرنے۔ بعد ازاں بکمال مظلومیت آپ کے قتل ہو جانے کی کیفیت۔ چونکہ یہ واقعات عہد امامت امام ہمام جعفر صادقؑ میں وقوع پذیر ہوئے۔ کتاب کشف الحقائق فی حالات جعفر صادق کے ذیل میں بیان کئے گئے۔ یہاں آپ کے بعض فضائل و مناقب اس کتاب کا حصّہ سمجھ کر درج کرتا ہوں۔

برخے از فضائل و مناقب زید شہیدؓ

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ابو الجارود نے کہا کہ میں مدینہ گیا تھا۔ جہاں زیدؓ بن علیؑ بن الحسینؑ کو دریافت کرتا۔ لوگ کہتے وہی زید سیف القرآن اور خصیب والسی ہے نے کہا۔ میں جسوقت زیدؓ بن علی کو دیکھتا۔ پارہ ہائے نور ان کے چہرے پر مشاہدہ کرتا۔

اور خالد بن صفوان نے کہا میں نے رُصافہ میں جناب زیدؓ سے ملاقات کی۔ جہاں تک دیکھا خوفِ خدا سے اسقدر گریہ و بکا کرتے تھے۔ کہ آنکھوں کے آنسو اور آب دہن آپ کا ایک ہو جاتا تھا۔ جناب شیخ علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ بہت سے شیعہ انکی امامت کے معتقد ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے خروج بالسّیف کیا تھا۔ والرّضا ءُ مِنۡ اٰلِ بَیۡتِ مُحَمّدٌ کی طرف لوگوں کو دعوت کرتے تھے۔ اس سے ان لوگوں نے جانا کہ ان کا مقصود اپنی ذات خاص نہ تھی۔ مگر انکی یہ غرض تھی۔ کہ وہ امام زین العابدینؑ کے بعد محمد باقرؑ کو اپنا امام جانتے تھے اور

اور ان کے بعد حسب وصیت آپ کے جعفر صادقؑ کی امامت کا اقرار کرتے تھے۔

فضیلت زید شہید از زبان حضرت رسولخدا و خامس ائمہ ہدیٰؑ

بحار میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ رسولؐ اللہ نے اپنے فرزند حسینؑ ابن علیؑ سے فرمایا۔ اے حسینؑ تمہاری پُشت سے ایک مرد زید نام پیدا ہوگا۔ جو بروز قیامت اپنے اصحاب سمیت لوگوں کی گردنوں سے پھلانگ کر بے حساب داخل جنّت ہوگا۔

اور حذیفہ بن یمان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اپنے آزاد کردہ کی طرف دیکھا اور اشارہ کرکے کہا۔ مصلوب میری امت کا مظلوم اہلبیتؑ و مقتول راہِ خدا اس کا ہمنام ہوگا۔ پھر کہا اے زید میرے پاس آؤ۔ تیرے اس نام سے مجھ کو محبّت زیادہ ہوگئی۔ تحقیق کہ یہ نام ہمارے حبیب کا ہے۔ ہم اہلبیتؑ سے

ابوالجارود نے کہا میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسوقت زید بن علیؑ وہاں آئے۔ حضرت ابوجعفرؑ نے جب انکو دیکھا۔ حالانکہ وہ منقیط تھے۔ فرمایا۔ یہ اپنے اہلبیتؑ میں ایک سیّد و سردار ہے۔ اور ان کے خون ناحق کا بدلا لینے والا۔ لقد انجبت امۃ ولدتک یا زید۔ ہر آئنہ وہ عورت نجیب ہے۔ اے زید جس سے تم پیدا ہوئے۔

مجمل کیفیّت زید شہیدؓ از فاتحہ تا خاتمہ

ابوحمزہ ثمالی نے کہا امام زین العابدینؑ نے زید بن علی اپنے پسر کو مجھے دکھا کر کہا میں تجھ سے اپنے اس فرزند کی کیفیت بیان کرتا ہوں۔ ایک رات عبادتِ خدا میں مشغول رکوع و سجود تھا۔ اسوقت ذرا میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رسولؐ خدا و علیؑ مرتضےٰ و جناب فاطمہؑ و حسنینؑ علیہم السلام تشریف رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک

حور کے ساتھ میرا عقد کیا۔ میں اس کے ساتھ ہمبستر ہوا۔ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جاکر
غسل جنابت بجالایا۔ اسوقت ایک ہاتفِ غیبی نے پکار کر کہا۔ مبارک ہو یا علیؑ تجھ کو تیرا
پسر زید بن علیؓ بیدار ہوا تو اپنے تئیں جنب پایا۔ اٹھکر غسل کیا اور نماز صبح بجالایا اتنے
میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ باہر جاکر دیکھا تو ایک مرد فرستادہ مختار بن ابی عبیدہ تھا۔ اور
اس کے ساتھ ایک عورت کپڑوں میں لپٹی ہوئی۔ بولا مختار نے حضرت کی خدمت میں سلام
عرض کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ میں نے یہ کنیز چھ سو دینار کو خریدی۔ اسکو آپکی خدمت کے لئے
بھیجتا ہوں۔ قبول فرمائیے۔ اور چھ سو دینار مزید ہمراہ ہیں۔ انکو اپنی ضروریات میں صرف
کیجیئے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اس کنیز کو گھر میں داخل کیا۔ نام پوچھا تو
کہا حوراء۔ اس کو ہمارے لئے عروسانہ آراستہ کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہمبستری کی ختنے کہ
حاملہ ہوئی۔ لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام زیدؓ رکھا۔ بروایتے مختار نے بیس ہزار درہم پر
اس کنیز کو خرید کیا۔ اس کے پاس آئی تو کہا اُدبری پشت پھیرو اس نے پیٹھ پھیری پھر
کہا اقبلی سامنے آؤ سامنے آئی تو کہا علیؑ بن الحسینؑ کے سوا کوئی اس کا سزاوار نہیں اس
کو آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس سے زید شہید پیدا ہوئے۔

ابو حمزہ کہتے ہیں اس کے عرصۂ دراز کے بعد میں نے سنا کہ زید کوفہ میں آئے۔ اور معاذ
بن اسحاق انصاری کے گھر میں فروکش ہیں۔ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ
آپ کے اس شہر میں قدم رنجہ فرمائی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کی غرض سے آیا ہوں۔ اس کے بعد میں آپ کے پاس حاضر ہوتا۔ تا اینکہ نیمہ شعبان کو حاضر
خدمت ہونے کا اتفاق ہوا۔ تو دیکھا کہ وہاں سے اٹھکر بنی ہلال کے مکانات کیطرف جارہے
ہیں۔ اس کے بعد ہوا جو کچھ کہ ہوا۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ زید قتل ہو کر مدفون ہوئے۔ مگر
دشمنوں نے وہاں بھی رہنے نہ دیا۔ لاش کو قبر سے نکالکر پہلے دار پر لٹکایا۔ پھر ان کے
جسم مبارک کو آگ میں جلایا۔ پھر اُدکھلوں میں کوٹ کر اس خاک کو صحرا اور دریا میں
اڑا دیا۔

نیز ابو حمزہ نے کہا میں ہر سال حج کو جاتا۔ اور خدمت میں اپنے مولا و آقا علیؑ بن

الحسین کے حاضر ہوتا۔ ایکمرتبہ حاضر ہوا تو دیکھا ایک بچہ آپ کے گھٹنوں پر بیٹھا ہے۔ میں سلام کر کے ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بچہ وہاں سے اُٹھ کر چلا۔ اور رستہ میں دہلیز سے اُلجھ کر گرا اور اسکی پیشانی میں چوٹ آئی۔ حضرت نے دوڑ کر اسکو اٹھایا۔ کپڑے سے اس کا لہو پونچھتے تھے۔ اور کہتے جاتے یا بنی اعیذک باللہ ان تکون مصلوبًا فی الکناسۃ اے فرزند پناہ چاہتا ہوں تیرے لئے خدا سے کہ تو کناسہ میں دار پر کھینچا جائے۔ عرض کی کناسہ کیا فرمایا کناسہ بنی اسد کا کوفہ میں (کناسہ جس مقام پر کوڑا کباڑ ڈالا جائے) پھر فرمایا زندہ رہا تو دیکھے گا کہ یہ پسر نواح کوفہ میں قتل ہو کر دفن کیا جائے گا۔ وہاں سے نکالکر اسکی لاش کو رسنوں میں کھینچتے پھریں گے۔ بعد ازاں کناسہ میں دار پر چڑھائیں گے۔ پھر وہاں سے اتار کر آگ میں جلائیں گے۔ اور استخوان سوختہ کو ہاون میں کوٹ کر ہوا میں اڑائیں گے۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر اس پسر کا نام کیا ہے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا اس کا نام زیدؓ ہے۔

ابن قولویہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص ہمارے اصحاب سے کہ حضرت علیؑ ابن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ کہتا ہے کہ آپ کا قاعدہ تھا کہ صبح کو قبل طلوع آفتاب کسی سے بات نہ کرتے تھے جس شب کو زیدؓ بن علیؑ پیدا ہوئے۔ اسکی صبح کو لوگ مبارکباد مولود کی خاطر جمع ہوئے۔ حضرت نے فرمایا اس کا کیا نام رکھا جائے۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ آپ نے فرمایا قرآن مجید لاؤ۔ اسکو آگے رکھا پھر کھولکر دیکھا تو پہلے صفحہ کے شروع میں یہ آیہ نکلی۔ فضّل اللہ المجاھدین علی القاعدین درجۃً یعنی زیادتی دی اللہ تعالے نے جہاد کرنیوالوں کو بیٹھ رہنے والوں پر از روئے درجے کے۔ فرمایا ہو زیدؓ۔ اس کا نام زید ہو۔ پس زید نام رکھا گیا۔

یونس بن خباب نے کہا میں ابوجعفر محمد باقرؑ کے ساتھ تھا۔ حضرت ایک مکتب میں تشریف لیگئے۔ وہاں سے زیدؓ بن علیؑ کو بلایا۔ پس معانقہ کیا ان کے ساتھ۔ اور شکم مبارک اپنا ان کے شکم سے ملایا۔ اور فرمایا اُعیذک باللہ ان تکون صلیب الکناسۃ پناہ لے جاتا ہوں خدا کی طرف اس سے کہ تم مصلوب کناسہ ہو۔

امام محمدؐ باقرؑ کی اپنے بھائی زیدؓ کو نصیحت

کتاب کافی میں روایت ہے کہ زیدؓ ابو جعفر محمد باقرؑ کے پاس اہل کوفہ کے کچھ خطوط لائے انہوں نے زید کو کوفہ بلایا تھا۔ اور اپنے اجتماع و اتفاق کی خبر دے کر خروج کا التماس کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خطوط انہوں نے ابتداءً تمکو لکھے یا تمہاری تحریر کے جواب میں آئے۔ یعنی پہلے تم نے انکو دعوت دی اس پر انہوں نے تمکو بلایا۔ عرض کی نہیں ابتدا انکی طرف سے ہوئی۔ انہوں نے ہم اہلبیتؑ کے حقوق کو پہچانا۔ رسولؐ اللہ کے ساتھ ہماری قرابت کو معلوم کیا۔ اور قرآن سے ہماری مودت و وجوب اطاعت کا اذعان کیا۔ اور جس ضیق و شدت میں ہم مبتلا ہیں۔ اس کا وقوف ہوا یہی ان تحریرات کا باعث ہے۔ فرمایا لیکن اطاعت پس وہ ایک فرض ہے مقرر کردہ خدائے عزّ وجل کا اور سنت جناب باری ہے کہ سابقین اولین میں جاری ہوئی۔ اور آخر تک چلی جائیگی۔ وہ ہم اہلبیتؑ سے صرف ایک شخص کے لئے واجب ہوتی ہے۔ ہاں وجوب مودت میں سب شریک ہیں! امر خدا اس کے لئے اجرا پایا ہے۔ اے زید زنہار تمکو یہ لوگ جو دین و یقین سے بے بہرہ ہیں خفیف و رسوا نہ کریں۔ بتحقیق کہ انکی دوستی کچھ نفع نہ دے گی۔ پس جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے بندوں کے ساتھ عجلت روا نہیں رکھنا پس کسی حکم خدا پر سبقت نہ کرو۔ کہ مبادا ابتلاء بلا ہو جاؤ۔ زیدؓ کو یہ سنکر غصہ آیا۔ بولے ہم اہلبیتؑ سے جو کوئی گھر کی چار دیواری میں بیٹھ جائے اور ترک جہاد کرے امام نہیں امام کا کام ہے کہ ملک کی حفاظت کرے۔ رعایا کی غور و پرداخت فرمائے۔ اور جہاد راہ خدا میں شرائط سعی و کوشش بجا لائے۔ حضرت نے فرمایا۔ برادر! جو کچھ کہتے ہو اس پر کتاب خدا و قول رسولِ خدا سے حجت لا سکتے اور مثال بیان کر سکتے ہو۔ تحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے حلال شئے کو حلال اور حرام کو حرام فرمایا۔ اور فرائض مقرر کئے اور امثال بیان فرمائے اور امام قائم بامر اللہ کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیا۔ اس کے بعد کچھ اور بیان

فرما کر کہا۔ اگر تم خدائے عزّ وجل کیطرف سے دلیل و برہان پر ہو۔ اور اپنی حقیت پر یقین کامل رکھتے ہو تو فبہا۔ ورنہ امر مشتبہ و مشکوک کا کبھی ارادہ نہ کرنا۔ اور جس حکومت و بادشاہی کی مدت ہنوز معلوم نہیں ہوئی۔ اس کے قطع کرنے کے درپے نہ ہونا۔ اور ان عاصی و نافرمانوں میں شامل نہ ہونا اور جو بغیر کسی عہد خدا و رسُول کے محض خواہش نفسانی سے دعوے خلافت کا کر بیٹھتے ہیں دونوں جہان جاتا ہوں میں خدا کی طرف اس سے کہ تم مصلوب کناسہ ہو۔ اسوقت چشمہائے مبارک کیطرف ہوئی۔ اور بے اختیار آنسو ٹپکنے لگے۔ فرمایا اللّٰہ بیننا و بین من ھتک سترنا وما لا خفنا و افشئے سرنا ولنسبنا الی غیرنا وقال فینا مالم نقلہ فی انفسنا۔ اللہ ہمارے دو نوں اس شخص کے درمیان ہے جس نے ہماری پردہ دری کی۔ اور ہمارے حق کا انکار اور ہمارے راز کو آشکار کیا۔ اور ہماری طرف وہ امور منسوب کئے۔ جو ہماری حد سے باہر ہیں اور وہ باتیں ہمارے حق میں بنائیں جنکو ہم نے نہیں کہا تھا۔

کیا خروج بالسّیف شرط امامت ہے

بکار بن ابی بکر حضرمی نے کہا میرا باپ ابو بکر اور علقمہ زید بن علؑی کے پاس داخل ہوئے ایک ان کے دہنے دوسرا بائیں ہاتھ بیٹھا۔ انہوں نے سُنا تھا۔ کہ زید کہتے ہیں۔ کہ امام وہ نہیں۔ جو گھر میں چھپکر بیٹھ رہے۔ امام کا کام ہے۔ کہ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیکر جنگ و جہاد میں مصروف ہو۔ ابو بکر کو زیادہ جرات تھی۔ کہنے لگا اے ابو الحسنؑ یہ تو فرمائیے۔ کہ علؑی بن ابی طالبؑ جتنے عرصہ گھر میں بیٹھے رہے۔ امام تھے یا اسی وقت سے امام ہوئے۔ جب سے انہوں نے تلوار لیکر جہاد کیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ زید کلام میں بصارت تام رکھتے تھے مگر یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ ابو بکر نے دو بار اس کا اعادہ کیا۔ مگر زید خاموش رہے تو خود ابو بکر نے کہا۔ اگر علؑی بن ابی طالبؑ جب خانہ نشین ہو کر تارکِ جنگ و جہاد تھے۔ اس وقت بھی امام تھے۔ تو ان کے بعد بھی اگر کوئی گھر میں بیٹھ رہے۔ اور تلوار نیام سے نہ نکالے۔ امام ہو سکتا ہے۔ اور جو وہ اسوقت امام نہ تھے۔ تو تم کس دلیل سے مدعی امامت ہو۔ اسوقت زید نے علقمہ سے خواہش کی۔ کہ اس کو ہم سے باز رکھو۔ انہوں نے ان کو روکا۔

جعفر مولف کہتا ہے۔ کہ زید کا مظالم بنی امیہ سے تنگ آکر کوفہ میں خروج کرنا اور یوسف بن ثقفی والی عراق کا افواج کوفہ و شام کے ساتھ ان سے جنگ کرنا اور آخرکار سر سٹھ جان نثاروں کے ساتھ ان کا شہید ہوجانا اس کا قصہ ہم کسی قدر تفصیل کیساتھ اس سے پہلے کشف الحقائق میں لکھ چکے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

زیدؓ اور امام جعفر صادقؑ

زید شہید نے ۱۲۰ھ میں وفاتِ ابوجعفر محمد باقرؑ کے چھ سال بعد کوفہ میں خروج کیا وہ زمانہ امامت جناب جعفر صادقؑ کا تھا۔ آپ نے بھی اپنے پدر والاقدر کیطرح مصلحت وقت کے اظہار میں ان کے ساتھ کوتاہی نہیں فرمائی۔ مگر زید کو سعادتِ شہادت پر فائز ہونا تھا۔ شنوائی نہ ہوئی۔ تاہم کوئی سوء مزاجی درمیان نہ تھی۔ دورانِ خروج میں جنابِ صادقؑ ان کے جویا رحال رہے اور بعد شہادت اسکی کیفیت معلوم کرکے مغموم و گریاں ہوئے اور پسماندوں کے ساتھ سیر چشمی سے سلوک ہوئے۔ جیساکہ ذیل کی روایات سے واضح ہے۔ بحار میں ہے کہ مہزم بن ابوبردہ اسدی نے کہا۔ جس زمانے میں زیدؓ بن علیؑ دار پر لٹکائے گئے۔ مجھ کو مدینہ جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ما فعل زید۔ زید کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا کناسہ بنی اسد میں مصلوب ہیں فرمایا تونے بچشم خود انکو مصلوب دیکھا۔ کہا ہاں اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں۔ اس پر گریاں ہوئے اور پس پردہ سے عورات کی رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر آپ نے فرمایا قسم خدا کی ابھی ایک اور مطالبہ ان سے باقی ہے۔ میں نے دلمیں کہا قتل ہوئے اور دار پر کھینچا جانے کے بعد اور کیا طلب باقی رہے گی۔ پس میں رخصت ہوکر گھر کو آیا۔ ایکروز کناسہ پر پہنچکر دیکھا کہ لاشہ زید کا تختہ سے اتارا گیا ہے۔ اور اس کے جلانے کا قصد رکھتے ہیں۔ میں نے کہا یہی ایک اور طلب تھی کہ ان پر باقی تھی۔

دیگر۔ سلیمان بن خالد نے کہا مجھ سے جناب صادقؑ نے فرمایا کیف صنعتم یعنی زید تم نے میرے چچا زید کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہا وہ لوگ آنکی لاش کی نگہبانی کرتے تھے

جب رات کو آدمیوں کی آمد و رفت کم ہوئی۔ تو ہم نے انکو تختہ سمیت لیکر کنارہ فرات دفن کیا
صبح کو سپاہی اسکی تلاش میں پھرتے تھے۔ حتیٰ کہ انکو نشان مل گیا۔ اور اسکو جلا کر خاکستر کر
دیا۔ فرمایا لوہا باندھ کر کیوں نہ دریا میں ڈالدیا۔ رحمتِ خدا ہو زیدؓ پر۔ اور لعنت ہو اس کے
قاتلوں پر۔

اور ابو ولاثہ کاہلی سے فرمایا۔ تو نے ہمارے چچا زید کو دیکھا؟ کہا ہاں بالائے دار دیکھا
لوگ ان کے بارے میں مختلف تھے۔ بعض شماتت کرتے تھے بعض غمگین تھے۔ اور روتے
تھے۔ فرمایا رونے والے ان کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ اور شماتت کنندہ شریک خون
ہیں۔

دیگر۔ کشی علیہ الرحمہ نے عبدالرحمٰن بن سبابہ سے نقل کیا ہے اس نے کہا مجھکو ابو عبداللہ
نے ایکہزار دینار عطا کیے کہ کوفہ جاکر جو لوگ زید شہید کے ہمراہ مارے گئے۔ ان کے عیال و
پسماندوں پر قسمت کروں۔ میں نے بموجب حکم آنحضرت وہ مال تقسیم کیا۔ عبداللہ بن زبیر رسان
کو اس سے چار دینار ملے تھے۔

معجزہ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام

کشف الغمہ میں ہے کہ جناب صادقؑ نے سنا کہ حکیم بن عباس کلبی نے یہ اشعار کہے ہیں

صلبنا لکم زیدًا علیٰ جذع نخلۃ	ولم ار مہدیًا علی الجذع یصلب
وقستم بعثمان علیًا سفاھۃ	وعثمان خیر من علیٍ و اطیب

یعنی ہم نے تمہارے زید کو شاخ درخت خرما کی دار پر کھینچا۔ اور میں نے کسی مہدی کو نہیں
دیکھا کہ شاخ درخت پر لٹکایا گیا ہو۔ اور سفاہت کی رو سے تم علیؑ کو عثمان پر قیاس کرتے
ہو۔ حالانکہ عثمان علیؑ سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔

آپ نے یہ سُنا تو دست دعا بدرگاہ خداوند کبریا دراز کیے۔ اور شدت غیظ سے دستہائے
مبارک کانپ رہے تھے۔ پس فرمایا اللّٰھم ان کان عبدک کاذبًا فسلّط علیہ کلبک
پروردگار اگر یہ تیرا بندہ اپنے اس کلام میں جھوٹ بولتا ہے۔ تو اسکے اوپر اپنے ایک کتے کو

مسلط فرما۔ راوی کہتا ہے کہ انہی دنوں بنی امیہ نے اسکو اپنے کسی کام کیلئے کوفہ بھیجا اسکے ایک کوچہ میں جا رہا تھا۔ کہ شیر نے اسکو پھاڑ ڈالا۔ جناب صادق کو اس کے جہنم رسید ہونے کی خبر پہنچی۔ تو سجدہ شکر کے لئے جھک گئے۔ اور فرمایا الحمد للہ الذی انجزنا ما وعدنا خدا کا شکر ہے کہ اس نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا اسکو پورا کیا۔

فضائل مسجد سہلہ

کتاب کافی میں عبداللہ بن ابان سے منقول ہے اس نے کہا ہم حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں داخل ہوئے۔ آپ نے سوال کیا کسی کو ہمارے عمو زید کا کچھ حال معلوم ہے ایک نے ہمارے درمیان سے کہا ہاں میں ان کے حال سے آگاہ ہوں۔ ایک رات معاویہ بن اسحاق انصاری کے گھر ہم ان کے پاس حاضر تھے۔ کہنے لگے چلو مسجد سہلہ میں چلکر نماز پڑھیں حضرت نے فرمایا پھر وہاں گئے؟ کہا نہیں جانا نہ ہوا۔ کار ضروری پیش آگیا تھا۔ اور ان کے جانے سے مانع ہوا۔ فرمایا قسم خدا کی اگر وہاں جا کر ایکسال اللہ تعالے سے عاریت لیتے تو وہ سجانہ ایکسال عاریت دیتا۔ بروایتے فرمایا کوفہ میں ایک مسجد ہے مسجد سہلہ نام۔ اگر میرے چچا زید وہاں جاکر نماز پڑھتے۔ اور اللہ تعالے سے بیس سال کیلئے پناہ مانگتے۔ تو بیس سال انکو پناہ دیتا۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ وہاں ادریس پیغمبر کا مکان تھا۔ جسمیں بیٹھکر وہ خیاطی کیا کرتے تھے وہیں سے ابراہیم یمن کو عمالقہ سے لڑنے کو گئے۔ اور وہاں سے داؤد نبی جالوت کی جنگ کو تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سنگ بزرگ ہے۔ جس کے اوپر ایک نبی کی صورت نقش ہے اس کے تلے سے ہر ایک پیغمبر کی مٹی لیگئی ہے۔ اور وہاں ہے راکب کے شتر بٹھانے کی جگہ۔ کسی نے کہا راکب کون فرمایا خضر علیہ السّلام۔ بروایت دیگر فرمایا کہ مسجد سہلہ وہ مقام ہے کہ جسمیں کوئی مصیبت زدہ جائے اور مغرب و عشا کے درمیان نماز پڑھے اور دعا کرے تو حق تعالے ضرور اسکو اس مصیبت سے نجات دیگا۔

قتل اہلبیتؑ رسالت موجب زوالِ ملک و دولت ہے

محمد حلبی نے کہا کہ حضرت ابوعبداللہ نے فرمایا۔ کہ آل ابوسفیان نے حسینؑ بن علیؑ کو قتل کیا۔ اللہ نے ان کا ملک چھین لیا۔ ہشام نے زیدؓ بن علیؑ کو قتل کیا اللہ تعالےٰ نے اسکی بادشاہت لے لی۔ ولید بن عبدالملک نے یحییٰ بن زید کو قتل کیا اللہ نے اس کا ملک لے لیا۔

تفسیر آیتِ شریفہ

رجال نجاشی میں داؤد رقی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپ سے اس آیہ شریفہ کی بابت سوال کیا۔ عسیٰ اللہ ان یاتی بالفتح اَوْ امرٍ من عندہ فیصبحوا علی ما اسرّوا فی انفسھم نادمین شاید اللہ تعالےٰ فتح عنایت کرے۔ فتح یا کوئی اور امر اپنے پاس سے بخشے۔ پس وہ ہو جائیں اس بات پر جسکو اپنے دلوں میں چھپایا ہے۔ ندامت اٹھانے والے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اذن دیا ہلاک بنی امیہ کا زید کے آگ میں جلائے جانے کے سات روز بعد۔

زید کے حق میں امام رضاؑ کا ارشاد باسداد

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ زید بن موسیٰ کاظمؑ معروف بہ زید النار مامون خلیفہ کے سامنے لائے گئے۔ حالانکہ انہوں نے بصرہ میں خروج کر کے تعصب سے عباسیوں کے گھر پھونک دیئے تھے۔ مامون نے ان کا جرم علی بن موسیٰ الرضا کو بخشا۔ اور کہا اے ابوالحسنؑ اگر زید بن موسیٰؑ نے خروج کیا تو کیا مضائقہ۔ اس سے پہلے زید بن علیؑ نے بھی تو خروج کیا تھا۔ مگر وہ قتل کر دیئے گئے تھے۔ آپکا قدم مبارک درمیان نہ ہوتا تو اس

نے واجب القتل ہوئے ہیں بھی کلام نہ تھا۔ کیونکہ اس کا جرم بھی کمتر نہیں۔ امام رضاؑ نے فرمایا اے امیر میرے بھائی زید کا زید بن علیؑ پر قیاس نہیں ہوسکتا۔ وہ علمائے آلِ محمدؐ سے تھے۔ رضائے خدائے عزّ جل کے لئے غضبناک ہوتے۔ اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ کام آئے۔ بتحقیق کہ مجھ سے میرے باپ موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اپنے پدر جعفر صادقؑ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے۔ رحمتِ خدا ہو میرے چچا زیدؓ پر وہ رضا من آلِ محمدؐ کی طرف دعوت کرتے تھے۔ کامیاب مراد ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے۔ خروج سے پہلے مجھ سے مشورہ کیا تھا میں نے کہہ دیا تھا۔ کہ اگر راضی ہو کہ تم مقتول و مصلوب بالکناسہ ہو۔ تو تم جانو تمکو اختیار ہے۔ وہاں سے اٹھے تو حضرت نے فرمایا ویل لمن سمع واعنیہ ولم یجب ویل عذاب ہے اس کیلئے جو انکی فریاد سنے اور اجابت دعوت نہ کرے۔ مامون نے کہا اے ابوالحسنؑ جو ناحق دعویٰ امامت کا کرے۔ اس کے لئے کیسے کیسے وعید شدید آئے ہیں! امام رضاؑ نے فرمایا زید بن علیؑ نے کوئی ناحق دعویٰ نہیں کیا۔ ان کا تقویٰ و پرہیزگاری ان کو ایسا نہیں کرنے دیتی تھی۔ وہ خلائق کو رضا من آلِ محمدؐ کیطرف بلاتے تھے۔ جو وعید اس بارے میں وارد ہیں۔ وہ ان لوگوں کے حق میں ہیں۔ جو کہیں ہم امام منصوص من اللہ ہیں اور بغیر دینِ خدا کی طرف دعوت خلائق اور بلا علم و واقفیت لوگوں کو راہ خدا سے بھٹکائے زید تو قسم خدا کی اس آیہ شریفہ کے مخاطبوں سے تھے۔ وجاھد وافی اللہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم۔ جہاد کیا راہ خدا میں جو جہاد کا حق تھا۔ اور انہوں نے ہمکو برگزیدہ کیا۔

زیدؓ اور انکے اصحاب اہلِ جنت سے ہیں

کافی میں محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ کہ میں زید بن علیؑ کے پاس داخل ہوا اور عرض کی کچھ لوگوں کا گمان ہے۔ کہ آپ صاحبِ امرِ امامت ہیں۔ زید نے کہا نہیں میں عترتِ طاہرہ سے ہوں۔ کہا تمہارے بعد کون اس امر کا والی ہوگا۔ فرمایا ابھی سات اوصیاء کا ہونا باقی ہے۔ جنمیں ایک مہدیؑ امت ہوگا۔ ابن مسلم کہتے ہیں۔ اس کے بعد مجھ کو امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور ماجرائے گذشتہ ان کے سامنے بیان کیا۔ تو

آپ نے دو مرتبہ فرمایا صدق اخی زید میرے بھائی زید نے درست کہا۔ میرے بعد سات امام یکے بعد دیگرے ہوں گے جنمیں مہدی داخل ہے۔ یہ کہکر آپ گریاں ہوئے اور فرمایا اے پسر مسلم گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ زید کناسۂ کوفہ میں دار پر کھینچے گئے۔ مجھ سے میرے باپ زین العابدین نے اپنے پدر حسینؑ شہید سے روایت کی کہ رسول اللہ نے ان کے شانۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ اے حسینؑ تمہاری پشت سے ایک مرد زیدؓ نام بظلم قتل ہوگا۔ جو قیامت کے روز اپنے اصحاب سمیت داخل جنت ہوگا۔

ایک زیدی کا شیخ مفیدؒ سے سوال و جواب

ایک مرد زیدی المذہب نے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ تم کس دلیل سے زید بن علیؓ کی امامت کا انکار کرتے ہو۔ جناب شیخؒ نے کہا تو نے میری نسبت گمان باطل کیا زید کے بارے میں جو کچھ میرا عقیدہ ہے اسمیں کوئی زیدی میرا مخالف نہیں۔ کہا تمہارا ان کی نسبت کیا عقیدہ ہے۔ کہا میں انکی امامت سے اسی مقدار کا اثبات کرتا ہوں جس قدر زیدی فرقہ کے لوگ ثابت کرتے ہیں۔ اور انہی امور کی نفی کرتا ہوں جنکی وہ نفی کرتے ہیں میں کہتا ہوں وہ امام ہیں علم میں زہد و تقوے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اور اس امامت کی ان سے نفی کرتا ہوں۔ جو اپنے صاحب کے لئے موجب عصمت و نص و معجزہ ہو یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ کوئی زیدی اس میں میرے خلاف نہیں۔

الحاصل خود زید صحیح العقیدہ مومن تھے۔ مگر زیدی مذہب ان سے باقی رہا۔ جو اس وقت تک اہل یمن وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

تنبیہ

مخفی نہ رہے کہ علمائے شیعہ ہمیشہ جناب زید کے مداح اور ان کے علو شان و سمو مکان کے قائل رہے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ شیعہ ان سے حسن ظن رکھیں۔ اور انکی مذمت و تنقیص سے پرہیز کریں۔ بلکہ سوائے بعض اشخاص کے جنکی خصوصیت کے ساتھ احادیث میں مذمت آئی

ہے۔ باقی اولاد ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ان کا ویسا ہی عملدرآمد رکھیں۔ کیونکہ آنحضرت سے منقول ہے۔ انا اھلبیت لا یخرج احد نامن الدنیا حتی یقرّ لکل ذی فضلِ فضلہ کہ ہم اہلبیت سے کوئی دنیا سے نہیں جاتا۔ جبتک کہ وہ ہر ایک فضیلت والے کی فضیلت کا اقرار نہیں کر لیتا۔ یعنی کم از کم مرنے کے وقت آپ کے عقائد درست ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور جناب زید کے صحیح العقیدہ ہونے میں تو بالخصوص روایات وارد ہوئی ہیں۔

بحار میں یحییٰ بن زید رضی اللہ عنہما سے نقل ہوا ہے۔ کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ جناب زیدؓ سے ائمہؑ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا امامؑ بارہ ہیں۔ چار ان سے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ و زین العابدینؑ گزر گئے۔ اور آٹھ محمد باقرؑ۔ جعفر صادقؑ۔ موسیٰ کاظمؑ۔ محمد تقیؑ۔ و علی نقیؑ۔ و حسن عسکریؑ۔ و محمد مہدی صلوات اللہ علیہم اجمعین باقی ہیں۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے پدر کیا تم ائمہؑ سے نہیں ہو۔ کہا میں امام نہیں۔ صرف عترت طاہرہ سے ہوں۔ اماموں کی تعداد اور ان کے اسماء گرامی رسول اللہ سے منقول اور اہلبیت کے درمیان معروف و متداول ہیں۔ ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

مجلسی علیہ الرحمہ نقل روایت مذکورہ کے بعد کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی سوال کرنے والا سوال کرے۔ کہ زیدؓ بن علیؑ نے یہ احادیث ثقاۃ معصومین کی زبانی سنی تھیں۔ اور ان پر ایمان و اعتقاد رکھتے تھے۔ تو کیوں انہوں نے خروج بالسیف کیا اور کس لئے اپنے حق میں مدعی خلافت ہوئے۔ اور جعفر صادقؑ کی مخالفت کا اظہار کیا۔ باوجودیکہ صاحب صلاح و تقوےٰ اور خاص و عام میں علم و زہد کے ساتھ شہرت رکھتے تھے۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ زیدؓ نے بخیال امر بالمعروف و نہی عن المنکر خروج کیا تھا۔ نہ کہ اپنے برادر زادے جعفر صادقؑ کی مخالفت میں۔ مخالفت اور لوگوں کی طرف سے ہوئی۔ کیونکہ جب زیدؓ بن علیؑ نے خروج کیا۔ اور امام جعفرؑ نے نہ کیا۔ تو ایک جماعت شیعہ کا گمان ہوا۔ کہ جناب جعفرؑ کا امتناع بربناء مخالفت ہے حالانکہ وہ ایک نوع کی تدبیر تھی۔ جب ان لوگوں نے جو ثانی الحال زیدی مذہب کے اسلاف

ہوتے۔ یہ دیکھا تو کہنے لگے۔ امام وہ نہیں جو گھر کے اندر منہ چھپا کر بیٹھ رہے۔ امام وہ ہے جو امر بالمعروف کی خاطر جنگ و جہاد عمل میں لاوے۔ یہ باعث ہؤا شیعوں میں اختلاف کا۔ نہیں تو امام جعفرؑ و زید میں کوئی مخالفت نہ تھی۔ اور دلیل اسکی زید کا یہ قول ہے من اراد الجہاد فالیّٰ ومن اراد العلم فالی ابن اخی جعفرؑ جو جہاد کا ارادہ رکھتا ہو وہ میرے پاس آئے۔ علم کی خواہش ہو تو میرے بھتیجے جعفر صادقؑ کے پاس جاوے۔ اگر زید رضؓ اپنے نفس کے لیئے دعویدار امامت ہوتے۔ تو کبھی اپنے سے نفی علم نہ کرتے۔ کیونکہ امام رعایا سے اعلم ہوتا ہے۔ نیز جناب جعفرؑ کا یہ کہنا خدا رحم کرے ہمارے چچا زید پر اگر وہ فتح پاتے تو اپنا وعدہ وفا فرماتے۔ وہ رضا من آلِ محمدؐ کی طرف لوگوں کو دعوت کرتے تھے۔ اور رضا من آلِ محمدؐ میں ہوں اول دلیل ہے اس مطلب پر۔ اور اسکی تصدیق یحییٰ بن زید کے کلام سے ہوتی ہے۔ جو کہ بضمن ایک بیان طولانی کے اسوقت جبکہ خراسان کو جا رہے تھے متوکل بن ہارون سے کہا۔ اس نے کہا تھا یا ابن رسول اللہ تمہارے باپ نے دعوئے امامت کیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے۔ اور بدروغ دعوائے امامت کرنے والے کیلئے جو تہدید حدیث رسول اللہ میں آئی ہے۔ آپکو بھی معلوم ہے۔ یحییٰ نے کہا ہمارے باپ ایسے بیوقوف نہ تھے کہ ناحق دعوائے امامت کرتے وہ فقط رضا من آل محمدؐ کیطرف دعوت کرتے تھے۔ اور مراد اس سے ہماری ابن عم جعفر صادقؑ تھے۔ راوی نے کہا تو اسوقت صاحب امر امامت جعفر ہیں کہا ہاں وہ تمام بنی ہاشم میں افقہ ہیں۔

ذیل۔ زید شہید رضؓ سے چار پسر باقی رہے۔ دختر کوئی نہ تھی۔ یحییٰ۔ حسینؑ۔ عیسیٰ۔ محمد یحییٰ نے زید کی شہادت کے تھوڑے عرصہ بعد بعہد ولید بن یزید بن عبدالملک خراسان میں خروج کیا۔ اور نصر بن سیار والئے خراسان کی فوج کے ہاتھوں اٹھارہ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ کوئی اولاد ان سے باقی نہیں رہی نسلِ زید شہید ان کے باقی تین بیٹوں سے باقی رہی۔ وہ یہ ہیں۔ حسینؑ بن زید معروف بذی لدمعہ۔ وذی العبرۃ بوجہ کثرت گریہ وبکا کے اس لقب سے ملقب ہوتے۔ زید شہید ان کے نام پر اپنی کنیت ابوالحسین کرتے تھے۔ عیسیٰ بن زید موتم الاشبال رتیم کنندہ بچگان شیر) بچوں والے شیر کے دلیرانہ شکار کرنے سے یہ لقب پایا تھا

بحالت اختفا بخوف اہل جفا کوفہ میں وفات پائی۔ ان کا دردناک قصہ کشف الحقائق میں لکھا گیا
محمدؒ بن زید معروف بہ محمد شہید۔ یہ سب سے چھوٹے بیٹے زید شہید کے تھے۔ ان کے بیٹے محمد
بن محمد بن زید سے ابوالسرایا کے زمانے میں محمد بن ابراہیم کے مرنے پر ملقب موید بیعت ہوئے
اور ۲۰۲ھ میں مامون کی زہر خورانی سے بمقام مرو شہید ہوئے۔

عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ

معروف بہ عبداللہ الباہر بوجہ اپنے حسن وجمال کے۔ کہتے ہیں کہ جس مجلس میں بیٹھتے
ان کا حسن جملہ اہل مجلس پر فائق ہوتا۔ صاحب فقہ وفضیلت تھے۔ احادیث کثیرہ رسولؐ اللہ
سے بواسطہ اپنے آبا و طاہرین کے روایت کیں۔ لاجرم ان سے بھی بہت اشخاص نے نقل
وحمل احادیث کیا۔ صدقات رسولؐ اللہ وصدقات امیرؑ المومنین کے متولی رہے۔ عبداللہ
اولاد امام زین العابدینؑ سے ان لوگوں میں ہیں۔ جنسے نسل آنحضرت جاری ہوئی
ابوبصیر نے ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ
میرے پدر بزرگوار علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام نے مجھ کو وصیتیں کیں۔ ان میں یہ بھی تھی کہ
فرمایا اے فرزند جسوقت میں فوت ہوں۔ تو مجھ کو تمہارے سوا کوئی غسل نہ دلوے بتحقیق
کہ امام کو وہی غسل دیتا ہے۔ جو اس کے بعد امام ہونے والا ہو۔ اور تجھ کو معلوم رہے کہ
بھائی تیرا عبداللہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت بامامت کرے گا۔ تو اسکو منع کرنا نہ مانے تو
زیادہ تعرض نہ کرنا۔ کیونکہ اسکی عمر کوتاہ ہے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ کا انتقال
ہوا تو عبداللہ نے دعویٰ امامت کا کیا۔ میں نے اس کے ساتھ نزاع نہ کیا۔ اس کے بعد وہ
چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ عبداللہ باہر کی اولاد کم ہے۔ اسکی نسل صرف محمد ارقط سے جاری
ہوئی۔ یہ محمد محدث مدینہ تھے۔ ابوعبداللہ کنیت کرتے تھے۔ ابوالعباس سفاح نے اپنے عہد خلافت
میں چشمہ سعید بن خالد جاگیر میں دیا تھا۔ ۷۵ سال کی عمر ہوئی انما لقب الارقط لانہ کان
مجدل ورا۔ ارقط انکو اس لئے کہتے تھے۔ کہ منہ پر چیچک کے داغ تھے۔ اور ابونصر بخاری نے

کہا۔ ارقط مذکور میں نسباً کوئی عیب نہ تھا۔ ان پر طعن فقط اس لئے تھا کہ جناب صادقؑ کی گستاخی کی تھی۔ انہوں نے بد دعا کی چہرہ میں داغ ہوکر جھائیاں پڑ گئیں۔ اور صورت بگڑ گئی۔

عمر بن علیؑ معروف بہ عمر اشرف[1]

فاضل جلیل متقی و پرہیزگار و سخی تھے۔ صدقات نبیؐ و علیؑ کے متولی رہے۔ حسین بن زید کہا کرتے تھے کہ میں نے عمر بن علیؑ کو دیکھا۔ جن کے ہاتھ صدقات امیرالمومنین (مراد صدقات سے اس مقام پر باغہائے خرما اور انکی بہار ہے) فروخت کرتے۔ اس سے شرط کر لیتے کہ ثمر کے پختہ ہونے پر دیوار ہائے باغ میں شگاف کر کے اس قدر راہیں کھولدیں۔ اور جو راہ گیر یا کوئی اور ان راہوں سے اندر آئے اور خرمے کھانا چاہے۔ اسکو مانع نہ آئے۔ یہ عمرؓ زید شہید کے ساتھ ایک ماں سے تھے اور عمر میں زید سے بڑے ہوتے تھے۔ ابو علی و ابو جعفر کنیت کرتے تھے۔ انکی اولاد عراق میں بہت کم ہے۔ اسکی نسل صرف اکبر د واحد مسمی علی اصغر محدث سے جاری ہوئی۔ جو جناب صادقؑ سے نقل حدیث کرتے تھے۔

بحار میں عبید اللہ بن حریر قطان سے روایت ہے۔ کہ اس نے کہا میں نے عمر اشرف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ افراط کرنے والا ہماری محبت میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ زیادتی کرنے والا عداوت میں۔ ہمارا ایک حق قرابت رسول اللہ کا ہے۔ دوسرا حق تعالےٰ نے مقرر کیا ہے جو کوئی اسکو ترک کرے۔ اس نے امر عظیم کو ترک کیا۔ ہمکو اسی درجہ پر رکھو۔ جس پر اللہ نے رکھا ہے۔ اور وہ باتیں ہمارے حق میں نہ کہو۔ جو ہم میں نہیں۔ خدا ہم کو عذاب کرے تو گناہوں کی سزا ہے۔ بخشدے تو اس کا فضل و کرم ہے۔

---

[1] عمر اشرف انکا لقب امیرالمومنینؑ کے پسر عمر بن علیؑ ان کے باپ کے چچا کے مقابلے میں ہوا۔ چونکہ انکو بوجہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ شرافت طرفین حاصل ہوئی لہذا عمر اشرف کہلائے۔ بخلاف عمر بن علی مرتضےٰؑ کے کہ انکو شرافت صرف ایک جانب یعنی باپ کی طرف سے تھی اسلئے وہ عمر اطرف کے نام سے موسوم ہوئے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ اولاد جعفر طیار میں اسحاق عریضی اطرف بمقابلہ اسحاق بن زینبی کے کہتے ہیں جن کا لقب اسحاق اشرف ہوا۔ اس بنا پر ماننا پڑیگا کہ عمر اطرف کا نام عمر اشرف بن زین العابدین کی ولادت کے بعد مقرر ہوا۔ کذا فی عمدۃ الطالب۔

حسینؓ بن علی بن الحسینؑ علیہم السلام

ابو عبداللہ الحسینؑ معروف بہ حسین اصغر کیونکہ حسین اکبر لاولد تھے۔ از بطن اُمّ ولد ساعدہ نام پیدا ہوئے۔ عفیف محدث فاضل تھے۔ ۱۵۷ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ہکذا فی عمدۃ الطالب۔ اور بحار میں ہے کہ حسین بن علیؑ بن الحسینؑ فاضل و پرہیزگار تھے۔ انہوں نے بہت سی احادیث اپنے باپ زین العابدینؑ سے روایت کیں نیز اپنے عمہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ اور برادر مکرم ابو جعفر محمد باقرؑ سے نقل احادیث کرتے تھے احمد بن عیسٰے نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا میں حسین بن علی کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ یہ دعا سے ہاتھ نہ سکوڑیں گے۔ جبتک کہ تمام عالم کے حق میں انکی دعا قبول نہ ہو جائے۔ اور سعید صاحب الحسن بن صالح کہتا ہے۔ کہ مینے حسن بن صالح سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا کسی کو نہ دیکھا تھا جبتک کہ مدینہ نہ آیا۔ یہاں آکر حسینؓ بن علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا تو ان کو سب سے زیادہ خدا سے خائف و ترسان پایا۔ ان کے شدتِ خوف و خشیہ سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا جہنم میں گئے۔ اور وہاں عذاب النار کو بچشم خود دیکھکر آئے ہیں۔

حکایتِ عجیب

ابراہیم بن الحسین مذکور نے اپنے باپ حسین بن علی بن الحسین سے نقل کیا کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ابراہیم بن ہشام مخزومی بنی امیہ کی طرف سے والئ مدینہ تھا۔ وہ ہم لوگوں کو جمعہ کے روز منبر کے گرد جمع کر لیتا اور علی علیہ السلام کی مذمت کرتا۔ حتیٰ کہ دشنام تک سے باز نہ آتا۔ ایکروز جو میں گیا تو جگہ تنگ تھی۔ منبر سے ملکر بیٹھا اس نے حسب معمول سب و شتم آنحضرت شروع کیا۔ اسوقت حالت غنودگی مجھ پر طاری ہوئی۔ خواب و بیداری کے درمیان دیکھتا ہوں کہ یک بیک قبر مبارک رسول اللہ شق ہوئی۔ اور ایک مرد بلباس سفید و نورانی اس سے برآمد ہوا۔ اور مجھ سے خطاب کیا۔ کہ اے ابو عبداللہ جو کچھ یہ کہتا ہے کیا تجھ کو بُرا معلوم ہوتا ہے

میںنے کہا البتہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ کہا تو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ خدا اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جونہی وہ مصروف ذمّ و تنقیص تھا۔ کہ کسی شے نے اس کو وہاں سے پھینکا۔ نیچے گرتے ہی واصل جہنم ہؤا لعنۃ اللہ علیہ

علی اصغر بن زین العابدین

سب سے چھوٹے بیٹے امام چہارم زین العبّاد کے۔ انکی نسل حسن افطس سے روان ہوئی انکی ماں ام ولد سندیہ تھیں۔ بیٹا ہنوز شکم مادر میں تھا کہ باپ نے رحمت خدا کیطرف انتقال کیا۔ علمائے نسب نے انکی صحت نسب میں کلام کیا ہے۔ ازانجملہ محمد بن معیہ نسّابہ نے اس مقدمہ میں ایک قطعہ لکھا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

افطسیّون انتمُ
اُسکتوا لا تکلّمُوا

اے اولاد افطس تم ہو (جو کچھ کہ ہو) خاموش رہو کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالو۔
مگر شیخ ابو نصر بخاری نے کہا افطس مذکور کی امام جعفرؑ صادق سے کچھ گفتگو ہوگئی تھی جس سے اسکی طرف طعن متوجہ ہوتا ہے۔ مگر اسکو صحت نسب سے کوئی علاقہ نہیں کذا فی عمدۃ الطالب۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ افطس عربی زبان میں وہ شخص ہے۔ جسکی نسبت جناب صادقؑ نے ہنگام وفات ستر یا اسیؔ دینار دیئے جانے کی وصیت فرمائی۔ اور جب آپ کے کسی غلام یا کنیز نے جتایا کہ یہ وہی افطس ہے جو حضرت کے ساتھ اس طرح پیش آیا تھا تو حضرت نے اسے جھڑکا کہ تو مجھ کو صلۂ رحم سے روکتا ہے۔ اور یہ آیہ شریفہ قرآنیہ مشتمل بر فضیلت صلۂ رحم پڑھی۔ کہ مجھے اس کا مصداق نہیں ہونے دیتا۔ کما مرّ فی کشف الحقائق تو خود اس قصّہ ہی سے صحت نسب افطس ظاہر ہے۔ اگر وہ صحیح النسب نہ ہوتا۔ تو جناب صادقؑ اس کے مسلوک ہونے کو صلۂ رحم کیونکر کہہ سکتے تھے۔

یہ ہیں وہ پسران شگفتگانہ امام زین العابدین جنسے سلسلہ اولاد آنحضرتؑ کا جاری ہؤا

باقی حسنؑ و حسینؑ۔ عبدالرحمان۔ سلیمان۔ محمد اصغر یا پنچ پسر لاولد فوت ہوئے۔

اور بحار میں تذکرہ خواص الامۃ ابن جوزی سے اور اس نے طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ پہلا بیٹا زین العابدینؑ کا جو تمام اولاد سے اول پیدا ہوا ایک حسنؑ تھا۔ جو لاولد فوت ہوا۔ دوسرا حسینؑ اکبر وہ بھی لاولد رہا۔ پھر محمد باقرؑ یعنی ابوجعفر فقیہ ان کا علیحدہ ذکر ہوگا۔ ان سے نسل آپکی جاری ہوئی۔ اور عبداللہ ان دونوں کی مادر گرامی ام عبداللہ بنت الحسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ تھیں۔ اور عمر اور زید جو کوفہ میں قتل ہوئے۔ اور علیؑ و خدیجہ ان چاروں کی ماں ایک کنیز ام ولد اور حسینؑ اصغر و ام علیؑ معروف بہ علیہ ان دونوں کی ماں ایک ام ولد اور کلثوم۔ سلیمان۔ ملیکہ ایک ام ولد سے اور قاسم ام الحسنؑ و ام البنینؑ و فاطمہؑ مختلف ماؤں سے بموجب اس کے کل اولاد ۱۷ ہوئی۔ دس پسر و سات دختر۔

پس واضح رہے کہ سادات بنی فاطمہؑ جنکی بحکم رب العزت اس قدر کثرت ہوئی کہ آج عالم میں کوئی شہر کوئی قصبہ ان سے خالی نہ ہوگا۔ اور قریات و دیہات تو ہزار ہا براسہ فقط انہی سے آباد ہیں۔ وہ سب کے سب انہی آدم ثانی سید الساجدین امام زین العابدینؑ کے صلب سے ہیں۔ یعنی حضرات ششگانہ مذکورہ پسران آنحضرت سے کسی ایک کیطرف منسوب ہیں۔ کیونکہ حسنی سادات ہر چند عالم وجود میں موجود ہیں مگر بغایت قلیل و نادر الوجود۔ اور حسینی نسل ذات بابرکات آنحضرت میں منحصر۔ پس اس اعتبار سے بھی آپ عجائب عالم سے آیۃ من آیات اللہ ہیں علیہ الصلوات والسلام۔

اولاد ائمہ علیہم السلام جو معصوم نہ تھی

پیشتر گزرا کہ عموماً امام زادگان کی نسبت اعتقاد نیک و حسن ظن رکھنا چاہئے۔ اور قول جناب صادق آل محمدؐ علیہم السلام کا کہ لا یخرج احد نا من الدنیا حتی یقر لکل ذی فضل فضلہ۔ کہ ہم اہلبیت کا کوئی شخص دنیا سے نہیں جاتا۔ جبتک کہ ہر ایک صاحب فضیلت کا اقرار نہیں کر لیتا۔ یعنی ہر ایک امام کی امامت کو قبول نہیں کر لیتا۔" بھی مذکور ہوا۔ یہاں چند دیگر روایات اس بحث کے متعلق نقل و ترجمہ ہوتی ہیں۔ بحار میں مفضل بن عمر سے روایت ہے

کہ انہوں نے حضرت جعفر صادقؑ سے اس آیہ شریفہ کی نسبت پوچھا وَاِن مِن اھلِ الکتاب اِلّا لَیُومِنَنَّ بِہٖ قبلَ مَوتِہٖ۔ کہ کوئی کتاب والوں سے نہیں اِلّا یہ کہ اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے۔ حضرت نے فرمایا یہ آیہ ہمارے حق میں خاصکر وارد ہوئی ہے بتحقیق کہ اولاد فاطمہؑ سے کوئی نہیں مرتا اور دنیا سے باہر نہیں جاتا جبتک کہ امام وقت کی امامت کا اقرار نہیں کر لیتا۔ جیسا کہ اولاد یعقوبؑ نے ان کے بیٹے یوسفؑ کی فضیلت کا اقرار کیا۔ حق تعالےٰ نے اسکی قرآن میں خبر دیتا ہے جہانکہ فرماتا ہے قالوا تاللہِ لقد آثرکَ اللہُ علینا۔ یعنی انہوں نے کہا قسم خدا کی خدا نے تمکو ہمارے اوپر ترجیح دی ہے۔

اور بزنطی نے روایت کی کہ امام رضاؑ کے سامنے ان کے اہلبیتؑ سے کسی ایک کا ذکر ہوا تو مینے کہا انکار کرنے والا طریقہ حقہ کا تم اہلبیتؑ سے بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ عام امت سے فرمایا نہیں علی بن الحسین علیہما السلام کا ارشاد ہے لِمُحسِننا حسنتان ولمسیئنا ذنبان ہمارے نیکوکاروں کے لئے دو نیکیاں ہیں اور بدکاروں کے واسطے دو بدیاں۔ اور حسن بن جہم نے کہا کہ امام رضاؑ نے اپنے بھائی زید بن موسےٰ کو نصیحت کرتے ہوتے فرمایا۔ اے زید خدا سے ڈرو۔ کیونکہ ہمکو جو رتبہ ملا۔ تقویٰ و پرہیزگاری خدا سے ملا۔ جو تقوائے خدا کو نگاہ نہ رکھے وہ ہم سے اور ہم اس سے نہیں۔ اے زید خبردار تو ہمارے شیعوں کے دشمنوں کا مددگار نہ ہوتا۔ کہ تیری آبرو جاتی رہیگی۔ اے زید یہ لوگ ہمارے شیعوں سے اسلئے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ اور اس واسطے انکی جان اور مال کو حلال جانتے ہیں۔ کہ وہ ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ہماری ولایت کے معتقد ہیں۔ تو ان کے ساتھ بدی کریگا تو اپنے نفس پر ظلم اور اپنے حق کو باطل کرے گا۔

پھر حسن بن جہم کیطرف متوجہ ہوئے کہ اے پسر جہم جو دین خدا کی مخالفت کرے میں اس سے بیزار ہوں۔ کوئی ہو کسی قبیلہ سے ہو۔ جو خدا کا دشمن ہو اس کا دوست نہ بن کوئی ہو کسی قبیلہ کا ہو۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ خدا سے دشمنی کون رکھتا ہے۔ فرمایا جو اسکی نافرمانی کرے وہ اس کا دشمن ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا جو دوست رکھے عاصی کو عاصی ہے۔ اور دوستی کرے مطیع سے

مطیع ہے۔ جو اعانت کرے ظالم کی ظالم ہے۔ جو ترک نصرت کرے عادل کی وہ مخذول ہے۔ بتحقیق کہ کسی کی اللہ کے ساتھ قرابت نہیں۔ کوئی بغیر طاعت خدا کا دوست نہیں ہوسکتا۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ اے بنی عبد المطلب اعمال نیک لیکر آؤ حسب نسب سے خدا کے آگے کام نہیں چلتا۔ خدا فرماتا ہے۔ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم ولا یتسائلون فمن ثقلت موازینه فاولٰئک هم المفلحون ومن خفت موازینه فاولٰئک الذین خسروا انفسهم فی جهنم خالدون۔ جب پھونکا جائیگا صور نہ رہیں گے نسب ان کے درمیان اور نہ ایکدوسرے سے سوال کرینگے پس جسکے اوزان گراں ہوں گے وہ رستگار ہوں گے۔ اور جس کے اوزان خفیف اور ہلکے ہوں گے پس وہ لوگ ہوں گے کہ خسارہ اٹھایا ان کے نفسوں نے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

نیز عبد الملک بن عمر نے کہا میںنے ابوزط سے سنا کہتا تھا کہ علیؑ کی مذمت نہ کرو اور نہ اہلبیت رسالتؐ کو بدی یاد کرو۔ کیونکہ ہمارے درمیان سے ایک ظالم کوفہ آیا جبکہ ہشام بن عبد الملک نے زید کو قتل کیا تھا۔ انکو دیکھکر کہنے لگا۔ الا ترون هذا الفاسق کیف قتله الله تم اس فاسق کو نہیں دیکھتے کیسے حق تعالےٰ نے اسکو قتل کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اللہ نے اسکی دو آنکھوں میں دو زخم ڈالدیئے۔ جنکی وجہ سے نور بصارت سے محروم ہوگیا۔ پس خوف کرو اس خاندان والوں سے اور تعرض نہ کرو ان کے ساتھ مگر نیکی سے۔

ابوسعید مکاری نے کہا ہم ابوعبد اللہؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ زیدؓ کا ذکر آیا تو بعض حاضرین نے انکو بدی یاد کرنا چاہا۔ حضرت نے انکو جھڑکا اور کہا ہمارے درمیان بجز بھلائی کسی طرح دخل نہ دو۔ بتحقیق کہ ہم سے کوئی نہیں مرتا۔ الا یہ کہ قبض روح سے پہلے سعادت ابدی اسکو ادراک کرلیتی ہے۔ اگرچہ بقدر فواق ناقہ ہو۔ میں نے عرض کی فواق ناقہ کیا۔ فرمایا اس کے دودھ دوہنے کی مدت۔

بعضے از اعزہ واقارب آنجنابؐ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

ہر چند اس سلسلہ کے ناظرین جناب محمد بن حنفیہؓ سے پہلے سے بالمرہ ناواقف نہیں کم از کم اس قدر تو ضرور جانتے ہیں۔ کہ وہ فرزند ارجمند امیر المومنینؑ اور حسنین علیہما السلام کے بعد آپکی باقی اولاد سے بڑے اور صاحب فضائل بسیار ہیں۔ مگر ہم اسجگہ زیادتی تعارف کی خاطر ان کا مزید حال درج کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی امیر المومنینؑ از بطن خولہ بنت جعفر حنفیہ صاحب علم پرہیزگار اور شجاع تھے حضرت رسول خدا نے پہلے سے انکی ولادت کی خبر دی۔ اور بکمال عاطفت اپنا اسم و کنیت انکو عطا کیا۔ حالانکہ اوروں کے لیئے ان دونوں باتوں کا جمع کرنا حرام فرمایا۔ ان کی شجاعت کے کارنامے معروف ہیں۔ جنگ جمل میں علم لشکر امیر المومنینؑ انکے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ بہت سے آثار نیک ان سے یادگار رہے۔ انکی والدہ خولہ مذکورہ بھی بڑی فخر و فضیلت والی بی بی گزری ہیں۔ انکی ولادت کا قصہ علامہ ابو الفضل شاذان قمی نے اپنی کتاب مناقب میں وارد کیا ہے۔ اس کا خلاصہ اس طرح پر ہے کہ جب عہد خلافت ابوبکر میں خالد ولید نے مالک بن نویرہ کو بظلم قتل کیا اور زنان و اطفال کو اس قوم کی اسیر کر کے مدینہ بھیجا۔ تو خولہ ایک جوان لڑکی کی حیثیت سے انمیں داخل تھی۔ یہ قیدی مسجد رسول اللہ میں آئے۔ تو خولہ نے قبر مطہر آنحضرتؐ کیطرف متوجہ ہو کر کہا۔ سلام ہو میرا تم پر یا رسول اللہ گواہی دیتی ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ جل شانہ اور تم اس کے بندے و رسول ہو۔ ہمکو تمہارے بعد اسیر بنایا گیا حالانکہ ہم مسلمان کلمہ گو ہیں۔ نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ اموال نکالتے ہیں۔ دین اسلام میں کوئی تغیر و تبدل ہم نے نہیں کیا۔ اے ابوبکر اگر علیؑ تیری خلافت پر راضی تھے تو زکوٰۃ

یعنے انہی کو ہمارے پاس کیوں نہ بھیجا۔ قسم خدا کی وہ ہرگز راضی نہیں تم نے بظلم ہم کو
قتل کیا۔ ہمارے اموال لوٹ لئے۔ اور قطع رحم کیا۔ ہم دنیا و آخرت میں کبھی تجھ سے
راضی نہ ہوں گے۔ اس پر لوگ کچھ کچھ کہنے بولنے لگے۔ خولہ نے کہا قسم خدا کی میرا مالک
صرف وہ شخص ہوسکتا ہے۔ جو خبر دے کہ میرے حمل کے زمانے میں میری ماں نے کیا
خواب دیکھا۔ اور پیدا ہوئی تو کیا مجھ سے کہا۔ اور میرے اور اس کے درمیان کونسی علامت
مقرر ہے۔ بغیر اس کے بتائے کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے۔ اسوقت حضرت امیرالمومنینؑ داخل
مسجد ہوئے۔ اور فرمایا یہ کیسا شور ہے۔ عرض کی بنی حنفیہ سے ایک عورت کہتی ہے کہ میں کسی
کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ الا اسکی جو اس خواب کی خبر دے۔ جو میری ماں نے میرے حمل کے
زمانے میں دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا درست کہتی ہے۔ مضمون خواب سے اطلاع دو اور
مالک بنجاؤ۔ کہا اے ابوالحسنؑ آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ رسولؐ اللہ کی وفات سے وحی
آسمانی ہم سے بند ہوگئی۔ کوئی غیب دان یہاں نہیں۔ فرمایا میں اسکو خبر دونگا اور مالک
بنوں گا۔ خولہ بولی شاید تم وہی شخص ہو جسکو رسولؐ اللہ نے بروز غدیر اپنا وصی وجانشین
مقرر کیا۔ فرمایا ہاں وہی ہوں۔ حنفیہ نے کہا تمہاری ہی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت کا پہاڑ
ٹوٹا۔ ہمارے مرد کہتے تھے ہم زکوٰۃ اسکو دینگے اور گردن اطاعت اسکے آگے خم کرینگے
جسکو محمدؐ مصطفےٰ نے ہمارا امیر مقرر کیا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تمہارا اجر ضائع نہ ہوگا
پھر کہا اے حنفیہ تیری ماں سخت خشک سالی میں تجھ سے حاملہ ہوئی تھی۔ نو مہینے حمل کے گذرے
تو اس نے خواب دیکھا گویا تجھ کو جنی ہے۔ اور تجھ سے کہتی ہے کہ منحوس ہے کہ ایسے نامسعود
وقت میں پیدا ہوئی۔ تو نے کہا اماں مجھ کو نحس نہ کہو۔ میں مبارک ہوں۔ اچھی طرح نشو و نما
پاؤنگی۔ ایک سید و سردار کی زوجیت میں آکر ایک بچہ مجھ سے پیدا ہوگا۔ جو قبیلہ حنیف کے
لئے موجب فخر و شرف ہوگا۔ خولہ نے کہا درست کہا تم نے اے امیرالمومنینؑ۔ اب یہ فرمائیے
کہ میرے اور میری ماں کے درمیان کیا علامت قرار پائی تھی۔ کہا تو پیدا ہوئی تو تیری ماں
نے تیرا کلام اور خواب کا حال ایک تانبے کی تختی پر لکھکر عتبہ خانہ میں دفن کیا۔ سن تمیز کو
پہنچی تو تجھ سے وہ حال بیان کیا۔ تو نے تصدیق کی اس نے وہ لوح تجھکو دیکر تاکید کی

کہ اس کو اپنے پاس رکھ چھوڑے۔ جب کوئی ظالم سفاک اس قبیلہ پر چڑھائی کرے اور انکو قتل کرکے ان کے اموال کو غارت کرے۔ اور زن و فرزند کو اسیر کرکے بندی میں لے جائے اور تو بھی ان کے ساتھ اسیر ہو۔ تو اس لوح کو اپنے ساتھ لے جانا۔ اور سعی کرنا کہ تیرا مالک وہ شخص ہو جو اس خواب کی خبر دے۔ اور لوح کی عبارت سے آگاہ کرے خولہ نے عرض کی راست کہا آپ نے یا امیرالمومنین۔ آپ یہ فرمایئے کہ وہ لوح اسوقت کہاں ہے فرمایا تیرے سر کے بالوں کی چوٹی میں ہے۔ خولہ نے وہ تختی چوٹی سے نکالکر حضرت کے حوالے کی۔ اور کہا لوگو گواہ رہنا کہ مینے اپنے نفس کو انکی کنیزی میں دیا۔ فرمایا کنیزی میں نہیں کہو زوجیت میں دیا۔ کہا ہاں زَوَّجْتُہٗ نفسی کما امرتنی یعنی جیسا حکم ہے یہی کہتی ہوں۔ کہ اپنے نفس کو انکی زوجیت میں دیا۔ فرمایا قبلتكَ زوجۃً مینے تجھ کو زوجیت میں قبول کیا۔

محمدؓ کی قوت و شجاعت

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ محمدؓ شدید القوۃ تھے۔ مُبرّد نے کامل میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام کے پاس ایک زرہ طویل الذیل تھی۔ چاہتے تھے کہ اس کا طول کم کیا جائے۔ محمدؓ نے ایک ہاتھ اس کے دامن پر رکھکر دوسرے سے مقدار زائد کو کھینچا۔ اور جس قدر باپ چاہتے تھے۔ اتنا پارچہ قطع کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر انکی خداداد طاقت پر حسد کرتا تھا۔ اس کے سامنے یہ حکایت مذکور ہوتی تو مارے غصّہ کے تھرّا جاتا۔

نیز کامل مبرد سے نقل کیا گیا ہے کہ شاہ روم نے اپنی فوقیت جتانے کو معاویہ کے پاس دو انتخابی شخص بھیجے تھے۔ ایک طویل القامت کہ اس کے طول کا دوسرا نہ تھا دوسرا دست و بازو کا زورمند معاویہ نے طولانی کے مقابلے کو قیس بن سعد عبادہ کو بلوایا۔ انہوں نے سراویل نکالکر دی۔ رومی کے سینہ تک آئی۔ اور مغلوب ہوا۔ محمد بن حنفیہ کے ساتھ دوسرے کی کلائی کا امتحان ہوا۔ محمد بیٹھ گئے اس نے کھڑا ہو کر انکا ہاتھ پکڑا اور زور کیا مگر انکو نہ ہلا سکا۔ پھر وہ بیٹھا محمد نے بیٹھے بیٹھے اسکو اٹھا دیا۔ دوسری بار محمد کھڑے ہوگئے۔ مگر وہ انکو نہ بٹھا سکا۔ وہ کھڑا ہوا تو آپ نے شانہ پر ہاتھ رکھکر دبایا

کھڑا نہ رہ سکا بیٹھ گیا۔

نیز آپ کی جلادت و شجاعت تھی کہ امیرؑ المومنین نے بروز جمل علم لشکران کے ہاتھ میں دیا تھا۔

کشف الغمہ و تاریخ بن خلکان میں لکھا ہے۔ کہ محمدؓ سے پوچھا کیا سبب ہے کہ تمہارے باپ علیؑ بن ابی طالبؑ معرکہ ہائے جنگ و جہاد و مواقع خطر و ضرر میں تم کو بھیجتے ہیں۔ تمہارے دو بھائی حسنؑ و حسینؑ کو ایسی جگہوں سے بچاتے اور حفاظت فرماتے ہیں۔ فرمایا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اور حسنین علیہما السّلام پسران رسولؐ خدا ہیں۔ دوسرے موقعہ پر اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ میں اپنے باپ کے لئے بجائے ہاتھوں کے ہوں۔ اور جناب حسنینؑ بمنزلہ چشمہا آنحضرت ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ آنکھوں کی ہاتھوں سے حفاظت کرتے ہیں۔

محمدؓ نے کل ۶۹ سال کی عمر پائی۔ اور سنہ ۸۱ھ میں داعی اجل کو لبیک اجابت کہا۔ اور مکہ میں دفن ہوئے۔ مگر ان کے پیرو کہتے تھے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور کوہ رضوی میں قریب مدینہ کے موجود اور وہی ہیں مہدی موعود اس امت کے ان کے ظاہر ہوتے پر عالم عدل و انصاف سے مملو ہوگا۔ ظاہرا مذہب کیسانیہ محمد سے اور دیگر مذاہب بعض دیگر اولاد ائمہ علیہم السّلام اسی طرح کے باقی رہے ہیں۔ جیسے نصاریٰ نے قائل تثلیث اپنے تئیں حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور باوجود ان حضرت کے موحد خالص ہونیکے انکو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ ایسے ہی زید شہید و محمد حنفیہ وغیرہ اپنے عہد کے اماموں کے قائل تھے۔ مگر ان مذاہب والے انکو زبردستی اپنا امام جانتے اور اپنے تئیں انکی طرف منسوب کرواتے ہیں۔

محمدؓ بن حنفیہ و امام زین العابدینؑ

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ حضرت سید الشہدا درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو محمد بن حنفیہ فرزند ارجمند امیر المومنینؑ نے امام زین العابدینؑ سے خلوت میں کہا برادر

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے لئے مقرر کی۔ ان کے بعد حسن بن علیؑ امام ہوئے۔ پھر حسینؑ الشہید اس پر فائز ہوئے۔ اب آنحضرتؑ نے شہادت پائی۔ میں تمہارا چچا باپ کی برابر ہوں۔ سن و سال میں تم سے بڑا استحقاقِ امامت میں تم پر سبقت رکھنے والا ہوں۔ تم مجھ سے کمسن ہو۔ امر امامت میں میرے ساتھ نزاع و تکرار نہ کرو۔ اور میرے مخالف نہ ہو۔ آپ نے فرمایا اے عمو خدا سے ڈرو اور جس امر کا حق نہیں رکھتے اس کا ادعا نہ کرو۔ اِنّی اَعِظُكَ اَنْ تکون مِنَ الجاھلین۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں سے نہو۔ تحقیق کہ میرے باپ نے عراق جانے سے پہلے مجھ کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا۔ اور شہادت سے ایکساعت پہلے پھر وصایت کی تجدید کی۔ رسول اللہ کے سلاح میرے پاس موجود ہیں۔ تم ہرگز ایسا خیال نہ کرنا کیونکہ مجھ کو اندریں صورت تمہارے لئے کوتاہی عمر و پریشانی و تباہی کا اندیشہ ہے امامت و خلافت کو اللہ تعالےٰ نے اولادِ حسینؑ کے واسطے مخصوص کیا ہے۔ تمکو اس سے انکار ہے تو آؤ ہم حجر اسود کو اس مقدمہ میں حکم کریں۔ جو کچھ وہ حکم دے اس پر کاربند ہوں۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ اِن دنوں محمدؓ مکہ میں تھے۔ اور جناب سجادؑ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے پس دونوں حجر کے قریب گئے۔ سید الساجدین نے کہا اے چچا تم پہلے حجر سے سوال کرو کہ تم سے ہمکلام ہو۔ پھر امر متنازع فیہ کی بابت استفسار کرو۔ محمدؓ نے گڑگڑا کر نہایت عاجزی سے دعا کی کہ بار الہا سنگ کو گویا کر۔ پھر اس کو خطاب کیا مگر وہاں سے کچھ جواب نہ ملا۔ آپ نے فرمایا اے عمو اگر تم امام برحق ہوتے تو حجر ضرور تمہارے ساتھ کلام کرتا۔ اور تمہارے سوال کا جواب دیتا۔ محمدؓ نے کہا برادر زادے اچھا اب تم اسے پکارو۔ حضرتؑ نے پہلے کچھ دعا[1] زیر لب

[1] کشف الغمہ میں ہے کہ دعا مذکور یہ تھی۔ اللّٰھم انی اسئلك باسمك المکتوب فی سرادق البھاء واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق العظمۃ واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق القوۃ واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق الجلال واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق السلطان واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق السرائر واسئلك باسمك المکتوب فی سرادق المجد واسئلك باسمك الفائق الخبیر البصیر رب الملائکۃ الثمانیۃ ورب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل ورب محمد خاتم النبیین لما انطقت ھذا الحجر بلسان عربی فصیح

پڑہی۔ پھر فرمایا اے حجر میں تجھ کو اس خدائے عزّ وجل کا واسطہ دیتا ہوں جس نے میثاق انبیاؑ واوصیا وجملہ بنی آدم کے تجھ میں ودیعت رکھے۔ مجھ کو زبان عربی فصیح میں خبر دے کہ حسینؑ شہید کے بعد امام کون ہے۔ اس پر حجر میں حرکت پیدا ہوئی حتےٰ کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے پھر زبان عربی فصیح میں گویا ہوا اللھم ان الوصیّۃ والامامۃ بعد الحسینؑ بن علیؑ الیٰ علی بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ وابن فاطمہؑ بنت رسول اللہ کہ امامت ووصایت حسینؑ بن علیؑ کے بعد علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ کے لیئے ہے۔ پس محمدؓ بن حنفیہ وہاں سے واپس ہوئے در آنحالیکہ آنحضرت سے تولا کرنے والے تھے۔ بروایتے حجر سے آواز آئی اے محمد امامت علیؑ بن الحسینؑ کو تسلیم کرو۔ کیونکہ وہ امام مفترض الطاعۃ ہیں۔ انکی اطاعت تمہارے اوپر اور تمام مخلوقات کے اوپر واجب ہے۔ محمدؓ نے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا درحقیقت امام تم ہو۔ بروایت دیگر حجر سے آواز آئی اے پسر حنفیہؓ زین العابدینؑ حجۃ خدا ہیں تم پر اور تمام اہل زمین وآسمان پر انکی اطاعت سب پر واجب ہے۔ سنو اور ان کا کہنا مانو۔ محمدؓ نے کہا سمعاً وطاعۃً لک۔ میں نے تمہارا حکم سنا اور مان لیا اے حجۃ خدا برزمین وآسمان۔

خرائج میں لکھا ہے۔ کہ محمدؓ بن حنفیہ کو سید الساجدینؑ کی امامت میں کبھی شک وشبہہ نہیں ہوا وہ ابتدا سے انکو امام مفترض الطاعۃ جانتے تھے۔ جو کچھ کہا اور حجر اسود سے محاکمہ کیا وہ اور لوگوں کے شکوک رفع کرنے کے لیئے تھا۔

شیخ جعفر بن نمارہ نے کتاب احوال مختار میں نقل کیا ہے۔ کہ ابو بحر عالم اہواز کہ محمدؓ بن حنفیہ کی امامت کا معتقد تھا کہتا ہے کہ میں ایکبار حج کو گیا۔ اور لپنے امام کی خدمت میں حاضر ہوا ایکبار ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جوان لڑکا وہاں آیا۔ محمدؓ اسکی تعظیم کو سروقد کھڑے ہوگئے اور استقبال کیا پاس آیا تو اسکی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور سیدی کہکر اس سے خطاب کیا۔ وہ گیا اور محمدؓ اپنی جگہ واپس آئے۔ تو میں نے کہا اپنی زحمتوں کا اجر خدا سے چاہتا ہوں۔ کہا یہ کیا کہا۔ میں نے کہا ہمارا اعتقاد تمہاری امامت کا درست نہ نکلا کیونکہ تم اس لڑکے کی خاطر کھڑے ہوتے ہو اور سید کہکر اسے پکارتے ہو۔ کہا ہاں قسم خدا کی وہ میرا امام ہے میں نے کہا یہ کون ہے کہا برادرزادہ میرا علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ۔ میرے اور اس کے درمیان امامت میں نزاع

تھی۔ کہنے لگا کہ حجر اسود ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔ میں نے کہا حجر جمادات سے ہے وہ کیا حکم کر سکتا ہے۔ کہا جس امام سے حجر کلام نکرے وہ امام ہی نہیں۔ مجھے شرم آئی اور حجر کا حکم ہونا منظور کر لیا۔ پس ہم وہاں گئے۔ اس نے بھی نماز پڑہی۔ میں نے بھی پڑہی اس نے آگے بڑھکر کہا اے حجر میں اس خدائے برتر و بزرگ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں جس نے مواثیق عباد تجھ میں ودیعت رکھے۔ تاکہ ان کا شاہد ہو۔ بروز قیامت یہ تبلا کہ ہم دونو میں امام کون ہے۔ حق تعالےٰ نے حجر کو گویا کیا بولا اے محمدؐ اپنے بھتیجے کی امامت کو تسلیم کر وہ احق ہے اور تیرا امام ہے۔ اسوقت سے مینے اسکی امامت کا اذعان کیا۔ اور اسکی اطاعت کو واجب جانا۔ ابو بحر کہتا ہے کہ میں محمدؓ کے پاس سے واپس ہوا۔ حالانکہ زین العابدینؑ کی امامت کا اعتقاد رکھتا تھا۔ اور کیسانیہ مذہب کو ترک کیا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ اسی طرح کی ایک اور حکایت رجال کشی میں ابو خالد کابلی کی ذکر ہوئی ہے۔ وہ بھی ابتدا میں کیسانی مذہب کا پیرو اور محمد کی امامت کا قائل تھا۔ آخر دریافت حال کرنے پر محمد حنفیہ نے بے پردہ کہدیا کہ امام میرے اور تیرے اور تمام خلائق کے علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام ہیں۔ ابو خالد متنبہ ہو کر اسی وقت حاضر درگاہ امام انام ہوا۔ اور اطلاع کرا کر اندر گیا۔ حضرت نے ارشاد کیا مرحبا ہو تمکو اے کنکر تم تو ہمارے پاس نہیں آیا کرتے۔ آج کیا باعث ہے کہ ادھر آ نکلے۔ ابو خالد یہ کلام ہدایت انجام سن کر سجدے میں جھک گئے۔ اور کہا شکر ہے خدا کا کہ مرنے سے پہلے مجھ کو معرفت امام حاصل ہوئی۔ پھر محمد حنفیہ سے سوال کر کے جواب پانے کا حال بیان کیا۔ اور عرض کی حضرت نے جو کنکر کہکر مجھ کو خطاب کیا۔ اس سے رہا سہا میرا شک جاتا رہا۔ کیونکہ یہ میرا وہ نام ہے جس سے میری ماں نے مجھ کو نامزد کیا تھا۔ مگر میرے اور اس کے سوا آجتک کوئی اس سے آگاہ نہ تھا۔ اس سے مجھ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ کہ آپ ہی وہ امام ہیں جنکی اطاعت مجھ پر اور ہر مسلمان پر واجب ہے۔

بروایتے ابو خالد نے کہا میں شکم مادر سے متولد ہوا تو اس نے میرا نام وردان رکھا اتنے میں میرا باپ آیا اس نے کہا اس کا نام کنکر رکھا جائے۔ مگر کسی نے آجتک مجھ کو بجز

تمہارے اس نام سے موسوم نہیں کیا تھا۔ شہادت دیتا ہوں کہ تم اہل زمین و اہل آسمان دونوں کے امام ہو۔

عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم

حقیقی بھتیجے حضرت امیر المومنین کے اور داماد آنحضرت کے شوہر جناب زینب خاتون کے معروف بہ ابوجعفر جواد ایک جواد ہیں اجواد اربعہ یعنے چار جوادوں سے۔ وہ یہ ہیں امام حسنؑ امام حسینؑ عبید اللہ بن عباس و عبد اللہ مذکور۔ کذا فی عمدۃ الطالب

نیز آپ پہلے مولود اسلام ہیں۔ ملک حبشہ میں جبکہ ان کے باپ جناب جعفر مکہ سے ہجرت کرکے وہاں گئے تھے پیدا ہوئے۔ اور بعد ہجرت رسول اللہ اپنے والدین کے ساتھ مدینہ آکر شرف صحبت آنحضرتؐ سے مشرف ہوئے۔ حتیٰ کہ جناب جعفر جنگ موتہ میں شہید ہوکر ملقب بہ طیار[1] ہوئے۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ جب میرے باپ کے مرنے کی خبر مدینہ آئی تو رسول خدا ہمارے گھر آئے اور مجھ کو اور میرے بھائی محمد کو بلوا کر ہمارے سروں پر ہاتھ پھیرا اور میرے منہ پر بوسہ دیا۔ اسوقت اشک چشم مبارک سے روان تھے۔ اور رخساروں سے ڈھلک کر ریش مقدس پر آرہے تھے۔ پھر فرمایا جعفرؓ بہترین ثواب آخرت کو پہنچے۔ اب تو انکا خلیفہ ہے اچھی جانشینی کر۔ تیسرے روز پھر تشریف لائے۔ اور ہم سب کی نوازش و دلداری فرمائی۔ اور ہماری ماں اسماء بنت عمیس سے کہا غمگین نہ ہو۔ میں ان کا ولی ہوں دنیا و آخرت میں۔

عبد اللہ کریم النفس۔ ظریف۔ حلیم و عفیف تھے۔ بذل و سخا ان کا اِسدرجہ تھا کہ لوگ انکو دریائے کرم و بحر جود کہتے تھے۔ بعض اشخاص کثرت سخاوت میں ان پر معترض ہوئے تو جواب میں کہا میں نے عرصہ سے لوگوں کو اپنے انعام کا عادی بنا رکھا ہے ڈرتا ہوں کہ ان سے اپنا انعام قطع کردوں تو حق تعالٰے اپنے عطیات کو مجھ سے قطع نہ کرلے بعد ازاں یہ اشعار پڑھے ؎

[1] طیار فی الجنۃ اڑنیوالا بہشت کا جنگ موتہ میں دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے حق تعالٰے نے بجائے انکے دو پر زمرد سبز کے عطا فرمائے

لست اخشی قلة العدم ما اتقیت اللہ فی کرمی
کلما انفقت یخلفہ لی ربی واسع النعم

صاحب ناسخ التواریخ نے نقل کیا ہے۔ کہ مسلمانوں میں دس اشخاص سخی ترین عالم شمار ہوئے ہیں۔ اہل حجاز سے عبداللہ بن جعفر طیار و عبید اللہ بن عباس۔ و سعید بن ابی العاص۔ اور اہل کوفہ سے عتاب بن ورقا و اسماء بن خارجہ و عکرمہ بن ربیع القاضی۔ اہل بصرہ سے عمر بن عبداللہ بن عمر۔ طلحہ بن عبداللہ۔ عبید بن ابی بکرہ۔ اہل شام سے خالد بن عبید اللہ بن خالد مگر ان سب میں زیادہ تر صاحب کرم و سخاو بذل و عطا عبداللہ بن جعفرؓ تھے۔

ذکر شمہ از دلائل جود و سخاوت آنجنابؑ

کتاب ثمرات الاوراق میں ابو الحسن مدائنی سے نقل کیا ہے۔ کہ ایکبار امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفر حج کو تشریف لے گئے تھے۔ اتفاقاً راستہ بھولکر اپنے سامان و حشم و خدم سے جدا ہو گئے۔ بھوک پیاس لگی اس وقت ان کا گذر ایکعورت بادیہ نشین کے خیمہ پر ہوا۔ اس سے کہا تیرے پاس کوئی چیز نوشیدنی حاضر ہے۔ کہا ہاں ہے۔ یہ حضرات اپنی سواریوں سے اُترے۔ عورت کے پاس ایک بکری تھی۔ اسکو آگے لائی۔ کہ اس کا دودھ نکالو۔ اور نوش جان فرماؤ۔ انہوں نے دُودھ دوہ کر پیا۔ پھر کہا کھانے کی کوئی شے ہو تو لے آؤ۔ عرض کی یہی بکری ہے۔ اسکو ذبح کر لو۔ میں طعام تیار کر دونگی۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ پیرزن نے اسکو پکایا۔ انہوں نے کھایا۔ اور اس قدر توقف کیا کہ وقت ٹھنڈا ہو گیا۔ چلنے لگے تو بڑھیا سے کہا ہم قبیلہ قریش سے ہیں۔ حج کو جا رہے ہیں۔ واپس آئیں تو تو مدینہ میں ہمارے پاس آنا۔ اچھا سلوک تیرے ساتھ کریں گے۔ یہ کہکر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد بڑھیا کا شوہر آیا اور ماجرا سُن کر بہت خفا ہوا۔ کہ تو نے میری بکری ان لوگوں کی خاطر ذبح کر دی۔ جنکو میں پہچانتا بھی نہیں۔ کہ کون تھے۔ پھر کہتی ہے کہ کچھ لوگ قریش سے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بدوی مفلس ہو گیا

لہ میں مفلسی کی قلت سے نہیں ڈرتا۔ جبتک کہ اپنے جود و کرم میں تقوی و پرہیزگاری خدا کو قائم رکھوں جس قدر خرچ کرونگا۔ اسی قدر پروردگار فراخ نعمتوں والا اس کا عوض مجھ کو عطا کریگا۔ ۱۲

اور زوج و زوجہ کو محنت مزدوری کے لئے مجبوراً مدینہ کو جانا پڑا - وہاں یہ دونوں اونٹوں کی لید چُنتے اور اسکو فروخت کرکے پیٹ پالتے - ایکروز بڑھیا ایک کوچہ سے جا رہی تھی امام حسنؑ نے کہ اپنے دولتخانے کے دروازے پر کھڑے تھے - اسکو پہچانا - غلام بھیجکر بلوایا پاس آئی تو فرمایا یا امۃ اللہ مجھ کو پہچانتی ہے کہا نہیں فرمایا میں وہی قریشی ہوں کہ فلاں روز صحرا میں تیرا مہمان ہوا تھا - کہا بابی انت و امّی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں درست ہے - پس حضرت نے حکم دیا کہ اموال صدقات سے ایکہزار بکریاں خریدکر اس کو دی جائیں اور ایک ہزار دینار نقد عطا کئے - اور غلام ساتھ کرکے امام حسینؑ کے پاس بھیجا - حضرت نے بھی اسی قدر اسکو عطا کیا - اور اپنا غلام ساتھ کیا کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس لے جائے - عبداللہ نے پوچھا کہ میرے پسران عم نے کیا دیا - کہا دو ہزار دینار اور دو ہزار بھیڑ بکری - حکم دیا کہ اسی قدر اسکو اور دیا جاوے - بوڑھی عورت اپنے شوہر کے پاس واپس آئی - درآنحالیکہ چار ہزار بھیڑ بکری اور چار ہزار دینار کی مالک تھی -

کتاب مستطرف میں ہے کہ ایکبار حج کو گئے تو کوئی بیس شتر باربرداری کے ساتھ تھے مگر خود پیادہ پا سفر کرتے تھے حتیٰ کہ عرفات میں پہنچے - پس بیس غلام آزاد کئے - اور بیس شتر ان کی سواری کو دیئے - اور بیس ہزار درہم ان کے نفقہ کے لئے عطا فرمائے - اور کہا اعتقتہم اللہ لعل اللہ ان یعتقنی من النار میں نے خدا کے واسطے انکو آزاد کیا تاکہ حق تعالےٰ مجھ کو آتش جہنم سے آزاد کرے -

طراز المذہب مظفری مصنفہ مرزا عباس قلی خان سپہر میں ہے کہ ایکروز عبداللہ جعفر کے دروازے پر اہل حاجت کھڑے ان کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے - عبداللہ برآمد ہوئے تو ہر حاجتمند اپنا عرض حال کرنے دوڑا - منجملہ ان کے ایک نصیب شاعر تھا - اُس نے آگے بڑھکر ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا - اور یہ دو شعر انکی مدح میں پڑھے ؎

اَلِفتَ نعم حتیٰ کانّک لم تکن	عرفت من الاشیاء شیئاً سوی نعم
وعادیت لا حتے کانک لم تکن	سمعت بلا فی سالف الدّھر والامم

تم ہاں کہنے کے ایسے عادی ہو کہ گویا سوائے ہاں کے تمام اشیا سے کسی شے کو جانتے ہی نہیں

اور لایعنی نہیں ہے ایسی عداوت ہے کہ گویا پہلے زمانوں اور سابقہ امتوں سے لا کا ذکر ہی نہیں سنا۔ عبد اللہ نے کہا اپنی حاجت بیان کر۔ کہا یہ اونٹ (اس کے ہمراہ ہوں گے یا عبد اللہ کے کچھ اونٹ وہاں کھڑے ہوں گے) اشیائے خوردنی سے گرانبار کر دو انہوں نے خورما و گندم سے انکو لاد دیا۔ اور دس ہزار درہم نقد معہ لباسہائے فاخرہ اس کو عطا کئے۔ نصیب خوش نصیب یہ مال و سامان فراوان لے کر روانہ ہؤا۔ تو کسی نے کہا یا ابن الطیار یہ عطا و نوال ایک غلام سیاہ کے حق میں روا رکھتے ہو۔ کہا وہ سیاہ ہے۔ تو اس کے شعر تو سفید ہیں۔ خود غلام ہے مگر مدح آزاد آدمی کی کی ہے۔ طعام و لباس اور روپیہ پیسہ جو میں نے دیا ہے۔ فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ جو مدح اس نے کی ہے زمانہ دراز تک پائدار اور اس کا ذکر زبانہائے خلائق پر یادگار رہے گا۔

نیز طراز المذہب میں ہے کہ عبد اللہ بن جعفرؓ کا معمول تھا۔ کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ایکسو غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ایکبار ایکمرد انصاری سے خرموں کا باغ ایک لاکھ درہم پر خریدا۔ اسوقت دیکھا کہ اس کا بیٹا رو رہا ہے۔ رونے کا سبب پوچھا بولا میں اور میرا باپ چاہتے تھے۔ کہ قبل اس کے کہ یہ باغ ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہماری جانیں بدنوں سے نکل جائیں کیونکہ اس کے درخت ہم نے اپنے ہاتھ سے لگائے ہیں۔ وہ دریائے جود و کرم جوئے اشک اس کے رخساروں پر رواں دیکھکر بیتاب ہو گیا اور اسکے باپ کو بلا کر وہ باغ واپس کیا اور روپیہ بھی بخشدیا۔

نیز کتاب مذکور میں ہے کہ ایکروز سوار جا رہے تھے۔ ایک شخص گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا اے امیر تمکو خدا کی قسم ہے۔ کہ میرا سر تن سے جدا کر دو عبد اللہ اس کا یہ کلام سنکر حیران رہ گئے۔ اور کہنے لگے کہ تو دیوانہ تو نہیں ہو گیا۔ کہا لا واللہ خدا کی قسم میں دیوانہ نہیں۔ کہا یہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرا ایک دشمن سخت لجوج[1] ہے ہمیشہ مجھ کو ستاتا اور ایذا دیتا ہے۔ اور میرے تئیں اس نے تنگ کر رکھا ہے۔ مجھ کو اسکے مقابلے کی طاقت نہیں۔ کہا وہ کون ہے۔ اس نے کہا مفلسی۔ عبد اللہ نے نوکر سے کہا اسکو ایکہزار

---

[1] بحاجت ستیہیدن و دراز کشیدن خصومت۔ لجوج صفت مشتق ازان ۱۲ منہ

دینار دیدو ۔اور اس مرد سے کہا کہ اے برادر عربی یہ مال لو ہم جاتے ہیں۔ نیز اد شمن جسوقت پھر تیرے اوپر دست درازی کرے تو ہم سے داد خواہ ہونا۔ ہم انشاءاللہ اس کا دست ستم تجھ سے کوتاہ کرینگے۔ اس نے کہا آپ کے عطاؤکرم سے اب میرے پاس اس قدر ہے۔ کہ مدۃ العمر اپنے دشمن کا جواب دیسکتا ہوں۔ یہ کہا اور مال لیکر چل دیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ جناب عبداللہ کی جودوسخا کی داستانیں اس کثرت سے کتابوں میں درج ہیں۔ کہ ہم ان کے استیعاب کا خیال دل میں نہیں لاسکتے۔ ایسا ارادہ کریں تو مقصود کتاب ہذا سے باز رہ جائیں۔ اور وہ مدعا بھی حاصل نہ ہو۔ لہذا اس کو ترک کر کے ان کے بعض دیگر خصائل حسنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس فصل کو تمام کرتے ہیں۔

دیگر حالات عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ

عبداللہؓ ہر چند سخاوت کیوقت سائلوں کو انکی امید سے زیادہ دیتے تھے مگر معاملات میں کوڑی کوڑی کا لحاظ رکھتے تھے۔ کسی نے کہا کوئی سوال کرتا ہے تو تم امید سے زیادہ اس کے ساتھ مسلوک ہوتے ہو۔ معاملہ کے وقت ایسے شدید کیوں بنجاتے ہو۔ کہا اَجُودُ بِمَالِیْ وَ اَضُنُّ بِعَقْلِیْ میں مال میں سخاوت کرتا ہوں اور عقل میں بخیلی یعنی روپیہ پیسہ بخشنے میں دریغ نہیں کرتا۔ مگر عقل کی نگہبانی کرتا ہوں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ معاملات میں مغبون ہونا اور نقصان اٹھانا حماقت کی علامت ہے۔ وہ گوارا نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شے جسکی قیمت ایک درہم ہے دینار کو خریدی جائے۔ تو فروشندہ ممنون نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معاملہ خریدار کے احمق پنے پر دلالت کرتا ہے۔

ناسخ التاریخ میں ہے کہ جو لوگ امیرؑ المومنین کے دفن کے موقعہ پر داخل قبر مبارک ہوئے تھے عبداللہؓ مذکور ان سے ایک تھے۔ یہ بہت بڑی منقبت ہے۔ بعض اشخاص نے دیکھا کہ عبداللہ امیرالمومنین کی مدفن مبارک کی زیارت کرتے اور کہتے تھے کہ آنجناب اسجگہ دفن ہیں حالانکہ عوام کو اسوقت تک اس مقام سے آگاہی نہ تھی۔

نیز ناسخ التاریخ میں ہے کہ جب حضرت سید الشہدا مکہ سے کوفہ کو چلے اور چند میل راہ

چل کر منزل تنعیم پر فروکش ہوئے تو عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دو پسر عون و محمد کو انکی خدمت میں روانہ کیا اور اس طرح پر ان کے متعلق انکو خط لکھا۔

اما بعد فانی اسئلك باللہ لما انصرفت حین تنظر فی کتابی ھٰذا فانی مشفق علیك من ھٰذا الوجه الذی توجہت لہٗ ان یکون فیہ ھلاکك و استیصال اھل بیتك وان ھلکت الیوم طفی نور الارض فانك علم المھتدین و رجاء المومنین ولا تعجل فی السیر فانی فی اثر کتابی۔

(ترجمہ) بعد حمد و صلوٰۃ کے میں تمکو خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی واپس ہو جاؤ۔ بتحقیق کہ میں تمہارے اس سفر سے جسکی طرف تم جا رہے ہو اندیشناک ہوں کہ اسمیں خود ہلاک ہو اور اہلبیت کی بیخکنی کرو۔ اور اگر آج تم ہلاک ہو گئے تو نور زمین خاموش ہو جائے گا۔ بتحقیق کہ نشان ہدایت یافتگان ہو اور امیدگاہ مومنین اور روانگی میں جلدی نہ کرنا کیونکہ اپنے اس خط کے پیچھے میں بھی وہاں پہنچتا ہوں۔ والسلام

یہ خط روانہ کرکے عبداللہؓ عمرو ابن سعید حاکم مکہ کے پاس آئے اور کہا امام حسینؑ کے پاس ایک خط لکھ اور امان نامہ اس کو لکھ بھیج اور ان سے خواستگار رہو کہ مکہ کو مراجعت فرمائیں۔ عمرو سعید نے بھی خط لکھا اور اپنے بھائی یحییٰ کو دیا۔ کہ اسکو آنحضرتؑ کو پہنچا دے عبداللہؓ و یحییٰ دونوں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہت اصرار و الحاح حضرتؑ کی واپسی کے لئے کیا۔ حضرت نے اس کے جواب میں کہا میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے۔ میں آنحضرتؐ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ کہا آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کیا حکم دیا ہے۔ کہا میں جبتک زندہ ہوں کسی سے نہ کہونگا۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ جب عبداللہ نے جانا کہ وہ واپس نہ ہوں گے۔ اپنے بیٹوں محمد و عون کو بلا کر تاکید کی کہ ہمراہ رکاب رہیں۔ اور جدا نہوں تا اینکہ جان آنحضرتؑ پر فدا کریں۔ یہ کہکر یحییٰ کے ہمراہ مکہ چلے آئے۔

نیز ناسخ التاریخ میں ہے کہ کربلا میں نوبت جناب پسران عبداللہؓ تک پہنچی تو پہلے محمد بن جعفر نے آہنگ پیکار کیا۔ اور میدان کارزار میں جاکر دس کس ان اشرار سے فی النار کئے

پس عامر بن نہشل تمیمی کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ اس کے بعد عون نے باجازت امام ارادہ جہاد کیا۔ اور ہاتھ سے اعدائے دین کے شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہما و رضی اللہ عنہما۔

نیز ناسخ التاریخ میں ہے کہ خبر شہادت محمد و عون و عبید اللہ پسران عبد اللہ بن جعفر طیار کی مدینہ میں آپ کے باپ کو پہنچی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ ان کا ایک غلام ابوالسلاسل نام تھا۔ اس کو اپنے آقازادوں کے قتل ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تو کہنے لگا۔ ھٰذَا مَا لَقِیْنَا مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ۔ ہمکو یہ مصیبت حسینؑ بن علی کیوجہ سے پیش آئی۔ عبد اللہ کو یہ سنکر سخت غصہ آیا۔ اور ابوالسلاسل کے سر اور منہ پر بہت سی جوتیاں لگائیں۔ اور کہا۔

یا ابن اللخنا و تقول ھٰذا و اللہ لو شہدتہ لاحببت ان لا افارقہ حتی اقتل معہ انہ لمما یسخی بنفسی عنہما و یعزی عن المصاب بہما انہما اصیبا مع اخی و ابن عمی مواسیین لہ صابرین معہ۔

(ترجمہ) اے پسر زانیہ تو حسینؑ کے حق میں ایسا کہتا ہے۔ قسم خدا کی اگر میں وہاں حاضر ہوتا۔ تو سخت آرزومند ہوں۔ کہ ان سے جدا نہ ہوتا۔ جبتک کہ اپنی جانِ گرامی کو ان کے قدموں پر نثار نہ کر لیتا۔ قسم خدا کی میں حسینؑ کے راستے میں اپنے بیٹوں کی وجہ سے امیدوار رہا۔ اور انکی جانفشانی کو جو آنحضرتؑ کی خدمت میں کی ہزاران ہزار امیدواری کا موجب جانا۔ اور انکی شہادت کو اپنی تعزیت و تسلی کا باعث سمجھتا ہوں کیونکہ وہ میرے عوض اور میری بجائے ان کے ہمرکاب ہوئے اور میرے برادر و ابن عم کی غمخواری کی اور صبر و شکیبائی کے ساتھ انکی خدمت میں سعادت شہادت پر فائز ہوئے۔

پھر حاضرین مجلس کیطرف خطاب کر کے کہا میرے اوپر حسینؑ کا قتل ہونا سخت دشوار و نہایت ناگوار ہے۔ مگر خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اگر میں انکا ساتھ نہ دیسکا۔ تو میرے بیٹوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اور اپنی جان گرامی کو ان کے قدموں پر قربان کیا۔

صاحب طراز المذہب اس کے بعد کہتے ہیں۔ کہ اکثر مورخوں نے اس حکایت کو نقل کیا ہے۔ اور فاضل دربندی نے اسکی نقل کے بعد لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی معترض اعتراض کرے

کہ عبداللہ کی شرافت نسب و علوشان و سمو مکان کے لحاظ سے امام مطلق حجۃ خدا امام حسینؑ کی نسبت ان کے یہ کلمات جیسے چاہئیں درجہ کمال پر نہ تھے۔ انکا ایمان کامل ہوتا تو ان کے اقوال و افعال اس سے بڑھکر اور انکی نالہ و زاری و آہ و بیقراری اس مصیبت عظمیٰ میں زیادہ تر ہوتی۔ جیسے کہ دیگر عظماء بنی ہاشم مثل عباس بن امیرالمومنین اور ان کے برادران اور مسلم بن عقیل اور ان کے خاندان کے اقوال و افعال سے ظاہر ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ یہ روایت عبداللہ کے افعال و اقوال کا ایک جزو ہے ان کے باقی حالات یعنی اس واقعہ میں ان کا گریہ و بکا و جزع و فزع کرنا مورخوں نے ان کا ذکر کرنا ضروری نہیں جانا۔ چونکہ ابوالسلاسل کی گفتگو میں فی الجملہ ندرت تھی اسکے نقل و روایت پر اکتفا کی۔ کیونکہ یہ کیفیات جن میں اہل مدینہ بنی ہاشم کے شریک تھے بلکہ مدینہ ہی نہیں بہت سے اہل کوفہ و اہل شام اسمیں انکے ساتھ تھے۔ نظر بعید اللہ کچھ غرابت نہ رکھتی تھی۔ کہ انکو بیان کرنے بیٹھے۔

سید مہنا ابن سنان نے علامہ حلی علیہ الرحمہ سے کچھ سوالات کئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک یہ سوال تھا۔ کہ آپ محمدؓ حنفیہ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا وہ زین العابدینؑ کی امامت کے قائل تھے۔ اور کس لئے انہوں نے امام حسینؑ کی بیعت سے تخلف کیا۔ اور عبداللہؓ بن جعفر کی نسبت بھی یہی سوال ہے۔ علامہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ اصل امامت میں ثابت ہے۔ کہ ارکان ایمان چار ہیں۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ اور محمدؓ بن حنفیہ و عبداللہ جعفرؓ اور انکی مثل دیگر حضرات کی قدر اس سے جلیل اور شان رفیع ہے۔ کہ اس کے خلاف اعتقاد رکھیں۔ اور اکتساب ثواب و اجتناب عن العقاب سے جو نصرت امام حسینؑ میں مخزون تھے۔ محروم ہوں۔ لیکن محمد بن حنفیہ کا تخلف کرنا پس اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ مریض تھے انتہیٰ۔

صاحب طراز کہتے ہیں کہ محمد حنفیہ کا مریض ہونا کتب مقاتل میں مذکور ہے۔ ان کی انگشتہائے مبارک حضرت امیرالمومنین کے عہد سے جب سے انہوں نے زرہ کی زیادتی کو قوتِ دست سے پھاڑ ڈالا تھا۔ مجروح تھیں۔ وہ قبضۂ تلوار ہاتھ میں نہیں پکڑ سکتے تھے

جیسا کہ مشہور ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جناب علامہ نے محمدؓ بن حنفیہ کے ذکر پر کفایت کی عبداللہ جعفر جیسے متعرض نہ ہوئے۔ بہرکیف عبداللہؓ بھی معذور رکھے۔

وفات عبداللہؓ بن جعفرؓ

تاریخ وفات عبداللہؓ بن الطیارؓ میں اختلاف ہے۔ مشہور سنہ ۸۰ھ ہے۔ نوے سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اس سال کو عام الجحاف کہتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں عظیم سیل مکہ میں آئی جو وہاں کے باشندوں کو حتےٰ کہ حُجّاج کو معہ ان کے شتران کے بہالے گئی۔ اسلئے سال مذکور کا نام عام الجحاف ہوا۔ کیونکہ جحاف بتقدیم جیم بر حاء حطی ایسی شدید رو کو کہتے ہیں۔ جو زمین کو کھودتی چلی جائے۔ اسوقت خلیفہ عبدالملک بن مروان تھا۔ اور ابان بن عثمان اسکی طرف سے مدینہ میں حکومت کرتا تھا۔ اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ قبرستان کو لے گئے۔ تو برابر قبر تک اس کو کندھا دیا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی خورد و بزرگ و مرد و عورت سیاہ سفید۔ غلام آقا باقی نہ رہا۔ جوان کے جنازہ پر حاضر نہوا ہو۔ ہر کس و ناکس ان کے غم میں محزون و گریان تھا۔ کیونکہ عبداللہ غریبوں کے جائے پناہ ضعفا و مساکین کے ملجا و ماوے تھے۔ ان کا فیض عام تھا۔ لہذا ہر ذلیل کو اس کا صدمہ ہوا۔ دفن سے فراغت پائی تو ابان بن عثمان اور عمرو بن سعید بن عاص معروف باشدق نے یکے بعد دیگرے کنارۂ قبر پر کھڑے ہوکر ان کے بعض فضائل و محامد کا تذکرہ کیا۔ آخر میں عمرو بن سعید نے کہا اے پسر جعفرؓ خدا کی قسم تمہارے بعد لطف زندگانی نہ رہا۔ سیر چشمی اور سخاوت میں تم اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ قسم بخدا اگر میری آنکھوں سے اشک جاری ہونگے تو تمہارے غم میں ہونگے۔ جو بات تم کہتے تھے اوسمیں دروغ نہ ہوتی جسکے ساتھ تم محبت کرتے۔ غبار کدورت سے ممزوج نہ ہونے پاتی۔

عبداللہ کے کئی بیبیاں و چند کنیزان امہات اولاد تھیں۔ افضل و اعلےٰ تمام میں جناب زینبؑ خاتون بنت امیرالمومنینؑ و بنت فاطمہ زہراؑ سیدہ نساء العالمین تھیں۔ بنقول ابن جوزی چار بیٹے علی۔ عون۔ محمد۔ عباس اور ایک لڑکی ام کلثوم ان کے بطن مبارک

سے ہوئی۔ بڑے بیٹے عبداللہ کے جعفر جن کے نام پر کنیت ابوجعفر تھی۔ ام عمر بنت خداش بن تفیص کے بطن سے تھے۔ بروایت معارف بن قتیبہ وہ بھی زینب سلام اللہ علیہا کے شکم مبارک سے تھے۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ عبداللہ بن جعفر کے بیس لڑکے بقولے چوبیس ۲۴ ہوئے منجملہ ان کے ایک معاویہ بن عبداللہ اپنے باپ کے وصی تھے۔

طراز المذہب میں ہے کہ بنی ہاشم سے سوائے عبداللہ کے کسی نے اپنے لڑکے کو معاویہ[۱] کے نام سے موسوم نہیں کیا۔ جب انہوں نے یہ نام اپنے بیٹے کا رکھا تو بنی ہاشم نے اجتناب سے دوری اختیار کی اور جبتک ان کا انتقال نہ ہوا۔ کوئی ان کے ساتھ ہمکلام نہیں ہوا۔

ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ عبداللہ کی اولاد ان کے چار بیٹوں علی۔ عبداللہ۔ اسحاق۔ اسماعیل سے باقی رہی۔

عمر بن امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ

معروف بعمر اطرف (کیونکہ انکی فضیلت ایک طرف سے یعنی امیر المومنینؑ کی جانب سے تھی۔ بنی فاطمہؑ کی طرح دونو جانب سے فضیلت نہ رکھتے تھے۔ کما مر سابقا) انکی ماں امّ حبیب صہباد تغلبیہ ہے۔ ان کے شکم سے اپنی بہن رقیہ کے ساتھ توام پیدا ہوئے۔ فصیح گویا۔ سخی وعفیف تھے۔ کما فی عمدۃ الطالب۔

نیز عمدہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے تخلف کیا

---

[۱] عبداللہ نے یہ نام اپنے بیٹے کا معاویہ بن ابوسفیان کی خواہش بلکہ اس کے اصرار سے رکھا تھا ابوالفرج اصفہانی کتاب اغانی میں لکھتا ہے کہ جس وقت یہ مولود عبداللہ کے کاشانہ فیض آشیانہ میں پیدا ہوا تو عبداللہ معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ مبشر نے لڑکے پیدا ہونے کا مژدہ انکو پہنچایا۔ انہوں نے معاویہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ معاویہ نے کہا اس مولود کو ہمارے نام سے موسوم کرو۔ اور ایک لاکھ درہم بقولے دس لاکھ انکو اس کے عوض میں عطا کئے۔ نیز ابوالفرج نے لکھا ہے کہ عبداللہ نے یہ رقم ایک لاکھ درہم کی معاویہ سے لیکر اس شخص کو بخشدی جو ان کے پاس تولد فرزند کی خوشخبری لیکر آیا تھا۔ ۱۲

یعنی باوجود طلب آنحضرتؑ ان کے ساتھ کوفہ نہ گئے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؑ کے قتل ہونے کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ تو عمر زرد کپڑے پہنکر صحن خانہ میں بیٹھے۔ اور کہا انا الغلامُ الحازم لو خرجتُ معهم لذهبتُ فی المعرکۃ۔ وقُتِلتُ۔ میں محتاط لڑکا ہوں ان کے ساتھ خروج کرتا تو گیا گزرا ہوتا۔ اور مارا جاتا۔

اس جملہ کے ضعف کیطرف خود مصنف عمدۃ الطالب نے اشارہ کیا کہ اسکو بلفظ یقال صیغہ مجہول وارد کیا۔ ہمکو بھی بنظر فرزند امیرؑ المومنین ہونے کے یہ امید نہیں۔ کہ انہوں نے ایسا کیا اور کہا ہو۔ اور درحقیقت ایسا ہوا تو یہ ان کے نام کی برکت سمجھنی چاہیئے۔

بالجملہ عمر ان پانچ پسران امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک ہیں جن سے آپکا سلسلہ اولاد جاری ہوا۔ وہ یہ ہیں۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ محمد حنفیہؓ۔ عباسؑ علمدار و عمر مذکور انکی عمر پچھتر سال کی ہوئی۔ عہد خلافت ولید بن عبدالملک میں فوت ہوئے۔ بقولے مصعب بن زبیر کے ساتھ مختار بن ابی عبیدہ کی لڑائی میں معہ اپنے بھائی عبید اللہ کے مارے گئے۔

بحار میں ہے کہ عمر بن علیؑ نے عبدالملک بن مروان کی عدالت میں صدقات رسولؐ خدا و صدقات امیرالمومنین کی ولایت کا دعویٰ کیا۔ اور کہا اے امیرؑ المومنین مصدق کا بیٹا اس کے لئے اولےٰ ہے۔ یا ابن الابن (پوتا)۔ عبدالملک نے اسوقت ابی الحقیق کا یہ شعر تمثیلاً پڑھا ؎

لا تجعل الباطل حقاً　　ولا تلط دون الحق بالباطل

یعنی تو باطل کو حق کا جامہ نہ پہنا۔ اور نہ حق کو چھوڑ کر باطل کا ملازم بن۔ یہ کہہ کر صدقات کی تولیت علی بن الحسینؑ کو دلا دی۔

راوی کہتا ہے کہ زین العابدینؑ اور عمر وہاں سے اٹھکر باہر آئے۔ تو عمر حضرت کی بدگوئی کرنے اور آپ کو ایذا دینے لگا۔ مگر آپ خاموش تھے کچھ جواب نہ دیا۔ محمد بن عمر کو جو یہ حال معلوم ہوا۔ تو دوڑا آیا۔ اور آکر پائے مبارک پر جھک گیا اور انکو بوسے

دیتا تھا۔ حضرتؑ نے کہا اے پسر عم تیرے باپ کا قطع رحم کرنا مجھ کو تیرے ساتھ صلہ رحم کرنے سے مانع نہیں۔ میں نے اپنی دختر خدیجہ بنت علی کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا راوی کہتا ہے کہ محمد مذکور کے خدیجہ سے اولاد[1] ہوئی اور سلسلہ نسب ان سے جاری ہوا۔

حسن بن حسن المجتبیٰ المعروف بحسن المثنیٰ

آپ کے حقیقی چچازاد بھائی انکی ماں خولہ بنت منظور بن ربان فرازیہ پہلے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ تمیمی کے عقد میں تھی۔ جب بروز جمل وہ مقتول ہوا تو امام حسنؑ نے اس سے عقد کر لیا۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ حسن مذکور اپنے عم محترم امام حسینؑ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں حاضر تھے۔ ان کے بدن پر بہت زخم آئے۔ کثرت جراحات سے مقتولوں میں پڑے تھے ستمگار سر شہداء کاٹنے آئے تو حسن میں رمق جان باقی تھی۔ اسماء بن خارجہ فرازی کہ

---

[1] محمد بن عمر مذکور کے چار بیٹے عبد اللہ۔ عبید اللہ و عمر از بطن خدیجہ بنت علی ابن الحسینؑ اور چوتھا جعفر نام ام ولد کے شکم سے ہوا اس جعفر معروف بہ جعفر ابلہ کی ایک حکایت مشہور ہے۔ جسکو مبرد نے کامل میں نقل کیا ہے۔ جعفر مذکور نے کہا میں سعید بن مسیب کے پاس آتا جاتا تھا۔ ایکبار اس نے میری ماں کی بابت سوال کیا کہ کون تھی۔ مینے کہا تنگ فتاۃ وہ ام ولد تھی۔ مینے دیکھا یہ معلوم کرکے میری وقعت اسکی نظر میں کچھ کم ہو گئی اب میں زیادہ نہ جانے لگا۔ ایکدن سالم بن عبد اللہ بن عمر خطاب اس کے پاس آیا۔ اٹھکر گیا تو میں نے کہا یہ کون شخص تھا۔ کہا تو اسکو نہیں جانتا۔ ایسے شخص سے ناواقف ہے۔ یہ سالم بن عبد اللہ ہے۔ میں نے کہا اسکی ماں کون تھی۔ کہا فتاۃ ایک ام ولد تھی۔ کچھ عرصہ میں قاسم بن محمد بن ابی بکر آئے۔ میں نے کہا یہ کون ہے سعید نے کہا یہ سوال پہلے سے بھی عجیب تر ہے۔ یہ ابوبکر کے پوتے قاسم بن محمد ہیں۔ مینے کہا انکی ماں کون تھی کہا فتاۃ۔ چند روز بعد علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ آئے۔ مینے کہا یہ کون ہے سعید نے کہا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اسکو نہ جانے یہ سید الساجدین زین العابدین ہیں مینے کہا انکی ماں کون تھی کہا تنگ فتاۃ وہ ام ولد تھی اسوقت مینے کہا اے عمو مینے دیکھا کہ مینے جو اپنی ماں کو فتاۃ بتایا تو تم نے مجھے خفیف و حقیر جانا کیا مجھ کو اپنے ان ہم قوم بزرگو نکی تاسّی کافی نہیں سعید نے کہا انہ لابلہ بیشک یا ابلہ یعنی بیوقوف ہے۔ مراد اسکی اس کلمہ سے برعکس اسکے ذکی و ذہین تھی ۱۲ عمدۃ الطالب

لشکر عمر سعد میں تھا۔ کہا اسکو میری خاطر چھوڑ دو۔ امیر عبید اللہ زیاد مجھے بخش دیگا۔ تو بہتر ورنہ اسکو اختیار رہے۔ جو بہتر سمجھے اس کے حق میں عمل میں لاوے۔ پس اسماء انکو اپنے ساتھ کوفہ لے گیا۔ ابن زیاد کے سامنے اس کا ذکر آیا۔ تو کہا ابو حسان کی خاطر اس کے بھانجے کو چھوڑ دو۔ اسماء نے علاج کیا حسن شفایاب ہوئے۔ اور مدینہ واپس آئے۔ بقولے زخمی ہو کر اسیر ہوئے تھے۔ بعد میں شفا پائی۔

شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں لکھتے ہیں۔ کہ حسن مذکور نے اپنے عم محترم امام حسینؑ علیہ السلام سے انکی دختر کا خطبہ کیا۔ آپ نے فرمایا اے فرزند میری دو دختر فاطمہ و سکینہ ہیں جسکو چاہو اختیار کرو۔ حسن کو شرم دامنگیر ہوئی۔ کچھ جواب نہ دے سکے امام حسینؑ نے خود فرمایا میں تمہارے لئے اپنی دختر بزرگ فاطمہ کو اختیار کرتا ہوں۔ جو میری مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بہت مشابہ ہے۔ حسن مثنیٰ نے ۳۵ سال کی عمر میں قضا کی۔ اسوقت ان کے بڑے بھائی زید بن الحسن زندہ تھے۔ انکی زوجہ فاطمہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ انہوں نے انکی قبر پر خیمہ لگالیا۔ ایکسال وہاں رہیں دنکو روزہ رکھتیں رات بھر مشغول عبادت رہتیں۔ وہ غایت حسن وجمال سے مثال حور عین تھیں۔ دوسرا سال شروع ہوا تو غلاموں سے کہا آج شام کو یہ خیمہ اکھاڑ لو۔ رات کو سنا کہ ایک منادی سوال کرتا ہے۔ هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا جو کھویا تھا انہوں نے پالیا۔ دوسرے نے جواب دیا بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا نہیں بلکہ مایوس ہو کر واپس جاتے ہیں۔

بحار میں مہج الدعوات سے نقل ہوا ہے۔ کہ ولید نے صالح بن عبد اللہ مروی کو کہ اس کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ لکھا کہ حسن بن حسنؑ کو زندان سے نکالکر مسجد رسول اللہ میں پانچسو تازیانے لگوائے۔ صالح نے مسجد میں پہنچکر انکو زندان سے طلب کیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ خود منبر پر گیا تاکہ خلیفہ کا خط پڑھکر سنائے۔ اور وہاں سے اترکر اپنے سامنے تازیانے لگوائے۔ اس اثنا میں علی بن الحسینؑ وہاں تشریف لائے۔ اور آدمیوں کو چیرتے پھاڑتے حسن کے پاس پہنچے اور فرمایا اے پسر عم کیوں نہیں اسوقت دعاء کرب کو پڑھتے۔ کہ حق تعالے اس مصیبت کو تم سے دفع کرے۔ یہ کہکر دعا تلقین کی۔ (دعا مہج الدعوات میں مذکور ہے) حسن نے دعا کو

پڑھنا شروع کیا۔ حضرت واپس تشریف لیگئے۔ صالح خط پڑھکر منبر سے اترا تو کہنے لگا: مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص پر ظلم ہوا ہے۔ اس معاملے کو ملتوی رکھو۔ میں امیر المومنین کو اس بارے میں لکھونگا۔ پس اس نے لکھا وہاں سے جواب آیا کہ رہا کرو۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ عبد الرحمٰن بن اشعث نے حجاج پر خروج کیا۔ تو حسن کو اپنی طرف دعوت کیا۔ وہ اسکی بیعت میں داخل ہوگئے۔ عبد الرحمٰن مارا گیا۔ تو حسن روپوش ہوگئے مگر ولید بن عبد الملک نے کسی کو بھیجکر انکو زہر دلوا دیا۔ انکی عمر اسوقت ۳۵[1] سال کی تھی۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر

پیشتر بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ گزرا کہ یزدجرد آخری شاہ فارس کی دو لڑکیوں سے بحکم امیر المومنین ایک امام حسینؑ کو دوسری محمد بن ابی بکر کو مرحمت ہوئی۔ پہلی سے حضرت زین العابدین دوسری سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے۔ لہذا قاسم حضرتؑ کے خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ اور بزنطی نے روایت کی کہ امام رضا علیہ السلام کے سامنے قاسم بن محمد و سعید بن مسیّب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کانا علیٰ ھٰذا الامر کہ وہ دونوں اس امر یعنی امر

---

[1] یہ قول صاحب عمدۃ الطالب کا ہے۔ اور پیشتر ارشاد شیخ مفیدؒ سے ہی ۳۵ سال کی عمر نقل ہوئی لیکن وفات حسن بقول صاحب عمدۃ عہد خلافت ولید بن عبد الملک میں اس کی زہر خورانی سے ہوئی۔ اور خلافت ولید بموجب بیان تاریخ الخلفاء ۸۶ھ سے شروع ہوتی ہے۔ تو بہرکیف وفات حسن ۸۶ھ یا اس کے بعد ہوگی! دہر وفات امام حسن مجتبیٰ بنا بر مشہور ۵۰ ہجری میں ہے تو اگر ولادت حسن مثنیٰ عین سال وفات ان کے باپ کے سن پچاس ہی میں فرض کریں۔ تب بھی انکی عمر زائد از ۳۶ سال ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ فرض بعید ہے انکی ولادت ۵۰ھ سے بہت پہلے ہے۔ کیونکہ ان کا عقد نکاح فاطمہ دختر سید الشہداؑ کے ساتھ ان کے زمانہ بلوغ میں بعد امامت امام حسینؑ ہوا۔ جو ۵۰ھ سے شروع ہو کر ۶۱ھ تک ختم ہوتا ہے۔ فاضل مرزا محمد علی لکھنوی عمدۃ الطالب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ظاہرا اعداد عمر میں تقدیم تاخیر ہوئی۔ یعنی ۳۵ نہیں ۵۳ سال کی عمر ہوئی کیونکہ حسن نے ۹۷ ہجری میں ۴۸ سال بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے قضا کی ہے۔ واللہ اعلم ۔ ۱۲

امامت پر تھے یعنی دوازدہ امام کی امامت کے اور امام زمانؑ کے قائل اور معتقد تھے۔

اور رجال ابن داؤد سے نقل ہوا ہے۔ کہ قاسم مذکور اصحاب اطیاب امام زین العابدینؑ سے ثقہ و فاضل تھے۔ ابن خلکان کہتا ہے۔ کہ وہ سادات تابعین واحد فقہا سبعہ مدینہ سے تھے۔ نقل ہے کہ اُمّ فردہ دختر قاسم کا عقد امام محمد باقرؑ کے ساتھ ہوا تھا جس کے بطن مبارک سے امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔ اور مادر اُمّ فردہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھی۔ اس لئے حضرت صادقؑ کہا کرتے تھے لقد ولدنی ابوبکر مرتین میں ابوبکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں۔ ہکذا فی نور الابصار۔

قاسم بقول ابن خلکان سنہ ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ انکی عمر ۷۲ سال کی ہوئی۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ معروف بہ عبداللہ محض

عبداللہ بن موسےٰ بن عبداللہ محض نے اپنے باپ موسےٰ سے انہوں نے اپنے باپ عبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا مجھ کو میری مادر گرامی جناب فاطمہ بنت الحسینؑ اپنے ماموں علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر رہنے کی تاکید کیا کرتی تھیں اور میں جب کبھی آنحضرت کی خدمت میں جاتا۔ کوئی نہ کوئی نفع ضرور پاتا۔ کبھی آنحضرت کے خشیتہ اللہ کو دیکھکر میرے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا۔ کبھی کسی علم کا ان سے استفادہ کرتا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ عبداللہ محض اپنے زمانے میں شیخ و بزرگ بنی ہاشم ہوئے ہیں۔ انکی تاریخ کا آخری حصہ کشف الحقائق میں بذیل حالات امام جعفر صادقؑ لکھا گیا۔ وسطی کیفیات تاریخ ابوجعفر محمد باقرؑ کا حصہ ہے۔ انشاء اللہ وہاں درج ہوں گے۔

اصحاب اطیاب آنحضرت

امام موسی کاظمؑ ایک حدیث طولانی میں فرماتے ہیں۔ کہ روز قیامت ہوگا تو ایک منادی ندا دیگا۔ این حواری علیؑ بن الحسینؑ۔ امام زین العابدینؑ کے حواری کہاں ہیں۔ اسوقت یہ اشخاص اٹھیں گے۔ جبیر بن مطعم۔ یحییٰ بن ام الطویل۔ ابو خالد کابلی۔ سعید بن المسیب

اور جناب صادق نے فرمایا کہ لوگ شہادتِ امام حسینؑ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ الا تین نفران سے۔ ابو خالد کابلی۔ یحییٰ بن ام الطویل۔ وجبیر بن مطعم۔ بروایتے اور جابر بن عبداللہ انصاری۔ پھر اور لوگ ان میں شامل ہوتے گئے۔ حتےٰ کہ اصحاب زین العابدینؑ کی کثرت ہو گئی تھی۔

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے۔ کہ اصحاب آنجنابؑ صحابۂ رسولؐ اللہ سے جابر بن عبداللہ انصاری۔ عامر بن واثلہ کنانی۔ سعید بن مسیب بن حزن جسکو امیرالمومنینؑ نے تربیت کیا تھا۔ امام زین العابدینؑ اس کے حق میں کہتے تھے۔ کہ سعید مذکور اخبار گذشتگان سے خبردار ہے اپنے زمانے تک۔ اور سعید بن جہان کنانی موے ام ہانی۔ اور تابعین سے ابو محمد سعید بن جبیر موے بنی اسد نزیل مکہ انکو جہبذ العلماء کہتے تھے۔ تمام قرآن دو رکعت نماز میں تمام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جو روئے زمین پر ہے علم میں اس کا محتاج ہے۔ محمد بن جبیر بن مطعم ابو خالد کابلی۔ قاسم بن عوف۔ اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر۔ ابراہیم وحسن پسران محمد بن حنفیہ رضؓ حبیب بن ابی ثابت۔ ابو یحییٰ اسدی۔ ابو حازم اعرج۔ وسلمہ بن دینار مدنی۔ الاقرن القاص ابو حمزہ ثمالی کہ موسےٰ کاظمؑ کے زمانے تک زندہ رہے۔ وفرات بن احنف جو عہد ابو عبداللہ جعفر صادقؑ تک رہے۔ جابر بن محمد بن ابی بکر ایوب بن الحسن۔ علی بن رافع۔ ابو محمد قرشی اسدی کوفی وضحاک بن مزاحم خراسانی الکوفی وطاؤس بن کیسان وابو عبدالرحمان وحمید بن موسیٰ کوفی وابان بن تغلب بن رباح وابو الفضل سدیر بن حکیم بن صہیب صیرفی و قیس بن رمانہ وعبداللہ البرقی وفرزدق شاعر۔ یحییٰ بن ام الطویل مطعمی دربان وشعیب غلام آزاد کردہ۔ بروایت فصول مہمہ۔ شاعر آپکا فرزدق وکثیر عزہ اور نواب ابو حیلہ وحتیقہ معاصر عبدالملک بن مروان وولید بن عبدالملک۔

سعید بن جبیر

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ نے کہا کہ سعید بن جبیر زین العابدینؑ کی امامت کا اذعان رکھتے تھے۔ اور وہ حضرت انکی مدح وثنا کرتے تھے۔ بوجہ ان کے مستقیم العقیدہ ہونیکے

نقل ہے کہ سعید کو حجاج بن یوسف کے سامنے لائے۔ تو اس ملعون نے کہا تو شقی بن کسیر ہے۔ سعید بن جبیر نہیں۔ کہا میری ماں تیرے نام سے زیادہ عارف تھی۔ اس نے تو میرا نام سعید بن جبیر ہی رکھا ہے۔ تو جو چاہے کہہ۔

بروایتِ دیگر جب اس ملعون کو سعید پر دسترس ہوا۔ اور اس کو اس کے سامنے حاضر کیا۔ تو پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ کہا سعید بن جبیر۔ کہا بل انت شقی بن کسیر۔ سعید نے کہا کانَ ابی اَعلم باسمی منکَ۔ میرے باپ کو تیری نسبت اس سے زیادہ واقفیت تھی اس نے کہا تیرا باپ اور تو دونو شقی ہو۔ سعید نے کہا تو غیب کے جاننے والا نہیں حجاج نے کہا میں تجھ کو جہنم میں بھیجونگا۔ کہا اگر میں جانتا کہ یہ تیری قدرت میں ہے تو تیری ہی پرستش کرتا۔ بہر کیف حجاج نے کہا تو ابوبکر۔ عمر کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ کہا لستُ علیہم بوکیل۔ میں ان کے اوپر وکیل نہیں ہوں۔ کہا ان دو میں کونسا تیرے نزدیک محبوب تر ہے۔ سعید نے کہا جو اپنے خالق کو زیادہ راضی رکھنے والا ہو۔ حجاج نے کہا خالق کا زیادہ راضی رکھنے والا کون ہے۔ کہا یہ وہ جانتا ہے۔ جو ان کے نہان و آشکار سے واقف ہو۔ کہا تو میری تصدیق نہیں کرنے کا۔ سعید نے کہا میں نہیں چاہتا کہ تیری تکذیب کروں۔ بروایت مسعودی حجاج نے کہا۔ کس طرق پر تجھے قتل کروں۔ جس پر کہے قتل کروں۔ سعید نے کہا جس طرح چاہے قتل کر۔ قسم خدا کی جس طریق سے مجھے قتل کریگا۔ فردائے قیامت اسی طرق پر میں تجھے قتل کروں گا۔ آخر اس مردود نے حکم کیا کہ باہر لے جاکر اسکو قتل کریں۔ وہاں سے لے چلے تو سعید ہنسے۔ کہا ہنسنا کیوں ہے کہا اس حیرت و تعجب پر ہنسی آئی کہ تو اس سبحانہ تعالےٰ کے سامنے یوں جرات کرے۔ اور وہ جل جلالہ اس طرح تجھ سے حلم و درگذر فرمائے۔ پس بموجب اس کے حکم کے انکو ذبح کیا۔ جب ذبح کے لئے اوندھا لٹایا تو کلمہ شہادتین پڑھا۔ اور کہا شہادت دیتا ہوں کہ حجاج خدا پر ایمان نہیں لایا۔ اور دعا کی پروردگارا اب حجاج کو قدرت نہ دینا کہ کسی اور کو قتل کرسکے۔

مجالس المومنین میں یافعی شافعی سے نقل کیا ہے۔ کہ حجاج شہادت سعید سے چالیس

آتا تو کہتا اے سعید بن جبیر تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ بروایتے سوتا تو خواب میں سعید کو دیکھتا کہ اس کا دامن پکڑ کر کھینچتا ہے۔ کہ اے دشمن خدا تو نے کس لئے مجھے مارا۔ اور کہتا مالی ولسعید کلما عزمت علی النوم اخذ بحلقی۔ مجھ کو سعید سے کیا بُرا سابقہ پڑا ہے۔ سونے پڑتا ہوں تو میرا حلق پکڑ کر دباتا ہے۔ سعید کی عمر ۴۹ سال کی ہوئی۔ انکی قبر واسط میں مشہور ہے۔

ابو خالد کابلی

پہلے ذکر ہوا کہ ان کا نام کنکر یا وردان تھا۔ ابو خالد کنیت سے مشہور ہوئے۔ پہلے کیسانی مذہب رکھتے تھے۔ اسکو چھوڑ کر طریق حق اختیار کیا۔

ابو الصباح کنانی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوجعفر محمد باقرؑ سے سنا کہ ابو خالد کابلی عرصہ دراز تک امام زین العابدینؑ کی خدمت میں رہے۔ پھر انہوں نے اپنے وطن کی طرف کا ارادہ کیا۔ اس کا ذکر امام علیہ السلام سے آیا۔ اور وطن کے دیکھنے اور والدین کی زیارت کے شوق کا اظہار کیا۔ فرمایا اے ابو خالد کل کو ملک شام سے ایک مرد آنے والا ہے۔ جو مالدار و ذی عزت ہے۔ اسکی لڑکی ایک عارضہ میں مبتلا ہے۔ وہ معالج کی تلاش میں آتے ہیں۔ تجھ کو انکا آنا معلوم ہو جائے۔ تو اس کے پاس جا اور کہہ میں اس لڑکی کا علاج کروں گا۔ اس شرط پر کہ بقدر اس کے خونبہا کے دسہزار درہم مجھے دو۔ وہ اس کو قبول کر لیں گے۔ صبح ہوئی تو وہ شخص ساز و سامان نوکروں چاکروں کے ساتھ وارد مدینہ ہوا۔ یہ شخص شام کے رؤسا و اکابر سے تھا۔ جب اس نے ظاہر کیا کہ کوئی معالج ہو تو اس لڑکی کا معالجہ کرایا جائے۔ ابو خالد نے کہا میں اس کا علاج دس ہزار درہم پر کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم یہ شرط پوری کرو گے۔ تو مرض کبھی عود نہیں کریگا۔ وہ راضی ہو گئے ابو خالد نے واپس آکر امام سے عرض حال کیا۔ فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ عہد پورا نہ کرینگے مگر تو جا اور لڑکی کے بائیں کان میں کہہ۔ اے خبیث علی بن الحسینؑ تجھ کو کہتے ہیں۔ کہ اس لڑکی کے پاس سے چلا جا اور اس کو نہ ستا۔ ابو خالد نے حسب الارشاد عمل کیا۔ وہ خبیث

دفع ہوا۔ اور لڑکی نے آنکھیں کھولدیں۔ ابوخالد نے مال طلب کیا۔ تو طمع شوم اس شامی پر غالب آئی۔ اور ٹال ٹلنے لگا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ وہ نکث عہد کریں گے۔ مگر فکر نہ کر عنقریب تیرے پاس پھر آئیں گے اور طالب علاج ہوں گے۔ تو کہنا میں اب اس شرط پر علاج کرتا ہوں۔ کہ زر موعود علیؑ بن الحسینؑ علیہما السّلام کے پاس امانت رکھوا دیا جائے۔ کیونکہ ان پر تمہارا اور میرا دونوں کا اعتماد ہے۔ جس طرح آپ نے کہا تھا۔ وہ لوٹ کر آئے۔ ابوخالد نے یہ شرط بیان کی۔ انہوں نے منظور کی۔ روپیہ امانت رکھوا دیا گیا۔ ابوخالد نے حسب تلقین امام لڑکی کے کان میں جاکر کہا۔ او خبیث علیؑ بن الحسینؑ کا ارشاد ہے۔ کہ اس دختر سے دور ہو۔ اور آج کے بعد پھر کبھی اس سے متعرض نہ ہونا۔ اور اگر اب تو نے اسکی طرف عود کیا تو آتش سوزندہ میں جو دلوں تک پہنچنے والی ہے۔ تجھے پھونکدونگا۔ یہ تہدید سُن کر وہ دور ہوا۔ اور پھر اس طرف رُخ نہ کیا۔ حضرت نے وہ مال ابوخالد کے حوالے کیا۔ اس نے خوشی خوشی اپنے وطن کی راہ لی۔

سعید بن مسیّب

امیر المومنین نے اسکو تربیت کیا۔ کیونکہ اس کے دادا حزن بن حرہ نے آنحضرت کو اپنا وصی کیا تھا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے تھے۔ کہ سعید گزشتہ آثار کا جاننے والا اور اپنے عہد میں تمام سے زیادہ فہیم تھا۔

کشی علیہ الرحمہ نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ طارق مولیٰ بنی امیہ عامل مدینہ ہوکر آیا۔ تو بنی امیہ سے ایک شخص ذی المروہ میں جاکر اس سے ملا اور سعید کی سفارش کی اور اسکی مدح فرمائی۔ مگر طارق نے کہا مجھ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابن خلکان نے اس کے ساتھ بنی مروان کی عداوت کا یہ باعث لکھا ہے۔ کہ عبدالملک اپنے بیٹے ولید کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ تمام مدینہ والوں نے اسکی بیعت کی بجز سعید کے اس نے کہا ان رسول اللہ نھیٰ عن بیعتین۔ بتحقیق کہ رسول اللہ نے ایک وقت میں دو بیعتوں

سے ممانعت فرمائی ہے۔ میں یہ بیعت نہ کرونگا۔ انہوں نے اس کے پچاس تازیانے لگوائے اور بازار ہائے مدینہ میں تشہیر کرایا۔ اور حکم کیا کہ کوئی اس کے پاس نہ بیٹھے۔ اس لئے سعید ان سے خفا تھا۔ اور کہتا تھا لا حاجۃ لی فی بنی مروان حتیٰ القی اللہ فیحکم اللہ بینی و بینھم۔ مجھ کو مروانیوں سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں بروزِ قیامت خدا تعالےٰ سے فریاد خواہ ہونگا کہ میرے اور ان کے درمیان حکم کرے۔

بروایت کشی لوگوں نے اس کو طارق کے آنے کی اطلاع دی اور کہا روپوش ہو جا یا کم از کم اپنی نشستگاہ میں کہ عامل کے راستے پر ہے نہ بیٹھو۔ مگر اس نے نہ مانا۔ اور دعا کی پروردگارا طارق تیرے بندوں سے ایک بندہ ہے۔ اسکی قدرت تیرے قبضہ میں اور اس کا دل تیرے ہاتھ میں ہے۔ میری یاد اسے بھلا دے حتےٰ کہ میرا نام بھی اسکو فراموش ہو جائے۔ یہ دعا اسکی قبول ہوئی۔ اور اسکو سعید یاد نہ آیا۔ حتیٰ کہ طارق امارت مدینہ سے معزول ہوا۔ تو وہ شخص اموی جو ابتدا میں سعید کا شفاعت خواہ ہوا تھا۔ اس سے ملا کہ مینے تجھ سے اسکی سفارش کی تھی۔ مگر تو نے نہ مانا۔ کہا خدا کی قسم مجھے اس کا خیال بھی نہ رہا۔ اور نہ اس وقت تک یاد آیا تھا۔

مالک ابن انس نے کہا سعید نے مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایک مقام اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ اسجگہ کے سوا مسجد میں کہیں نماز نہ پڑھتا۔ عبدالملک کی عداوت کیوجہ سے اس سے کہا گیا۔ کہ یہاں نماز پڑھنا چھوڑ دے۔ اس نے نہ مانا اور اسی جگہ نماز پڑھا کیا اور کہا کرتا تھا۔ لا تملئوا اعینکم من اعوان الظلمۃ الا بالانکار من قلوبکم لکے لا تحبط اعمالکم۔ کہ مددگاران ظلمہ کیطرف دیکھو تو دل میں ان کے اعمال بد کا انکار کرو۔ تاکہ تمہارے اعمال نیک حبط نہ ہو جائیں۔

نیز کشی علیہ الرحمہ نے علی بن زید سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے سعید بن مسیب سے کہا تو کہا کرتا تھا۔ کہ علی بن الحسین علیہما السلام نفس زکیہ ہیں۔ انکا عدیل و نظیر دنیا میں نہیں سعید نے کہا یہ کوئی مستور و مخفی امر نہیں۔ قسم خدا کی ان کا مثل و نظیر دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہا یہ کلام تیرا تجھی پر حجت تمام کرتا ہے۔ وہ ایسے تھے تو تو نے ان کے جنازے کی نماز کیوں نہ پڑھی۔ سعید نے

کہا حاجیوں کا معمول تھا۔ کہ حج کر کے اسوقت تک مکہ سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ جبتک کہ علیؑ بن الحسینؑ برآمد نہ ہوتے۔ ایکبار وہ حضرت وہاں سے برآمد ہوئے تو ہم ان کے ساتھ ساتھ تھے کوئی ایکہزار سوار کا مجمع ہوگا۔ منزل سقبا پر آکر نزولِ اجلال ہُوا۔ آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر سجدۂ شکر میں گئے۔ اور تسبیح[1] پڑھی۔ جس پر کوئی درخت و کلوخ زمین پر باقی نہ رہا جس سے آواز بتسبیح نہ نکلی۔ یہ دیکھکر خوف ہم پر طاری ہُوا۔ سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا کہ اے سعید کیا تو ڈر گیا۔ عرض کی ہاں یا ابن رسولؐ اللہ۔ فرمایا یہ تسبیح اعظم اور اسم بزرگ خدائے عزّ وجل ہے۔ اے سعید خبر دی مجھ کو میرے پدر بزرگوار حسینؑ بن علیؑ اپنے پدر والا قدر علیؑ بن ابیطالبؑ اور انہوں نے رسولؐ اللہ سے انہوں نے جبرئیلؑ انہوں نے خداوند جلیل سے کہ اس سبحانہ تعالےٰ نے فرمایا۔ جو بندہ میرے بندوں سے مجھ پر ایمان لائے۔ اور تیری اے محمدؐ تصدیق کرے رسالت کی۔ اور دو رکعت نماز تمہاری مسجد میں خلوت و تنہائی میں بجا لائے میں اس کے گزشتہ و آیندہ گناہ بخشدونگا۔ میں نے اس حدیث کے موافق دو رکعت نماز تنہائی مسجد رسولؐ اللہ کا اس روز ارادہ کیا۔ جسدن علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام نے دنیا سے رحلت کی۔ یہ خیال کر کے کہ تمام آدمی نماز جنازہ آنحضرتؐ پر حاضر ہوں گے۔ اور مسجد خالی ملیگی۔ مگر نماز جنازہ سے بھی محروم رہا اور دو رکعت تنہائی بھی میسّر نہ آئی۔ الیٰ آخر الحدیث۔ تمام حدیث

[1] تسبیح مذکور یہ ہے سبحانک وحنانیک سبحانک اللّٰھم وتعالیت سبحانک اللّٰھم و العزّ ازارک سبحانک اللّٰھم والعظمۃ ردائک والتعالی سربالک سبحانک اللّٰھم والکبریاء سلطانک سبحانک من عظیم ما اعظمک سبحانک تسبّحت فی الاعلیٰ سبحانک تسمع وترےٰ وما تحت الثریٰ سبحانک انت شاھد کلّ نجویٰ سبحانک حاضر کل بلاء سبحانک عظیم الرّجاء سبحانک تریٰ ما فی قعر الماء سبحانک تسمع انفاس الحیتان فی قعور البحار سبحانک تعلم وزن السمٰوٰت سبحانک تعلم وزن الارضین سبحانک تعلم وزن الشمس والقمر سبحانک تعلم وزن الظلمۃ والنور سبحانک تعلم وزن الفیٔ والھواء سبحانک تعلم وزن الریح کم ھی من مثقال ذرۃ سبحانک قدوس قدوس قدوس سبحانک عجبًا من عرفک کیف لا یخافک سبحانک اللّٰھم وبحمدک سبحان اللہ العلی العظیم

باب معجزات میں مذکور ہوئی)

کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے حکومت مدینہ کے زمانہ میں بعہد خلافت عبدالملک شیعوں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ مگر سعید بن مسیّب چونکہ سنیوں کے موافق فتوٰے دیتا تھا۔ اس کے شر سے محفوظ رہا۔ ابن خلکان اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں لکھتا ہے۔ کہ سعید بن مسیّب نے مدینہ میں وفات پائی اور سنہ وفات ۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵ ہجری محتمل ہے۔

عبداللہ بن شریک العامری

خلاصۃ الاقوال میں اسکو راویانِ حدیث علیؑ بن الحسینؑ و محمد باقر علیہما السلام سے شمار کیا ہے۔ حضرت محمد باقرؑ نے اسکی نسبت فرمایا کہ میں عنقریب دیکھتا ہوں۔ کہ عبداللہ بن شریک عامری عمامۂ سیاہ سر پر رکھے۔ اور گیسو دو شانوں کے درمیان لٹکائے چار ہزار مرد جرار کی سرداری میں حضرت قائم آل محمدؐ کی خدمت میں کفار فجار کے ساتھ جنگ و جہاد میں مشغول ہے صاحب مجالس المومنین کہتے ہیں۔ کہ امام کے اس کلام شریف میں زمانہ رجعت کیطرف اشارہ ہے۔ جو ائمہ اہلبیت و مذہب شیعہ کے اصول عقائد سے ایک عقیدہ ہے۔ اور بتلایا گیا ہے کہ عبداللہ مذکور اسوقت زندہ ہو کر یاوران امام آخر الزمان سے ہوگا۔

نقل ہے کہ عبداللہ مذکور نے ذکر کیا۔ کہ امیر المومنینؑ نے اہل جمل کو شکست دی تو فرمایا کہ فراریوں کا تعاقب نہ کریں۔ اور مجروحوں کو قتل نہ کیا جائے۔ جو شخص اپنے خیمہ میں چلا جائے ایمن ہے۔ مگر جنگ صفین میں آپکا حکم تھا۔ کہ اہل شام سے جو منہزم ہو قتل کیا جائے اور زخم خوردوں کا کام تمام کریں۔ ابان تغلب حاضر تھے۔ انہوں نے دو مختلف و متضاد حکموں کا سبب دریافت کیا۔ جو حضرت امیرؑ نے ان دو لڑائیوں میں دیئے۔ عبداللہ نے کہا جنگ جمل میں رئیس فرقہ باغیہ طلحہ زبیر تھے۔ وہ مارے گئے تو فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ بخلاف جنگ صفین کے کہ راس و رئیس اہل بغی و عدوان معاویہ بن ابی سفیان زندہ و سلامت موجود تھا۔ مفروروں و زخمیوں کا زندہ چھوڑنا اسوقت درست نہ تھا۔ کہ اس مردود کی تقویت کا باعث ہوتا۔ لہذا ان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

قاسم بن عوف شیبانی خواری

خوار ایک قصبہ ہے مضافات استر آباد سے۔ کتاب مختار کشی و رجال ابن داؤد میں ہے۔ کہ وہ اصحاب امام ہمام زین العابدینؑ سے تھا۔ اور گاہ گاہ محمدؑ بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور اس نے نقل کیا ہے کہ میں ایکروز خدمت بابرکت امام زین العابدینؑ میں حاضر ہوا۔ آپ نے ارشاد کیا اے قاسم اس سے احتراز کرنا کہ اہل عراق یہاں آئیں اور تو ان کا حال تحقیق کئے بغیر ان کے آگے وہ علوم ظاہر کرے۔ جو ہم نے تجھ کو تعلیم کئے ہیں۔ اور نیز اس امر سے بھی خوف کر کہ ان علوم کو اپنی ریاست کا ذریعہ بنائے۔ اور اپنے تئیں ہمارے مقابلے میں مستقل رئیس جانے۔ ایسا کرے گا۔ تو حق تعالےٰ تجھ کو پست و ناچیز کردیگا۔ نیز اندیشہ کر اس سے کہ ہمارے مال میں خیانت کرے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسم کچھ عرصہ شرف منصب وکالت آنجناب سے بھی مشرف رہا ہے) ایسا کریگا تو حق تعالےٰ تجھ کو فقیر و محتاج کردیگا۔ اور جان لے کہ اگر نیکی کی دُم ہو۔ تو اس سے بہتر ہے کہ بدی کا سر ہو۔ اور آگاہ رہ جو کوئی ہم سے حدیث سُنے۔ اور جیسا سُنا اسکو بے کم و کاست راست راست بیان کردے تو وہ جملہ صدیقان سے ہوگا۔ اور جو اسمیں اپنی طرف سے دروغ و کذب شامل کردے کذابوں سے لکھا جائیگا۔ یہ کہکر آپ نے اسکو بشارت دی وجود شریف فرزند ارجمند امام محمد باقرؑ کی اور فرمایا ہمارے بعد ان سے اکتساب علوم و معارف کرنا۔

یحییٰ بن ام الطویل مطعمی

کشی نے جناب صادقؑ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ کہ لوگ شہادت امام حسینؑ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ مگر ابو خالد کابلی۔ یحییٰ بن ام الطویل۔ جبیر بن مطعم اس کے بعد ملحق ہوئے اور کثرت پکڑ گئے۔ لیکن یحییٰ ان سے اظہار فتوت و جوانمردی کرتے تھے۔ سر پر خلوق ملتے۔ منہ میں پان چباتے۔ دامن لمبے کرتے۔ حجاج نے انکو پکڑوایا اور کہا ابو تراب پر لعن کر انہوں نے اس سے انکار کیا۔

حجاج نے ہاتھ پاؤں قطع کرا کر قتل کرایا۔ واسط میں دفن ہوئے۔ لیکن سعید بن مسیب نے اس ملعون کے ہاتھ سے اس لئے نجات پائی کہ وہ سنیوں کے موافق فتوے دیتے تھے۔ اور آخر اصحاب رسول اللہ تھے۔ کہ اس کے جور و تعدی سے محفوظ رہے۔ اور ابو خالد کابلی مکہ کو بھاگ گئے۔ اور وہاں روپوش ہو کر جان بچائی۔ اور عامر بن واثلہ کا عبدالملک بن مروان پر کوئی احسان تھا جان بوجھ کر اس سے غافل رہا۔ اور جابر بن عبداللہ انصاری اصحاب رسول اللہ سے ایک ممتاز شخص تھے۔ اس لئے ان سے متعرض نہ ہوا۔ نیز وہ پیر سن رسیدہ تھے۔ اور ابو حمزہ ثمالی و فرات بن احنف ابوعبداللہ جعفر کے زمانے تک زندہ رہے۔ ابو حمزہ نے اس سے بھی گزر کر ابوالحسن موسٰے کا زمانہ ادراک کیا۔

ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی

ثقات علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام سے تھے۔ شب شہادت امیرالمومنین کو متولد ہوئے اور نوے سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ قبیلہ ہمدان سے ہیں۔ پورا نام عمر بن عبداللہ بن علی بن ذی حمیر منسوب بہ سبیع اس لئے ہوئے کہ ان میں منزل گزین تھے۔ کہتے ہیں کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑہی۔ ہر شب کو ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں کوئی ان سے زیادہ عابد نہ تھا۔ بعد جعفر یہ میں خاص و عام کے نزدیک ذی وثوق و اعتماد وانے تھے۔

شعیب مولے آزاد کردہ علیؑ بن الحسینؑ

داؤد رقی نے کہا میں نے ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے سنا کہ شعیب مولے علیؑ بن الحسینؑ جہاں تک ہم جانتے ہیں اخیار سے تھا۔

حسین بن عبداللہ معروف بہ سکری نے کہا میں نے علیؑ بن الحسینؑ سے نبیذ کی بابت سوال کیا فرمایا کچھ لوگ اسکو پیتے ہیں۔ اور دیگر قوم صالحین اس سے اجتناب کرتے ہیں مگر پرہیز کرنے والوں کی شہادت قبول کے لائق ہے۔ وہ خواہش نفسانی کے خلاف ہے۔ بخلاف پینے والوں کے شہادت کے کہ ان کے حسب دلخواہ ہے۔

دو غلام آزاد کردۂ زین العابدینؑ

امالی میں ابن بکیر سے روایت ہے۔ کہ دو آزاد کردہ امامؑ حجاج کے پاس پکڑے ہوئے آئے۔ ایک سے کہا کہ علیؑ بن ابیطالبؑ سے برائت و بیزاری کر۔ کہا ایسا نکروں تو اسکی کیا جزا ہے۔ کہا خدا مجھ کو قتل کرے اگر تجھے قتل نہ کروں۔ اپنے لئے طریق قتل اختیار کر۔ آیا تیرے ہاتھ قطع کروں یا پاؤں۔ اس نے کہا تجھ کو قصاص دینا ہے جسطرح چاہے قتل کر جیسا مجھے قتل کریگا ویسا ہی میں تجھے قتل کروں گا۔ کہا خدا کی قسم تو زبان دراز ہے۔ حالانکہ گمان نہیں کرتا کہ اس قدر بھی جانتا ہو کہ کس نے تجھ کو پیدا کیا تھا۔ تیرا رب کہاں ہے۔ کہا وہ ہر ظالم ستمگار کی گھات میں ہے۔ پس حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں قطع کئے جائیں بعد ازاں دوسرا سامنے آیا کہا تو کیا کہتا ہے کہا میں اپنے ساتھی کی رائے پر ہوں۔ حکم دیا کہ اس کی گردن ماری جائے۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

حبابۂ والبیہؒ

کشیؒ نے عمران بن میثم سے روایت کی کہ اس نے کہا میں اور عبایہ اسدی بنی اسد سے ایک عورت مسماۃ حبابۂ والبیہؒ کے پاس گئے۔ عبایہ نے کہا جانتی ہو کہ یہ جوان جو میرے ساتھ ہے کون ہے کہا نہیں۔ عبایہ نے کہا کہ تمہارا بھتیجا میثم۔ کہا ہاں قسم بخدا پھر کہنے لگی میں تم سے ایک حدیث بیان کرتی ہوں۔ جو حسین بن علی علیہما السلام سے سُنی ہے۔ ہم نے کہا بہت خوب بیان کیجئے۔ کہا میں نے آنحضرتؐ سے سُنا ہے کہتے تھے کہ ہم اور ہمارے شیعہ اسی فطرت پر ہیں جس پر کہ حق تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کو مبعوث کیا ہے اور باقی آدمی اس سے بری ہیں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ نیک سیرت پاک اعتقاد عورت عہد امیر المومنینؑ سے لیکر عہد امام رضا علیہ السلام تک زندہ رہی۔ چنانچہ اس کا ذکر ہمارے اس سلسلۂ تاریخ الائمہؑ میں اپنے

اپنے مقام پر مکرر گزرا۔ اور جو معجزہ اسکی بابت حضرت زین العابدین سے ظاہر ہوا انکا بیان باب معجزات آنحضرت میں کیا گیا۔

کتاب مختار کشتی رح میں نقل ہوا ہے۔ کہ حبابہ نے کہا میں خدمت میں اپنے مولیٰ و آقا حسینؑ بن علی علیہما السلام کے داخل ہوئی اور سلام کیا آنحضرتؑ پر آپ نے جواب سلام دیا۔ اور مرحبا کہا اور ارشاد کیا اے حبابہ تم کس لئے ہمارے پاس نہیں آتیں اور ہمکو سلام نہیں کرتیں۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھ کو ایک عارضہ عارض ہوا ہے۔ جس سے مجھے شرم آتی ہے۔ فرمایا وہ کیا عارضہ ہے۔ میں نے چادر اٹھاکر برص کا داغ دکھایا۔ آپ نے دست مبارک اپنا اس داغ پر رکھا۔ اور دعا کرتے رہے۔ پھر ہاتھ اٹھایا تو برص کا نشان باقی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ببرکت دعا آنحضرت اس مرض کو مجھ سے دور کر دیا۔ - اسوقت آپنے فرمایا اے حبابہ ملت ابراہیمؑ پر فقط ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ باقی تمام اس سے بری ہیں۔

سالم بن ابی حفصہ العجلی الکوفی

مجالس المومنین میں ہے کہ شیخ نجاشی نے کہا کہ وہ راویان علیؑ بن الحسینؑ و ابوجعفر محمد باقرؑ و ابوعبد اللہ جعفر صادق علیہم السلام سے تھا۔ کنیت ابوالحسن و ابو یونس کرتا تھا۔ اس کے باپ کا نام ابو زیاد تھا۔ ۱۳۷ھ میں زمان حیات جعفر صادقؑ میں وفات پائی۔ حدیث میں اسکی کتاب ہے۔

بعضے از حالات اہل زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ

جناب ابوعبد اللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ لوگ شہادت امام حسینؑ کے بعد عموماً مرتد ہو گئے تھے۔ الا تین اشخاص ابو خالد الکابلی۔ یحییٰ بن ام الطویل۔ و جبیر بن مطعم۔ پھر کم کم ملحق ہوتے گئے۔ حتی کہ بہت سے رجوع بحق ہوئے۔ یحییٰ بن ام الطویل مسجد رسول اللہ میں جاتے۔ تو کہتے ہم تم سے کافر ہو گئے۔ اب ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت و بغض شروع ہے۔ بروایت دیگر اصحاب علیؑ بن الحسینؑ ابو خالد کابلی کنکر (بعض نے انکا نام وردان کہا ہے) و یحییٰ

بن ام الطویل۔ سعید بن مسیب المخزومی۔ حکیم بن جبیر تھے۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ سعید بن مسیب امیر المومنین سے منحرف تھا۔ لیکن امام محمد باقرؑ سے بکلام شدید اسکی تردید نقل ہوتی ہے۔ ابو داؤد ہمدانی نے کہا میں ابن مسیب کے پاس بیٹھا تھا۔ اسوقت عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ وہاں آئے سعید نے انکو کہا برادر زادے میں نے تم کو مسجد رسول اللہؐ میں اسقدر آمد و شد کرتے نہیں دیکھا جیسے تمہارے بھائیوں اور بنی اعمام کی کیفیت تھی عمر نے کہا کیا ضرورت ہے کہ جب مسجد میں آؤں تیرے سامنے اور تجھے دکھا کر آؤں۔ سعید بولا میں تم کو غضبناک کرنا نہیں چاہتا میں نے تمہارے باپ سے سُنا ہے کہ میرے لئے خدا کے سامنے ایک درجہ ہے۔ جو بنی عبد المطلب کے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ عمر نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا ہے۔ کہتے تھے کسی منافق کے دل میں کوئی کلمۂ حکمت ہوتا ہے۔ تو وہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اسے زبان سے نکالدیتا ہے۔ سعید نے کہا برادر زادے تم نے مجھ کو منافق بنا دیا۔ کہا ہُوَ مَا اقول وہی ہے جو کچھ کہتا ہوں۔

پھر ابن ابی الحدید نے کہا اور زُہری بھی منحرفین سے تھا۔ جریر بن عبد الحمید نے محمد بن شیبہ سے نقل کیا۔ وہ مسجد مدینہ میں تھا۔ زُہری اور عروہ بن زبیر وہاں بیٹھے علیؑ علیہ السلام کی مذمت کر رہے تھے۔ امام زین العابدینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہاں تشریف لائے اور ان کے برابر کھڑے ہو کر کہا۔ یا ابن زبیر میرے جد امجد نے تیرے باپ کیساتھ خدا کے سامنے محاکمہ کیا۔ حق تعالیٰ نے میرے جد کے حق میں فیصلہ کیا۔ اور لیکن تو اے زہری اگر مکہ میں ہوتا۔ تو تیری کرامت تجھے دکھاتا۔

ہشام بن کلبی نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہ میں نے بنی اَوْد کو دیکھا وہ اپنی اولاد و ازواج کو علیؑ بن ابیطالبؑ کی مذمت تعلیم کرتے تھے۔ ان کے درمیان عبد اللہ بن ادریس بن ہانی کے گروہ کا ایک شخص تھا۔ وہ حجاج بن یوسف کے پاس کسی کام کو گیا تھا۔ اس میں کلام کیا تو حجاج نے اس کو سختی سے جواب دیا۔ بولا اے امیر اسطرح درشتی سے میرے ساتھ

لہ اَوْد بالفتح پدر قبیلہ است از یمن وازان است اوہ اَوْدی شناع۔ ۱۲ انتہی

کلام نہ کرو۔ قریش اور ثقیف کو کوئی منقبت حاصل نہیں۔ کہ ویسی ہمارے قبیلہ میں نہو۔ حجاج نے
کہا تم میں کیا کیا منقبتیں ہیں۔ کہا ایک یہ کہ ہمارے مجلسوں میں کبھی عثمان بن عفان کو بدی یاد
نہیں کیا گیا۔ کہا فی الواقعہ یہ بڑی منقبت ہے۔ پھر کہا دیگر یہ ہماری قوم میں کوئی خارجی نہیں
دیکھا گیا۔ (خارجی امیر المومنینؑ اور عثمان سے یکسان عداوت رکھتے ہیں) حجاج نے کہا یہ بھی منقبت
ہے۔ اَودی بولا دیگر ہمارے درمیان سے ابوترابؑ کے ساتھ اسکی لڑائیوں میں کوئی شریک
نہیں ہوا۔ بجز ایک شخص کے وہی ہمارے نزدیک بےقدر و ذلیل رہا۔ کوئی اسکی عزت نہیں
کرتا۔ کہا هذه منقبةٌ۔ پھر اس شخص نے کہا جو کوئی ہمارے قبیلہ میں کسی عورت سے نکاح
کرنا چاہتا ہے تو اس سے پوچھ لیتا ہے کہ ابوترابؑ سے محبت رکھتی ہے یا اسکو بھلائی سے یاد
کرتی ہے۔ اس کا جواب اثبات میں دیتی ہے تو اس سے اجتناب کرتا اور شادی نہیں کرتا
کہا و منقبةٌ۔ کہا کوئی بچہ ہمارے درمیان پیدا نہیں ہوا جسکا نام علیؑ و حسنؑ و حسینؑ رکھا گیا ہو۔
اور نہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی۔ جو فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہوئی ہو۔ قال و منقبةٌ۔ کہا جب حسینؑ
عراق کیطرف متوجہ ہوئے۔ تو ہماری ایک عورت نے نذر کی تھی۔ کہ وہ قتل ہوجائیں تو دس شتر
راہِ خدا میں نحر کردیگی۔ حسینؑ مارے گئے تو اس نے اپنی نذر پوری کی۔ حجاج نے کہا یہ منقبت
ہے۔ پھر اس (ملعون) نے کہا ہم لوگوں سے ایک کو کہا گیا۔ کہ علیؑ سے بیزار ہو اور ان پر لعن کر
اس نے کہا بہت خوب اور حسنؑ و حسینؑ کو اس لعن میں اپنی طرف سے مزید کرتا ہوں۔ حجاج شقی نے
کہا بڑی منقبتہ ہے قسم خدا کی۔ کہا امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے ہماری مدح میں کہا تم
شعار ہو نہ دثار اور تم انصار کے بعد دوسرے انصار ہو۔ کہا منقبةٌ۔ پھر اودی نے کہا جس قدر
کوفہ میں حسن و ملاحت دکھائی دیتی ہے۔ یہ بنی اَود کی ہے۔ اس پر حجاج ہنسنے لگا۔ ہشام بن کلبی نے
کہا کہ میرا باپ کہتا تھا۔ حق تعالےٰ نے انکی حسن و ملاحت کو اُن سے سلب کرلیا تھا۔

تمسخر و استہزا بحدیث رسول اللہ

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ ہم ان لوگوں
کے ساتھ کس طرح بسر کریں۔ اگر رسول اللہ کی حدیث ان سے بیان کرتے ہیں۔ تو اس پر ہنستے

ہیں۔خاموش رہتے ہیں تو ہم سے ترک حدیث پر صبر نہیں ہوتا۔ضمرہ بن سعید نے کہا مجھ سے کوئی حدیث بیان کیجئے۔آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ عدو خدا کا جنازہ اٹھتا ہے۔تو اپنے اٹھانے والوں کو کیا کہتا ہے۔وہ کہتا ہے تم سنتے ہو کہ دشمن خدا نے مجھے دھوکا دیا۔جس امر میں داخل کیا۔اس سے واپس آنے کا رستہ نہ بتایا۔میں تم سے اپنے ان دوستوں کی شکایت کرتا ہوں جن کے ساتھ دوستی کا پیمان باندھا تھا۔کہ انہوں نے میری نصرت نہ کی۔اور اپنی اولاد کا شاکی ہوں۔جنکی حمایت کرتا رہا۔انہوں نے بھی بحال خود چھوڑ دیا۔اور مکان کا شکوہ کرتا ہوں جس پر اپنا مال لگایا۔اسمیں اور لوگ رہنے لگے۔پس اے حاملان جنازہ میرے ساتھ یہ رفق و آہستگی کرو۔چلنے میں جلدی نہ کرو۔ضمرہ نے کہا اگر مردہ یہ باتیں کرتا ہے تو اگر وہ اپنے اٹھانیوالوں کی گردنوں پر آپڑے تو کیا بعید ہے۔اسوقت علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا۔بار الٰہا ضمرہ تیرے رسولؐ کی حدیث پر تمسخر کرتا ہے۔اس سے مواخذہ کر۔راوی کہتا ہے کہ اس بات کو چالیس روز نہیں گزرے تھے کہ وہ مرگیا۔اس کا ایک غلام آزاد کردہ جو اس کے کفن دفن میں شریک تھا۔حضرتؑ کے پاس آیا۔آپ نے پوچھا کہاں سے آنا ہوا۔عرض کی ضمرہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت پاکر آرہا ہوں۔جب اسکو تختہ پر لٹایا گیا۔میں نے کان لگا کر سنا۔اسکی آواز اسیطرح پہچانی۔جیسا کہ زندگی میں پہچانتا تھا۔کہتا تھا وائے ہو تیرے او پر اے ضمرہ بن سعید آج تجھے تمام دوستوں نے چھوڑ دیا۔اب تو جہنم کو جا رہا ہے۔اب وہی تیرا مسکن و ماویٰ ہے حضرتؑ نے فرمایا پناہ بخدا یہ ہے جزا اس شخص کی جو حدیث رسولؐ پر تمسخر و استہزا کرے۔

عراقیوں کیساتھ حمام میں آپکی ملاقات

حنان بن سدیر نے اپنے باپ سدیر سے نقل کیا کہ میں اور میرا باپ اور چچا مدینہ کے ایک حمام میں داخل ہوئے۔وہاں جامہ کن میں ایک شخص تھا۔کہا تم کون لوگ ہو کہا اہل عراق کوفہ کے رہنے والے اس نے کہا مرحبا ہو تم پر اے اہل عراق تم شعار ہو و ثار نہیں۔پھر کہا تم لنگ کیوں نہیں رکھتے۔رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ مومن کے عورتین پر نظر کرنا حرام ہے۔میرے باپ نے کچھ کرنا منگایا۔اور اس کے چار ٹکڑے کرکے چاروں کو بانٹ دیئے۔حمام میں گئے تو میرے جد سے

کہنے لگا۔ تو نے خضاب نہیں کیا۔ اس نے کہا میں نے اس شخص کو دیکھا ہے جو مجھ سے اور تم سے دونوں سے بہتر تھا۔ وہ خضاب نہیں کرتا تھا۔ اس پر چیں بجبیں ہو کر بولا اے مرد اگر خضاب کرتا تو وہ سنت رسول اللہ ہے۔ جو علیؑ سے بہتر تھے اور ترک کیا تو سنت امیرالمومنین علیؑ ہے۔ راوی کہتا ہے ہم نے حمام سے نکلکر پوچھا۔ یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے محمد باقرؑ علیہ السلام۔

دنیا میں ایک کی مصیبت ایک سے بڑھکر ہے

بحار میں عامر بن حفص سے روایت ہے۔ کہ عروہ بن زبیر اپنے بیٹے محمد بن عروہ کے ساتھ ولید بن عبدالملک کے پاس گیا۔ محمد کسی اصطبل میں گیا اور ایک چوپائے نے اس کے لات ماردی۔ جس سے جان بحق ہوا اور عروہ کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری پیدا ہوئی۔ رات رات میں ساق تک نوبت پہنچ گئی۔ ولید نے کہا اس کو کاٹ ڈالو۔ ورنہ تمام جسم فاسد ہو جائیگا۔ پس اسکو آری سے کاٹا۔ باوجود پیرانہ سالی کسی کو اس کے پکڑنے تھامنے کی ضرورت نہوئی فقط اتنا کہا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا۔ البتہ ہمکو اپنے اس سفر میں سختی پیش آئی۔ اسی سال ولید کے پاس بنی عبس سے کچھ لوگ آئے تھے۔ جن میں ایک نابینا شخص تھا ولید نے اسکی بصارت جاتے رہنے کی وجہ دریافت کی۔ کہا اے امیرالمومنین میں ایک شب ایک وادی میں اترا تھا۔ اسوقت کوئی عبسی مرفہ الحالی میں میرے برابر نہ تھا۔ رَو آیا اور میرا تمام اہل وعیال۔ مال ومنال کو بہالے گئی۔ صرف ایک شتر سرکش اور ایک بچہ باقی رہا۔ شتر بھڑک کر بھاگا۔ تو میں بچہ کو ایک جگہ رکھکر شتر گریختہ کے پیچھے چلا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ بچے کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ مڑکر آیا تو دیکھا بھیڑیئے نے اس کا شکم چاک کردیا ہے اور اس کو کھا رہا ہے۔ شتر کے پاس گیا تو میرے منہ پر لات ماری۔ اس کے صدمے سے دونو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ پس اب نہ مال ہے نہ اہل واولاد نہ بصارت۔ ولید نے کہا عروہ کو اسکی خبر کرو کہ دیکھے کہ دنیا میں اس سے بھی زیادہ مصیبت زدے موجود ہیں۔ عروہ مدینہ آیا تو قریش و انصار اس سے ملنے آئے عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ نے کہا اے ابو عبداللہ تجھ کو بشارت

ہو۔ جو کچھ ہوا بہتر ہوا۔ تجھ کو پیادہ چلنے کی حاجت ہی نہیں۔ کہا خدا کا احسان ہے مجھے سات بیٹے دیئے۔ ان سے متمتع ہوتا رہا۔ پھر ایک لے لیا چھ چھوڑ دیئے اور چھ اعضا بخشے۔ ان سے منتفع ہوا کیا پھر ان سے ایک پاؤں لے لیا۔ دوسرا پاؤں دو ہاتھ اور سمع بصر پانچ چیزیں باقی ہیں۔ الٰہی تیرا شکر ہے۔ لیا ہے تو چھوڑ بھی دیا۔ مبتلائے بلا کیا اور عافیت بھی بخشی۔

سب علی کسی کو سزاوار نہیں ہوئی

عامر بن عبداللہ بن زبیر کا ایک بیٹا تھا کہ امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی ذم و تنقیص کرتا تھا۔ عامر نے کہ عقلاء قریش سے شمار ہوتا تھا۔ یہ سنا تو کہا اے پسر علیؑ کی مذمت کو ترک کر۔ کیونکہ دینی امور کی بنا کو دنیا کے کاروبار منہدم نہیں کر سکتے۔ لیکن دنیادی عمارات دین کے آگے کبھی نہیں ٹھیر سکتے۔ اے پسر بنی امیہ اپنی مجالس میں علیؑ کی بدی کرتے تھے اور اپنے منبروں پر انکو لعنت کرتے تھے۔ سمجھا جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور اپنے بزرگوں اور منتسبوں کی مدح کرتے تھے۔ گویا مرداروں کا پیٹ چاک کر کے انکی گندگی دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ پس میں انکی مذمت سے تجھ کو منع کرتا ہوں۔

حرہ بنت مرضعہ رسول اللہ حلیمہ سعدیہ رض

بحار میں ایک جماعت ثقات سے روایت کی ہے کہ حرہ بنت حلیمہ سعدیہ حجاج بن یوسف کے پاس وارد ہوئی تو اس نے کہا تو ہی حرہ بنت حلیمہ ہے۔ حرہ کہتی ہے کہ میں نے فراست بلاشرف ایمان اسی مردود کے درمیان پائی۔ کہنے لگا اللہ تجھ کو میرے پاس لایا۔ میں نے سنا ہے کہ تو علیؑ کو ابوبکر۔ عمر۔ عثمان پر ترجیح دیتی ہے۔ حرہ بولی جھوٹ کہا جس نے کہا کہ میں تنہا ان اشخاص پر آنحضرتؐ کو فضیلت دیتی ہوں۔ میں ان پر اور آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و لوطؑ و موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ و عیسیٰؑ پر انکو ترجیح دیتی ہوں۔ اور میں کیا حق تعالےٰ نے قرآن میں ان کے اوپر فضیلت دی ہے۔ حجاج نے کہا وائے ہو تیرے اوپر صحابہ سے گزر کر انبیاء اولوالعزم تک پہنچی ہے۔ اسکو بدلیل قرآن بیان کر۔ ورنہ تجھے قتل کرونگا

حرہ نے کہا بہت خوب اب سُن لیکن آدمؑ پس حق تعالےٰ نے قرآن میں انکی نسبت فرمایا
وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ نافرمانی کی آدمؑ نے اپنے رب کی غوایت میں پڑا۔ اور علیؑ
کے حق میں سورۂ دہر میں کہا وکان سعیکم مشکوراً۔ اسکی سعی مشکور ہوئی حجاج نے
کہا احسنت یا حرہ درست کہا تو نے اے حرہ۔ پھر کہا لیکن نوحؑ ولوطؑ پر فضیلت کی کیا اسکی دلیل
بھی قول خدا تعالےٰ کا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِلَّذِیْنَ کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ
لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنہما من اللہ
شیئاً وقیل ادخلا النار مع الداخلین۔ مثال لایا اللہ تعالےٰ کافروں کیلئے نوحؑ
ولوطؑ کی عورتوں سے جو ہمارے دو نیک بندوں کے تحت میں تھیں۔ پس خیانت کی اُن
دونوں نے ان کے ساتھ نہ نفع دیا ان دونوں نے انکو خدا کیطرف سے اور کہہ دیا گیا انکو
داخل جہنم ہو جاؤ۔ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ یہ حال نوحؑ ولوطؑ کی بیبیوں کا ہے۔ اور
علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے ملائکہ سماوات نے فاطمہ زہراؑ بنت محمدؐ
مصطفےٰ کا نکاح پڑھا۔ فاطمہؑ وہ بی بی ہیں جس کے راضی ہونے پر خدا راضی ہوتا ہے اور
ناراضگی پر ناراض۔ حجاج نے کہا اَحْسَنْتَ یا حرہ۔ ابوالانبیاء ابراہیمؑ خلیل اللہ پر ان کی
فضیلت کی کیا حجت ہے۔ حرہ نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ نے کہا رَبِّ اَرِنِیْ
کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتیٰ خداوندا مجھ کو دکھادے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ قَالَ اَوَلَمْ
تُؤمِن خدا نے کہا کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ قَالَ بَلیٰ وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ کیوں
ایمان کیوں نہیں رکھتا مگر اس لئے کہتا ہوں کہ طمانیت قلب حاصل ہو۔ اور مولانا امیرؑ
المومنین کا قول بلا اختلاف بین المسلمین مشہور ہے۔ لَوْ کُشِفَ الغطاءُ لما ازددتُ یقیناً
اگر پردۂ درمیانی اٹھا دیا جائے۔ تو ہرآئینہ میرے علم ویقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اور
یہ ایک کلمہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے اور ان کے بعد میں کسی نے نہیں کہا۔ قال الحجّاج
اَحْسَنْتَ۔ پھر حرہ نے کہا موسیٰؑ پر بھی حق تعالےٰ نے اپنے کلام مجید میں فضیلت دی جہاں
کہ ان کے حال کی حکایت کی فخرج منہا خائفاً یترقب کہ نکلے وہ وہاں سے ڈرتے ہوئے
اور امید کرتے۔ اور امیرالمومنین نے بستر رسول اللہ پر رات بسر کی اور اندیشہ کا خیال تک

دل میں نہ لائے۔ حتی کہ حق تعالیٰ نے انکی مدح میں یہ آیہ نازل کی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللہِ آدمیوں سے ہیں وہ لوگ جو اپنے نفس کو خوشنودئی خدا کی خاطر فروخت کر دیتے ہیں۔ حجاج نے کہا اَحْسَنْتَ۔ اب داؤد و سلیمان پر ان کی فضیلت بیان کرو۔ کہا وہ قولِ خدائے تعالیٰ سے ہے۔ یَا دَاؤدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا۔ پس آدمیوں کے درمیان حکم بحق کر اور ہوا و حرص کی پیروی نہ کر۔ کہ یہ تجھ کو راہِ خدا سے نہ ہٹا دیں۔ حجاج نے پوچھا کس شئے میں اسکی حکومت تھی۔ حرہ نے کہا دو شخصوں کے درمیان انکو حکم کیا۔ ایک کی بھیڑ بکری تھی دوسرے کے انگور کے پیڑ۔ بکریاں انگوروں میں گھسکر انکو چر گئیں۔ وہ یہ مقدمہ داؤد کے پاس لائے۔ انہوں نے کہا بکریاں فروخت کی جائیں۔ اور انکی قیمت انگوروں پر صرف کی جائے۔ جبتک کہ وہ اپنی پہلی حالت پر نہ آجائیں۔ ان کے بیٹے سلیمان نے کہا اے پدر بلکہ اس جبر نقصان کے لئے ان کا صوف و دودھ فروخت کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا فَفَھَّمْنَاھَا سُلَیْمٰنَ یہ بات ہم نے سلیمان کو سمجھائی تھی۔ یہ حال جناب داؤد کا ہے لیکن امیر المومنین علےؑ پس انہوں نے کہا۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا فَوْقَ الْعَرْشِ سَلُوْنِیْ عَمَّا تَحْتَ الْعَرْشِ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔ سوال کرو مجھ سے ان اشیاء کی بابت کہ عرش کے اوپر ہیں اور سوال کرو عرش کے نیچے سے۔ سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اور رسول اللہ نے بروز خیبر فرمایا۔ افضل صحابہ و اعلم و اقضا انکا علیؑ ہے۔ کہا خوب کہا تو نے۔ اب سلیمان سے افضل ہونے کا بیان کرو۔ کہا اللہ تعالیٰ انکی زبان کی نقل کرتا ہے۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ خداوندا تو مجھ کو ایسی بادشاہی دے۔ کہ میرے بعد کسی کو ویسی حکومت سزاوار نہ ہو۔ سلیمان نے یہ خواہش کی۔ اور ہمارے مولی علیؑ بن ابی طالب نے دنیا کو تین طلاق دیئے اور کہا مجھ کو تیری حاجت نہیں۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ نازل کی۔ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وہ دار آخرت ہم ان لوگوں کے لئے اسکو مقرر کرتے ہیں۔ جو زمین پر بلند رتبہ ہونے

کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور نہ فساد کا۔ کہا اخسئت۔ حرّہ نے کہا لیکن عیسےٰ بن مریم پر پس اللہ تعالےٰ نے خود آنحضرت پر آپ کو فضیلت دی ہے۔ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ الخ۔ یعنی کہا اللہ تعالےٰ نے اے عیسیٰ پسر مریم تو نے لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو سوائے خدا کے معبود جانو۔ انہوں نے کہا پاک ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں وہ بات کہوں جسکے کہنے کا مجھ کو حق نہیں۔ اگر مینے کہا ہوگا۔ تو تو جانتا ہوگا۔ کیونکہ تو میرے دلکی بات جانتا ہے۔ اور میں تیرے دلکی بات نہیں جانتا۔ تحقیق کہ تو غیبوں کا جاننے والا ہے میں نے ان سے وہی کہا جس کا تو نے امر کیا تھا۔ پس یہاں عیسےٰ نے انکی حکومت کو قیامت پر حوالے کیا۔ بخلاف علی علیہ السلام کے کہ ان کے بارے میں جو نصیریوں نے کچھ کہا تو انہوں نے ان کا فیصلہ قیامت پر نہ چھوڑا۔ (وہیں انکو سزا دی) پس آنحضرت کے یہ فضائل کسی دوسرے کے فضائل کے برابر نہیں شمار ہو سکتے۔ حجاج نے کہا درست ہے اے حرّہ تم جواب سے عہدہ برا ہو گئیں۔ ایسا نہ ہوتا تو وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جاتا۔ جو میں کہہ چکا تھا پھر لائق جائزہ دیکر اس کو رخصت کیا۔ رحمۃ خدا ہو حرّہ پر۔

محمد بن اسامہ بن زید موالے رسول اللہ

کتاب بحار الانوار میں کافی سے نقل ہوا ہے۔ کہ محمد مذکور کے مرنے کا وقت قریب آیا۔ تو بنی ہاشم اس کے پاس جمع ہوئے۔ اس نے کہا اے بنی ہاشم مجھ کو جو تمہارے ساتھ قرابت ہے۔ اور جو میری منزلت تمہارے نزدیک ہے۔ تم اس سے بخوبی آگاہ ہو۔ میرے اوپر قرض ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے اس کے متحمل ہو۔ حضرت علی بن الحسین نے کہا قسم خدا کی کہ تیرا ثلث قرضہ مینے اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ کہکر حضرت خاموش ہو گئے۔ تمام حاضرین ساکت تھے۔ تھوڑی دیر انتظار کرکے آپ جماعت حضار سے مخاطب ہوئے۔ کہ میں محمد کے

تمام قرضہ کا تحمل ہوتا ہوں۔ پہلے ثلث اس لئے کہا تھا۔ کہ مبادا تمکو ناگوار ہو کہ اس نے سبقت کی۔ اور ہمکو بولنے نہ دیا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ ثلث قرضہ ذمے لیکر خاموش ہونا آپ کے اگلے پچھلے کلام سے بہتر تھا۔ اور جس نکتہ (کسر نفسی با وصف استطاعت و سیر چشمی) کے خیال سے یہ سلوک کیا۔ وہ تمام قرضہ کے سر پر لینے سے زیادہ قیمتی تھا۔ دیکھیے اتنا بڑا بوجھ جس کے آگے کہ اٹھانے کی دوسرے کو جرات نہ ہوئی اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ اور اس خوبصورتی سے اپنے تئیں فخر و فوقیت سے بچاتے ہیں۔ الحق یہ ایسے ہی نفوس قدسیہ کا کام ہے۔

پس تم واضح ہو کہ محمد بن اسامہ کا سوائے اس کے مسلمان ہونے کے آپ پر کوئی حق نہ تھا۔ اور یہ بات کہ اس کے دادا زید آزاد کردہ رسول خدا تھے۔ یہ ابتداء خلافت امیرالمومنین میں جبکہ عامہ خلائق آپکی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اسامہ بن زید کے عبداللہ بن عمر جیسوں کے دیکھا دیکھی اس بیعت میں متوقف رہنے سے ضائع ہو چکا تھا۔

زُہری

ابوبکر محمد بن مسلم معروف بہ ابن شہاب زہری علما و فقہاء تابعین سے مشہور شخص ہے۔ بقول ابن خلکان گھر میں بیٹھتا تو اپنے گرد کتابیں مطالعہ کو چن لیتا اور اس قدر اسمیں غرق ہوتا۔ کہ کسی شے کی خبر نہ رہتی۔ اسکی زوجہ کہا کرتی تھی۔ کہ یہ کتابیں میرے اوپر تین سوکنوں سے زیادہ ناگوار ہیں۔ یہ زہری حضرت زین العابدین کے بہت سے فضائل و کمالات کا راوی ہے۔ پہلے باب اخلاق و عادات آنحضرت میں گزرا۔ کہ آپ اسکو فہمائش کر کے غار کی سکونت سے نکالکر شہر میں لائے تھے۔ اسوقت سے زیادہ تر حاضر خدمت رہنے لگا تھا۔ تا اینکہ آپکے اصحاب سے شمار ہوتا تھا۔ اس لئے بعض مروانی اسے چھیڑتے۔ کہ مَا فَعَلَ نَبِیُّکَ یَا زُہْرِی۔ اے زہری تیرے نبی یعنی زین العابدین کا کیا حال ہے۔ مگر ابن الحدید شرح نہج البلاغہ میں اسکو منحرفین حضرت امیرالمومنین سے شمار کرتا ہے۔ اور مسجد رسول اللہ میں عروہ ابن زبیر کے ساتھ بیٹھکر آنحضرت کی منقصت

کرنا۔ پہلے مذکور ہوا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ عموماً قریش کو جو عداوت آنحضرت سے تھی اس سے وہ بھی خالی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام زین العابدین فرماتے تھے۔ کہ مکہ مدینہ میں بیس کس بھی نہ نکلیں گے جو ہم کو دل سے دوست رکھتے ہوں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

شعراء و مدّاحین آنحضرتؑ

کثیر بن عبد الرحمن ابی جمعہ

وفیات الاعیان تاریخ ابن خلکان میں ہے کُثیر بضم اول و فتح ثانی معروف بہ کُثیر صاحب عزّہ عزّہ بنت جمیل بن حفص پر عاشق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا زیادہ تر کلام عزّہ کے تغزل و عشق میں ہے۔ سنہ ۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔ وَ اَنَا اَقُوْلُ کثیر کا محبّ پنجتنؑ و غلام حضرت سجّادؑ ہونا خود ابن خلکان کے کلام سے عیاں ہے۔ کیونکہ اس نے لکھا ہے۔

کَانَ یدخل علی عبد الملک بن مروان و ینشد اشعارہ و کَانَ رافضیاً شدیداً لتعصّب لآل ابی طالبؑ ۔ وہ عبد الملک ابن مروان کے پاس آتا جاتا تھا۔ اور اپنے اشعار اس کو سنایا کرتا۔ اور تھا وہ رافضی آلِ ابو طالبؑ کے لئے سخت تعصب کرتا تھا۔

پھر اسکی دلیل کے مقام میں لکھا ہے۔ کہ ایکمرتبہ عبد الملک نے اسکو کہا کہ بحق علیؑ بن ابی طالبؑ بیان کر۔ کہ تو نے اپنے سے زیادہ کسی کو عاشق دیکھا ہے۔ کہا ہاں میں ایکبار صحرا میں جا رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ ایک رسّی لگائے ہے اور اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس نصب حبل سے تیرا کیا مقصود ہے۔ کہا بھوک کی شدت سے میں اور میرے عیال قریب بہلاکت پہنچے ہیں۔ یہ رسن اس لئے نصب کی ہے کہ کوئی جانور اسمیں پھنس جائے اسے شکار کرکے اپنی اور انکی غذا کا سامان کروں۔ میں نے کہا اگر اسمیں سے کوئی چیز مجھ کو دیوے۔ تو میں بھی تیرے ساتھ رہ کر تیری امداد کروں۔ کہا بہتر ہے۔ پس ہم دونوں بیٹھے کہ ایک آہو اسمیں پھنسا۔ ہم اسکی طرف دوڑے۔ مگر وہ مجھ سے پہلے پہنچگیا۔ اور اس نے جاکر ہرن کو پھندے سے رہا کر دیا۔ میں نے کہا یہ کیا کام تو نے کیا۔ کہا مجھ کو اسکی آنکھیں

دیکھ کر اپنی محبوبہ کی آنکھیں یاد آگئیں - اور رقت مجھ پر طاری ہوئی بے اختیار اسکو قید سے آزاد کیا - یہ کہکر کثیر نے کچھ اشعار پڑھے - جن کا یہ مطلب تھا - کہ اے لیلیٰ کے شبیہ آہو میں نے تجھ کو وثاق سے رہا کیا - بس تو اپنی زندگی بھر لیلیٰ کا آزاد کردہ رہیگا -

راقم الحروف کہتا ہے کہ کثیر عزہ کو نہ تنہا ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں شعرائے آنحضرت صلوات اللہ میں شمار کیا ہے - صاحب فصول مہمہ سنی نے بھی اسکو آپ کا شاعر و مداح گنا ہے - مگر ہمکو اس کا کلام مشتمل بر مدح آنحضرتؑ نہیں ملا - ورنہ ضرور اس مقام میں درج کرتے -

فرزدق بن غالب بن صعصعہ التمیمی المجاشعی

مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ اصل نام وہی کنیت یعنی ابو فراس تھا - فرزدق لقب کرتے تھے - جیسا کہ علم الہدےٰ سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب دُرر غرر میں اسکی تصریح کی ہے - فرزدق کی عمر سو سال بقولے ایکسو تیس سال کی ہوئی - وہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں مشرف ہوئے - اور آیہ شریفہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ - و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ - زبان مبارک آنحضرت سے سماعت فرمائی - چنانچہ کہا کرتے تھے - کہ اسی قدر میرے لئے کافی ہے - صاحب اصابہ اس روایت کو دور از کار جانتے ہیں - حالانکہ سو سال و صد و سی سال کی عمر کی روایت کو نقل کیا ہے - اور کسی ایک کی ان میں سے تردید نہیں کی -

بالجملہ فرزدق باوجود شاعر نحریر و فقیہہ عدیم النظیر ہونے کے بڑے خاندانی شخص تھے ان کے آبا و اجداد صاحب مآثر و مفاخر گزرے ہیں - اصابہ سے نقل ہوا ہے - کہ غالب پدر فرزدق اہل کرم و سخاوت و مال و دولت تھے - امیر المومنین جنگ جمل کی فتح کے بعد بصرہ میں مقیم تھے - تو غالب آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور فرزدق ان کے ساتھ تھے حضرتؑ سے بیٹے کی تعریف کی موقعہ پر کہا کہ شعر خوب کہتا ہے - آپ نے فرمایا کہ تعلیم قرآن اس

میں مشغول ہونگا۔ جبتک کہ قرآن حفظ نہ کرلوں۔

درر غرر میں نقل ہوا ہے۔ کہ بعض ثقات نے کہا کہ میں ایکروز فرزدق کی ملاقات کو گیا تھا۔ اثنائے گفتگو میں ان کے دامن کے نیچے سے زنجیر کی جھنکار معلوم ہوئی۔ غور کیا تو اس کے پاؤں پر زنجیر دکھائی دی۔ اس کا سبب دریافت کیا۔ تو کہا میںنے خدا سے عہد کیا ہے۔ کہ پاؤں زنجیر سے نہ نکالوں گا۔ جبتک کہ قرآن حفظ نہ کرلوں۔

فرزدق کا حُسنِ عقیدت وجوشِ طبیعت

ہشام بن عبد الملک اموی قبل از عہد خلافتِ خود شام سے حج کیلئے حجاز آیا تھا حرم مکہ میں داخل ہوا تو پہلے طواف کعبہ بجالایا۔ پھر استلام حجر اسود کا ارادہ کیا۔ مگر ہجوم خلائق اسقدر تھا۔ کہ ہر چند چاہا مگر حجر تک نہ پہنچ سکا۔ اس کے لئے ایک طرف منبر رکھدیا گیا۔ اس پر بیٹھکر کثرتِ حجاج کا نظارہ دیکھنے لگا۔ اسوقت سید الساجدین امام زین العابدینؑ وہاں تشریف لائے۔ آپ نے جو ارادہ استلام کیا تو رعب امامت سے آدمیوں کا دل شگافتہ ہوا۔ اور حضرت کے لئے راستہ کھل گیا۔ حتی کہ بفراغت آگے بڑھکر آپ نے سنتِ استلام بفراغت ادا کی۔ اس پر ایک شامی نے ہشام سے سوال کیا۔ کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جنکی ہیبت سے لوگ ایک طرف ہٹ گئے۔ ہشام نے باین اندیشہ کہ مبادا اہل شام ان کے معتقد ہوجائیں۔ اور ہم کو ان سے کمتر سمجھنے لگیں۔ حقارت سے کہا میں نہیں جانتا کہ یہ کون شخص ہے۔ مکہ کا رہنے والا ہے یا مدینہ کا یا اطراف یمن سے کسی ایک جگہ کا۔

فرزدق مجمع شامیان میں موجود تھے۔ یہ کلام ہشام کا سنکر بیتاب ہوگئے۔ اور اس شامی سے کہا اس سے کیا پوچھتا ہے۔ یہ سوال مجھ سے کر۔ میں انکو خوب جانتا ہوں یہ کہکر وہ قصیدہ مشہور فی البدیہہ[1] پڑھا۔ جو آجتک کتابوں میں چلا آتا ہے۔ یہاں بطور

---

[1] علامہ علی بن عیسی الاربلیؒ کتاب کشف الغمہ میں چند اشعار قصیدہ ہذا کے لکھکر کہتے ہیں۔ کہ یہ اشعار اس قصیدہ سے ہیں۔ جو فرزدق نے آپکے پدر والاقدر حضرت سید الشہداؑ کے شان میں کہے تھے۔ اور جن کا ذکر ہم پہلے امام حسین علیہ السلام کے حالات میں اسی کتاب میں کرچکے ہیں۔ اور آنحضرت کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ فرزدق شاعر

یہاں بطور انتخاب اس کے اشعار معہ ترجمہ لکھے جاتے ہیں۔

هٰذا الّذی تعرف البطحاءُ وطئة ‏ ‏ ‏ ‏ والبیت یعرفہ والحلّ والحرمُ

وہ بزرگ ہے کہ بطحار (سنگریلی زمین مکہ کی) اسکے قدم کو پہچانتی ہے ✦ اور خانہ کعبہ اور حل وحرم اسکو پہچانتے ہیں

هٰذا ابن خیر عباد اللّٰہ کلّھم ‏ ‏ ‏ ‏ هٰذا التّقیّ النّقیّ الطّاھرُ العلمُ

یہ پسر ہے تمام بندگانِ خدا کے بہترین کا ✦ یہ پرہیزگار و برگزیدہ و پاکیزہ و مشہور ہے

هٰذا الّذی احمد المختار والدہ ‏ ‏ ‏ ‏ صلّی علیہ الٰہی ما جری القلمُ

یہ وہ شخص ہے کہ احمدؐ مختار اسکے باپ ہیں ✦ رحمتِ خدا ہو اس پر جبتک کہ قلم جاری رہے

هٰذا ابن سیّدۃ النّسوان فاطمۃ ‏ ‏ ‏ ‏ وابن الوصیّ الّذی فی سیفہ نقمُ

یہ پسر فاطمہ زہرا سردار زنان عالم کا ہے ✦ اور بیٹا اس وصیٔ رسولؐ کا کہ اسکی تلوار دشمنوں کیلئے آفت ہے

من جدّہ دان فضل الانبیاء لہٗ ‏ ‏ ‏ ‏ وفضل امّتہ دانت لھا الامُمُ

جسکے جدامجد کی فضیلت کو انبیاء کی فضیلت قبول کرچکی ہے ✦ اور انکی امّت کی فضیلت کا اور امتوں نے اقرار کیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴) راہِ عراق میں آنحضرتؐ سے ملا۔ جبکہ آپ مکہ سے کوفہ جارہے تھے۔ اور وہ عراق سے حج کو آتا تھا۔ اور فیما بین چند باتیں ہوکر جدا ہوئے۔ تو اس کے ایک ابن عم نے کہ ہمراہ تھا کہا اے ابو فراس یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ کہا ہاں خوب جانتا ہوں یہ فرزند رسولؐ خدا و پسر علیؑ مرتضےٰ و فاطمۃ الزہرا ہیں قسم خدا کی آج زمانہ میں انکا کوئی مثل و نظیر نہیں۔ مینے کسی زمانے میں کچھ اشعار انکی مدح میں بغیر توقع انکے صلہ و انعام کے کہے تھے۔ اسوقت تجھ کو سناتا ہوں۔ کہا سناؤ بہت اچھا اے ابو فراس اسوقت کوئی بیس اشعار کا قصیدہ اس کو سنایا جس کے اشعار قصیدہ ہذا سے ملتے جلتے ہیں۔ بعد میں صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں۔ کہ مینے یہ اشعار رائیہ صداثت سن میں کتاب فتوح ابن اعثم کوفی میں پڑھے تھے۔ یہ اشعار فرزدق سے منسوب ہیں۔ کہ انہوں نے حسینؑ سبطِ رسولؐ الثقلین کے بارے میں کہے۔ اور راویوں نے باوصف بہت سے اختلاف کے ان اشعار میں انکو حزین لیثی سے نسب کیا ہے۔ کہ قثم بن عباس کی مدح میں کہے۔ اور فرزدق نے انکو علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین کی مدح میں ہشام بن عبد الملک کے سامنے پڑھا حقیر مولف کہتا ہے کہ جو طولانی قصیدہ فرزدق نے علیؑ بن الحسینؑ کی شان میں پڑھا۔ اسمیں بعض وہ اشعار ضرور تھے۔ کہ جو پیشتر امام حسینؑ کے حق میں پڑھ چکے تھے۔ اور ممکن ہے کہ دونو مقام پر کچھ حزین لیثی کے کلام سے بھی اقتباس کیا گیا ہو۔ مگر مجموع قصیدہ من حیث المجموع جو اسوقت ہشام کے سامنے پڑھا۔ جناب فرزدق کے زدک

ينمي الى ذروة العزّ اللتي قصرت　　عن نيلها عرب الاسلام والعجم

انہوں نے عزت کی اس چوٹی پر ترقی کی ہے　:　کہ وہاں تک پہنچنے میں عرب و عجم کے مسلمان قاصر ہیں

عمّ البريّة بالاحسان وانقشعت　　عنها الغماية والاملاق والظلم

ان کا احسان خلقت کو عام طور سے پہنچا ہے　:　اور اسکی وجہ سے کوری اور افلاس اور تاریکی انسے جاتے رہے ہیں

لا يخلف الوعد ميمونا نقيبته　　رحب الفناء اريب حين يعتزم

وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے مبارک نفس ہیں　:　جنکا مہمان خانہ وسیع غیظ و تشویش کیوقت عقل سے کام کرنیوالے و دانا

اذا رأته قريش قال قائلها　　الى مكارم هذا ينتهي الكرم

قریش اسکو دیکھتے ہیں تو ان کے کہنے والے کہتے ہیں　:　کہ کریمی اس کے مکارم تک پہنچکر تمام ہو جاتی ہے

يكاد يمسكه عرفان راحته　　ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم

قریب ہے کہ انکی کف دست کو پہچانکر رکن حطیم کا　:　جب وہ اسکے استلام کو آئیں اسکو پکڑنے لگے

هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله　　بجدّه انبياء الله قد ختموا

یہ پسر فاطمہؑ ہے (اے ہشام) اگر تو اسکو نہیں جانتا　:　تو اب جان لے اس کے نانا رسول اللہ خاتم النبیین ہیں

مشتقة من رسول الله نبعته　　طابت عناصره والخيم والشيم

اس کا چشمہ رسول اللہ کے چشمہ سے پھوٹا ہے　:　اس لئے اسکے عناصر اور خصائل و عادات عمدہ ہیں

وليس قولك من هذا بضائره　　العرب تعرف اذا انكرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسکو ضرر نہیں پہنچاتا　:　اگر تو نے انکار کیا تو کیا ہوا عرب و عجم اسکو پہچانتے ہیں

من معشر حبهم دين وبغضهم　　كفر وقربهم منجى ومعتصم

اس گروہ سے ہے کہ انکی دوستی دین اور انکی عداوت　:　کفر ہے اور انکے قرب میں نجات و اعتصام ہے

لا يستطيع جواد بعد غايتهم　　ولا يدانيهم قوم وان كرموا

کوئی بخشش کرنیوالا انکے مقصد کی دوری تک نہیں پہنچ　:　سکتا اور کوئی قوم انکے پاس نہیں جا سکتی خواہ کتنا ہی کرم کرے

هم الغيوث اذا ما ازمة ازمت　　والاسد اسد الشرى والباس محتدم

وہ بارش بارندہ ہیں جبکہ کسی شدت کا سامنا ہو　:　اور شیر ہیں جن کے لڑائیوں میں ہیبت والے

يابي لهم ان يحلّ الذم ساحتهم　　خيم كريم وايدي بالندى هضم

مذمت اسکے صحن میں نزول نہیں کرتی ٭ وہ کریم ہیں کہ بوقت کرم اظہار انکسار فرماتے ہیں

لا يقبض العسر بسطاً من اكفهم ٭ سيّان ذالك ان اثروا وان عدموا

انکی ہتیلیوں کی فراخی کو انکی ناداری نہیں سکوڑتی ٭ دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ مالدار ہوں یا مفلس

ان عدّ اهل التقى كانوا ائمتهم ٭ او قيل من خير اهل الارض قيل هم

اگر اہل تقوے کا شمار کیا جائے تو یہ انکے پیشوا ہونگے ٭ یا پوچھا جائے کہ بہترین اہل زمین کون ہو تو کہینگے کہ وہ ہیں

مقدّم بعد ذكر الله ذكرهم ٭ في كل بدءٍ ومختوم به الكلم

خدا کے ذکر کے بعد انکا ذکر سب سے مقدم ہو ہر ابتدا میں ٭ اور تمام باتیں اسی پر تمام ہوتی ہیں

بيوتهم في قريش يستضاء بها ٭ في النائبات وعند الحكم ان حكموا

ان کے گھروں سے قریش میں مصائب کیوقت نور و ضیا ٭ طلب کیئے جاتے ہیں اور حکم کے وقت جب وہ حکومت کریں

يغضي حياءً ويغضى من مهابته ٭ فما تكلم الا حين يبتسم

حیا سے آنکھیں نیچی رکھتا ہے اور لوگ اسکے رعب سے جھکی ٭ رکھتے ہیں جبتک وہ مسکرائے نہیں اوس وقت تک انکے ساتھ کلام نہیں کر سکتا

ينجاب نور الدجى عن نور غرته ٭ كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم

اسکی پیشانی کے نور سے اندھیری رات روشن ہو جاتی ہے ٭ جیسے کہ سورج کے نکلتے ہی ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں

الله فضّله قدماً وشرّفه ٭ جرى بذلك له في لوحه القلم

اللہ تعالے نے قدیم الایام سے اسکو فضیلت و شرافت دی ہے ٭ اسکے لئے اسکی لوح پر قلم جاری ہو چکا ہے

سهل الخليقة لا تخشى بوادره ٭ يزينه الخصلتان الحلم والكرم

سادہ طبیعت کا جس کے غیظ و غضب کا اندیشہ نہیں ٭ دو خصلت حلم و بخشش اسکی زینت دینے والی ہیں

حمّال اثقال اقوام اذا فدحوا ٭ حلو الشمائل تحلو عنده نعم

قوموں کے احمال کا برداشت کرنیوالا جبکہ وہ بار قرض سے گرانبار ہوں ٭ جائیں شیریں شمائل ہاں کہنا اسکے نزدیک عزیز ہے

كلتا يديه غياث عمّ نفعهما ٭ يستوكفان ولا يعروهما العدم

اس کے دونوں ہاتھ فریادرس خلائق ہیں جنکا نفع عام ہے ٭ ان سے بخشش طلب ہوتی ہے اور رہنوت ان پر غلبہ نہیں پاتا

ان قال قال بما يهوى جميعهم ٭ وان تكلم يوماً زانه الكلم

بولتے ہیں تو وہ بات بولتے ہیں جو سب کے خواہش کے موافق ٭ اور جس روز کلام کرتے ہیں تو وہ کلام زینت کلمات ہوتا ہے

ما قال لا قط الا فی تشہدہٖ — لولا التشہد کانت لاءہ نعم

اس نے اپنی تشہد کے سوا کبھی لا نہیں کہا — تشہد نہ ہوتا تو اسکی لا لا نہوتی تمام نعم ہوجاتی

مَنْ یَعرِفُ اللہ یعرف اولیتہ ذا — فالدین مِنْ بیت ھذا نالہ الامم

جو خدا کو پہچانتا ہے اسکی اولیت کو بھی جانتا ہے — دین تو اسی کے گھر سے لوگوں کو ملا ہے

ہشام یہ کلام فرزدق کا سنکر بگڑ گیا۔ اور بولا تو نے ہماری کبھی ایسی مدح سرائی نہ کی جیسی آج علی بن الحسینؑ کی کی۔ فرزدق نے کہا اے امیر تیرا نانا ایسا ہوتا جیسا کہ انکا ہے اور تیرے ماں باپ کا وہ رتبہ ہوتا جو علیؑ و فاطمہؑ کو حاصل ہے تو البتہ میں تمہاری بھی ویسی ہی صفت و ثنا کرتا جیسی انکی کی۔ ہشام نے اس کا وظیفہ مقررہ بند کر دیا۔ اور بمقام عسفان کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل تھی۔ اس کو قید کر دیا۔ امام علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو فوراً بارہ ہزار درہم اسکو بھیجے۔ اور کہلا بھیجا کہ اے فرزدق ہم معذور ہوں۔ کیونکہ اسوقت ہمارے پاس زیادہ نہ تھا فرزدق نے وہ مال واپس کیا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہ میں نے جو کچھ کہا خوشنودی خدا و رسول خدا کی خاطر کہا۔ اس سے مال میرا مقصود نہ تھا۔ حضرت نے اسکو پھر بھیجا۔ کہ تجھ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں۔ کہ مال قبول کر۔ اللہ تعالے کو تیرا اخلاص وحسن نیت معلوم ہوا۔ اور تیرا عمل خیر قبول بارگاہِ خداوندی ہوا۔ ہم اہلبیت رسالت کا قاعدہ نہیں۔ کہ جو شے ایکمرتبہ دیدیں اسکو واپس لیں۔ فرزدق نے اسکو قبول کیا۔

ملا عبد الرحمان جامی نے یہ تمام قصہ اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں فارسی میں نظم کیا ہے۔ چونکہ یہ کلام بہت شیرین و دل آویز ہے۔ ہم اپنے ناظرین کی نشاط طبع کے لئے اسکو بجنسہ اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

پور عبد الملک بنام ہشام — در حرم بود با اہالی شام

میزد اندر طواف کعبہ قدم — لیک از ازدحام اہل حرم

استلام حجر نداد شش دست — بہر نظارہ گوشہ بہ نشست

ناگہاں نخبۂ عنی ولی — زین عباد بن حسین علی

درکساء بہا و حلۂ نور — بر حریم حرم فگندہ عبور

هر طرف میگذشت بهر طواف
در صفِ خلق مے فتاد شگاف

زد قدم بہر استلامِ حجر
گشت خالی ز خلق راه گزر

شامئی کرد از ہشام سؤال
کیست این با چنین جلال و جمال

از جہالت در و تعلّل کرد
واز شناسائیش تجاہل کرد

گفت نشناسمش ندانم کیست
مکّی و یا یمانے و مدنی است

بو فراس آن سخنور نادر
بود در جمع شامیان حاضر

گفت من مے شناسمش نیکو
زو چہ پرسی بسوئی من کن رو

آنکس است اینکہ مکّہ و بطحا
زمزم و بوقبیس و خیف و منا

حرم و حِلّ و بیت و رکن و حطیم
ناودان و مقام ابراہیم

مروه مسعی صفا حجر عرفات
طیبۂ و کوفہ کربلا و فرات

ہر یک آمد بقدر آن عارف
بر علوّ مقام او واقف

قرة العین سیّد الشہدا است
زہر شاخ دوحۂ زہرا است

میوهٔ باغ احمدِ مختار
لالۂ راغ حیدرِ کرّار

چون کند جائی در میانِ قریش
رود از فخر بر زبان قریش

کہ بر این سرور ستوده شیم
بنہایت رسیده فضل و کرم

ذُروهٔ عزّت ست منزل او
حاملِ دولت است محمل او

از چنین عزّ و دولتِ ظاہر
ہم عرب ہم عجم بود قاصر

جدّ او را بمسندِ تمکین
خاتم الانبیا است نقشِ نگین

لائح از روئی او فروغ ہدے
فائح از خوئی او شمیم وفا

طالعش آفتاب روز افروز
روشنائی فزا و ظلمت سوز

جدّ او مصدرِ ہدایتِ حق
از چنین مصدرے شده مشتق

از حیا نایدش پسندیده
کہ کشاید بروئی کس دیده

خلق از و نیز دیده خوابانند
کز مہابت نگاه نتوانند

نیست بے سبقتِ تبسّمِ او — خلق را طاقتِ تکلّمِ او

در عرب در عجم بود مشہور — گو نداندش مغفلے مغرور

ہمہ عالم گرفت پرتو خور — گر ضریرے ندید زانچہ ضرر

شد بلند آفتاب بر افلاک — بوم گر زان نیافت بہرہ چہ باک

فیض او ابر بر ہمہ عالم — گر بریزد ہمے نگردد کم

ہست زان معشرِ بلند آئین — کہ گزشتند زوجِ علّیین

حُبِّ ایشان دلیل صدق و وفاق — بغضِ ایشان دلیل کفر و نفاق

قربِ شان مایۂ علو و جلال — بُعدِ شان مایۂ عتو و ضلال

گر شمارند اہل تقوےٰ را — طالبانِ رضائے مولےٰ را

اندران قوم مقتدا باشند — و اندران خیل پیشوا باشند

گر بہ پرسد ز آسمان بالفرض — سائلے من خیار اہل الارض

بزبانِ کواکب و انجم — ہیچ لفظے نیاید الّا ہُم

ہُم غیوث الندیٰ اذا وہبوا — ہُم لیوث الثریٰ اذا نہبوا

ذکرِ شان سابق است در افواہ — در ہمہ خلق بعد ذکرِ الٰہ

سرِ ہر نامہ را رواج افزائے — نام ایشان است بعد نام خدائے

ختم ہر نظم و نثر را الحق — بود از زمین نام شان رونق

چون ہشام آن قصیدۂ غرّا — کہ فرزدق ہمی نمود انشا

کرد ز آغاز تا بآخر گوش — خونش اندر رگِ عصب زد جوش

بر فرزدق گرفت حالے دق — ہمچو بر مرغ خوش نوا عقعق

ساخت در چشمِ شامیان خوارش — حبس فرمود بہر آن کارش

اگرش چشم راست بین بودے — راست کردار و راست بین بودے

دست بیداد و ظلم نکشادے — جائے آن حبس خلعتش دادے

اے بسا راست بین کہ شد احول — از حسد چشم او شدہ احول

آنکه احول بود ز اول کار — چون بود حالش از حسد هشدار

آفتِ دیدهٔ حسد رمد است — رمدِ دیدهٔ خرد حسد است

از حسد دیدهٔ خرد شد کور — ور ز رمد دیدهٔ خرد بے نور

جان حاسد ز داغِ غم فرسود — از غم آسود خاطرِ محسود

دائما از طبیعت فاسد — بر خدا معترض بود حاسد

که چنان مال بر مثال چرا — مر فلان را همے دهد نه مرا

گر بداند نمیکند خوش دل — کاش زد نیز سازدش زائل

حسد المرء یاکل الحسنات — وَانْ اِعتنا دکتیمها سنوات

نه کشد از سرِ شرر هیزم — آن ضرر کز حسد کشد مردم

آن حسد خاصه کاهل حرص و هوا — مے برند از گزیدگانِ خدا

جائے ایشان مقر قرب و وصال — جائے آنان جحیم بُعد و ضلال

ز آسمان مه همے دهد پرتو — بر زمین سگ همے کند عو عو

ز آسمان خور همے درخشد فاش — بر زمین کور می شود خفاش

قصهٔ مدح بو فراس رسید — چون بدان شاهِ حق شناس رسید

از درم بهر آن نکو کردار — کرد حالے روان ده و دو هزار

بو فراس آن درم نکرد قبول — گفت مقصود من خدا و رسول

بود زان مدح نے نوال و عطا — زانکه عمرِ شریف را ز خطا

همه را از برائے هر ہجے — کرده ام صرف در مدیح و ہجے

تا فتم سوئے این مدیح عنان — بهرِ کفارهٔ چنان سخنان

قلته خالصا لوجه الله — لا لان استفیض ما اعطا

قال زین العباد و العباد — ما نوادیه عوض لا نرتاد

زانکه ما اهل بیت احسانیم — هرچه دادیم باز نستانیم

ابر جودیم بر نشیب و فراز — قطره از ما نمی گردد باز

آفتابیم بر سپہر علا
چون فرزدق بآن عطا وکرم
از برائے خدا بود و رسول
حاذقے از مشائخ حرمین
گفت نیل مراضی حق را
مستعد شد رضائے رحمان را

نہ فتد عکس او گر سوئے ما
گشت بینا قبول کردورم
ہرچہ آمد از وچہ رو چہ قبول
چون شنید آن نشنید دور از تحسین
بس بود این عمل فرزدق را
مستحق شد رضائے رضوان را

زانکہ نزدیک حاکم جبابر
کرد حق را برائے حق ظاہر

کہتے ہیں کہ ہشام نے فرزدق کو مقام عسفان میں کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل تھی۔قید کیا تھا۔فرزدق نے اسی قید میں اسکی ہجو کہنی شروع کردی۔چنانچہ یہ دو شعر اس سے ہیں ؎

اتحبسنی بین المدینۃ واللتی | الیہا قلوب الناس تھوی منیبھا
تقلب رأسا لم یکن رأس سید | وعینا لہ حولاء باد عیوبھا

ہشام اسکی ہجو گوئی سے مطلع ہوا۔تو ڈر کر اسکو رہا کیا۔بروایتے اسکو بصرہ کو جلاء وطن کردیا۔ایک روایت یہ ہے کہ عبد الملک فرزدق کو ہر سال ایکہزار دینار دیا کرتا تھا اس سال نہ دیا تو اس نے حضرت امام زین العابدین سے شکایت کی۔اور خواہش کی کہ حضرت اسکی سفارش کریں۔آپ نے فرمایا میں تجھ کو اپنے مال سے اسقدر دونگا۔جتنا کہ عبد الملک دیا کرتا ہے اور اس کے پاس ملتجی ہونے سے منع کیا۔فرزدق نے کہا یا ابن رسول اللہ میں حضور کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ثواب آخرت میرے نزدیک نفع دنیائے فانی سے بہتر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اسکی خبر معاویہ بن عبد اللہؓ بن جعفر طیارؓ کو پہنچی۔جو اسخیار بنی ہاشم سے ایک تھے۔اور ان کے ادبار وظرفا میں شمار ہوتے تھے۔انہوں نے کہا اے ابو فراس تم اپنی کتنی عمر باقی اندازہ کرتے ہو۔کہا بقدر بیس سال کے۔کہا یہ لو میں تجھ کو بیس ہزار دینار اپنے مال سے دیتا ہوں۔ابو محمد (امام زین العابدین) کو خدا انکی عزت کو زیادہ کرے۔تکلیف نہ دو

کہ وہ تمہارے لئے عبدالملک کے پاس سفارش کرتے جائیں۔ کہاں میں آنحضرتؐ سے ملا تھا آپ اپنے پاس سے مال دینا چاہتے تھے۔ مگر میں نے اس ثواب کو دار آخرت کے لئے ذخیرہ کیا ہے۔

اور بحار میں خرائج سے نقل ہوا ہے۔ کہ قصیدہ سُنکر ہشام بہت برہم ہوا اور فرزدق کو قید کر لیا۔ اور اس کا نام دیوان عطا سے محو کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اس کو دینار بھیجے جو بعد رد و انکار دوبارہ بھیجنے پر قبول کئے۔ غرض قید کو طول ہوا۔ اور وہ برابر قتل کرنے کی دھمکیاں دیتا تھا۔ تو فرزدق نے کسی کو حضرتؐ کی خدمت میں بھیجکر شکایت کی۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے اسکو حبس سے مخلصی بخشی۔ اسوقت حاضر درگاہ ہوا۔ اور عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ اس نے میرا نام دفتر عطیات سے خارج کر دیا ہے حضرتؐ نے دریافت کیا کہ تجھ کو وہاں سے ہر سال کیا ملتا تھا۔ اور اس کے معلوم ہونے پر اسکا چالیس گونہ اسکو عطا فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ تجھ کو اس سے زیادہ ضرورت ہوگی تو اور دیتا۔ فرزدق نے چالیس سال بعد اس واقعہ کے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔

فرزدق کی منتہاء بلاغت

فرزدق پرلے سرے کے بلیغ و گویا شخص تھے۔ انکا کلام مختصر اور پُر مغز ہوتا تھا۔ راہِ عراق میں حضرت سیدالشہداؐ سے ملے۔ تو حضرتؐ پر سلام کیا۔ اور دست مبارک آنجناب کو بوسہ دیا۔ آپ نے پوچھا اے ابو فراس کہاں سے آتے ہو۔ عرض کی کوفہ سے۔ فرمایا کیف ترکت اھل الکوفۃ تو نے کوفیوں کو کس حال پر چھوڑا۔ کہا خلفتُ قلوب النّاس معاک وسُیوفہم مع بنی اُمیّۃ علیک میں نے ان کو چھوڑا ہے کہ دل تو ان کے تمہاری طرف مائل ہیں۔ اور تلوار بنی امیہ لعنہ کی حمایت میں تم پر کھچیں گی۔ پھر کہا وقد قلّ الدّیالون والقضاء ینزل من السّماء واللہ یفعل ما یشاء یا ابن رسولؐ اللہ دیندار آدمی بہت تھوڑے ہیں۔ اور حکم خدا آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے

کر۔۔۔

انکی حاضر جوابی

ابنِ خلکان کہتا ہے کہ میں نے ایک مجموعہ میں لکھا دیکھا ہے کہ ابو بردہؔ اشعری ایکروز ایک مجلس میں بیٹھا اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری کے مفاخر و مناقب بیان کر رہا تھا کہ صاحب فخر و فضیلت بسیار تھا۔ اور رسولؐ اللہ کا صحابی ہوتا تھا۔ وہ مجلس عام تھی اور فرزدق شاعر بھی وہاں موجود تھے۔ کلام کو طول ہوا۔ بیٹے کو باپ کی مدح سرائی سے سیری نہوتی تھی۔ تو فرزدق نے اس کو روکنا چاہا۔ بولے اگر ابوموسےٰ کے لئے کوئی اور منقبت نہوتی بجز اس کے کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کی حجامت کی (پچھنے لگائے) تو یہی ان کے لئے کافی تھا۔ اس پر ابوبردہ چین بجبین ہو کر بولا۔ تم راست کہتے ہو۔ مگر اس نے آنحضرتؐ سے پہلے اور ان کے بعد کسی کے پچھنے نہیں لگائے۔ فرزدق نے فوراً کہا کان ابوموسیٰ واللہ افضل مِن اَنْ یُجرّب الحجامۃ فی رسولؐ اللہ قسم خدا کی ابوموسےٰ اس سے بڑھکر تھے کہ وہ اس کام کا تجربہ رسولؐ اللہ ہی پر کرتے۔ ابوبردہ دانت پیسکر رہ گیا اور کچھ نہ بولا۔

دیگر۔ کتاب درر غرر سے نقل ہوا ہے۔ کہ فرزدق ایکروز سعید بن عاص اموی کے پاس آیا۔ خطیہ شاعر پہلے سے وہاں بیٹھا تھا۔ فرزدق نے کچھ اشعار آبدار مشتمل بر عرض مدعا و مدح سعید پڑھے۔ خطیہ انکو سُن کر پھڑک گیا۔ اور بولا اے امیر شعر اسکو کہتے ہیں نہ وہ کہ جو آجتک ہم لوگ تکلف کہتے رہے ہیں۔ پھر فرزدق سے کہا اے جوان تیری ماں کبھی حجاز آئی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ لیکن میرا باپ حجاز میں آیا ہے۔ غرض خطیہ کی اس کلام سے یہ تھی۔ کہ فرزدق کی ماں حجاز آئی تو وہ اس پر واقع ہوا۔ اور فرزدق میرا پسر ہے۔ اور فرزدق نے یہ جواب دیا کہ ماں تو نہیں میرا باپ حجاز آیا تھا۔ اور تیری ماں سے مواقعت کی۔ اس سے تو پیدا ہوا ہے۔ اور تو اے خطیہ میرے باپ کے نطفہ سے ہے ٭

امام زین العابدینؑ اور معرکہ کربلا

واقعہ کربلا آپ کی تاریخ کا ایک اہم اور ضروری حصّہ ہے۔ یہ ایسا خونیں واقعہ آنحضرت کے آنکھوں کے سامنے گزرا کہ اسکی یاد کبھی دل سے نہ گئی۔ مدۃ العمر اسکے خیال سے محزون وگریان رہے۔ اس میں آپ کے پدر عالی قدر سردار جوانان بہشت سید الشہدا، خامس آل عبا و برادران و اعمام و بنی اعمام غرض اٹھارہ بنی فاطمہؑ معہ سائر شہدا بڑی بیدردی سے گوسفندان قربانی کی طرح لب دریا قتل کئے گئے۔ لشکرہائے کوفہ وشام نے بحکم یزید پلید وابن زیاد والد الزنا۔ بسرکردگی عمر سعد ملعون میدان کربلا میں انکو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کیا۔ یہ واقعہ بروز دہم محرم ۶۱ھ ہجری واقعہ ہوا۔ حضرت زین العبادؑ کا سن مبارک اسوقت ۲۳ سال کا تھا۔ اور آپ کے فرزند دلبند ابوجعفر محمد باقرؑ ۴ سال کے بچے تھے مگر بوجہ مرض اسہال وضعف ونقاہت کمال کہ غش پر غش چلے آرہے تھے۔ سید سجادؑ میدان جنگ میں جانے اور شریک معرکہ جدال وقتال ہونے کے قابل نہ تھے۔

سبب مرض علیؑ بن الحسینؑ

خرائج میں مقتل احمد بن حنبل سے نقل ہوا ہے۔ کہ امام زین العابدینؑ کربلا میں اس سبب سے بیمار ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے ایک زرہ پہنی۔ اس کے دامن دراز تھے۔ آپ نے اسکو پاؤں کے نیچے دیکر ہاتھوں سے اس زور سے کھینچا۔ کہ مقدار زائد اس کے دامنوں کی پھاڑ ڈالی۔ اسکی وجہ سے یہ عارضہ پیدا ہوگیا۔

ابومخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جسوقت امام حسینؑ شہید ہوئے۔ زین العابدین علیہ السلام مرض میں پڑے تھے۔ غیب سے ایک شخص پیدا ہوا۔ جو آنحضرت کی نگہبانی کرتا تھا اور جو کوئی حضرت کو ایذا دینا چاہتا۔ اس کو دفع کرتا تھا۔

تاراجی خیام

کتاب کامل بہائی میں لکھا ہے۔ کہ قتل شہدا اوران کے سروں کو بدنوں سے جدا کرنے کے بعد یہ ملاعین خیمہ ہائے اہلبیت رسول خدا کی طرف چلے۔ جہانکہ عورات و اطفال تھے اور اندر داخل ہوکر خیام میمنت انجام کو لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ عورات کے سروں پر مقنع و چادر نہ چھوڑی اور بچوں کے زیورات اوران کے کانوں کے بندے تک کھینچ لئے۔ اسوقت عمر سعد لعین وہاں آیا۔ عورات و کنیزکان نے صدائے نالہ و فریاد بلند کی۔ کہ ہماری چادریں دلوا دے اس نے کچھ سوار و پیادے مقرر کئے۔ تاکہ کوئی قیدی اِدھر اُدھر نہ ہونے پاوے۔ اور کہا جو چادریں لی ہیں انکو واپس دیدو۔ مگر کسی نے ایک پارچہ بھی نہ پھیرا۔ غرض یہ ملاعین اس خیمہ میں جہاں امام زین العابدین بسترِ علالت پر پڑے تھے۔ گھسے اور آنحضرت کے قتل کا ارادہ کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے (یہ حمید بقول صاحب کامل بہائی نیک مرد تھا۔ بجبر و اکراہ ان کے ہمراہ اس مہم پر آیا تھا) میں انکو اس سے مانع آیا۔ عمر سعد نے کہا عورات کے سروں پر کوئی ان کا مرد ہونا چاہیئے۔ اس لڑکے کو قتل نہ کرو۔ یہ انکا قیم رہیگا۔

بیمار کربلا سے سید الشہداء کا وداع ہونا

دمعۃ الساکبہ وغیرہ سے نقل ہوا ہے۔ کہ حضرت سید الشہدا آخری وداع کیلئے خیمہ زین العابدین تشریف لے گئے۔ تو دیکھا فرشِ چرمی پر لیٹے ہوئے اور جناب زینبؑ خاتون بالین پر پرستاری کو حاضر ہیں۔ باپ کو آتے دیکھکر آپ نے اٹھنا چاہا۔ مگر بباعثِ ضعف نہ اٹھ سکے۔ ناچار سینہ حضرت زینبؑ سے پشت مبارک کو سہارا دیکر بیٹھ گئے۔ سید الشہدا نے کیفیتِ مزاج پوچھی۔ تو حمدِ خدا بجالائے۔ پھر آپ نے اپنے عمِ محترم جناب عباسؑ کا حال دریافت کیا۔ کیونکہ بخوف اس کے کہ مبادا مرض میں زیادتی ہو جائے۔ ابتک قتلِ شہدا کا حال آنحضرت سے پنہاں رکھا تھا۔ جناب زینبؑ کے اس سوال سے گریہ گلو گیر ہوا اپنے بھائی کیطرف دیکھنے لگیں۔ کہ کیا جواب دیتے ہیں۔ آخر آنحضرتؑ نے فرمایا۔ اے فرزند دلبند عمو تمہارے جناب

عباسؑ فرات کے کنارے قتل ہوئے۔ حضرت زین العابدینؑ یہ سنکر اس قدر روئے کہ روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ غش سے افاقہ ہوا تو باقی اعمام کا حال پوچھا۔ ان کے مارے جانے کی کیفیت سنکر پھر گریان ہوئے۔ بعد ازان اپنے بھائی علی بن الحسینؑ کو دریافت کیا۔ فرمایا اے پسران خیموں میں سوائے تمہارے اور تمہارے باپ کے اسوقت تیسرا مرد موجود نہیں۔ جن لوگوں کو تم دریافت کرتے ہو تمام خاک ہلاک پر پڑے سوتے ہیں۔ حضرت زین العابدینؑ اسوقت بیتاب ہوگئے اور اپنی عمہ سے کہنے لگے۔ کہ مجھ کو عصا و شمشیر دو۔ تاکہ عصا کے سہارے چلوں اور شمشیر سے پسر رسول خدا کے آگے شرائط جہاد بجالاؤں۔ سید الشہدا نے اپنے پسر کو گلے لگالیا۔ اور کہا اے فرزند تو میری ذریت سے طیب و طاہر ہے اور تمام عترت میں افضل و اعلےٰ۔ میرے عیال و اطفال پر میرا جانشین ہو۔ خیال جنگ کو دلمیں راہ نہ دو۔ بتحقیق کہ میرے بعد انکا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ درد غریبی و یتیمی میں مبتلا ہوں گے۔ روویں تو انکو تسلی دو۔ بیقرار ہوں تو سکون بخشو۔ پھر ان کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیکر باواز بلند فرمایا۔ اے زینبؑ۔ اے ام کلثومؑ۔ اے سکینہؑ۔ اے رقیہؑ۔ اے فاطمہؑ میرا کلام سنو کہ یہ میرا خلیفہ و جانشین ہے تمہارے اوپر اور امام مفترض الطاعۃ تمہارا ہے۔ اسکی اطاعت کرو۔ پھر فرمایا اے فرزند میرے شیعوں کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ اور انسے کہو میرا باپ غربت و بیکسی میں مرا ہے اسپر ندبہ کرو اور راہ خدا میں شہید ہوا ہے۔ گریہ و بکا کی شرائط بجالاؤ۔

سید سجاد کا باہنگ جنگ خیمہ سے نکلنا اور پھوپھی کا انکو واپس لانا

طراز المذہب تاریخ جناب زینبؑ میں لکھا ہے۔ کہ جب سید الشہدا اس میدان بلا میں یکہ و تنہا رہ گئے۔ اور اکیلے اس قوم جفا جو سے ارادہ پیکار کیا۔ تو پکارے ھل من مغیث یغیثنا ھل من ناصر ینصرنا کوئی فریاد رس ہے کہ ہماری فریاد کو سنے کوئی مددگار ہے کہ ہماری نصرت کرے۔ امام زین العابدینؑ کے یہ صدا کان میں پہنچی۔ تو نیزہ بردار اپنے شمشیر ہاتھ میں لی۔ اور افتان و خیزان میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ ام کلثومؑ بھتیجے کے پیچھے دوڑیں۔ کہ برادر زادے واپس آؤ۔ آپ نے فرمایا اے عمہ مجھ کو جانے دو۔ تاکہ نواسہ رسول اللہ کے آگے شرائط جہاد بجالاؤں۔

امام حسینؑ نے آواز دی اے ام کلثومؑ ان کو رو کو ایسا نہو کہ جہان نسل پیغمبرؐ سے خالی رہجائے

صاحب طراز المذہب اس کے بعد کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی کہے کہ بموجب روایات شیعہ وسنی امام باقرؑ اسوقت چار سال کے تھے۔ اگر علیؑ بن الحسینؑ میدان جنگ میں شہید ہو جاتے تو وہ حضرت تو موجود تھے۔ زمین نسل پیغمبرؐ سے خالی کیوں ہوتی۔ اس کا جواب خود ہی اس طرح دیتے ہیں۔ کہ بموجب احادیث ونصوص کثیرہ امامت امام زین العابدینؑ اپنے باپ سید الشہداؑ کے بعد اس طرح مقرر ہو چکی تھی۔ کہ بدا کو اسمیں دخل نہ تھا۔ اگر زین العابدین اس روز قتل ہو جاتے۔ تو وہ مدت جو آپ کے لئے معین تھی۔ امام سے خالی رہ جاتی پس مراد امام حسینؑ کی زمین کے نسل رسولؐ سے خالی رہنے سے یہی تھی۔ کہ امام وحجۃ خدا سے خالی رہ جائے گی۔

پھر کہتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب امامت زین العابدینؑ کی اپنے باپ کے بعد مقرر ہو چکی تھی۔ اور خود ابو عبد اللہ الحسینؑ اس کی خبر دے چکے تھے۔ تو وہ حضرت میدان میں جاتے تو قتل نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر امام حسینؑ کو کس بات کا اندیشہ تھا۔ اور کیوں تھا تو ہم جواب میں کہیں گے۔ کہ کلام امامؑ صعب مستصعب ہوتا ہے۔ ہر شخص نہیں جان سکتا۔ کہ ان الفاظ سے انکا کیا مدعا ومقصود ہے۔ ممکن ہے کہ آپکی مراد یہ ہو۔ کہ اگر حجت خدا میدان میں آیا اور کارزار کریگا۔ تو شاید اس قوم مورد لوم کو ایک طرف سے قتل کر ڈالے یا تمام اشرار اس سے بھاگ جائیں۔ اور مقصود آنحضرت کا تاخیر میں پڑ جائے۔ اور اثبات اپنی حقانیت کا اور دین وآئین اپنے جد امجد سید المرسلینؐ کا نہو سکے۔ کیونکہ درحقیقت بقا نسل وتسلسل وجود ائمہ علیہم السلام سے یہی امر ہے۔ یہ حاصل نہ ہوا تو ایسا ہے کہ انکی نسل قطع ہو گئی۔ یا یہ کہ اگر اس روز شہادت نہ پائی تو مفاسد نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اور خلاف مقصود باتیں پیش نہ آئیں۔

زین العابدینؑ اپنے باپ کے قتل کے بعد

طراز المذہب میں روایت کی ہے۔ کہ جب جبرئیل نے آنحضرتؐ کی شہادت کی منادی

کی تو جناب زینب صلوات اللہ علیہا خیمہ سے باہر نکلیں۔ اور آثار ظلمت کہ آفاق عالم پر چھا رہے تھے۔ معائنہ فرمائے۔ اور اپنے بھائی حسینؑ مظلوم وغریب کو میدان میں نہ دیکھا تو بیتابانہ اندر آکر سید سجاد کی خدمت میں عرض رسان ہوئیں۔ کہ برادر زادے دیکھو تو دنیا کا کیا نقشہ ہو رہا ہے۔ فرمایا اے عمہ پردہ خیمہ کو اٹھاؤ۔ اسوقت میدان کی طرف نگران ہوئے اور بادیدہ گریان فرمایا۔ اے عمہ میرے باپ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ اور وہ حضرت کیا مرے۔ جود و کرم جہان سے اٹھ گئے۔ اب جاؤ اور زنان و اطفال کو قید و اسیری کے لئے آمادہ کرو۔ اور طریق صبر و شکیبائی اختیار کرکے میرے باپ کی وصیتوں کی رعایت رکھو۔

اور نجات الخافقین سے نقل کیا ہے۔ کہ جب زینبؑ چیختی چلاتی خیمہ ہائے اہلبیتؑ میں پھر رہی تھیں۔ انہوں نے ایک صدائے غریب بیرون خیمہ سے سُنی۔ خیمہ سے نکل کر دیکھا۔ تو ایک شخص لاشہ سید الشہداؑ کے گرد پھرتا ہے۔ اور خاک سر پر اڑا رہا ہے۔ یہ کیفیت امام زین العابدین سے بیان کی۔ تو حضرت نے فرمایا۔ اے عمہ دامان خیمہ کو اٹھاؤ۔ جناب زینبؑ نے پردہ دروازۂ خیمہ کا اٹھایا آپ نے اسطرف دیکھکر فرمایا اے عمۂ گرامی تم نے اس مرد کو پہچانا۔ کہا نہیں۔ فرمایا یہ حامل وحی جبرئیل امین ہیں جو طفولیت کے زمانے میں میرے باپ کا گہوارہ ہلاتے تھے۔ اسوقت آنحضرت کی شہادت کی اطلاع پاکر عرش اعظم الٰہی کے نیچے جاکر عرض کی۔ اے خالق جلیل و اے خدائے جبرئیل پسر رسولِ خدا نے اپنا عہد پورا کیا اور کفار فجار کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکی زیارت کے لئے جاؤں۔ انکو اجازت ہوئی۔ تو بہت سے فرشتوں کو ہمراہ لیکر زمین کربلا پر آئے۔ اور نعش مبارک کے گرد حلقۂ ماتم کھینچا۔ اور پس از نالہ و افغان اب روضۂ رضوان کو واپس گئے۔

بیمارِ کربلا کا بسترِ نجوری بھی غارت کیا گیا

ناسخ التاریخ وغیرہ میں جناب زینبؑ دختر امیر المومنینؑ سے نقل ہے کہ جسوقت عمر سعد نے

تاراجی خیام اہلبیت کا حکم دیا۔ میں خیمہ کے دروازہ پر کھڑی تھی۔ ایک مرد نیلگون چشم اندر آیا اور جو کچھ خیمہ میں ملا لوٹ لیا۔ زین العابدین نطع (فرش چرمین) پر بیمار پڑے تھے۔ وہ بستر ان کے نیچے سے نکال لیا اور آنحضرت کو زمین پر ڈال دیا۔ پھر میری طرف آیا اور گوشوارے میرے کانوں سے نکال لئے۔ گوشوارے کھینچتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے کہا روتا کیوں ہے۔ کہا تم اہلبیت کے حال پر روتا ہوں۔ کہ کیسے مہلکے میں پڑے ہو۔ جناب زینبؑ کو اس کے کلام سے غصہ آیا۔ اور بولیں۔ قَطَعَ اللّٰہُ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ احرقک بنار الدنیا قبل نار الآخرۃ خدا تیرے ہاتھ پاؤں کو قطع کرے اور آتشِ جہنم سے پہلے تجھ کو آتشِ دنیا میں جلائے۔ راوی کہتا ہے کہ دعا آنحضرت کی مستجاب ہوئی۔ اور اس ملعون کو مختار نے آگ میں جلوایا تھا۔ چنانچہ آئندہ ذکر مختارؓ میں یہ کیفیت درج ہوگی۔

روایت فاطمہ صغرا در بارہ نہب و غارت اہلبیت عصمت و طہارت

کہتی ہیں کہ میں بروز عاشورہ بعد قتل سید الشہدا باب خیمہ پر مدہوش کھڑی تھی اور اس بیابان ناپیدا کنار اور لشکر ہائے بے شمار کا نظارہ کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرے باپ اور اعمام اور بنی اعمام کے لاشہائے بے سر مثل قربانی گوسفندان زمین پر پڑے ہیں۔ اور ان کے جسم برہنہ کوفتہ و فرسودہ پامال سم اسپان ہیں۔ سوچ رہی تھی کہ باپ کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کرینگے۔ قتل کریں گے یا اسیر قیدی بنائیں گے۔ اسوقت ایک سوار کو دیکھا کہ نیزہ ہاتھ میں لئے جڑ سے زنانِ اہلبیت کو ہکاتا اور دوڑاتا ہے۔ اور کڑے کنگن ان کے ہاتھوں سے نکالتا ہے۔ اور چادریں سروں سے اُتارتا ہے۔ وہ عورتیں ایکدوسرے سے لپٹتی اور پناہ ڈھونڈتی اور شور مچاتی ہیں۔ اور صدائے وا ویلاہ وا جداہ وا ابتاہ وا علیاہ وا قلۃ ناصراہ وا حسناہ ان سے بلند ہے چلاتی ہیں کہ کوئی پناہ دہندہ ہے جو ہمکو پناہ دے۔ کوئی نصرت کرنے والا ہے کہ ہماری نصرت کرے۔ یہ دیکھکر میں لرز گئی ایک ظالم میرے پاس کھڑا تھا میں وہ سب باتیں دیکھتی تھی۔ اور اس خوف سے کہ مبادا یہ ستمگر میرا قصد کرے۔ اپنی عمہ ام کلثوم کی منتظر تھی۔ پس وہ میری طرف آیا۔ میں بھاگی اور خیال تھا کہ اس سے بچ جاؤنگی۔ مگر اس نے

جھپٹ کر میرے شانوں کے درمیان نیزہ مارا جس سے منہ کے بھل گری۔ اس نے میرے کانوں سے گوشوارے لئے۔ جس سے کان شگافتہ ہوگئے۔ اور مقنع سر سے اور خلخال پاؤں سے اتارے اور روتا جاتا تھا۔ میں نے کہا اے دشمن خدا تو کس لئے روتا ہے۔ کہا کیونکر نہ روؤں جبکہ دختر رسول خدا کو لوٹ رہا ہوں۔ اس کے کپڑے اتارتا ہوں۔ کہا پھر کیوں ایسی حرکت کرتا ہے۔ اس سے باز آ۔ کہا میں نہ لوں گا تو کوئی اور اتارے گا۔ یہ کہتا تھا اور غارت میں مشغول تھا۔ حتیٰ کہ ہمکو صاف کر کے اور خیموں میں گیا۔ خون میرے سر و رو سے بہ رہا تھا تا اینکہ بیہوش ہو کر زمین پر گری۔ پھر جو ہوش آیا تو عمہ کو دیکھا کہ سرہانے بیٹھی رو رہی ہیں! اور کہتی ہیں بیٹی اٹھو دیکھیں کہ اوروں پر کیا گزری۔ میں نے کہا اے عمہ کوئی کپڑا ہوتا تو بیگانوں سے اپنا سر ڈھانپ لیتی۔ فرمایا یا بنتاہ عمتک مثلک بیٹی تیری عمہ بھی تیری ہی طرح بے ردا ہے۔ دیکھا تو واقعی وہ بھی ننگے سر تھیں۔ اور جسم مبارک انکا کعب نیزہ کے لگنے سے جا بجا نیلگون ہو رہا تھا۔ ہم دونوں چلے جہاں جاتے خیمہ کو لوٹا کھسٹا پاتے۔ اپنے بھائی علی بن الحسینؑ کے خیمہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ حضرت زمین پر سرنگون پڑے ہیں۔ اور شدت مرض و جوع و عطش سے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ ہمکو دیکھکر گریان ہوئے۔ ہم ان کے حال زار پر روئے

ارادۂ قتل علیؑ بن الحسینؑ

کتاب اخبار الاول سے نقل ہوا ہے کہ شمر ملعون بارادۂ قتل علیؑ بن الحسینؑ جو اس وقت بستر بیماری پر پڑے تھے۔ اندر آیا۔ زینبؑ دختر علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السلام نے اپنے تئیں آنحضرتؑ پر ڈالدیا۔ اور کہا قسم بخدا وہ مارا نہ جائیگا۔ جبتک کہ پہلے میں قتل نہ ہو چکوں گی شمر نے یہ صورت دیکھی تو آنحضرت کے قتل کا خیال ترک کیا۔

آتش زنی بخیام اہلبیت

ابن جوزی نے روایت کی ہے۔ کہ جب ان ملاعین نے خیمہ ہائے اہلبیتؑ میں آگ لگائی تو اسوقت زنان اہلبیتؑ خیمۂ امام زین العابدین میں آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ناگاہ

زنانِ اصحاب سراسیمہ وحیران وہاں داخل ہوئیں۔ اور جناب زینب صلوات اللہ علیہا کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس مخدرہ نے حضرت سجّاد سے خطاب کرکے کہا۔ اے حجّتِ خدا اطفال خوردسال حرارتِ آتش سے جل جائیں گے۔ اسوقت ان عورات کے لیے حکمِ شرع کیا ہے۔ امامِ انام شدّتِ مرض سے بولنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ جانبِ صحرا چلی جائیں۔ حضرت زینبؑ نے بموجب حکمِ امامؑ فرمایا علیکنّ بالفرار تم پر بھاگنا فرض ہے۔ عورات واطفال ایکبار جنگل کیطرف بھاگے۔

اور انوار الشہادہ آقا دربندی سے نقل کیا ہے۔ کہ جب اہل وعیال امامؑ مظلوم کے بے سروسامان میدان میں رہ گئے۔ اور شبِ یازدہم آئی۔ کسی کو انکی پروا نہ تھی۔ اور کوئی پرسانِ حال اور رحم کرنے والا ان کا نہ تھا۔ ناچار زینب خاتون سلام اللہ علیہا نے فضہ کنیز کو عمرِ سعدؔ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا۔ کہ اے عمر ہم آجکی رات محض نادار ہیں۔ پارچہ خیمہ اور بستر نہیں رکھتے۔ ہمارے حال پر رحم کر اور تھوڑا سا لباس ان یتیم بچّوں کے لئے بھیج تاکہ رات بسر کریں۔ وہ ملعون پہلے تو کچھ ملتفت نہ ہوا۔ بعد کو ایک نیم سوختہ خیمہ انکو بھیجدیا آنحضرتؑ نے اسکو لگاکر سایہ کیا۔ اسوقت جناب ام کلثومؑ نے جناب زینبؑ سے کہا اے خواہر اور راتوں کو میرے بھائی زندہ تھے۔ عباسؑ وعلی اکبرؑ وقاسمؑ ودیگر اقربا بیداری نگہبانی کرتے تھے۔ آج ہم بیکس وغریب الوطن ہیں۔ آؤ آج رات ہیں اور تم ان یتیموں کی حفاظت کریں۔ پس تمام اشخاص رات کو سوئے۔ مگر زینبؑ وامّ کلثوم کہ رات بھر بیدار رہ کر انکی چوکیداری کرتی رہیں۔

روانگی اسیرانِ اہلبیتؑ از کربلا بسمتِ کوفہ

کتبِ مقاتل میں لکھا ہے۔ کہ عمرِ سعدؔ شوم بعد قتلِ سیّد الشہداؑ سرہائے شہداؑ کے ان کے اجسام سے جدا کرنے اور اجسام کو پامالِ سمِ اسپان کرانے کے بعد ان سروں کو سران سپاہ وقبائلِ عرب پر قسمت کرنے لگا۔ اور اسمیں مشغول رہا۔ اور بقیّہ روز دہم وشب یازدہم کربلا میں مقیم رہا۔ کوفہ کو روانہ نہیں ہوا۔ صبح یازدہم کو اپنے لشکر کے کشتوں کے کفن

دفن میں مصروف رہا۔ بعد ظہر روانہ کوفہ ہوا۔ صاحب کتاب انوار الشہادہ لکھتے ہیں کہ اہلبیت
کے تمام خیموں میں ان ملاعین نے آگ لگادی تھی۔ بجز ایک خیمہ نماز گاہ سید الشہدا کے لہذا
جملہ اہلبیتؑ اسی خیمہ میں مجتمع تھے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی خیمہ ہو جو فضہؓ کے پیغام جناب زینبؑ
لے جانے پر ایک نیم سوختہ خیمہ شب باشی انحضرات کے لئے ابن سعد نے دیا تھا۔ بہرکیف
عمر سعد لعنہ نے قریب خیمہ پہنچکر آواز دی۔ اے اہلبیتؑ حسینؑ خیمہ سے باہر نکلو نہیں تو میں اسکو
تمہارے اوپر جلا دونگا۔ جناب زینبؑ درون خیمہ سے بولیں۔ یا ابن سعد لعنہ خدا سے ڈر اور بیماری
ایذا رسانی سے ہاتھ اٹھا۔ اس مردود نے کہا چارہ نہیں بجز اس کے کہ باہر آکر اسیر ہو۔ مگر وہ
نہیں نکلتے تھے اس خبیث نے حکم دیا کہ اسکو آگ لگا دیں۔ خیمہ جلنے لگا تو دہشت زدہ نکل پڑے
اور فریاد واویلاہ واغوثاہ واثبوراہ وامحمداہ واعلیاہ واحسناہ واحسیناہ کی ان سے بلند ہوئی
اور قتلگاہ شہدا کیطرف دوڑے اور منہ پر طمانچے مارتے تھے۔

کتاب جلاء العیون میں لکھا ہے کہ سرہائے شہداؑ نیزوں پر چڑھائے گئے تو شور فریاد
وفغان زمین سے آسمان تک پہنچا۔ امام زین العابدینؑ حجۃ اللہ علے العالمین کے ہاتھ پاؤں
میں زنجیر گلے میں طوق پہنایا۔ امام حسنؑ کے تین بچے صغیر السن حسن مثنیٰ و زید و عمر تھے انکو
زنان اہلحرم کے ہمراہ شتران برہنہ پشت پر سوار کیا۔ اور عمر سعد نے شمر لعنہ بن ذی الجوشن وقیس لعنہ
بن اشعث بن قیس و عمر بن الحجاج کے ساتھ ان مقربان درگاہ الٰہی کو روانہ کوفہ کیا۔

بروایت دیگر سر مبارک سید الشہدا کا خولی اور حمید بن مسلم کے سپرد کیا۔ اور سرہائے
باقی شہداؑ کو شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ کیا۔ جب یہ قافلہ جنگ گاہ میں پہنچا۔ اور نظر اسیران
اہلبیتؑ کی بدنہائے پسندیدہ واعضا بریدہ شہدا پر پڑی۔ جو خون وخاک میں غلطان پڑے
تھے۔ خروش انکی نہاد سے نکلا۔ اور سیلاب اشک آنکھوں سے روان ہوا۔ جسد مطہر امام حسینؑ
کو خاک وخون میں لتھڑا زمین پر پڑا دیکھا۔ تو اپنے تئیں پشت شتران سے گرا دیا۔ اور شدت
گریہ وبکا سے ساکنان ملاء اعلےٰ کو گریان اور دلہائے حاضران کو آتش اندوہ وحسرت
میں بریان فرمایا۔ زینبؑ خاتون نالہ وفریاد کرتی تھی۔ وا محمداہ اپنے پسر پسندیدہ اور فرزند

ستان پر رکھے کوفہ کو جا رہا ہے۔ ہم تمہارے ذریت و فرزندان کو قید و اسیر کیا ہے۔ اور ذرا حرمت تمہاری ہمارے حق میں رعایت نہ کی۔ پھر اپنی مادر گرامی فاطمہؑ زہرا و پدر علیؑ مرتضیٰ و برادر حسنؑ مجتبیٰ کو خطاب کئے۔ سکینہؑ دختر امام حسینؑ دوڑ کر جسم مبارک اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ اور چہرہ اپنا جسم مطہر سے ملتی تھی۔ اور روتی تھی حتے کہ روتے روتے غش کر گئی۔ تا اینکہ بجبر و اکراہ اس محنت زدہ مظلوم کو اس امام معصومؑ سے جدا کیا۔

ہیئت سواری امام زین العابدینؑ در راہ کوفہ

بحر المصائب میں جناب ام کلثومؑ سے نقل ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا اہلبیتؑ اطہار کوفہ کو جاتے قتلگاہ پر پہنچے۔ تو ہر ایک ان سے ایک شہید کے بدن چاک سے لپٹ کر مشغول گریہ و زاری ہوا۔ اور راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ از انجملہ جناب زینبؑ خاتون اپنے بھائی امام مظلوم و شہید کی لاش سے لپٹی بہزار زبان عرضِ حال کر رہی تھیں۔ اسوقت دیکھا میں نے کہ امام زین العابدینؑ بحالت زار و چشم اشکبار و رنگ پریدہ و قد خمیدہ اسطرح سے شتر پر سوار ہیں کہ ہر دو پائے مبارک زیرِ شکمِ شتر رسن سے باندھ رکھے ہیں ہر چند چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں لاشِ پدر پر پہنچائیں ممکن نہیں۔ لہذا شدت قلق و اضطراب سے قریب بہلاکت پہنچے ہیں۔ میں نے اپنی بہن زینبؑ خاتون کو اس حال کی خبر دی انہوں نے یہ کیفیت انکی مشاہدہ کی۔ تو لاشِ برادر کو چھوڑ کر انکی طرف متوجہ ہوئیں اور پکاریں کہ اے حجتِ خدا و مشعل راہِ ہدیٰ و باعث بقاء دنیا و ما فیہا۔ تم موجب تسکین و تسلی قلوب تشنہ ان اسیروں کے ہو۔ صبر و شکیبائی کو کار فرما ہو۔ ارشاد کیا کہ اے عمہ ان اجساد طاہرہ خصوصاً جسدِ مبارک گوشوارہ عرش خدا حضرت سید الشہداؑ کا یا این حالِ تباہ مشاہدہ کرنا اور اسیرانِ اہلبیتؑ کی یہ ذلت و خواری دیکھنا کیا آسان بات ہے۔ جناب زینبؑ نے آنحضرتؑ کو تسلی دیکر زیارتِ پدر سے مشرف کیا۔

بروایتِ دیگر امام زین العابدینؑ نے کہا۔ جب ہم قتلگاہ میں پہنچے۔ اور لاشہائے شہدا کو دیکھا۔ کہ بے گور و کفن زمین کربلا پر خون و خاک میں آلودہ پڑے ہیں۔ اور کسی کو

ان کے دفن کا خیال تک بھی نہیں۔ وہ حالت مجھ پہ طاری ہوئی کہ قریب تھا۔ کہ مرغ روح آشیانہ بدن سے پرواز کرے۔ عمہ زینبؑ نے جو یہ میری حالت دیکھی۔ بولیں اے نورِ دیدۂ پُرنم و سرورِ سینۂ پُرغم کیا کیفیت تمہاری دیکھتی ہوں۔ میں نے کہا کیونکر جزع و فزع نہ کروں۔ جب کہ اپنے باپ چچوں اور برادران و بنی اعمام کو خاک و خون میں غلطاں دیکھوں اور کسی کو نہیں پاتا کہ ان کے دفن کا کفیل ہو۔ گویا وہ لوگ مسلمان بھی نہ تھے۔ عمہ نے کہا اے نورِ چشم انکی یہ کیفیت تمہارے جدامجد رسُول اللہؐ نے تمہارے باپ علیؑ مرتضیٰ اور بھائی حسنؑ مجتبےٰ سے بیان کی تھی۔ اور کہا تھا کہ حق تعالےٰ ایک گروہ اس اُمت سے جوان کے خون میں ملوث نہ ہوگا۔ مقرر کریگا۔ کہ وہ ان کے بدنہائے پراگندہ و اعضاءِ پارہ پارہ کو جمع کر کے دفن کریگا۔ اور نشانِ قبرِ سیدالشہداؑ کا اس صحرا میں نصب کریگا۔ کہ گردش فلک اس کو نہ مٹا سکیگی۔ اور پیشوایان کفر و اعوان ضلالت جہاں تک اسکے محو کرنے میں ساعی ہونگے اسی قدر اس کے آثار زیادہ ظہور پذیر ہوں گے۔

حدیث ام ایمن مولاۃ رسُول اللہؐ ۔ قصّہ اس کا اس طرح پر ہے کہ ایک روز حضرت رسالتؐ پناہ جناب فاطمہؑ کے دیکھنے کو ان کے حجرے میں تشریف لائے۔ جناب فاطمہؑ نے حریرہ آنحضرتؐ کے لئے تیار کیا۔ حضرت امیرؑ المومنین ایک طبق خرما لے آئے۔ اور کسیقدر شیر و مکھن حاضر کیا۔ حضرتؐ نے امیرؑ المومنین اور فاطمہ زہرا و حسنین علیہم السّلام کے ساتھ بیٹھکر اسمیں سے کچھ تناول فرمایا۔ امیرؑ المومنین نے پانی حاضر کیا۔ آنحضرتؐ نے دست مبارک دھوئے اور روئے مبارک پر انکو پھیرا۔ اور بہزار شادی و سرور انحضرات کیطرف نگاہ کی۔ پھر سر آسمان کیطرف بلند کیا اور بجانب قبلہ دیکھا۔ اور دستِ دعا اُٹھائے۔ بعد ازاں سجدے میں جُھک گئے۔ اسوقت آواز گریہ و بکا آنحضرت سے بلند ہوئی۔ سر اٹھایا تو جوئے اشک آنکھوں سے رواں تھی۔ سبب اس گریہ کا دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا میں تمکو دیکھکر خوش ہو رہا تھا۔ اتنے میں جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ اور کہا حق تعالےٰ تمہارے شادی و سرور پر مطلع ہوا اس نے اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا۔ اور مقرر فرمایا کہ یہ لوگ اپنی اولاد و شیعیان کے ساتھ تمہارے ہمراہ بہشت میں ہونگے۔ مگر دُنیا میں ان کے اوپر بہت سی بلائیں نازل ہونگی اور مصائب

بیشمار انکو اٹھانے پڑیں گے۔ ایسے لوگوں کے ہاتھہ سے جو اپنے تئیں پیرو اسلام ظاہر کریں گے قتل ہونگے۔ انکی قبریں ایکدوسرے سے دور فاصلہ پر ہونگی۔ حق تعالےٰ نے یہ مصائب ان کے لئے اس واسطے مقرر کئے۔ کہ آخرت میں رفع درجات کے باعث ہوں۔ یہ فرزند تمہارا حسینؑ بن علیؑ اپنے بھائی بیٹوں اور دیگر اہلبیتؑ و اصحاب کے ساتھ کنار نہرِ فرات پر اس قطعہ زمین میں جسکو کربلا کہتے ہیں ہاتھ سے اعدائے دین کے قتل ہوگا۔ وہ زمین بہتر اور پاکیزہ تر ہے تمام بقعہائے زمین سے۔ جس روز یہ واقعہ ہوگا۔ پہاڑ لرز جائیں گے۔ اور دریاؤں میں تلاطم پڑیں گے۔ اور آسمان و اہلِ آسمان اس حادثہ پر مضطرب و پریشان ہوں گے۔ اور کوئی مخلوق باقی نہ رہیگا۔ جو خدا سے دستوری طلب نہ کریگا نصرت حسینؑ کی۔ حق تعالےٰ ان کی طرف وحی کریگا۔ کہ میں ہوں خداوند قہار و قادر کوئی گریزندہ مجھ سے بھاگ نہیں سکتا۔ اور امتناع کرنے والا مجھ کو عاجز نہیں کر سکتا۔ جس سے جسوقت چاہوں انتقام لے سکتا ہوں قسم ہے اپنی عزت و جلال کی جس نے میرے پیغمبرؐ برگزیدہ کے فرزند اور اسکی عترت کو قتل کیا اور ہتک حرمت انکا کیا۔ اور ان کے اہلبیتؑ پر ستم روا رکھا۔ اسکو ایسا عذاب کرونگا کہ ابتدائے عالم سے آخر تک کسی کو ایسا عذاب نہ کیا ہوگا۔ پس اسوقت اے محمدؐ تمام سکانِ سموات و ارض ان لوگوں پر لعنت کریں گے۔ جنہوں نے تمہارا ہتک حرمت کیا۔ اور تمہاری خونریزی کو حلال جانا۔ اور جب وہ گروہ شقاوت پژوہ شہید ہوگا۔ تو حق تعالےٰ اپنے دستِ رحمت سے انکی قبضِ روح کریگا۔ اور آسمانِ ہفتم سے ایک گروہ ظروف یاقوت و زمرد پُر از آبِ حیات لیکر آوے گا۔ اور حلّہہائے بہشت لائیں گے۔ اس پانی سے ان کے اجساد مطہرہ کو غسل دیں گے۔ اور بہشت کے حلّوں سے کفن دینگے۔ اور بہشتی خوشبوؤں سے انکو حنوط کریں گے اور صفوف ملائکہ ان پر نماز پڑھیں گی۔ بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ بظاہر حق تعالےٰ ایک گروہ کو مبعوث کریگا۔ جنکو وہ کافر نہیں جانتے ہونگے۔ اور گفتار و کردار و نیات خاطر سے ان کے شریک نہ ہوئے ہوں گے۔ وہ ان کے تئیں دفن فرمائینگے۔ اور ایک علامت سید الشہداؑ کے لئے اس صحرا میں نصب کرینگے۔ جو اہل حق کے لئے نشان ہوگی اور سبب ہوگی رستگاری مومنان کی۔ اور ہر روز و شب ایک لاکھ فرشتے آسمان سے اتریں اور

قبرِ مبارک کے گرد احاطہ کریں۔ اور درود و صلوات بھیجیں آنحضرتؐ پر اور تنزیہ و تقدیس حق تعالےٰ کریں۔ اور مومنان زیارت کنندگان کے لئے استغفار کریں گے۔ اور ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام اور جائے سکونت لکھ لیں گے۔ اور ایک گروہ جن پر غضب و سخط حق تعالےٰ واجب ہو چکا ہو گا۔ یہ سعی کرے گا۔ کہ نشان قبرِ مطہر کو محو کر دے۔ مگر حق تعالےٰ انکی یہ مراد پوری نہ ہونے دیگا۔ اور ہر روز اس علامت کو بلند تر کریگا۔ جناب زینبؑ کہتی ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کے ضربت لگائی مینے یہ حدیث انکی خدمت میں عرض کی فرمایا ام ایمن نے راست کہا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھ کو اور باقی زنان اہلبیتؑ کو اس شہر میں ذلت و خواری سے قید کیا ہے۔ پس اسوقت صبر کرنا۔ قسم بخدا کہ اسوقت روئے زمین پر تمہارے اور تمہارے شیعوں کے سوا کوئی دوستِ خدا نہ ہو گا۔ جسوقت رسُول خدا نے یہ حدیث ہم سے نقل کی۔ ہمکو خبر دی کہ شیطان اس روز شدّتِ سرور سے پرواز کریگا۔ اور اپنے مددگار شیاطین کے ساتھ زمین کے گرد گردش کریگا۔ اور کہے گا کہ اے گروہ شیاطین مینے اولادِ آدمؑ کے ساتھ جو کچھ چاہا عمل کیا۔ انکو جہنم کا مستحق کر دیا۔ کوئی ان سے نجات نہیں پائیگا۔ اِلّا وہ شخص جو اہلبیتؑ کی متابعت کریگا۔ پس لوگوں کو ان کے بارے میں شک دلاؤ۔ اور انکا دشمن اور انکے دشمنوں کا دوست بناؤ۔ تا اینکہ کفر و ضلالت ان کے درمیان مستحکم ہو جائے۔ اور کوئی نجات نہ پائے۔

ورُودِ اہلبیتؑ علیہم السّلام بزمینِ کوفہ

اکثر مورخوں نے لکھا ہے کہ ابن سعد لعنؔ گیارہویں محرّم کربلا سے روانہ ہوا اور اہلبیتؑ کو کہ قتلگاہ میں لاشہائے شہدؑا سے لپٹے رو رہے تھے۔ سختی سے چھڑا کر سوار کیا اور اسیران ترک و روم کی طرح انکو لے چلے۔ حتیٰ کہ داخلِ کوفہ ہوئے۔ خزیمہ اسدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں شروع سال اکسٹھ ہجری میں کوفہ آیا تھا۔ اتفاق سے اسی روز وہاں پہنچا جس دن علیؑ بن الحسینؑ اور اہل بیتؑ کو کربلا سے ابن زیادؔ کے پاس کوفہ لائے تھے مینے دیکھا کہ زنان کوفہ راستوں پر کھڑی گریہ و بکا کر رہی تھیں۔ اور گریبان چاک کر رکھے تھے ایک شور

ان سے بلند ہوا۔ اسوقت جناب زینبؑ خاتون دختر امیر المومنینؑ نے لوگوں کیطرف اشارہ کیا
کہ خاموش رہو۔ راوی اسوقت کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ کہ فارتدت الانفاس و
سکنت الاجراس کہ کلام آنجناب سُننے کے لیئے اس قدر سکوت وخاموشی چھائی کہ گویا
سانسوں کی آمدورفت ٹھیر گئی۔ اور صدائے درای شتران بند ہوگئی۔ قسم بخدا کہ مینے ایسی بازبان
آور وگویا دوسری عورت نہیں دیکھی۔ گویا زبان امیر المومنینؑ سے کلام کر رہی ہیں۔ پس آپنے
خطبہ بکمال فصاحت و بلاغت ادا کیا۔ بروایتِ دیگر جب اہلبیتؑ کوفہ کے قریب[1] پہنچے توکوفہ
کے بے حیا ان کا تماشہ دیکھنے نکلے۔ ایک کوفی عورت نے پوچھا تم کون اسیر ہو۔ کہا ہم اسیران
آلِ محمدؐ ہیں۔ عورت نے جب انکو پہچانا تو بامِ خانہ سے جلد جلد نیچے اُتری۔ اور جسقدر چادر و
مقنعہ اس کے گھر میں تھے۔ سب لے آئی۔ اور انکو اُڑھا دیئے۔ شہر میں داخل ہوئے تواہل
کوفہ نے دیکھا کہ امام زین العابدینؑ بباعث شدتِ مرض بہت نحیف و زار ہیں۔ ظالموں
نے دستہائے مبارک آنحضرتؑ کو آپکی گردن میں طوق کیا ہے اور مخدرات عصمت و
طہارت کو شترانِ برہنہ پر سوار کیا ہے۔ صدائے نوحہ و فریاد بلند کی۔ حضرتؑ نے باواز
ضعیف کہا کہ تم ہمارے اوپر گریہ و بکا کرتے ہو۔ حالانکہ ہمکو کسی نے تمہارے سوا نہیں
قتل کیا ہے۔ القصہ جناب زینبؑ نے اپنے خطبہ میں کوفیوں کو بہت لعنت ملامت کیا
اور عاقبت وخیم سے ڈرایا۔ اور فرمایا اے اہلِ کوفہ تم ہمارے اوپر روتے ہو اور تم ہی
نے ہمکو قتل کیا ہے۔ قسم خدا کی تم بہت روؤگے اور اس عیب و عار کا دھبہ اپنے دامنِ روزگار

---

[1] ابواب الجنان باب سوم سے نقل ہوا ہے کہ شہر کوفہ کے باہر ایک محلہ تھا۔ اسیرانِ اہلبیتؑ شام کیوقت
وہاں پہنچے۔ اسوقت ایک عورت اپنے گھر میں مصلے کے اوپر بیٹھی مشغول نماز تھی اس کے کان میں جو یہ
شور و غوغا پہنچا۔ تو چادر اوڑھ کر بام خانہ پر آگئی۔ دیکھا کہ ہزاران ہزار افواج آرہی ہیں اور کچھ نیزوں پر
سر ہیں۔ جن کے چہرے آفتاب سے زیادہ درخشاں اور کچھ بیبیاں شترانِ برہنہ پر بے چادر و مقنعہ سوار ہیں
وہ زنِ پارسا یہ صورت دیکھکر بیتاب ہوگئی۔ اور پوچھنے لگی تم کون اسیر ہو۔ کہا ہم اسیران آلِ محمدؐ اور آنحضرتؐ کی اولاد
مدینہ کے رہنے والے ہیں المختصر عورت کو حال معلوم ہوا۔ تو اپنا سر پیٹ لیا اور منہ پر طمانچے مارنے لگی۔ پھر جلد مکان میں جاکر
جو چادر و مقنعہ گھر میں حاضر تھے۔ لے آئی اور سب کو تقسیم کر دیئے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

ہیں نہ دہو سکوگے۔

راوی کہتا ہے بخدا سوگند کہ لوگ اس جگر گوشۂ فاطمہ زہرا کے کلام سے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتے تھے۔ اور اپنے حال نکبت آل پر زار زار روتے تھے۔ ایک پیر مرد میرے پہلو میں کھڑا تھا۔ روتے روتے اسکی ریش آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پس امام زین العابدین نے فرمایا۔ بس کرو اے عمّہ بس کرو۔ بحمداللہ تم عاقل و دانا ہو۔ اور جانتی ہو کہ جزع فزع کرنا مصیبت میں کچھ فائدہ نہ دیگا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ دختر سید الشہدا نے کلام کیا۔ اور حجت خدا کو ان ملاعین پر تمام فرمایا۔ آخر میں چند اشعار مرثیہ آنجناب میں پڑھے۔ جنہیں سنکر خروش نہاد اہل کوفہ سے نکلا۔ اور صدائے واویلاہ واحسرتاہ چرخ سیہ پوش تک پہنچا۔ لوگ اپنے منہ نوچتے اور خاک حسرت و افسوس سروں پر بکھیرتے تھے۔ اسوقت امام دین و دنیا حجت خدا حضرت زین العبا نے انکی طرف اشارہ کیا۔ کہ خاموش ہو اور حمد و ثنائے الہٰی و درود بر حضرت رسالت پناہی کے بعد فرمایا۔

خطبۂ امام زین العابدین بمقام کوفہ

ایہا الناس میں ہوں علی پسر حسین بن علی بن ابی طالب کا اور پسر اس مظلوم و غریب کا جو بیجرم و گناہ پیاسا لب دریا ذبح کیا گیا۔ اور جانب قفا سے سر اس کا جدا کیا گیا اور ہتک حرمت اس کا کیا۔ اور مال و اسباب اس کا لوٹ لیا۔ اس کے عیال کو قید و اسیر کیا۔ لوگو تمکو قسم خدا دیکر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے میرے باپ کو خطوط لکھکر نہیں بلوایا اور ان کے نام پر بیعت نہیں کی۔ پھر نکث عہد کر کے انہی کے ساتھ بجنگ پیش آئے۔ اور دشمنوں کو ان کے اوپر مسلط کیا۔ پس لعنت خدا ہو تمہارے اوپر کیا برا سامان دار آخرت کے لئے آگے بھیجا ہے۔ اور کیسی بری راہ اختیار کی ہے۔ کس صورت سے رسول خدا کے آگے جاؤگے اور کن آنکھوں سے روئے مبارک آنحضرت کیطرف نگاہ کروگے۔ اور جب وہ تم سے

اُمّت سے نہ تھے۔ تو کیا جواب دو گے۔ اس پر پھر شورِ گریہ و بکا ہر طرف سے بلند ہُوا
ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم ہلاک ہوئے۔ حالانکہ نہ جانتے تھے۔ صدائے فریاد و فغاں
کم ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ خدا رحمت کرے اسکو جو خدا و رسُولؐ و اہلبیتؑ کے حق میں میری
نصیحت قبول اور وصیّت منظور فرمائے۔ بتحقیق کہ ہم اہلبیتؑ تبلیغ رسالت میں رسُول اللہ
کی تاسّی واجب جانتے ہیں۔ اس پر آوازیں بلند ہوئیں یا ابن رسُول اللہ ہم سب تمہارے
حق کو پہچانتے اور تمہاری اطاعت کو واجب و لازم جانتے ہیں۔ جو حکم دو اسکو بجا لائیں گے اور
تمہارے خون کا بدلہ ظالمانِ ستمگار سے لیں گے۔ اور تمہارے دشمنوں کو تمہارے خون کے بدلے
ہیں قتل کریں گے۔ فرمایا ہیہات ہیہات اے غدّارو میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا
اور تمہاری قسموں کا اعتبار نہ کروں گا۔ جو مکر و عذر تم نے میرے باپ سے کئے۔ مجھے
بھولے نہیں۔ لیکن میں تم سے صرف اسی بات پر رضامند ہوں کہ نہ تم ہمارے ساتھ ہو
نہ ہمارے دشمنوں کے۔ پھر چند اشعار مرثیہ امام مظلومؑ اور شقاوت و کفر قاتلانِ آں
حضرتؑ میں پڑھے اور خاموش ہو گئے۔

روایت مُسلم گچکار

جلاء العیون میں کتب معتبرہ سے نقل ہُوا ہے۔ کہ مسلم گچکار نے کہا۔ کہ مجھ کو ابنِ زیاد لعن
نے ایک روز دار الامارہ کوفہ کی مرمت کو بلایا تھا۔ میں اپنے کام میں لگا ہُوا تھا۔ کہ ناگاہ صدائے
نالہ و فریاد ایک سمت سے میرے کان میں آئی۔ ایک خادم سے کہ میرے پاس کھڑا تھا پوچھا
کیا شور ہے کہا یزید لعن پر کسی دشمن نے خروج کیا تھا۔ ابنِ زیاد لعن کا لشکر اسکے مقابلہ کو گیا تھا۔
اس کا سر شہر میں لاتے ہیں۔ میں نے کہا وہ خروج کنندہ کون تھا۔ کہا حسینؑ بن علیؑ۔ اسکے
خوف سے میں نے کچھ نہ کہا۔ وہ وہاں سے گیا تو اس زور سے طپانچہ اپنے منہ پر مارا کہ قریب تھا
کہ آنکھ پھوٹ جائے۔ اور اپنے ہاتھ منہ دھو کر پشتِ قصر سے باہر نکلا۔ کناسہ پر پہنچا تو دیکھا کہ
لوگ اسیروں اور سروں کے آنے کا انتظار کھینچ رہے ہیں۔ اتنے میں دیکھا کہ قریب چالیس
محملوں و کجاووں کے آ رہے ہیں کہتے ہیں کہ حرم محترم سید الشہداؑ و فرزندان فاطمہ زہراؑ ان

محملوں میں ہیں۔ بعد ازاں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ امام زین العابدینؑ ایک شتر برہنہ پُشت پر سوار
رنجور و بیمار ہیں اور ایسے زخمی ہیں۔ کہ خون جسم مبارک سے ٹپک رہا ہے۔ اور از روئے غم و
حزن کچھ اشعار بدین مضمون پڑھتے ہیں۔ کہ اے بدترین اُمت خدا تعالے تمکو جزا بد دے
کہ تم نے ہمارے حقوق کی رعایت نہ کی۔ روزِ قیامت ہم تم خدا کے سامنے حاضر ہوں گے
تو کیا جواب دو گے۔ ہمکو شترانِ برہنہ پشت پر سوار کیا ہے۔ اور اسیرانِ ترک و دیلم کی
طرح لے جاتے ہو۔ گویا ہم کبھی تمہارے امورِ دین میں کام نہیں آئے۔ ہمکو ناسزا کہتے ہو
اور تالیاں بجاتے اور ہمارے مارے جانے پر خوشی کرتے ہو۔ وائے ہو تمہارے اوپر کیا تم
نہیں جانتے کہ حضرت رسولِ خدا سید و سردارِ انبیاء میرے نانا ہیں۔ اے واقعۂ کربلا
تو نے ہمارے دلوں پر غم و الم کا وہ پہاڑ توڑا جس سے کبھی تسکین نہ ہوگی۔

راوی کہتا ہے کہ اہلِ کوفہ اطفالِ اہلبیتؑ پر رحم کھا کر نان و خرما دیتی تھیں۔ جناب
امِ کلثومؑ غصہ سے انکو روکتی تھیں۔ کہ صدقہ ہم اہلبیتؑ پر حرام ہے۔ اور بچوں کے ہاتھ منہ
سے لیکر زمین پر پھینکتی تھیں۔ زنانِ کوفہ یہ حالِ پُر ملال ان مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کا
دیکھکر روتی تھیں۔ امِ کلثومؑ نے درونِ محمل سے صدائے گریہ و بکا انکی سنی تو فرمایا اے
زنانِ کوفہ تمہارے مردوں نے ہمکو قتل کیا اور تم ہم پر روتی ہو۔ حق تعالے بروز قیامت ہمارے
اور تمہارے درمیان حکم کریگا۔ اسوقت صدائے نالہ و آہ بلند ہوئی۔ دیکھا کہ سرہائے شہدا
نوکِ نیزہ پر آرہے ہیں۔ ان کے درمیان ایک سر تھا۔ کہ منتہائے نور و ضیا و حسن و صفا
سے شبیہہ برسولِ خدا اور ماہ تاباں کیطرح چمک رہا تھا۔ اور اثر خضاب ریش مبارک پر نمایاں
زینبؑ خاتون کی نظر اس سر مبارک پر پڑی۔ تو سر کو چوبِ محمل پر مارنے لگیں۔ تا اینکہ خون
اس سے جاری ہوا۔ اور کہتی تھیں کہ اے خورشید فلکِ امامت و بدر آسمانِ خلافت
کہ ان ظالم ستمگاروں کے ظلم سے منخسف ہو رہا ہے۔ ذرا اپنی یتیم دختر فاطمہ کو بلاؤ۔ اور اپنے
لختِ جگر زین العابدینؑ کی خبر لو۔ کہ جسمِ نازنین ان کا جور اہل عدوان سے مجروح اور دل ظلم ستمگاران
سے مقروح ہو رہا ہے۔ نور دیدۂ زہراؑ کے جانسوز نالوں سے چشمہائے حاضران سے اشک
حسرت برسے اور دل پُرخون ہوئے۔

دخولِ آنحضرتؑ در مجلسِ ابن زیادلعنہ

دوسرے دن ابن زیادلعنہ بدنہاد نے قصر دارالامارہ میں دربارِ عام کیا۔ اہل کوفہ عموماً اس جشنِ شادی و سرور میں حاضر تھے۔ سرِ مبارک سیدالشہداؑ کا ایک طبق میں رکھکر اسکے سامنے لائے۔ اور مستورات اہلبیتِ عصمت و طہارت و فرزندانِ حضرتِ رسالتؐ کو بحیثیت اُسرا و قیدیان اسکی مجلس میں حاضر کیا۔ بروایتِ امام زین العابدینؑ سرِ مبارک آنحضرتؑ کا سنان بن انس اس ملعون کے آگے لایا تھا۔ اور چند شعر اس مضمون کے پڑہے کہ میری رکاب (شتر بارداری) کو سیم و زر سے بھردے۔ کیونکہ مینے اس بادشاہِ جلیل کو قتل کیا ہے۔ جو حسب و نسب میں بہترین آدمیان تھا۔ اسکی ماں تمام زنانِ عالم سے افضل تھیں ابن زیادلعنہ کو اس پر غصہ آیا۔ اور کہا جب تو اسکو ایسا جانتا تھا۔ تو کیوں قتل کیا اور حکم دیا کہ اسکو قتل کریں۔ چنانچہ اسی وقت مارا گیا۔ خسر الدنیا والاخرہ الخ۔ غرض سرِ مبارک ابن زیادلعنہ کے آگے رکھا گیا۔ تو متبسم ہوا۔ اور آثارِ فرح و سرور ظاہر کرنے لگا۔ اسوقت دستِ نجس میں ایک چھڑی تھی۔ جو لب و دندانِ مبارک پر مارتا تھا۔ اور کہتا تھا کیسے خوبصورت دانت تھے۔ زید بن ارقم صحابی حاضر تھا۔ بولا یا ابن زیادلعنہ چھڑی ان دندانِ عالی شان سے دُور کر۔ بتحقیق کہ مینے حضرتِ رسالتؐ کو بارہا دیکھا ہے۔ کہ اس مقام کو چومتے اور چوستے تھے یہ کہا اور بآوازِ بلند رویا۔ اس مردود نے کہا اے دشمنِ خدا اللہ نے ہمکو فتح دی تو روتا ہے اگر بوجہ پیری تجھ کو معذور نہ جانتا۔ تو حکم دیتا۔ کہ اسیوقت تیری گردن اڑادیں۔ زید نے کہا یا ابن زیادلعنہ مینے اکثر و زر رسول اللہؐ کو دیکھا۔ کہ ان کے بڑے بھائی حسنؑ کو دہنی ران پر اور انکو بائیں ران پر بٹھا رکھا ہے۔ اور دو ہاتھ دونوں کے سروں پر رکھ چھوڑے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ خداوندا میں انکو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیرے نیکوکار مومنوں کے۔ اے پسرِ زیادلعنہ تونے امانتِ رسولِ خدا کی خوب نگہبانی کی۔ یہ کہکر روتا ہوا اسجگہ سے باہر نکلا۔ اور کہتا تھا

اے اہل کوفہ ذلیل ہو... لعنت خدا ہو تمہارے اوپر کہ فرزند فاطمہ زہراؑ کو قتل کرتے ہو اور پسر مرجانہ کو

اپنا امیر بنایا ہے۔ تاکہ تمہارے اخیار کو قتل کرے۔ اور اشرار کو غلام بنائے۔

ابن زیاد لعنہ کا امام زین العابدینؑ کیساتھ مکالمہ

اس کے بعد اس مردود نے جناب زینبؑ و ام کلثوم دختران امیرالمومنینؑ کے ساتھ خطابات شدید و ضنیف کئے۔ پھر جناب سجادؑ کیطرف اشارہ کیا۔ کہ یہ کون ہے۔ کہا علیؑ بیٹا حسینؑ کا۔ کہا اَمَا قَتَلَ اللّٰہُ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْن۔ کیا علی بن الحسینؑ کو خدا قتل نہیں کر چکا۔ آپنے فرمایا کان لی اخٌ اصغر منّی قتلہ النّاس۔ اسی نام کا میرا چھوٹا بھائی تھا آدمیوں نے اسے قتل کیا۔ ابن زیاد کو غصہ آیا۔ اور کہا لا بل قتلہ اللّٰہ نہیں اس کو خدا نے قتل کیا۔ فرمایا اللہ تعالٰی تمام جانیں قبض کرتا ہے۔ در وقت خواب و ہنگام وفات۔ اس پر زیادہ غضبناک ہوا۔ اور کہا تجھ کو یہ جرأت ہے۔ کہ میرے کلام کا جواب دے۔ اسکو باہر لے جاکر قتل کرو۔ جناب زینبؑ یہ سن کر بیتاب ہو گئیں۔ بولیں یا ابن زیاد لعنہ حسبک من دمائنا۔ اے پسر زیاد ابھی تک ہماری خونریزی سے تیری شکم سیری نہیں ہوئی۔ یہ کہکر بھتیجے سے لپٹ گئیں اور کہا قسم خدا کی اس سے جدا نہونگی اسکو قتل ہی کرتا ہے تو مجھ کو اسکے ساتھ قتل کر۔

اس مردود نے کہا رشتہ قرابت بھی عجب رشتہ ہے۔ قسم بخدا کہ میرا گمان ہے کہ زینبؑ دوست رکھتی ہے کہ علیؑ کی جگہ اسکو قتل کریں۔ اس سے باز رہو۔ فانّی اراہ لما بہ مشغول کہ بتحقیق جس حال میں کہ میں اسے دیکھتا ہوں اسمیں مشغول پاتا ہوں۔ یعنی جو بیماری اسکو لگی ہوئی ہے اسکے جسم کو کھا رہی ہے۔ وہی اس کے لئے کافی ہے۔ بقولے حضرتؑ نے فرمایا اے عمہ مجھ کو چھوڑ دو وہ جو چاہے سو کرے۔ اور ابن زیاد لعنہ سے کہا اے پسر زیاد لعنہ مجھ کو قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ راہ خدا میں قتل ہونا ہماری عادات سے ہے۔ اعلاء دین کے لئے شہادت پانا ہمارے لئے کرامت ہے۔ پس اُس ملعون نے امر کیا۔ کہ انکو زندان میں لے جائیں۔ جو پہلوئے مسجد میں تھا۔ وہاں لے جاکر قید کیا۔

بروایتے جسوقت سرہائے شہدا و اسرار اہلبیتؑ اس مردود کے سامنے پیش ہوتے تھے تو جناب زینبؑ برہنہ سر بے مقنعہ و چادر آستین سر پر رکھے کھڑی تھیں۔ ظالموں نے جو گونسوائے

گوشہائے آنجناب سے چھینے تھے۔ اس سے کان شگافتہ تھے۔ ابن زیاد لعین نے انکی طرف
دیکھکر کہا یہ کون عورت ہے۔ چوبدار نے کہا زینبؑ خواہر حسینؑ۔ اس بدبخت نے ان کو
خطاب کرکے کہا اے زینبؑ میرے ساتھہ ہمکلام ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کیا چاہتا ہے اے
دشمن خدا و رسولؐ تونے ہمکو نیکوکاروں اور بدکرداروں کے درمیان رسوا کیا اور ہتک
حرمت ہمارا کیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا یا ابن اللئام الی کم تھتک عمتی وتعرفها
لمن لا یعرفها فقطع اللہ یدیک و رجلیک اے پسر لئیمان میری عمہ گرامی کی کبتک
ہتک حرمت کریگا۔ اور کہاں تک ان لوگوں کو پہچنواویگا۔ جو ان کو نہیں پہچانتے۔ ابن زیاد لعین
کو اس کلام آنحضرتؑ پر غصہ آیا۔

اور عمر پسر امام زین العابدینؑ نے کہا کہ میرے جد مظلوم امام حسینؑ کو شہید کیا تو
زنان بنی ہاشم نے آنحضرتؑ کے ماتم میں سیاہ پلاس کے کپڑے پہننے شروع کردیئے۔ گرمی
و سردی کی ذرا پروا نہ کرتے تھے۔ اور حضرت زین العابدینؑ ان کے لئے طعام مہیا کرتے تھے

امام زین العابدینؑ کا معہ سرہائے شہدا و اہلحرم دمشق پہنچنا

مروی ہے کہ ابن زیاد لعین نے نامہ ہائے فتح بلاد و امصار کو روانہ کئے۔ ازانجملہ ایک
خط عمرو بن سعید حاکم مدینہ کو لکھا۔ یہ خط مدینہ میں پہنچا تو ابن سعید نے حکم دیا۔ کہ منادی
کوچہ ہائے مدینہ میں پکار دے کہ حسینؑ معہ اپنے اعوان و انصار کے قتل ہوئے۔ سننے
سے اس صدائے وحشت زا کے ایک شور گریہ و بکا و واویلا و المصیبتا خانہ ہائے بنی ہاشم وغیرہ
سے بلند ہوا۔ اور عورتیں انکی روتی ہوئیں گھروں سے نکل پڑیں۔ اور ایسا شور و غوغا ہوا
کہ مدینہ میں کبھی پہلے ایسا شور سننے میں نہ آیا تھا۔ پسر سعید مسجد رسول اللہ میں منبر پر گیا
اور مجمع کے سامنے اس خط نحس کو پڑھا۔ اور کہا یہ شور و واویلاہ اس کا بدلہ ہے جو بروز قتل
عثمان بنی امیہ کے گھروں سے بلند ہوا تھا۔ گویا گمان اس ملعون کو یہی تھی علی ہی نے عثمان کو قتل کیا
تھا۔ پھر مقام معذرت میں کہا کہ ہم چاہتے تھے۔ کہ حسینؑ کا سر ان کے بدن پر ہوتا اور وہ
ہمکو گالیاں دیتے۔ اور ہم انکی مدح و ثنا کرتے۔ مگر جو کوئی تلوار لیکر ہمارے سامنے کھڑا ہوجائے

تو بغیر اس کے کہ اسکو قتل کریں چارہ ہی کیا ہے۔ اس پر لوگوں نے جوابات دیئے۔ ہم وہ گفتگوئیں اور دیگر حالات مدینہ اسموقعہ کے مناسب مقام نجانکر ترک کرتے ہیں۔

الغرض ابن زیاد کا خط شام میں یزید کو پہنچا۔ تو اس نے اس مردود کو لکھا۔ کہ مقتولوں کے سر اور قیدیوں کو ہمارے پاس شام میں بھیجدو۔ عبد اللہ لعن نے یہ اشارہ پاکر محضرن ثعلبیہ و بروایت دیگر زحر بن قیس کو بلایا۔ اور سرہائے شہدا اسکو دیئے۔ اور ابو بردہ بن عوف وطارق بن ابی ظبیان کو معہ اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ان کے ساتھ کرکے روانہ شام کیا اور چند روز بعد تہیہ سفر کرکے اہلبیتِ رسالت کو قیدیوں کی صورت میں اونٹوں پر بٹھاکر اور امام زین العابدین کی گردن میں طوق بدن میں زنجیر پہناکر شمر ذی الجوشن لعن اور دیگر منافقوں کے ہمراہ ان کے پیچھے سے بھیجا۔ کہ جاکر ان سے مل گئے۔ راستے میں ہر منزل و مقام پر آیات و معجزات اہلبیت علیہم السلام و سرہائے کرام سے وجود میں آئے۔ جو کتب مبسوطہ میں تحریر ہیں۔ اور کوفہ سے دمشق تک تمام منازل کی کیفیت درج ہے۔ جو چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔

امام محمد باقر نے اپنے پدر بزرگوار امام اخیار حضرت زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہمکو یزید پلید کے پاس شام کو لے جارہے تھے۔ تو مجھ کو شتر برہنہ پر سوار کیا۔ اور جملہ اہلبیت کو میرے عقب میں شتران برہنہ پر سوار کیا تھا۔ اور سر مبارک میرے باپ کا نیزہ پر میرے آگے لے جارہے تھے۔ اور ان کافروں نے ہمارے گرد حلقہ بنا رکھا تھا۔ اور ہم سے جسکے آنکھ سے آنسو رواں دیکھتے تھے۔ نیزہ اس کے سر پر مارتے تھے۔ باین حال ہمکو دمشق میں داخل کیا۔ شہر کے اندر گئے تو ایک ملعون نے پکار کر کہا۔ یہ اسیران اہلبیت ملعون ہیں۔ (معاذ اللہ)

نقل ہے کہ قافلہ اسیران اہلبیت شہر شام شوم کے نزدیک پہنچا۔ تو جناب ام کلثوم نے شمر ملعون سے کہا۔ شہر میں داخل ہوں۔ تو کہدے کہ ہمکو ایسے راستے سے لے جائیں جہاں ہجوم آدمیوں کا کمتر ہو۔ تاکہ نامحرموں کی نگاہ ہم پر کم پڑے۔ یا ایسا ہو کہ سروں کے نیزے داروں کو ہم سے علیحدہ کرادے۔ کہ لوگ ان کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں۔ ہماری طرف ملتفت نہوں۔ اس مردود نے قبول نکیا۔ بلکہ بمقتضائے کفر و عناد سے حکم دیا۔ کہ سرہائے شہدا

کو شتران اسیران کے درمیان لے چلیں۔

روایت سہل بن سعدؓ صحابی رسولؐ اللہ

سہل بن سعد نے کہا میں ایک سفر میں وارد شہر دمشق ہوا۔ دیکھا کہ شہر آباد اشجار وانہار سے پُر ہے۔ قصرہائے عالیشان رفیع البنیان و مکانات بیشمار رکھتا ہے۔ اور دیکھا کہ بازاروں میں آئینہ بندی کی ہے۔ پردہ ہائے رنگارنگ لٹکاتے اور لوگوں نے زینت بہت کچھ کی ہے۔ اور دف و نقارہ اور قسم قسم کے باجے بجتے ہیں۔ دل میں کہا شاید آج ان لوگوں میں کوئی عید ہوگی۔ تا اینکہ کچھ آدمیوں سے دریافت کیا۔ کہ آج شام میں کوئی عید ہے۔ جسکو ہم نہیں پہچانتے۔ کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو اس شہر میں تازہ وارد ہے میں نے کہا میں سہل بن سعد ہوں۔ رسولؐ اللہ کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا اے سہل تعجب ہے کہ آسمان سے خون کیوں نہیں برستا۔ اور زمین اُلٹ کیوں نہیں جاتی ہے۔ کہا خیر ہے یہ کیوں۔ کہا سرِ مبارک حسینؑ بن علیؑ کا عراق سے یزید لعنؑ کے پاس لا رہے ہیں۔ کہا سبحان اللہ سرِ حسینؑ لا رہے ہیں۔ اور لوگ اسکی خوشیاں کرتے ہیں۔ کس دروازہ سے اسکو لائیں گے۔ کہا دروازہ ساعات سے۔ میں اس دروازے کیطرف چلا نزدیک گیا تو دیکھا کہ نشانہائے کفر و ضلالت ایک دوسرے کے پیچھے آرہے ہیں۔ ناگاہ ایک سوار نظر پڑا جس کے ہاتھ میں نیزہ اس پر ایک سر ہے حضرت رسالت پناہ سے شبیہ ترین شکل میں۔ پھر دیکھا کہ بہت سے بچے اور عورتیں شتران برہنہ پر سوار آرہے ہیں۔ میں نے ایک شتر کے پاس جاکر پوچھا تمہارا کیا نام ہے کہا سکینہؑ دختر امام حسینؑ۔ عرض کی میں تمہارے جدّ امجدّ کا صحابی ہوں۔ کوئی خدمت ہو تو مجھ کو حکم دو۔ فرمایا اس بدبخت سوار سے جس کے پاس میرے باپ کا سر ہے کہو کہ ہمارے درمیان سے باہر چلا جائے تا کہ لوگ اس سر منور کو دیکھنے لگیں۔ اور ہم انکی نگاہوں سے بچ جائیں۔ سہل کہتا ہے میں اس مرد کے پاس گیا۔ اور کہا یہ چار سے دینار طلا لے۔ اور میری حاجت بر لا۔ پوچھا کیا حاجت تیری ہے کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ اس سر کو عورات کے درمیان سے ایک طرف لے جائے۔ اس ملعون

نے دینار مجھ سے لے لئے۔ اور میری حاجت روانہ کی۔ اللہ اکبر کیا عناد تھا ان اشقیار کو خاندانِ رسالت سے کہ انکی تذلیل و تشہیر میں اتنی خفیف کمی کبھی روادار نہ تھی۔ چار سو دینار کو دیکھئے۔ اور اس بے حقیقت رعایت کو ملاحظہ کیجئے۔ روپیہ لے لیا۔ اور وہاں سے ایک قدم نہیں سرکا۔ جیسے سردار شقاوت شعار تھے۔ اس سے کمتر ماتحت بھی نہیں تھے اَلَا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اسماعیل ابن شہر آشوب سے نقل ہوا ہے۔ کہ جب اس سوار نابکار نے وہ روپیہ صرف کرنا چاہا۔ تو سونا سنگِ سیاہ ہوگیا تھا۔ اور اس کے ایک طرف تحریر تھا لاتحسبنّ اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔ اور دوسری جانب سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون لکھا تھا۔

روایتِ منہال بن عُمر

منہال مذکور نے کہا قسم بخدا میں نے دمشق میں دیکھا۔ سرِ مبارک حضرت امام حسینؑ کا نیزہ پر لے جا رہے تھے۔ ایک شخص آپ کے آگے سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب اس آیہ پر پہنچا۔ اَمْ حَسِبْتَ ان اصحاب الکہف والرّقیم کانوا مِنْ آیاتنا عجبًا۔ آیا جانا تو نے کہ صاحبانِ کہف و رقیم ہمارے آیات عجیب سے تھے۔ اُسوقت سرِ مبارک سیّد الشہدا کا بقدرتِ خدا گویا ہوا۔ اور بزبان فصیح کہا امری اَعْجَبُ منہا کہ ہمارا کام اس سے بھی عجیب تر ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں کہتے ہیں۔ کہ یہ اشارہ ہے طرف اس کے کہ وہ حضرت اپنے خون کی طلب میں دنیا میں رجعت فرمائیں گے۔ غرض ان بدبختوں نے اہلحرم و اولاد سید الانبیار محمد مصطفےٰ ؐ کو مسجد جامع دمشق کے دروازہ کی سیڑھیوں پر اس جگہ پر جہاں قیدیوں کو کھڑا کرتے تھے۔ لاکر کھڑا کیا۔ اسوقت ایک پیر مرد شامی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ تمہارے مرد مارے گئے۔ اور شہروں کو ان کے ہاتھوں سے نجات ملی۔ اور شاخ فتنہ و فساد کی قطع ہوئی۔ اور یزید لعین کا تمہارے اوپر تسلط ہوا۔ اس کا

ہے۔ فرمایا یہ آیہ اسمیں پڑہی قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربےٰ کہدے

اے محمدؐ ان سے کہ میں تم سے اجر رسالت نہیں مانگتا۔ بجز اس کے کہ میرے قریبوں سے

محبت کرو۔ کہا ہاں پڑہی ہے۔ فرمایا وہ قرابت دار رسولؐ ہم ہی ہیں۔ پھر فرمایا یہ آیتہ

پڑہی ہے کہ وآت ذا القربےٰ حقہٗ دے نواے محمدؐ ذی القربےٰ کو حق انکا۔ کہا ہاں پڑہی

ہے فرمایا وہ ذی القربےٰ ہم ہی ہیں۔ کہ حق تعالےٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ ہمارا حق ہمکو دے

بعدازاں فرمایا آیہ پڑہی ہے واعلموا انما غنمتم من شئے فان اللہ خمسہٗ وللرسول ولذی

القربےٰ جان تو لہ جو شئے تم غنیمت میں لو۔ پس بتحقیق کہ اللہ کے لئے ہے خمس اس کا اور رسول

کے لئے اور ذی القربےٰ کے لئے۔ کہا ہاں۔ فرمایا وہ ذی القربےٰ بھی ہم ہی ہیں۔ فرمایا

یہ آیہ پڑہی ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

جز این نیست کہ اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم اہلبیتؑ سے رجس و پلیدی کو دور کرے اور

تم کو پاک کرے پاک کرنا۔ شامی نے کہا ہاں پڑہی ہے۔ فرمایا وہ اہلبیتؑ کہ حق تعالےٰ نے

انکی طہارت کی شہادت دی ہے ہم ہیں۔ بوڑہا شامی یہ سنکر رو دیا اور اپنی جرات پر بہت

پشیمان ہوا۔ اور عمامہ سر سے اتار کر پھینکدیا۔ اور آسمان کیطرف منہ کرکے بولا خداوندا میں

دشمنان آل محمدؐ سے بیزاری طلب کرتا ہوں۔ پھر حضرتؑ کی خدمت میں عوض پرداز ہوا۔

اگر توبہ کروں تو میری توبہ قبول ہوگی۔ فرمایا ہاں توبہ تیری قبول ہوگی۔ پس توبہ کی اسکی

خبر یزید پلید کو پہنچی۔ تو اسکو گرفتار کرکے قتل کرادیا۔

دیگر ابراہیم پسر طلحہ لعین نے حضرتؑ کے پاس پہنچکر شمشیر ہاتے جنگ جمل کے زخموں کا

اس طرح اظہار کیا۔ کہ اے علی بن الحسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تم مغلوب ہوئے۔ حضرتؑ نے

فرمایا اے پسر طلحہ اگر اس امر کو جاننا چاہتا ہے۔ کہ کون مغلوب ہوا۔ تو نماز کے وقت

صدائے اذان و اقامت کو سننا۔ تجھ کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ کون مغلوب ہوا۔ اور کس کا

شہرہ قیامت تک بلند رہیگا۔

امام زین العابدینؑ دربار یزید میں

اسیرانِ اہلبیتؑ و سرہائے شہدا سید الساجدینؑ کے ساتھ شام میں یزید کے سامنے لائے۔ تو کل ۴۴۔ اشخاص مرد و زن تھے۔ تو حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اسوقت ہم مردانِ اہلبیتؑ سے بارہ اشخاص تھے جنکی گردنوں میں طوق پڑے اور ایک رسن سے تمام باہم پیوستہ تھے بروایتے رلیسمان ہماری گردنوں میں ڈالکر گوسفندوں کی طرح ہمکو کھینچتے تھے۔ چلنے میں قصور ہوتا تو ہمکو مارتے۔ اس صورت سے ہمارے تئیں دربار یزید میں حاضر کیا۔ اس مردود نے مجلس عیش و طرب کو مثل جشن ہائے عید آراستہ کیا تھا۔ اور خود بڑی سج دہج سے زینت کر کے تختِ شوم پر آکر بیٹھا تھا۔ پھر شامیوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ تو لوگ جوق جوق داخل ہوئے۔ اسوقت انحضرات عالیات کو طلب کیا۔ دروازہ پر پہنچے تو محفز بن ثعلبہ نے پکار کر کہا کہ (معاذ اللہ) فاجرانِ لئیم امیر المومنین یزیدؔ کے آگے حاضر ہوتے ہیں امام زین العابدینؑ کہ راہِ کوفہ و شام میں زیادہ تر خاموش رہتے اور کمتر کلام کرتے تھے۔ یہ ملعون ندا سُنکر بیتاب ہو گئے۔ جواب میں اتنا فرمایا کہ خدا اور مخلوقاتِ خدا خوب جانتے ہیں کہ فاجر لئیم کون ہے۔ پس سرِ مبارک سید الشہدا صلوات اللہ علیہ کا طشت میں رکھا ہوا اس کے سامنے آیا۔ نظر مبارک آنحضرتؑ کی اپنے باپ کے سر پر پڑی تو ایک آہ سرد دلِ پُر درد سے کھینچی۔ اور اشکِ خونیں چشمہائے حق بیں سے ٹپک پڑے۔ نقل ہے کہ اسکے بعد آنحضرتؑ نے کبھی کلہ گوسفند نہیں کھایا۔ یعنی جسوقت بھیڑ بکری کا سر دیکھتے تو سر مبارک اپنے باپ کا یاد کرتے۔ اور شدتِ گریہ و بکا سے اسکو تناول نہ کر سکتے۔

جناب زینبؑ خاتون نے اس سرِ مطہر کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگیں۔ اور بآواز حزین کہ سامعین کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی۔ فریاد واحسیناؑ بلند کی۔ کہتی تھیں یا حبیب رسولؐ اللہ یا ابن مکۃ و منیٰ یا ابن فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء یا ابن بنت المصطفیٰؐ۔ اے حبیب فلک رسولخدا۔ اے فرزند مکہ و منا اے پسر محمد مصطفیٰؐ و اے جگر گوشۂ علیؑ و زہراؑ

اسوقت ایک عورت نے بنی ہاشم سے کہ یزید کے گھر میں تھی۔ صدائے گریہ بلند کی۔ رو رو کر نوحہ کرتی تھی۔ یا حبیباہ اے بزرگ اہلبیت رسول خدا اے فرزند محمد مصطفیٰ وا‌ے فریادرس بیوہ زنان و یتیمان وا‌ے کشتۂ تیغ زناکاران۔ پس شور فریاد و فغان حاضران سے بلند ہوا مگر یزید سنگدل پر ذرا اثر نہ ہوا۔

غرض سر مبارک اس بدگہر کے آگے رکھا گیا۔ تو شاد ہوا اور اظہار فرح و سرور کر کے کہنے لگا۔ کہ صاحب اس سر کا کہتا تھا۔ کہ میرے ماں باپ یزید کے ماں باپ سے بہتر تھے اور میرا جد افضل تھا جد یزید سے۔ اور میں بہتر ہوں اس سے۔ یہی اس کا کلام اس کے قتل کا باعث ہوا۔ اور امام رضاؑ نے فرمایا۔ کہ سر مبارک امام حسینؑ کا مجلس یزید میں لاتے تو وہ ملعون مجلس شراب آراستہ کر کے اپنے ندیموں کے ساتھ مشغول بادہ پیمائی تھا۔ اور ساتھ ہی شطرنج کھیلتا جاتا تھا۔ اور ان سے کہتا یہ شراب مبارک ہے اسکو پیو۔ کیونکہ سر دشمن ہمارے آگے رکھا ہے۔ اور ہم مسرور و فرحناک ہیں۔ اور حضرت سید الشہدا اور انکے پدر و جد صلوات اللہ علیہما کے حق میں ناسزا کہتا۔ اور جب قمار میں حریف پر غالب آتا ایک پیالہ شراب کا زہر مار کرتا۔ اور ایک گھونٹ اس کا طشت کے قریب جسمیں سر مبارک امام کا رکھا تھا۔ ڈالدیتا۔ پس حضرت نے فرمایا۔ کہ جو ہمارے شیعوں سے ہے اسکو چاہئے کہ شراب پینے اور شطرنج کھیلنے سے پرہیز کرے۔ اور جو کوئی شراب یا شطرنج کو دیکھے اور حضرت امام حسینؑ پر درود بھیجے۔ اور یزیدؑ اور آل یزیدؑ پر لعنت کرے۔ حق تعالےٰ اس کے گناہوں کو بخشدیگا۔ ہرچند برابر ہوں عدد ستارہ ہائے آسمان کے۔

بروایت اول کہنے لگا۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ میرا باپ اس کے باپ سے بہتر تھا۔ سو میرے باپ نے اس کے باپ کے سامنے محاجہ کیا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ کیا۔ اور یہ کہنا کہ میری ماں اسکی ماں سے افضل ہے۔ سو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے عالی مرتبہ ہیں۔ اور یہ بات کہ میرا جد اس کے جد سے فائق تر ہے سو جو شخص اللہ اور روز قیامت پر اعتقاد رکھتا ہوگا۔ اس کے نزدیک کوئی اس امت سے آنحضرتؐ کے مساوی اور مماثل نہیں ہوسکتا۔ مگر انہوں نے قول خدا کا نہیں پڑھا

قل اللّٰھمّ مالک الملک تو تی الملک الخ یعنی کہہ اے محمدؐ پروردگارا تو ملک کا مالک ہے جسکو چاہے ملک اور بادشاہی عطا کرے۔ اور جس سے چاہے چھین لے۔ تا آخر آیہ شریفہ لکھا ہے کہ جسوقت سرِ مطہر سید الشہدا کا اس کے آگے رکھا تھا۔ تو چھڑی خیزران کی جو ہاتھ میں تھی۔ لبِ و دندانِ آنحضرتؑ پر لگائی اور کہنے لگا اَسرَعَ عَتَاکَ الشیب یا ابا عبدالله اے حسینؑ تم بہت جلد بوڑھے ہو گئے۔ اور کہتا تھا یوم بیوم بدر۔ آجکا دن روزِ جنگِ بدر کا بدلہ ہے۔ اور کچھ اشعار فخریہ پڑھتا تھا۔ پھر چند شعر ایسی پڑھیں جن سے اس کا کفر و بیدین ہونا اور کفار سابق کی حمایت ظاہر تھی۔ کہ کاش شیوخ بنی امیہ جو بروز بدر قتل ہوئے اسوقت حاضر ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے ان کے قاتلوں سے کیسی اچھی طرح بدلے لئے۔ وہ خوش ہوتے اور تحسین کرتے میرے تئیں اور دعا دیتے کہ اے یزید تو شل نہ ہو۔ آخر میں کہا ؎

لعبت ھاشمُ بالملک فلا   خبرٌ جاءَ ولا وحیٌ نزل

بنی ہاشم (رسولِ خدا) نے ملک و بادشاہی سے لہو و لعب کیا ہے۔ نہ کوئی خبر آئی نہ وحی نازل ہوئی۔

یحیی بن الحکم برادر مروان کو یہ کیفیت دیکھکر حمیّت اسلام و حمیّت قریشیت دامنگیر ہوئی۔ وہ ابن زیاد بدنہاد کی مذمت کرنے لگا۔ اسی سلسلہ میں کہا ؎

سمیّۃ امسیٰ نسلھا عدد الحصیٰ   وبنت رسول الله امست بلا نسل

کہ سمیّہ زانیہ مادرِ زیاد کی نسل تو بقدر سنگریزوں کے بیشمار ہو گئی۔ اور دخترِ رسولِ خدا فاطمہ زہرا بلا نسل رہ گئی۔

یزیدِ لعین نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ کہ اُسکُتْ لَا اُمَّ لَکَ خاموش رہ اے بے مادر یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں۔ ابو برزہ اسلمی صحابی کہ حضّار مجلس سے ایک تھے۔ اس بدبخت کی یہ حرکت دیکھکر مارے غصہ کے بیتاب ہو گئے۔ بولے اے فاسق اپنی چھڑی اس مقدس مقام سے دور کر۔ قسم خدا کی مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ لبہائے مبارک وہاں حسینؑ پر رکھے اسکو بوسہ دیتے ہیں۔ یزیدِ لعین نے طیش میں آکر حکم دیا کہ

اسکو کھینچکر مجلس سے باہر نکال دیں۔

مکالمہ یزید با امام زین العابدین علیہ السلام

جناب صادقؑ سے نقل ہے کہ ہمارے جدّ امجد سید سجادؑ اور زنان اہلبیتؑ کو مجلس یزید میں داخل کیا۔ تو اس مردود نے امام سے کہا خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا لعنت خدا کی اُس پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا یزید نے غصہ ہو کر حکم دیا۔ کہ اسکو قتل کرو۔ حضرت نے فرمایا مجھ کو قتل کریگا۔ تو بیٹیاں رسالت پناہ کی کس کے ساتھ اپنے گھر کو واپس جائینگی۔ انکا میرے سوا کوئی محرم نہیں یہ بات سنکر وہ ملعون کچھ محجوب ہوا اور بولا تو ہی انکو لے جائیگا۔ اور سوہان طلب کر کے طوق و زنجیر کو خود امامؑ صغیر و کبیر کی گردن سے کاٹا۔ بعد ازاں آپ سے پوچھا۔ جانتا ہے کہ میں کس لئے بنفس خود اس کام کی طرف متوجہ ہوا۔ فرمایا تاکہ میں بغیر تیرے کسی اور کا ممنون احسان نہوں۔ کہا درست ہے۔ پھر اس مردود نے اس آیہ شریفہ کو تلاوت کیا مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی جو مصیبت تمکو پہنچی وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کسب کی ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ آیہ دوسروں کے حق میں ہے ہماری شان میں ایک اور آیہ ہے۔ کہ مَا اَصَابَ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَاَهَا لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰکُمْ یعنی نہیں پہنچی ہمکو کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفوس میں مگر وہ کہ ہمنے پہلے کتاب میں لکھدی تھی۔ قبل اس کے کہ تمہاری جانوں کو پیدا کریں۔ تاکہ آزردہ نہو اس پر جو تم سے فوت ہوا۔ اور شاد نہو۔ اس پر جو تمہیں ملا۔ پس حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں جنہوں نے اس آیہ شریفہ پر عمل کیا ہے۔ اور قضائے خدا پر راضی ہوئے۔ اور محزون نہیں ہوتے۔ اس پر جو دنیا میں ہم سے فوت ہو جائے۔ اور شاد نہیں ہوتے۔ جو اس پر وہاں ہاتھ آئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد اطفال و زنان اہلبیتؑ اس کے سامنے آئے تو انکو اس صورت و ہیئت قبیح میں دیکھکر دل گو نہ نرم ہوا۔ بولا برا ہو پسر مرجانہ کا اگر اس کے

اور تمہارے درمیان رحم و قرابت ہوتا ہرگز تمہارے ساتھ ایسا عمل نہ کرتا۔ اور اس مکروہ حالت سے تمکو نہ بھیجتا۔ جناب زینبؑ نے کہا اے یزید حسینؑ کو بجز تیرے کسی دوسرے نے قتل نہیں کیا۔ اگر تو نہ کہتا تو ابن مرجانہ کی مجال نہ تھی۔ کہ پسران آل محمد مصطفےؐ کو مارے۔ تجھ کو ان کے قتل میں اصلا خوفِ خدا دامنگیر نہ ہوا۔ اے یزید حسینؑ وہ ہیں۔ جن کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ کہ حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانان بہشت کے۔ تو اس حدیث کا انکار نہیں کر سکتا پس تو نے اپنے نفس کے ساتھ خصومت کی۔ کہ ایسے امر شنیع کا مرتکب ہوا۔

حقیر کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ کلمات و اقوال جیسا کہ محققین نے پایۂ تحقیق کو پہنچایا ہے ہرگز ایک وقت اور ایک مجلس کے نہیں۔ اہلبیتؑ علیہم السلام عرصہ تک شام میں رہے مختلف اوقات کے واقعات کو کتاب والوں نے ایک سلکِ بیان میں کھینچ دیا ہے۔

چنانچہ ابجبار کا ذکر ہے کہ یزید نے حضرت سے کہا۔ اے پسر حسینؑ تیرے باپ نے قطع رحم کیا۔ اور امر سلطنت میں مجھ سے نزاع کی۔ اور میرے حق کی رعایت نہ رکھی۔ پس خدا نے اس کے ساتھ وہ کیا جو تو دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے پسر معاویہ نبوت و بادشاہی ہمیشہ میرے آباؤ اجداد کے لئے رہی ہے۔ قبل اسکے کہ تو شکم مادر سے پیدا ہو۔ بروز بدر۔ احد و خندق علمِ لشکر رسول خدا میرے جدّ امجد علی مرتضےٰؑ کے ہاتھ میں تھا۔ حالانکہ علم کفر و شرک کا تیرا دادا ابوسفیان رکھتا تھا۔ پس حضرتؑ نے کہا ؎

ماذا تقولون اذ قال النبیّ لکم	ماذا فعلتم و انتم اٰخر الامم
بعترتی و باھلی عند مفتقدی	منھم اُساریٰ و منھم ضرّجوا بدم

کیا جواب دو گے جب رسول اللہ تم سے کہیں گے کہ تم نے کیا کرتوت کئے۔ حالانکہ تم آخر امتوں سے آخرین امم ہو۔ میرے مرنے کے بعد میری عترت و میری اہلبیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کئے یہی کہ کچھ تو ان سے قیدی بنائے اور باقیوں کو خون و خاک میں غلطان چھوڑا۔

پھر ارشاد کیا۔ ولئے ہو تیرے اوپر اے یزید اگر تو جانے کہ کیا تو نے کیا۔ اور میرے باپ بھائیوں اور چچوں اور ان کے اصحاب کے قتل سے کس جرم عظیم کا مرتکب ہوا تو جنگلوں اور پہاڑوں کو بھاگے۔ اور تخت سلطنت چھوڑ کر خاک و خاکستر پر بیٹھے۔ اور فریاد و واویلا و

وا ثبوراہ کی تجھ سے بلند ہو۔ تجھ کو شرم نہیں آتی۔ کہ سر میرے باپ کا تیرے اس شہر کے دروازے پر لٹک رہا ہے۔ حالانکہ وہ امانت و ودیعت رسول خدا ہے۔ جو تم لوگوں کے سپرد ہوئی ہے۔ پس بشارت ہو تجھ کو خواری و ندامت روز قیامت کی۔

مجلسی علیہ الرحمہ اس کے بعد کہتے ہیں۔ کہ بعض روایات میں ہے کہ اس ملعون کو اس پر غصہ آیا۔ اور اپنے ایک ملازم کو کہا کہ اسکو باغ میں لے جا کر قتل کر اور وہیں دفن کر دے وہ مردود آپکو باغ میں لے گیا اور گور کھودنے میں مشغول ہوا۔ اتنے آپ وضو کر کے نماز پڑھنے لگے۔ قبر کھود کر فارغ ہوا۔ اور ارادہ قتل آنحضرتؑ کیا تو غیب سے ایک ہاتھ اس کے آ کر لگا۔ اور واصل جہنم ہوا۔ اسکی خبر یزید کو پہنچی تو اس واقعہ کے اخفا کا امر کیا اور کہا اسکو اسی قبر میں دفنا دو۔ اور حضرت کو اپنے پاس بلوا لیا۔

خطبۂ زین العابدینؑ در شام

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب احمر سے نقل کیا ہے۔ کہ اوزاعی نے کہا جن دنوں زین العابدین معہ سر مبارک اپنے باپ سید الشہداؑ کے شام میں یزید کے پاس حاضر تھے۔ تو اس مردود نے ایک بلیغ خطبہ خوان کو اشارہ کیا۔ کہ اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر لے جا۔ اور اس مضمون کا خطبہ پڑھ۔ کہ اس کے باپ دادا کی رائے خطا پر تھی۔ انہوں نے حق کے خلاف ہم پر بغاوت کی۔ خطیب نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی اور کوئی بدی اور برائی نہ چھوڑی۔ جسکو آنحضرتؑ کے حق میں ذکر نہ کیا۔ منبر سے اترا تو حضرت اس کے مقام پر گئے۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

معاشر الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفہ نفسی انا ابن مکۃ ومنا انا ابن المروۃ والصفا انا ابن محمد المصطفےٰ۔ انا ابن من لا یخفے انا ابن من علے فاستعلے فجاز سدرۃ

اے گروہ مردم جو مجھ کو پہچانتا ہے پہچانتا ہے نہیں جانتا تو میں اپنے نسب سے اسے آگاہ کرتا ہوں میں ہوں پسر مکہ و منا کا۔ اور میں ہوں بیٹا مروہ و صفا کا میں پسر محمد مصطفےٰ اور اسکا پسر ہوں جو غایت شہرت سے محتاج تعریف نہیں پسر ہوں اس برگزیدہ کا جو

المنتھی وکان من ربہ قاب قوسین
اوادنے انا ابن من صلے بملائکة السماء
مثنی مثنی۔ انا ابن من اسرے بہ من
المسجد الحرام الی المسجد الاقصے انا
ابن علی المرتضے انا ابن فاطمة الزہرا
انا ابن خدیجة الکبرے انا ابن المقتول
ظلماً۔ انا ابن المجزوز الراس من القفاء
انا ابن العطشان حتے قضے۔ انا ابن طریح
کربلا۔ انا ابن مسلوب العمامة والرداء
انا ابن من بکت علیہ ملائکة السماء
انا ابن من ناحت علیہ الجن فی الارض
والطیر فی الھواء انا ابن من راسہ
علے السنان یھدے انا ابن من حرمہ
من العراق الی الشام تسبے۔ ایھا
الناس ان اللہ تع ولہ الحمد ابتلانا
اھل البیت ببلاءٍ حسن حیث جعل
رایة الھدے والعدل والتقے فینا
وجعل رایة الضلالة والردے فی غیرنا
وفضلنا اھل البیت بستة خصال فضلنا
بالعلم والحلم والشجاعة والسماحة
والمحبة والمحلة فی قلوب المومنین
واما تاما بالنبوت احداً من العالمین
من قبلنا فینا مختلف الملائکة وتنزیل الکتب

بلند مرتبہ پر پہنچا۔ اور اسقدر بلند ہوا کہ سدرۃ المنتہی
سے گزر گیا۔ اور اپنے پروردگار سے اسقدر قریب
ہوا۔ کہ دو کمانوں کا فاصلہ یا اس سے بھی کمتر رہ گیا اور
پسر ہوں اس نبی مرسل کا جسکے ساتھ فرشتگان آسمان
نے دو دو ہو کر نماز میں اقتدا کیا۔ بیٹا ہوں اس پیغمبر کا
جسکو رات کیوقت مسجد الحرام سے مسجد اقصے تک سیر
کرائی گئی۔ بیٹا ہوں علی مرتضے و فاطمہ زہرا و خدیجہ الکبرے
کا اور پسر ہوں اس شہید مظلوم کا جس کا گلا پشت
سر سے کاٹا گیا۔ اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا
گیا۔ اور پسر ہوں جسکا لاشہ بے گور و کفن زمین کربلا
پر پڑا رہا۔ جسکا عمامہ و ردا تک ظالموں نے نہ
چھوڑا۔ اور پسر اس کا جسکی بیکسی پر ملائکہ سماوات
نے گریہ و بکا کیا۔ بیٹا ہوں اس مظلوم مغموم کا
جس کا زمین پر جنوں نے ہوا پر پرندوں نے نوحہ
و ماتم کیا۔ پسر ہوں اسکا جسکا سر مبارک نوک نیزہ پر رکھکر
شہر بشہر پھرایا۔ اور ہدیہ کے طور ظلمہ کو بھیجا گیا۔ اور اسکا جسکے
عورات و اطفال کو عراق سے شام تک قیدی بنا کر لیگئے
بندگان خدا شکر ہے اس خدا عز و علا کا جسنے ہم اہلبیت کا
ببلاء حسن مبتلا کر کے امتحان کیا۔ و عدل و تقی و ہدایت و
اہتدا کا علم ہمارے درمیان گاڑا اور نشان ضلالت و ہلاکت ہمارے
اغیار اعداء فجار کو مخصوص فرمایا۔ اور ہم اہلبیت رسالت کو خدائے
عز و جل نے چھہ خصلتوں علم حلم شجاعت سخاوت محبت
محل در قلوب مومنین سے فضیلت بخشی اور ہمکو وہ رتبہ دیا جو ہمسے

پہلے اہل عالم سے کسی کو نہ دیا تھا۔ آمد و رفت ملائکہ ہمارے درمیان ہوتی رہتی ہے۔ اور کتب آسمانی ہمارے اوپر نازل ہوتی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ہنوز خطبہ سے فارغ نہونے پائے تھے۔ کہ موذن نے اذان شروع کردی۔ بروایت ابو مخنف کلام امام یہاں تک پہنچا تھا۔ کہ حاضرین مسجد سے صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ حتےٰ کہ عمارت مسجد نالہ و فریاد مردم سے گونج اٹھی۔ یزید کو اندیشہ ہوا کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو۔ کہ انسداد اس کا اسکی طاقت سے باہر ہو جائے۔ اس نے موذن کو اشارہ کیا۔ کہ اذان کہے۔ موذن نے کہا اللہ اکبر آپ نے نام خدا کے ادب سے خطبہ قطع کیا۔ اور حکایتِ اذان کرتے ہوئے فرمایا۔ بیشک اللہ بزرگ ہے۔ پھر اس نے کہا اَشْہَدُ ان لا الٰہ الا اللہ۔ آپ نے فرمایا اشہد کما تشہد اے موذن میں بھی اسکی شہادت دیتا ہوں جسکی تو شہادت دیتا ہے۔ پس اس نے کہا اشہدُ انّ محمداً رسول اللہ آپ نے فرمایا اے یزید یہ محمدؐ رسول خدا کا تیرا جد ہے یا میرا۔ اپنا بتائیگا تو جھوٹا کذاب ہے۔ میرا جد کہا تو پھر کس لئے میرے باپ کو قتل کیا۔ اور کیوں مجھ کو اور ان کے اہلحرم کو اسیر و قیدی بنایا۔ بعد ازاں فرمایا لوگو! تم میں کوئی ہے۔ جسکا باپ علیؑ مرتضیٰ نانا محمدؐ مصطفےٰ ہو اسپر آواز گریہ و بکا کی ہر چہار جانب سے بلند ہوئیں۔ آپ نے پھر کہا اے یزید میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کہ تو نے کس لئے محمد رسول اللہ کے نواسے کو قتل کیا۔ اور کیوں ہمکو قید کیا۔ اس لعین نے کچھ جواب اس کا نہ دیا۔ اور اٹھکر گھر میں چلا گیا۔ اور کہتا تھا لا حاجۃ لی الے الصلوٰۃ۔ مجھ کو نماز کی ضرورت نہیں۔ بروایتِ دیگر اس صحبت کو درہم برہم کرنے کی غرض سے نماز کو کھڑا ہو گیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک یہودی نے امام زین العابدینؑ کو دربار یزید میں بشکل اسیران دیکھکر پوچھا۔ اے یزید یہ جوان کون ہے۔ کہا علی بن الحسینؑ۔ یہودی نے کہا حسینؑ کسکا بیٹا۔ کہا علیؑ بن ابی طالبؑ کا۔ یہودی نے کہا اسکی ماں کا کیا نام ہے کہا فاطمہؑ بنتِ محمدؐ۔ اس نے کہا سبحان اللہ حسینؑ تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہے۔ جسکو تم نے قتل کیا۔ اور ذرا رعایت پیغمبرؐ کی اس کے حق میں نہ کی۔ قسم خدا کی اگر موسیٰؑ کا نواسا ہمارے درمیان میں ہوتا

تو میرا گمان یہ ہے۔ کہ یہود اسکی پرستش کرتے۔ تمہارا پیغمبر کل تم سے رخصت ہوا آج تم اسی کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔ بہت بری امت تم ہو۔ یزید ملعون نے کہا اس یہودی کو قتل کرو۔ یہودی نے کہا مجھ کو مارو یا چھوڑو۔ اتنا ضرور کہوں گا۔ توریت میں لکھا ہے جو شخص ذریت پیغمبر کو قتل کرتا ہے۔ جبتک زندہ رہتا ہے ملعون ہے۔ مرتا ہے تو حق تعالےٰ اسکو آتش جہنم میں جلاتا ہے۔

باقی حالات آنحضرت زمانۂ قیام بملک شام

مدت قیام اہلبیت علیہم السلام شام شوم میں باختلاف مرقوم ہوئی ہے یعنی زیادہ سے زیادہ چھ ماہ اور کم از کم نو یوم۔ اس طرح پر کہ دو روز زندان یزید میں رہے۔ اور سات روز وہاں سے رہا ہو کر ادائے مراسم تعزیت میں مصروف ہو کر دسویں دن رہ سپار مدینہ ہوئے۔ راقم الحروف کے نزدیک جیسا چھ ماہ کا قول دور از قیاس ہے۔ ویسا ہی آٹھ نو روز کا قیام بھی بعید معلوم ہوتا ہے۔ میرے نزدیک سید طباطبائی اعلی اللہ مقامہ کا قول حاشیہ ریاض المصائب میں کہ یہ حضرات چالیس[40] روز شام میں مقیم رہے۔ اقرب بصواب ہے واللہ یعلم۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ یزید پلید نے اس امام وحید کو معہ اہلبیت سعید کے ایسے ناہنجار مکان میں قید کیا تھا۔ جسمیں گرمی سردی سے مطلق پناہ نہ تھی اور اس قدر زحمت آنحضرات کو وہاں اٹھانی پڑی۔ کہ پوست ان کے چہروں کے گر گئے تھے۔ اور کیفیت ان دنوں کی یہ تھی۔ کہ بیت المقدس میں جس جگہ سے پتھر اٹھاتے تو اس کے نیچے سے خون تازہ جوش زن دکھائی دیتا۔ اور شعاعیں آفتاب کی صبح کے وقت ایسی سرخ ہوتیں کہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ چادر ہائے سرخ دیواروں پر پھیلا رکھی ہیں۔ یہ کیفیت اس وقت تک مستمر رہی۔ جبتک امام زین العابدین معہ زنان اہل حرم سرہائے شہدا کو کربلا میں واپس لے گئے۔

معجزۂ امام زین العابدینؑ

تتبع کتب اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جبکہ قیام آنحضرات خرابہ بہشت مسجد شام میں تھا۔ انواع و اقسام کی تکالیف جوع و عطش و تابش آفتاب وغیرہ کی آنحضرات کو پہنچی۔ خصوصاً اطفال خورد سال اس مکان محنت انجام میں پریشان و نالان رہتے تھے یزید ملعون ان کے خورد و نوش کی بھی خبر نہ لیتا تھا۔

صاحب طراز المذہب نے کتاب بحر المصائب سے نقل کیا ہے۔ کہ جناب سجادؑ نے فرمایا جن دنوں ہم خرابہ شام میں قیام پذیر و مبتلاء مصائب و آلام تھے۔ ایک روز اپنی عمہ مکرمہ جناب زینبؑ خاتون کو دیکھا کہ ہنڈیا چولہے پہ چڑھائے اس کے نیچے آگ روشن کر رہی ہیں عرض کی اے عمہ گرامی یہ کیا حال ہے۔ فرمایا کہ بچے شدتِ گرسنگی سے بیتاب تھے میں نے چاہا کہ اس حیلے سے ان کے اضطراب کو تسکین دوں۔ امام علیہ السلام نے انکی اس حالتِ زار پر رحم کھا کر ایک مشتِ ریگ زمین سے اٹھا کر اس ہنڈیا میں ڈالدی۔ بقدرتِ خدا و اعجاز امام دوسرا وہ ریتا عمدہ و لذیذ حریرا بن گیا۔ جو بچوں کے کھانے کے کام آیا۔ صلوات اللہ علیہ

الغرض یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ کچھ روز زندان میں رہنے اور وہاں کی زحمات جھیلنے کے بعد آنحضرات کو مکان علیحدہ ملگیا تھا کیونکہ ساکنان شام نے مخدرات آلِ رسولؐ اللہ کو اپنی آنکھوں مقید دیکھا۔ اور کلام سید الساجدینؑ اور انکی عمہ محترمہ کا اپنے کانوں سنا۔ اور جو ظلم و ستم ان بزرگواروں پر میدان کربلا میں ابن زیاد بدنہاد کی طرف سے ہوئے تھے۔ انکو معلوم ہوئے۔ تو قلوب میں تغیر پیدا ہوا۔ قریب تھا کہ خلقت ایکدم اُٹھ کھڑی ہو اور ایسا فتنۂ عظیم حادث ہو۔ کہ سلطنت یزید اور اسکی فرمان روائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ پس وہ مردود اس سے ڈرا۔ اور عذر خواہی کے مقام میں ہو کر کہنے لگا۔ کہ ابن زیاد لعنہ نے جو کچھ کیا میرے امر و اشارے سے نہیں کیا۔ میں وہاں ہوتا تو کبھی یہ نوبت نہ پہنچتی۔ جو کچھ حسینؑ کہتے اسکو قبول کرتا۔ اب تم کو اختیار ہے چاہو یہاں بعزت و حرمت میرے پاس رہو

یزید ہم نے بدن اطہر سید الشہدا کا بے سر چھوڑا - عمر بن سعد نے مہلت ندی - کہ اس غم جانکاہ میں اشکباری کریں - اور مراسم سوگواری بجالائیں - چاہتے ہیں کہ ایک جا پر قیام کر کے عزا امام مظلوم کربلا و دیگر شہدا بر پا کریں - یزید نے اجازت دی کہ جس طرح چاہو ماتم کرو شہر دمشق میں منادی ہو گئی - پس زنان بنی ہاشم و زنان قریش کہ شام میں موجود تھیں ان کے پاس حاضر ہوئیں - ایک مکان علیحدہ تعین ہو گیا - انہوں نے ماتمی سیاہ لباس پہنا اور گریہ وزاری و ماتم سوگواری میں مصروف ہوئیں - بروایت صاحب طراز المذہب ہند زن یزید و دیگر زنان آل ابوسفیان و کنیزان و دختران سوگواری کے لباس پہنکر ان کے شریک ہوئیں - حتیٰ کہ سات روز اس طرح پر بسر ہوئے -

ابو مخنف وغیرہ نے نقل کیا ہے - کہ یزید نے سر مبارک امام حسینؑ کا اپنے زنانخانے کے دروازے پر لٹکایا - اور زنان و اطفال اہلبیتؑ کو حکم دیا کہ گھر میں داخل ہوں جب یہ حضرات عالیات داخل خانہ یزید ہوئے - تو زنان آل ابوسفیان نے اپنے زیور اتار دیئے اور ماتمی لباس پہنکر گریہ وزاری میں مشغول ہوئیں - ہند دختر عبداللہ بن عامر کہ اسوقت زن یزید تھی - اور اس سے پہلے شرف زوجیت امام حسین علیہ السلام حاصل کر چکی تھی یہ حال دیکھکر بیتاب ہو گئی - اور مجمع عام میں باہر نکل آئی - اور بولی اے یزید تو نے سر مبارک پسر رسولؐ خدا و فاطمہ زہراؑ کا میرے دروازے پر آویزان کیا ہے - یزید نے اٹھ کر اس پر چادر ڈالی - اور کہا اے ہند پسر زیاد نے حسینؑ کے مقدمے میں بہت عجلت کی - میرا منشا یہ نہیں تھا - پس اہلبیتؑ کو اپنے گھر میں رکھا - اور ہر صبح و شام امام زین العابدینؑ کو اپنے پاس بلواتا - اور کھانے میں اپنے ساتھ شریک کرتا -

بحار الانوار میں تاریخ طبری و بلاذری سے منقول ہے کہ ایکروز یزید نے اپنے بیٹے خالد کو بلا کر کہا یا علی اُتصارعُ ابنی خالداً - اے علیؑ تم میرے بیٹے خالد کے ساتھ کشتی کر سکتے ہو - مگر لہوف ابن طاؤسؒ میں ہے - اور وہی اقرب بصواب معلوم ہوتا ہے - کہ یہ کلمہ اس نے عمرو بن الحسنؑ سے کہا تھا - بہر کیف اِدھر سے جواب ملا اے یزید ہماری شجاعت دیکھنی ہو تو کشتی کیا ایک ایک بیش قبض ہمارے ہاتھوں میں دیدے - پھر ہمارا مقابلہ ملاحظہ کرنا

یزید نے انکو سینہ سے لگا لیا اور کہا کیوں نہ ہو شجاعت تمہارا حصہ ہے۔ لا تلد الحیّة الا الحیّة سانپ سے سانپ ہی پیدا ہوتا ہے۔ اَشْھَدُ اَنَّکَ لابن ابی طالبؑ گواہی دیتا ہوں کہ تم پسر علیؑ بن ابی طالبؑ ہو۔

نیز کتاب لہوف علی قتلی الطفوف ابن طاؤس میں ہے کہ امام زین العابدینؑ ایک روز بازار دمشق سے جا رہے تھے۔ کہ منہال بن عمر صحابی رسول خدا انہیں ملے۔ اور کہنے لگے کیف امسیت یا ابن رسول اللہ اے فرزند رسول خدا تمہارا کیا حال ہے۔ فرمایا امسینا کمثل بنی اسرائیل فی آل فرعون یذبحون ابنائھم ویستحیون نسائھم ہمارا وہ حال ہے جو بنی اسرائیل کا حال آل فرعون کے درمیان تھا۔ کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ بروایت ابو مخنف آپ نے منہال کے جواب میں فرمایا کیا حال ہو اس شخص کا جس کا باپ بظلم مقتول و اعوان و انصار اس سے مفقود ہوں اپنے الحرم کو دیکھے کہ اس کے گردو پیش قید اسیری میں بندھے بے مقنعہ و چادر نہ ان کا کوئی خبر گیران نہ حامی کار ہو خود اسیر و ذلیل بے یار و مددگار۔ اے منہال میرے اور میرے اہلبیت کے لباس رنج والم و سوگ و ماتم زیب بدن ہے آرام و آسائش سے ہمارے اجسام بکلی محروم۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ خود دیکھتا ہے کہ جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ مصیبت ہے جس پر اعدا شماتت کرتے ہیں۔ اور شب و روز موت کا خطرہ مزید بر آں۔ ان دلخراش جملوں کے بعد جن سے سننے والوں کا کلیجہ پاش پاش ہو جائے سیّد السّاجدین نے فرمایا۔ اے منہال عرب اہل عجم پر فخر کرتے ہیں۔ کہ محمدؐ ہم سے ہیں اور قریش کو قبائل عرب پر ناز ہے۔ کہ وہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ قرشی ہیں۔ مگر ہم معاشر اہلبیت آن حضرت اور انکی ذریت کا یہ حال ہے۔ کہ ہمارے حقوق ہم سے غصب کر کے ہمکو تہ تیغ کیا ہے اور ما بقی زنان و اطفال کو قید کر کے دربدر پھراتے اور پریشان کر رہے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا ہی خوب کہا ہے مہیار شاعر نے ؎

یُعظّمون لہٗ اعواد منبرہٖ — وتحت ارجلھم اولادہٗ وُضِعوا

بایّ حکم بنوہ یتبعونکم — وفخرکم انکم صحبٌ لہٗ تبعٌ

آنحضرتؐ کے منبر کے تختوں کی انکی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ پارہ ہائے جگر یعنے ان کی اولاد کو اپنے پاؤں میں کچلتے ہیں۔ کس حکم سے آنحضرت کی اولاد تمہاری متابعت کرے جبکہ تمہارا منتہار فخر یہ ہے کہ تم ان کے اصحاب و تابعان سے ہو۔

جلاء العیون میں ہے کہ یزید لعین نے امام ہمام سے کہا یا علیؑ کوئی حاجت ہو تو مجھ سے طلب کرو۔ آپ نے فرمایا تین حاجتیں رکھتا ہوں۔ ایک یہ کہ سر مبارک میرے باپ کا مجھے واپس کردے۔ دوسرے جو اسباب و سامان ہمارا لوٹا گیا ہے۔ حکم کر کہ اسکو لوٹا دیں۔ تیسرے اگر ارادہ میرے قتل کا رکھتا ہے تو کسی معتبر شخص کو مقرر کر کہ زنان اہلبیتؑ کو روضۂ رسول خدا پر پہنچادے۔ یزید لعنہ نے کہا۔ سر کے بارے میں تو یہ ہے۔ کہ اب تم کبھی اس کو نہ دیکھنے پاؤ گے اور تمہارے قتل سے میں نے درگزر کیا۔ عورات کو تم ہی اپنے ساتھ مدینہ لے جاؤ گے۔ اور سامان غارت شدہ کا عوض میں اپنے مال سے دوں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا ہمکو تیرے مال کی حاجت نہیں۔ اُس اسباب میں بعض ایسے کپڑے ہیں۔ جن کا سوت جناب فاطمہؑ کے دست مبارک کا کاتا ہوا ہے۔ مقنع و پیراہن اور قلادہ (گردن بند) آنحضرت صلوات اللہ علیہا کا اس کے درمیان ہے۔ ہمکو ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ یزید نے حکم دیا کہ یہ اشیا انکو دیجائیں۔ اور دو سو دینار اپنے پاس سے دیئے۔ آپ نے لے لئے اور فقرا و مساکین کو بانٹ دیئے۔

مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ سر مبارک امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف بہت ہے۔ مگر مشہور علمار شیعہ کے درمیان یہ ہے۔ کہ امام زین العابدینؑ معہ سرہائے باقی شہدا اسکو کربلا میں لائے اور ان کے اجسام طاہرہ کے ساتھ ملحق فرمادیا۔

نیز کتاب مذکور میں بعض کتب معتبرہ سے نقل ہوا ہے۔ کہ ہند زن یزید نے کہا۔ جب شہدا کے سرہائے مبارک کو شام میں لائے۔ تو میں نے ایک شب خواب میں دیکھا۔ کہ ایک دروازہ آسمان کے دروازوں سے کھلا۔ اور فوج فوج ملائکہ اس سے اترتے ہیں۔ اور سر مبارک حضرت سید الشہداؑ کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ کہتے ہیں۔ السلام علیک یا اباعبداللہ السلام علیک یا ابن رسول اللہؐ۔ پھر دیکھا کہ ایک ابر آسمان سے اترا بہت سے آدمی اس کے درمیان سے نکلے۔ ان میں ایک مرد نہایت حسین و نورانی شکل کا تھا۔ وہ زمین پر پہنچا تو جلد اپنے تئیں

اس سر مبارک کے پاس پہنچایا۔ اور لب و دندان مبارک کو چومتا اور گریہ وزاری کنان کہتا تھا۔ اے فرزند دلبند اس امت نے تیری قدر نہ جانی اور بھوکا پیاسا لب فرات قتل کیا اور ایک قطرہ پانی کا نہ دیا۔ اے فرزند گرامی میں نانا تیرا محمد مصطفےٰ ہوں۔ یہ علی مرتضےٰ تیرے باپ اور حسنؑ مجتبیٰ تیرے بھائی اور جعفر طیارؓ و عقیلؓ و حمزہؓ و عباسؓ تیرے اعمام ہیں۔ اور ایک ایک کا نام بتلایا۔ ہند کہتی ہے۔ میں یہ حال مشاہدہ کرکے خائف و ترسان خواب سے چونکی۔ سر مبارک سید الشہدا کے پاس گئی۔ تو دیکھا ایک نور اس سے آسمان تک ساطع ہے۔ یزید کے پاس گئی۔ کہ اس کو جگا کر یہ کیفیت بیان کروں۔ اس کو خوابگاہ میں نہ پایا۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک حجرۂ تاریک میں ملا کہ رو بدیوار کئے نہایت غم و اندوہ و بیم و ہراس میں بیٹھا ہے اور آہستہ آہستہ کہتا ہے کہ مجھ کو حسینؑ سے کیا واسطہ تھا۔ میرا خواب سُن کر اسکی دہشت اور زیادہ ہوئی اور سر جُھکا لیا۔ اور جواب نہ دیا۔ صبح ہوئی تو اہلبیتؑ رسالتؐ کو بلا کر کہا تم کو اختیار ہے خواہ یہاں عزت و حرمت سے میرے پاس رہو۔ چاہو مدینہ چلے جاؤ۔ حضرت زین العابدینؑ نے کہا۔ میں یہاں نہ رہونگا۔ اور مدینہ منورہ اپنے جدامجد کی ہجرت گاہ کو جاؤنگا۔

بصائر الدرجات میں حضرت صادقؑ سے روایت ہوئی ہے۔ کہ علی بن الحسینؑ کو الحرم کے ساتھ ایک زندان ویران میں قید کیا۔ تو بعض اہلبیتؑ نے کہا۔ ہمکو اس لئے یہاں قید کیا ہے کہ اس مکان کی چھت ہمارے اوپر گرے۔ اور ہم ہلاک ہوں۔ رومی غلام جو ان پر تعینات تھے۔ اپنی زبان میں باہم گر کہنے لگے۔ کہ انکو اندیشہ سقف کے گرنے کا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ کل ان کے تئیں قتل کریں گے۔ اور گمان ان کا یہ تھا۔ کہ یہ عرب کے قیدی ہماری زبان کو کیا سمجھیں گے۔ مگر امام زین العابدینؑ کہ ہر زبان سے آگاہ تھے۔ ان کا یہ کلام سنکر کہنے لگے خدا انکو ایسا کرنے سے باز رکھے گا۔ دوسرا دن ہوا تو انکو زندان سے رہائی ملگئی۔

مراجعت آن برگزیدۂ انفس و آفاق بجانب ملک عراق

مروی ہے کہ جب آنحضرات عالیات کا عزم وطن مالوف کی مراجعت کا مصمم ہوگیا تو یزید نے سامانِ سفر سواری و بار برداری وغیرہ کا ان کے لئے مہیا کر دیا۔ نیز کسی قدر

زر سرخ و سفید حاضر کر کے کہا اے ام کلثومؑ یہ عوض قتل تمہارے بھائی حسینؑ کا ہے اسکو لو اور جانو کہ وہ اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں۔ جناب ام کلثومؑ نے کہا کتنا بے حیا ہے تو اے یزید۔ سید شباب اہل الجنۃ اور ان کے احبا و اقارب کے تئیں قتل کرتا ہے۔ اور یہ مال انکے خونبہا میں مجھ کو دیتا ہے۔ قسم خدا کی دنیا و ما فیہا ان کے ایک بال کا عوض نہیں ہو سکتا۔ الغرض اس نے نعمان بن بشیر صحابی کو کچھ فوج دیکر اس قافلہ کے ہمراہ کیا۔ اور تاکید کی کہ راہ میں ہر طرح کی خبر گیری کرنا۔ اور آرام و آسائش سے انکو لے جانا۔ اور امام زین العابدین کو سامنے بلا کر رفع طعن و تشنیع مردم کی غرض سے کہا۔ خدا لعنت کرے۔ پسر مرجانہ (عبید اللہ زیاد) کو قسم خدا کی اگر میں اسکی جگہ ہوتا۔ تو جو کچھ حسینؑ کہتے قبول کرتا۔ اور انکو قتل نہ ہونے دیتا۔ اب تمکو چاہئے کہ سلسلہ رسل رسائل جاری رکھو۔ اور جو حاجت ہو مجھے لکھو کہ برآوردہ ہے انشاء اللہ۔

پس یہ حضرات شام شوم سے برآمد ہوئے۔ اور منزل بمنزل چلے جاتے تھے۔ پسر بشیر اور اس کے ہمراہی ہر طرح کی خدمت و خبر گیری کو حاضر تھے۔ راتوں کو چلتے اور دنوں کو قیام فرماتے سپاہ یزید مثل نوکروں کے پیچھے پیچھے چلتے۔ منزل پر پہنچتے تو چوکیداروں کی طرح دور تر قیام کرتے۔ تا کسی کو رفع حاجت و وضو کرنے میں حرج نہو۔ چلتے چلتے جب سرحد ملک عراق میں داخل ہوئے تو خواہش کی کہ پہلے کربلا میں جاکر زیارت شہدا کریں۔ پھر راہگرائے مدینہ ہوں۔ بشیر اور اس کے ہمراہیوں کو اسمیں کیا عذر تھا۔ اس جائے کرب و بلا میں پہنچے۔ تو اتفاق سے اسی روز جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی اور ان کے ہمراہ بعض بنی ہاشم اعزہ و اقارب آنجنابؑ مدینہ سے زیارت شہدا کے لئے وہاں پہنچے تھے۔ باہمدگر ملاقات ہوئی۔ اور شور گریہ و بیقراری بلند ہوا۔ نیز آس پاس کے قریوں سے زن و مرد جمع ہوگئے۔ اور مراسم تعزیت و سوگواری بجا لائے

راقم الحروف کہتا ہے کہ جناب جابرؓ کا بروز اربعین یعنی ۲۰ صفر کو کربلا میں آنا اور شرائط زیارت امام مظلوم بجالانا امر یقینی ہے۔ از بسکہ آپ اکابر صحابہ و مخلصین محبین اہلبیتؑ سے تھے۔ آپ ہی کی ذاتسے میں زیارت اربعین سنت موکدہ قرار پائی۔ لیکن امام زین العابدینؑ معہ الحرم اسی روز وہاں تشریف لائے۔ یہ بسا بعید ہے۔ کیونکہ واقعہ کربلا یقیناً عشرہ محرم کو ہوا۔ اس کے بعد یہ حضرات کوفہ پہنچکر اس قدر وہاں مقیم رہے۔ کہ ابن زیاد نے یزید پلید کو

لکھکر انکو شام بھیجنے کی اجازت چاہی۔ اجازت آلینے پر انکو شام کو روانہ کیا۔ بعد طے منازل شام پہنچے۔ پھر قیام شام کہ بقول ابن طاؤسؒ چالیس روز وہاں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے واپس ہوتے۔ بھلا یہ سب امور ایک چلہ میں کسطرح ہو سکتے ہیں۔ پس اس کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو امام زین العابدینؑ باعجاز طیّ الارض اربعین کے روز کربلا میں پہنچے اور سر مبارک اپنے باپ کا ان کے جسم اطہر سے ملحق کیا۔ یا یہ واقعہ اس سال کا نہیں سال دوم شہادت اعنی سنہ ۶۲ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

وصول بمدینہ سکینہ

الغرض تربت سید جوانان بہشت و سائر شہدا سے وداع ہو کر سید الساجدین معہ الحرم راہی مدینہ ہوتے۔ اور قریب شہر پہنچکر ایک مقام مناسب پر قیام کیا خیمہ ہائے اہلبیتؑ اور خیمۂ امامؑ نصب ہو گئے۔ اور آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ بشیر بن جذلم کہ ہمراہیوں سے ایک تھا۔ کہتا ہے کہ مجھ سے ارشاد کیا۔ کہ اے بشیر خدا رحمت کرے تیرے باپ کو مرد شاعر تھا۔ تجھ کو بھی شعر گوئی اس سے ورثہ میں پہنچی ہے۔ عرض کی ہاں میں بھی شعر کہتا ہوں۔ اور اچھے کہہ لیتا ہوں۔ فرمایا تو مدینہ جا اور چند اشعار مرثیہ امام مظلومؑ میں کہکر شہر والوں کو ہمارے آنے سے آگاہ کر۔ بشیر نے کہا میں سوار ہو کر داخل شہر ہوا۔ اور مسجد رسولؐ میں جا کر صدائے گریہ و بکا بلند کی۔ اور یہ اشعار اپنے تصنیف کردہ پڑھتا تھا۔

یا اھل یثرب لا مقام لکم بھا — قتل الحسینؑ وادمعی مدرارٗ

الجسم منہ بکربلاء مضرجٌ — والراس منہٗ علے القناۃ یدارٗ

اے اہل مدینہ اب اسجگہ قیام نکرو۔ حسینؑ علیہ السلام قتل ہوتے۔ اور اس سبب سے میری آنکھیں زار و قطار رو رہی ہیں۔ جسم انکا زمین کربلا پر پارہ پارہ آغشتہ بخون و خاک پڑا ہے۔ اور سر انکا نیزہ پر ملک بملک پھرایا جاتا ہے۔ پھر چلا کر کہا اے مدینہ والو علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں۔ بہنوں اور باقی اہلبیتؑ کے ساتھ تمہارے قرب و جوار میں وارد

ہیں۔میں آنحضرتؑ کا فرستادہ تمہارے پاس ان کا پیام لیکر آیا ہوں۔شہر میں اس صدائے
کہرام مچ گیا۔ اور مخدرات بنی ہاشم و زنان مہاجرین و انصار سر و پا برہنہ گھروں سے نکل پڑیں
اپنے منہ کو نوچتی اور سر کے بالوں کو پریشان کرتیں وا ویلاہ وا مصیبتاہ کہتی تھیں۔راوی کہتا
ہے کہ میں نے کبھی مدینہ میں ایسی حالت جانسوز و پُر آشوب نہ دیکھی تھی۔اور مدینہ پر کیا موقوف ہے
ایسا رنج و الم و شورِ ماتم کبھی بھی میرے دیکھنے یا سننے میں نہ آیا تھا۔پس وہ عظیم گروہ کہ اُمڈا
چلا آرہا تھا۔میری طرف متوجہ ہوا۔کہ اے ناعی (خبر مرگ دہندہ) تو نے ہمارا رنج و الم ماتم سید
الشہداؑ میں تازہ کر دیا۔اور ہمارے سینوں کو اس درد سے مجروح فرمایا۔بارے یہ تو بتلا کہ تو
کون ہے۔اور کہاں سے آتا ہے۔میں نے کہا میں بشیر بن حذلم ہوں۔اور اپنے مولا اور آقا
علی بن الحسینؑ کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔خود وہ حضرتؑ عیال سید الشہداؑ کے ساتھ فلاں مقام
میں فروکش ہیں۔سنتے ہی اسبات کے زن و مرد سر و پا برہنہ گریان و نالان اس طرف دوڑے
حتیٰ کہ میں بھاگتا بھاگتا تھک گیا۔مگر ان کے ساتھ نہ ہو سکا۔آدمی غٹ کے غٹ جا رہے تھے
اور راہیں چلنے والوں سے اس طرح اٹی تھیں۔کہ آدمی ان کے درمیان سے نکل نہ سکتا تھا خیمہ
حضرتؑ کے قریب پہنچکر سواری سے اترا کہ خیمہ میں داخل ہوں۔مگر نہ ہو سکا۔باہر سے دیکھا کہ حضرتؑ
کرسی پر بیٹھے اور پانی دیدہ ہائے حق بین سے بارشِ باران کیطرح برس رہا ہے۔رومال دست
مبارک میں ہے اس سے آنکھیں پونچھتے جاتے ہیں۔ہر طرف سے آوازیں گریہ و بکا کی زن و مرد
و آزاد و کنیزوں کی بلند ہیں۔اور آدمی فوج فوج آتے ہیں۔اور کلمات تعزیت کہتے ہیں۔اور
صدائے نالہ و شیون چرخِ بریں تک پہنچتا ہے۔تھوڑی دیر میں اس حالت میں قدرے سکون ہوا
تو دستِ مبارک سے اشارہ کیا۔کہ خاموش ہو جاؤ۔شور و غوغا میں ذرا کمی ہوئی تو فرمایا۔

خطبۂ امام زین العابدینؑ بوقتِ مراجعت بمدینہ

حمد کرتا ہوں پروردگار عالمیان کی کہ تمام مخلوق پر رحیم و رحمان ہے۔وہ ہے مالک
روزِ جزا و سزا کا آفرینندۂ ارض و سما۔عقلوں سے دور ہے۔اور رازہائے پنہاں کے نزدیک
حمد کرتا ہوں۔اسکی عظائمِ امور و مصائبِ دہور پر اور دردناک مخنوں اور صبر شکن مصیبتوں پر

ایہا الناس حمد کرتے ہیں ہم اس خدا کی جس نے ہمکو سخت سے سخت مصیبت میں مبتلا کیا۔ اسلام میں بہت بڑا رخنہ پڑگیا۔ سید شباب اہل الجنہ قتل ہوئے۔ اور ان کے ازواج واطفال کو قیدی بنایا۔ اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر رکھکر شہر بشہر پھرایا۔ پس یہ وہ مصیبت ہے۔ جسکی مثل دوسری مصیبت نہوگی۔ کونسی آنکھ ہے کہ اس مصیبت میں اشک خونیں نہ بہائیگی۔ اور کون سنگین دل ہے کہ یہ واقعہ جانسوز سنکر غمگین وملول نہوگا۔ بتحقیق کہ سات آسمان شہادت آنحضرتؑ پر گریان ہوئے اور دریا جوش وخروش میں آئے۔ زمین کو زلزلہ ہوا۔ درختوں سے آگ نکلی۔ مچھلیاں دریا میں تڑپنے لگیں۔ قدسیان ملاء اعلےٰ وحاملانِ عرش معلےٰ مصیبت سید الشہداؑ میں خونیں اشکوں سے روئے۔ کوئی دل نہیں جو اس درد میں شگافتہ نہوا ہو اور کوئی سینہ نہیں جو اس غم میں مجروح نہوا ہو۔ ایہا الناس جانتے ہو کہ ہمارے ساتھ کیا کیا سلوک ہوئے۔ ہمکو اسیران ترک و دیلم کیطرح پابند غل وزنجیر کیا۔ اور شتران برہنہ پر سوار کرکے شہروں میں پھرایا۔ کوچوں و بازاروں میں تشہیر کیا۔ قسم خدا کی اگر پیغمبرؐ انکو ہمارے قتل کرنے اور ذلیل کرنے اور نسل مٹانے کی تاکید کرجاتے تو جو کچھ انہوں نے کیا اس سے زیادہ نہ کرسکتے تھے۔ چہ جائیکہ آنحضرتؐ نے ہماری عزت و احترام ورعایت واکرام کی وصیت فرمائی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کیا جانگداز ماتم ہے۔ اور کتنا روح فرسا واقعہ ہم اپنی مزد خدا کے پاس سے طلب کرتے ہیں۔ اور اسی سے ثواب کے امیدوار ہیں۔ وہی ہے مظلوموں کا انتقام لینے والا۔ اور صابروں کا جزا دینے والا۔

پھر صوحان بن صعصعہ اٹھا اور عذرخواہی کی کہ یا ابن رسول اللہ میں بیماری سے معذور زمین گیر ہوں۔ اس لئے آپکی امداد نہ کرسکا۔ حضرتؑ نے اس کا عذر قبول کیا۔ اور اس کے باپ صعصعہ بن صوحان عبدی پر رحمت بھیجی۔ پھر مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ اور روضۂ رسول اللہ پر حاضر ہوئے۔ جب نظر مبارک ضریح رسولؐ پر پڑی تو چیخ ماری کہ وا جداہ وا محمداہ تمہارے فرزند دلبند حسینؑ کو کنارۂ فرات پر بھوکا پیاسا شہید کیا اور تمہارے اہلبیتؑ کو اسیر کرکے دربدر پھرایا۔ پھر شور اہل مدینہ سے اٹھا۔ اور اسقدر نالہ و فریاد ہوا۔ کہ در و دیوار اس شہر کے لرز گئے۔ آثار قیامت نمودار تھے۔

جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے جد امجد امام زین العابدین علیہ السلام چالیس سال ہیم اپنے باپ کے غم میں روتے۔ دنوں کو روزہ رکھتے راتوں کو عبادت خدا بجا لاتے۔ جب غلام آب و طعام حاضر کرتا۔ کہ افطار کریں۔ اور کہتا کہ اے مولے میرے کھانا نوش کیجئے۔ قطرات اشک دیدۂ حق بین سے جاری ہوتے۔ اور کہتے کیونکر کھانا کھاؤں۔ جبکہ فرزند رسول خدا کو گرسنہ شہید کیا۔ اور کسطرح پانی پیوں حالانکہ آنحضرتؑ کو پیاسا قتل کیا یہ کہتے اور زار زار روتے۔ تا اینکہ آب و طعام آنسوؤں سے مخلوط ہوجاتا۔ اسوقت تہوڑا سا تناول فرماتے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ گریہ آنحضرتؑ کا جیساکہ پہلے باب گریہ میں گزرا دراصل محبت خدا و خشیۃ اللہ کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ یہ امر انکی مناجاتوں اور دعاؤں سے بخوبی ظاہر ہے الا چونکہ ان مصائب کو بھی گریہ میں دخل تھا۔ تو مصلحتاً اس کا اظہار فرماتے تاکہ لوگوں پر شناعت و رسوائی اس داہیہ عظمیٰ اور واقعہ کبرے کی اچھی طرح ظاہر ہوجائے پس اس مصیبت کو یاد کرکے انکا رونا بھی للہ و فی اللہ تھا۔ بمقتضائے محبت بشری ہرگز نہ تھا۔ ورنہ اولاد کے غم میں زیادہ روتے۔ جب ایسا نہیں ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ وہ آنحضرتؑ چونکہ اپنے باپ کو اوروں سے بہتر پہچانتے تھے۔ اور ان کے وجود کے فائدے اور فقدان کے مضرات بہ نسبت اوروں کے انکو بہتر معلوم تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ امام حسینؑ اپنے زمانے میں محبوب ترین خلق خدا نزد خدا تھے۔ ان کے قتل ہونے سے خلقت گمراہ ہوگئی۔ دین خدا ضائع و سنت ہائے رسولؐ برطرف ہوئے۔ اور بدعات بنی امیہ ظاہر ہوگئے۔ تو ان خیالات سے انکو یاد کرکے زیادہ روتے تھے۔ اور یہ سب باتیں تہوڑے تامل سے محبت خدا کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ دنیوی تعلقات سے انکو کوئی علاقہ نہیں۔ ہکذا افاد مولانا المجلسیؒ۔

خلفاء و اُمرائے معاصرین

پیشتر گزرا کہ عہد امامت آنجنابؑ میں بقیۂ زمانہ تغلب یزید رہا۔ اس کے بعد آدم بن یزید پھر مروان بن الحکم۔ بعد ازاں عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا۔ عبدالملک نے

بعد اس کے بیٹے ولید بن عبد الملک کی خلافت کا زمانہ تھا۔ کہ آپ نے رحمت خدا کی طرف انتقال فرمایا۔

چونکہ راقم الحروف کا سلسلہ ہذا میں ابتدا سے معمول رہا ہے کہ ہر ایک امام کے ساتھ اس کے ہمعصر خلیفہ کی اجمالی کیفیت نذر ناظرین کرتا ہے۔ یہاں بھی اشخاص مذکورین کے مختصر کوائف باضافہ حالات ابن زبیر و حجاج بن یوسف وغیرہ مزید آگاہی ناظرین کیلحاظ درج ہوتے ہیں۔

یزید علیہ من العذاب الشدید

اس بدبخت نے اپنے متعارف[1] باپ معاویہ بن ابی سفیان کے مرنے پر رجب ۶۰ھ میں خلافت پائی۔ اور ربیع الاول ۶۴ھ کو تین سال آٹھ مہینے بعد واصل جہنم ہوا اس قلیل عرصہ میں کیسے کیسے عظیم ظلم کئے۔ کیا کیا وبال آخرت اپنی گردن پر لے گیا عبرت عبرت۔

معرکۂ کربلا و قتل و قمع اولادِ علیؑ و زہراؑ و تباہی و بربادی خاندان رسولؐ خدا اس کے منحوس عہد کا معروف واقعہ ہے۔ جسکی مثل شنیع و فظیع سانحہ نہ سنا نہ دیکھا۔ پھر اس پلید کے حکم سے سپاہِ شام نے مدینۃ الرسولؐ پر چڑھائی کی۔ اور اسکو تاخت و تاراج کر کے

---

[1] مجالس المومنین میں ہے کہ یزید کی ماں بجدل کلبی کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنے باپ کے ایک غلام کے ساتھ زنا کیا۔ اس سے یزید پیدا ہوا۔ چنانچہ نسابہ بجری نے کہ علماء اہلسنت سے ہے یہ اشعار اس بارے میں لکھے

فان یکن الزمان اتی علینا ✦ بقتل الشرک والموت الوحی ✧ فقد قتل الدعی وعبد کلب ✦ بارض الطف اولاد النبی ✦ اگر زمانہ ہمارے اوپر قتل شرک اور پیس ڈالنے والی موت لایا ہے تو مضائقہ نہیں۔ دعی اور عبد کلب نے زمین کربلا میں اولاد نبی کو قتل کیا ہے۔ دعی سے مراد عبید اللہ بن زیاد ہے کیونکہ اسکا باپ زیاد سمیہ زانیہ کے بطن سے ابی عبید غلام بنی علاج کے فراش پر پیدا ہوا۔ بعد کو معاویہ نے دعوی کیا کہ ابوسفیان نے سمیہ کے ساتھ زنا کیا تھا اس سے پیدا ہوا اور اسکو اپنا بھائی بنایا۔ اور عبد کلب سے مراد شاعر کی یزید ابن معاویہ ہے۔ کیونکہ اسکی ماں نے اپنے باپ بجدل کلبی کے غلام سے زنا کیا تھا یزید ... ہوتا اسی وجہ سے معاویہ کو اسکا اصلی باپ نہیں متعارف باپ لکھا۔ ۱۲ منہ

بے چراغ کردیا۔ بعدازاں مکہ پر جاکر سنگ و آتش خانہ کعبہ پر برسائے۔ چنانچہ اسکی مجمل کیفیت اس رسالہ میں آگے آتی ہے۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ یزید عیش پسند و طرب دوست تھا شکاری پرندوں اور شکاری[1] کتوں سے شوق رکھنا۔ بندر چیتے پالنا۔ شراب کباب کی مجلسیں گرم رکھنا ایکروز بعد قتل حسینؓ بن علیؓ ابن زیاد بدنہاد کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اسوقت ساقی کو خطاب کرکے یہ اشعار پڑھے ؎

اسقنی شربۃ تروی مشاشی ثم صل فاسق مثلھا ابن زیاد

صاحب السر والامانۃ عندی ولتسدید مغنمی وجہادی

پس گویوں کو حکم دیا۔ انہوں نے گانا شروع کیا۔ اس کے فسق و فجور کا اثر اس کے اصحاب و عمال پر پڑا۔ کہ مدینہ تک میں راگ رنگ کی محفلیں جمنے اور کھیل کود کے جلسے جاری رہنے لگے

---

[1] اس کا شکاری کتوں کا شوق اس حکایت سے بخوبی ظاہر ہے جسکو صاحب طراز المذہب نے تاریخ محمد بخری سے نقل کیا ہے۔ کہ عبدالرحمن بن برش عبیداللہ بن زیاد کے مظالم سے تنگ آکر اسکی شکایت کے لئے یزید کے پاس شام کو گیا ایکسال وہاں رہ کر اس سے ملنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہوا۔ آخر ناچار واپسی کا عزم کیا۔ شام کے صحراؤں سے ایک صحرا میں جا رہا تھا کہ اسکو ایک کتا طلائی گردن بند کے ساتھ دکھائی دیا۔ کہ صحرا سے آکر ایک خیمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک سوار کو دیکھا کہ گھوڑا مارے چلا آرہا ہے۔ قریب آیا تو اس سے کتے کی بابت سوال کیا۔ عبدالرحمن نے کہا ہاں وہ خیمہ میں گیا ہے سوار بھی خیمہ میں چلا گیا اور اس کتے کو پکڑ کر عبدالرحمن کے پاس لایا اور اسکی خاطر ایک گھونٹ پانی طلب کیا عبدالرحمن نے تمام ظرف پر آب اسکو دیدیا۔ سوار نے کتے کو پلایا پھر سات مرتبہ اس پانی سے کتے کو نہلایا۔ جو پانی بچا اسے آپ پیا۔ پھر اسے کہا تو یہاں کسلئے آیا۔ کہا ابن زیاد بدنہاد کے ظلموں سے تنگ آکر اس فاسق فاجر یزید کے پاس اسکی شکایت کو آیا تھا مگر ایکسال یہاں پڑا رہا۔ اس مردود تک رسائی نہوئی۔ اب خائب خاسر واپس جا رہا ہوں۔ سوار نے کہا اگر تو کہے تو میں ایک خط پسر زیاد کو تیری سفارش میں لکھدوں۔ کیونکہ اس سے میری بہت دوستی ہے پس ایک خط لکھکر اسکے حوالے کیا اس نے عراق میں آکر وہ خط ابن زیاد کو پہنچایا۔ ابن زیاد خط کو دیکھکر کبھی ہنستا کبھی تیوڑی چڑھاتا تھا۔ پھر عبدالرحمن سے کہنے لگا تو جانتا ہے کہ یہ خط کسکا ہے۔ اسکو امیرالمومنین یزید نے تیری سفارش میں لکھا ہے۔ اور اسمیں تحریر ہے کہ عبدالرحمن مجھکو اور تجھے دونوں کو گالیاں دیتا ہے۔ مگر میں اسکے لکھنے کے موافق تیرے مقدمے میں انصاف کرونگا۔ ۱۲

لوگ کھلے خزانے اس منحوس عہد میں شرابیں پیتے اور رقص و سرود برپا کرتے تھے۔

یزید شراب کے بغیر دم بھر صبر نہیں کر سکتا تھا

حدیقۃ الافراح سے نقل ہوا ہے کہ یزید نے اپنے باپ معاویہ کو لکھا۔ کہ میں رات دن میں ایک ساعت بھر بھی شراب سے فارغ نہیں رہ سکتا۔ مہینے دو مہینے اسکو چھوڑ دینے کا تو کیا ذکر اسکو پی کر ایسا مست و مدہوش ہو جاتا ہوں۔ کہ کاروبار حکومت بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا معاویہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار لکھے۔

انصب نہاراً فی طلاب العلی	واصبر علی فقد لقاء الحبیب
حتی اذا اللیل بدا مقبلاً	واستترت فیہ وجوہ العیوب
فباور اللیل بما تشتہی	فانما اللیل نہار الاریب
کم من فتی تحسبہ ناسکاً	یستقبل اللیل بامر عجیب
القی علیہ اللیل استارہ	فبات فی لہو و عیش خصیب
ولذۃ الاحمق مکشوفۃ	یسعی بہا کل عدو رقیب

پیر آزمودہ کار گرگ باران دیدہ بیٹے کو نصیحت کے مقام میں کہتا ہے کہ دن کو کسب ہنر و معالی و مفاخر میں لگا۔ اور شاہد ماہروی و بادۂ مشکبو سے صبر کر۔ رات آوے اور آنکھیں رقیب کی خواب میں چلی جائیں۔ تو شہوات نفسانی و حظوظ کے پورا کرنے میں مشغول ہو کیونکہ دانا کے لئے ان کاموں میں رات دن کا کام دیتی ہے۔ بہت سے جوان ہیں کہ دنکو عابد و زاہد دکھائی دیتے ہیں۔ مگر رات کو ان کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ ع (چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند) رات اس پر اپنے پردے ڈھانپ دیتی ہے تو وہ رات بھر کھیل کود و خوش عیشی میں گزارتا ہے۔ اور دیگر احمق آدمی کہ وقت و موقعہ کا خیال نہیں رکھتے انکا پردہ کھل جاتا ہے۔ اور ہر دشمن و دوست کی طعن و تشنیع میں گرفتار ہوتے ہیں۔

دیکھئے ناصح مشفق فرزند ارجمند کو کیا قیمتی نصیحتیں کر رہے ہیں۔ کہ رات کو شراب کباب زنا کاری پورا کرنگ جو جی چاہے کر و۔ دن کو ان امور سے محترز رہو دیس امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین

بنے رہو گے۔ اور کسی کی مجال نہ ہو گی کہ زبانِ طعن نیزے اوپر کھولے۔

ابوالحسن مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔ کہ ہارون رشید کے عہد خلافت میں فضل بن یحییٰ خراسان کا عامل تھا۔ کسی نے اسکو لکھا کہ فضل عیش و عشرت و لذاتِ نفسانی میں رات دن لگا رہتا ہے۔ اور رعیت کے کاروبار میں ذرا مشغول نہیں ہوتا۔ یحییٰ بن خالد پدر فضل حاضر تھا۔ رشید نے وہ خط اسکی طرف پھینکدیا کہ اسکو فہمائش کے طور پر چند کلمے لکھدو اس نے یہی اشعار بعینہا اسکو لکھے تھے۔ جو غالباً معاویہ کے کلام سے اسکو پہنچے تھے۔ اور روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ یحییٰ نے لکھا۔ اما بعد اعلام مے رود کہ چنیں مکتوبے از خراسان بامیر رسید و آنحضرت را اشتغال بشکار و لذت و اعراض از تنظیم امور مملکت موافق مزاج نیافتادہ باید کہ آن قرۃ العین ہمت بر کارے مصروف دارد کہ متضمن صلاح دنیا و آخرت او باشد و بیتے چند در آن نامہ درج کرد کہ مضمون آن اینست ؎

روز در کسب ہنر کوش کہ مے خوردن روز ۔۔۔ دل چو آئینہ در زنگ ظلام اندازد

آن زمان وقت مے صبح فروغست کہ شب ۔۔۔ گرد خرگاہ افق پردہ شام اندازد

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ بیٹے ہی کو نہیں جملہ عیش طلبوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عیاشی کا طریق سکھا گئے۔

واقعہ حرّہ

معرکۂ کربلا کے بعد شنیع ترین واقعات کہ عہد خلافت یزید پلید میں گزرا واقعہ حرّہ ہے۔ کہ اسی کو حرّہ واقم و حرّہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ حرّہ بالفتح ایک مقام کا نام ہے سنگستان شرقی مدینہ میں مسجد رسول اللہ سے ایک میل کے فاصلے پر۔ وہاں پر اہل مدینہ و لشکرہائے یزید کے مابین جنگ و جدال واقع ہوئی۔ اسی سے یہ محاربہ واقعۂ حرّہ کے نام سے موسوم ہوا۔ شامیوں نے غلبہ پاکر حسب اشارہ ابن عبید کے اس خیر البلاد کی ہتک حرمت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ تین روز برابر اسکو تاخت و تاراج کرتے رہے۔ اور پیٹ بھر کر فسق و فجور کی داد دی۔ یہ واقعہ بروز چہارشنبہ ۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ کوئی تین سال بعد واقعہ کربلا کے

وقوع میں آیا۔

اس کا بیان تفصیل و اجمال کے درمیان اس طرح پر ہے۔ کہ جو ظلم و ستم کربلا میں اہلبیت رسول خدا پر گزرے۔ اور ان کے اخبار ملک میں شائع ہوئے۔ تو عموماً اسلامی ملکوں میں یزید کی طرف سے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی۔ عبداللہ بن زبیر کو کہ مکہ میں بیٹھا اسی دن کا انتظار کھینچ رہا تھا۔ یہ حالات معلوم ہوئے تو لوگوں کو جمع کرکے منبر پر گیا۔ اور خطبہ میں یزید کے ذمائم افعال و ارتکاب منہیات کا حال باب و تاب ذکر کیا۔ علی ہذا اہل مدینہ نے اس کے نکوہیدہ افعال سے اظہار برائت و نفرت فرمایا۔ یزید نے یہ حالات معلوم کرکے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو کہ اسکی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ لکھا کہ مدینہ والوں سے مجدداً بیعت لے۔ عثمان نے چند اشخاص کو وہاں کے اشراف و سربرآوردوں سے شام کو روانہ کیا ان لوگوں نے مدینہ واپس آکر جو کیفیت خلیفہ کے ناچ رنگ شراب و زنا محارم وغیرہ وغیرہ ارتکاب منہیات کی دیکھی تھی۔ سب کے روبرو بیان کی۔ اور خود بھی خلافت سے اسکے تئیں خلع کیا اور اوروں کو بھی باعث ہوئے۔

شیخ عبدالحق دہلوی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں لکھتے ہیں کہ شام کو جانے والی جماعت سے ایک منذر بن زبیر نے کہا قسم خدا کی یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم (رشوت کے) دیئے۔ مگر میں حق الامر کو نہیں چھپانے کا۔ وہ شارب الخمر و تارک الصلوٰۃ ہے۔
عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ[1] کا بیان تھا۔ کہ ہمنے اسوقت تک اس مردود کی اطاعت سے سر نہیں پھیرا۔ جبتک کہ اندیشہ نہوا۔ کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے۔

پھر ابوالحسن مدائنی سے نقل کیا ہے۔ کہ اہل مدینہ نے دلائل فسق و فجور یزید پلید

---

[1] تاریخ الخلفاء میں ہے۔ کہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل نے کہا ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء۔ یہ مرد ماؤں اور بہنوں بیٹیوں سے زنا کرتا ہے اور شراب پیتا اور نمازیں ترک کرتا ہے۔ اور سید نعمت اللہ جزائری نے کتاب انوار نعمانیہ میں کتب کثیرہ سے نقل کیا ہے۔ کہ یزید اپنی ہمہ خواہر معاویہ پر عاشق ہوا۔ جو ہنوز باکرہ تھی۔ مگر اظہار حال میں حیا دامنگیر ہوئی۔ بنابریں ارادہ کیا کہ طلب وصال سے پہلے اس کا امتحان کرے۔ کہ آیا اسکو اس کام کی طرف رغبت بھی ہے! اسلئے اپنے ہمراہ باغ میں لیگیا۔ اور

کے ظاہر و باہر دیکھے - تو منبر پر جا کر اسکو خلافت سے خلع کیا - عبد اللہ بن ابی عمر بن حفص مخزومی
نے کہا یزید نے گو انعام و اکرام سے مجھے مالا مال کر دیا - مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ وہ
عدو خدا دائم الخمر ہے - اور عمامہ سر سے اتار کر دکھایا - کہ جس طرح یہ دستار سر سے اُتار لی اسی
طرح اسکو خلافت سے دُور کرتا ہوں - ایک اور شخص نے جوتیاں پاؤں سے نکالکر کہا کہ یوں اُس
کو خلافت سے دور کرتا ہوں - اس کے بعد حاضرین نے اسقدر جوتے اور عمامے اتار کر پھینکے کہ
مجلس میں ان چیزوں کا انبار لگ گیا - پس انہوں نے عامل یزید کو شہر سے نکالدیا - اور عبد اللہ
بن حنظلہ الغسیل کو اپنا والی امر و حاکم بنایا - یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو بارہ ہزار لشکر کے
ساتھ مکہ مدینہ کی مہم پر تعینات کیا - یہ شخص پیر کہن سال گرگ باران دیدہ پہلے سرے
کا سنگدل سفاک تھا - باوجودیکہ پہلے سے مرض فالج میں مبتلا تھا - مگر اہل حرمین کے جنگ
کے لئے آمادہ ہو گیا - یزید نے چلتے ہوئے اس کو وصیت کی کہ میں تجھ کو وہاں بھیجتا ہوں
تین بار انکو دعوت کرنا قبول کریں تو فبہا ورنہ ان کے ساتھ جنگ کرنا - اور ظفریاب ہو کر
لشکر کو مامور کر کہ تین روز تک مدینہ میں قتل عام کریں - مال اسباب اسلحہ سے جو پائیں لوٹ
لیں - جو وہ غارت کریں سب انکا مال ہے - چوتھے روز امان دے - بجز ایک علیؑ بن الحسینؑ
کے کہ سنا ہے وہ فتنہ گروں کے ساتھ شریک نہیں ہوا - اس لئے اس سے تعرض نہ کرنا
القصہ لشکر شام بدانجام نواح مدینہ میں پہنچا - تو اہل شہر نے بیرون شہر ان کا استقبال کیا
مقام حرہ میں تلاقی طرفین ہو کر صفوف جنگ راست ہوئیں - مسلم بن عقبہ کہ کثرت خونریزی سے
مسرف و مجرم کے نام سے معروف تھا - بوجہ بیماری گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا - لاجرم اسکو

(ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۲۷۲) ایک مقام میں بٹھا کر حکم دیا کہ گھوڑی پر سانڈ ڈالا جائے - عورت وہ کیفیت بیٹھی دیکھتی رہی
پس یزید وہاں آیا اور اسے اسکی جگہ سے اٹھنے کو کہا - وہاں سے اُٹھی تو دیکھا کہ منی اس سے جاری ہو رہی تھی - اس سے
اسکی رغبت اس کام کی طرف معلوم کی - مختصر یہ کہ سگی پھوپھی کے ساتھ منہ کالا کیا - اور جب جماع کے بعد معلوم کیا
کہ اسکی بکارت نہیں رہی تھی - تو پوچھا کہ تیرے بکارت کیونکر ضائع ہوئی - عورت نے کہا تیرے باپ نے کب
مجھ کو باکرہ چھوڑا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ مردود اپنی حقیقی بہن سے زنا کیا کرتا تھا - اللّٰھم العن
اللات والعزیٰ وکلیہما لعنًا وبیلا وعذب ہما عذابًا الیمًا - ۱۲

ایک تخت پر بیٹھاکر دوصفوں کے درمیان کھڑا کیا۔ اُدھر علم لشکر عبد اللہ بن حنظلہ کا عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھا۔ جو جرات وجلادت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس دلاور نے جنگ وجہاد اعدا میں سخت کوششیں کیں۔ عبد اللہ بن مطیع عدوی کہ مہاجرین کا سردار تھا۔ مردانہ وار میدان میں پھرتا تھا۔ اور مردانِ میدان کو خاک ہلاک پر ڈالتا تا اینکہ اپنے سات بیٹوں کے ساتھ اس مہم میں کام آیا۔ مسرف ملعون نے ان سب کے سر قلم کراکر یزید کے پاس شام کو بھیجدیئے۔ فضل نے اپنے دستے کے ساتھ دھاوا کیا تو بہت سے شامی مارے گئے۔ باقی منہزم ہوئے۔ فضل انکو ریلتا ہوا مسلم کے خیمہ تک جا پہنچا غلام رومی کہ دروازۂ خیمہ پر علم لشکر لیئے کھڑا تھا۔ اس حملے میں قتل ہوا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ مسلم مارا گیا۔ مسرف مردود کو یہ سُن کر جوش آیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ کیا فضل اور اسکے تین بیٹے۔ اور محمد بن ثابت بن قیس انصاری قتل ہوئے۔ مدنیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلم کافر کیش کا لشکر شہر میں داخل ہوا۔ اور کسی قسم کا ظلم وستم باقی نہ رہا۔ جو ان ستمگروں نے مجاورین روضۂ رسولِ خدا پر نہ کیا ہو۔

قرطبی کہتا ہے کہ مدینہ ان ایام میں کمال رونق وجمال پر تھا۔ بقایا صحابہ مہاجر وانصار وعلمار تابعین سے مملو ومشحون تھا۔ مگر مسرف بدعاقبت نے اسکو بے چراغ کر دیا۔ تین روز متواتر لشکر پر ان کے جان ومال ننگ وناموس کو حلال ومباح رکھا۔ سترہ سو انصار ومہاجرین وعلمار تابعین اس معرکہ میں تہ تیغ ہوئے۔ عوام شہر سے عورات واطفال کے ماورا دس ہزار مرد مارا گیا۔ سات سو حفاظ قرآن وستانوے قریشی جان بحق ہوئے اور اس قدر فسق وفجور وسفاح وزنا شامیوں نے اس عرصہ میں کیا۔ کہ اس واقعہ کے بعد ایکہزار عورت مدینہ کی اولادِ زنا جنی۔ مسجد رسول اللہ میں گھوڑے باندھے گئے۔ کہ انکا پیشاب ولید قبر شریف ومنبر منیف کے درمیان کہ بموجب حدیث صحیح روضتہ من ریاض الجنہ ہے پڑ ہو گیا۔ آخر اس عہد پر بیعت لی۔ کہ وہ لوگ یزید کے زرخرید غلام ہیں۔ چاہے رکھے چاہے فروخت کر ڈالے۔ یا آزاد کرے۔ نیز ان سے طاعت خدا یا معصیت حق سبحانہ تعالےٰ جو چاہے کرائے۔ اسے انکی جان ومال کا کامل اختیار ہے۔ سب نے اسکو قبول کیا۔ جو ذرا

متاثل ہوا۔ اس کا سر قلم کیا گیا۔

نیز قرطبی کا قول ہے کہ مدینہ میں اِندنوں آدمی دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہاں کے پھل میوے وحشیوں چوپایوں کے کام آتے۔ سگ وخوک نے مسجد شریف میں بسیرا کیا۔ اور جو خبر مخبر صادق نے دی تھی۔ حرف بحرف صادق آئی۔

کہتے ہیں کہ مسرف ملعون نے تین روز تک اس طرح انکو مقید ومحبوس رکھا تھا کہ طعام و شراب کی بو تک کسی کے دماغ میں نہ آئی۔

نیز جذب القلوب میں ہے کہ یزید پلید مسرف کے پاس آیا۔ تو وہ مرض فالج میں گرفتار قریب بمرگ ہو رہا تھا۔ بولا تو اگر ضعیف وناتوان نہ ہوتا۔ تو یہ مہم تیرے سپرد کرتا۔ کیونکہ کسی کو تجھ سے زیادہ ناصح ومشفق نہیں پاتا۔ اور امیر المومنین (معاویہ پدر یزید) نے ہنگام نزع وصیت کی تھی۔ کہ تجھے اہل حجاز سے ایک دن پیش آئیگا۔ اس کا علاج مسلم بن عقبہ سے طلب کرنا مسرف مردود یہ سنکر فرطِ مسرت سے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا اے امیر المومنین تمکو خدا کی قسم ہے جو میرے سوا کسی اور کو اس مُہم پر مقرر کرو۔ درحقیقت مکہ مدینہ والوں کا میرے سوا کوئی حریف نہیں۔ میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ کوئی کہتا ہے کہ یہ کام مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں انصرام پائیگا۔ میں اسی وقت سے اس موقعہ کا منتظر تھا۔ یزید نے کہا تو اچھا ببرکتِ خدا روانہ ہو اگر دورانِ کار میں ہنگام ناگزیر پیش آئے۔ تو حصین بن نمیر کو اپنا جانشین کرنا۔ اہل مدینہ میری بیعت سے انکار کریں۔ اور تیرے سدّ راہ ہوں۔ تو تیغ بیدریغ ان میں رکھنا اور چھوٹے بڑے کا نشان باقی نہ چھوڑنا۔ تین روز پیہم قتل وغارت جاری رہے۔ اس کے بعد ابن زبیر کے قلع وقمع کو متوجہ مکہ ہو۔

کہتے ہیں کہ مسرف پلید ناعاقبت اندیش کشتگانِ حرم رسولِ خدا پر گذرتا۔ تو کہتا اگر باوجود اس عملِ خیر کے جو مجھ سے وجود میں آیا۔ میں دوزخ میں جاؤں۔ تو میرے برابر دوسرا بدنصیب نہ ہوگا۔ اے لعنتِ خدا۔

مسلم بن عقبہ اور امام زین العابدینؑ

چونکہ آپ اہل مدینہ کے ساتھ ان کے جنگ وجہاد میں شریک نہ تھے۔ بلکہ اسوقت مدینہ میں بھی نہیں ٹھیرے تھے۔ بیرونجات میں کسی مقام کو چلے گئے تھے۔ اور یزید کو پہلے سے یہ کیفیت معلوم ہو گئی تھی۔ لہذا اس نے مسلم کو تاکید کردی تھی۔ کہ آنحضرتؑ سے متعرض نہونا۔ اور ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل میں لکھا ہے۔ کہ اہل مدینہ نے عامل یزید اور بنی امیہ کو شہر سے نکالدیا۔ تو مروان بن الحکم نے عبد اللہ بن عمر سے درخواست کی۔ اس کے اہل وعیال کو خلیفہ زادہ اپنی حفظ وحمایت میں لے لے۔ مگر ابن عمر نے اس سے انکار کیا تو وہ امام زین العابدینؑ سے اس امر کا ملتجی ہوا۔ آپ نے اس کا التماس قبول کیا۔ مروان نے اپنی زوجہ عائشہ بنت عثمان کو حضرتؑ کی خدمت میں بھیجدیا۔ آپ اسکو اپنے حرم محترم کیساتھ لیکر مقام ینبوع کو چلے گئے۔ اور بموجب ایک روایت کے آپ نے حرم مروان کو اپنے پسر عبد اللہ بن علیؑ کی ہمراہ طائف کو بھیجدیا تھا۔ شاید یہی احسان آپ کا یزید ومسلم کی اس رعایت کا سبب ہوا ہو۔ جو اوپر مذکور ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ کامل میں لکھا ہے۔ کہ خاتمہ جنگ کے بعد جب حضرتؑ اس مردود کے حسب الطلب اس کے پاس آئے۔ تو مروان اور اس کا پسر عبد الملک دہنے بائیں آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔

مگر روضۃ الصفا میں نقل کیا ہے۔ کہ مسلم نے قتل وغارت اہل مدینہ سے فارغ ہو کر امام زین العابدینؑ کو بلوایا۔ آپ تشریف لائے۔ تو شرائط تعظیم وتکریم بجا لایا اور اپنی مسند پر آنحضرتؑ کو بٹھایا۔ اور کہنے لگا کہ امیر تمکو سلام پہنچاتا ہے۔ اور کہتا ہے تم نے خوب کیا کہ فتنہ پردازوں سے علیحدہ رہے۔ یقین رکھو کہ تمہارا یہ نیک عمل ہمارے نزدیک ضائع نہ ہوگا۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ انی کُنت لما فعِلَ باھل المدینۃ کارھًا جو کچھ مدینہ والوں کے ساتھ سلوک ہوا میں اس سے کراہت رکھتا ہوں۔ واپس آنے لگے تو مسلم نے آپ کے اشتر کی رکاب پکڑ کر حضرتؑ کو سوار کرایا۔

معجزۂ امام زین العابدینؑ

ابو الحسن مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں نقل کیا ہے۔ کہ امام زین العابدینؑ روضۂ رسولِ خدا پر دعا کر رہے تھے۔ کہ مسرف کے آدمی آنحضرتؑ کو وہاں سے پکڑ کر اس کے پاس لے گئے۔ وہ مردود نہایت غیظ و غضب میں بھرا بیٹھا تھا۔ اور آنحضرتؑ سے اور آپ کے آباء طاہرینؑ سے برائت و بیزاری ڈھونڈتا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت اس کے پاس پہنچے۔ جونہی اسکی نگاہ آپ کے اوپر پڑی۔ یکا یک اسکی حالت بدلگئی۔ تھر تھر کانپنے لگا مہر و قد تعظیم کو اٹھا اور آپ کو اپنے برابر بٹھالیا۔ اور کہا جو حاجت ہو بیان کرو۔ آپ نے چند آدمیوں کے بارے میں جنکو قتل کرنا چاہتا تھا۔ شفاعت کی۔ اسکو منظور کر کے انکو رہا کیا۔ بعد ازاں وہاں سے واپس آئے۔ کسی نے پوچھا ہمنے دیکھا کہ مسرف کے سامنے لبہائے مبارک حرکت کرتے تھے۔ اسوقت حضرت کیا پڑھتے تھے۔ ارشاد کیا یہ دعا پڑھتا تھا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَاَدْرَاُ بِکَ فِیْ نَحْرِہٖ وَاَسْئَلُکَ اَنْ تُؤْتِیَنِیْ خَیْرَہٗ وَتَکْفِیَنِیْ شَرَّہٗ۔

نیز مسلم سے پوچھا گیا۔ تو اس جوان کی مذمت کرتا تھا۔ اور اس کے آباؤ اجداد کو بہ بدی یاد کرتا تھا۔ ان کے آتے ہی تیری حالت کیسے بدلگئی۔ کہ یوں انکی تعظیم بجالایا۔ کہا کوئی اس کا سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ بجز اس کے کہ میرا دل ان کے رعب سے پر ہو گیا تھا۔

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ میں ہے۔ کہ حضرت زین العابدینؑ کا قول تھا۔ کہ آدمی دعا سے کبھی غافل نہ ہو۔ کیونکہ ہر وقت موقعہ و محل اس کے قبول کا نہیں ہوتا۔ یعنی جانے کس وقت قبول ہو جائے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ان دعاؤں سے جو آنحضرتؑ سے نقل و ضبط کی گئی ہیں۔ ایک یہ دعا ہے۔ جسکو اسوقت پڑھتے تھے۔ جبکہ مسلم بن عقبہ نے لشکر شام ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ دعا رَبِّ کَمْ نِعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ قَلَّ لَکَ

شکری فلم یحرمنی وقل عند بلائہ صبری فلم یخذلنی یا ذا المعروف الذی لا ینقطع ابداً یا ذا النعماء التی لا تحصی عدداً اصل علی محمد و آل محمد وادفع عنی شرہ فانی ادرأ بک فی نحرہ واستعیذ بک من مکروہ۔ اسکا اثر یہ ہوا۔ کہ مسرف ملعون داخل مدینہ ہوا تو پایا تو یہ کہا جاتا تھا کہ سوائے علی بن الحسینؑ کے دوسرا مدعا نہیں رکھتا۔ پا اس دعا کی برکت سے نہ تنہا وہ حضرت اس کے شر سے محفوظ رہے بلکہ اس نے آپکا اعزاز و اکرام کیا۔ اور جائزہ و انعام دیا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ مسرف نے مدینہ میں آدمی بھیجکر حضرت کو بلایا تشریف لائے تو اپنے پاس عزت سے بٹھایا۔ اور کہا امیر المومنین (یزید) کا حکم ہے۔ کہ تمہارے ساتھ مسلوک ہوں۔ اور امتیاز و افتخار بخشوں۔ آپ نے دعا جزائے خیر کی دی۔ مسرف نے کہا میری سواری کا اسنر زین کیا جاوے۔ اور کہا مکان کو تشریف لے جائیے ہم نے آپ کو زحمت دی اور اہل و عیال کو خوف و دہشت میں ڈالا۔ اگر ہمارا دسترس ہوتا تو حسب حیثیت آپ کے آپکو جائزہ دیتے۔ فرمایا امیر کا عذر درست و بجا ہے۔ یہ کہکر روانہ ہوئے مسرف اپنے ہمنشینوں سے کہنے لگا۔ ھٰذا الخیر الذی لا شر فیہ مع موضعہ من رسول اللہ۔ یہ خیر محض ہے جسمیں شرارت کا نام نہیں۔ باوجود اس شرف قرابت کے جو رسول اللہ کے ساتھ رکھتا ہے۔

فرشتہ محافظ اہلبیت رسول اللہؐ

لیث خزاعی نے سعید بن مسیّب سے مدینہ کی نہب و غارت کی بابت سوال کیا اس نے کہا ہاں اس ہنگامے میں سنو ہائے مسجد رسول اللہؐ کے ساتھ گھوڑے باندھے گئے۔ قبر شریف کے گرد گھوڑے پھرتے تھے۔ تین روز متواتر شہر لٹتا رہا۔ میں اور علی بن الحسینؑ زین العابدین روضہ رسول اللہؐ پر جاتے۔ حضرتؑ زیر لب کوئی دعا پڑھتے۔ جسکو میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ بجز داس کے ایک پردہ ہمارے اور اس قوم مورد لوم کے درمیان حائل ہو جاتا۔ کہ وہ ہمکو نہ دیکھ سکتے۔ مگر ہم انکو بدستور دیکھتے۔ ایک مرد بلباس سبز اسپ سفید ہو

دم بریدہ پر حربہ ہاتھ میں لیئے ان کے ساتھ دکھائی دیتا۔ شامیوں سے جو کوئی بارادہ فاسد اہلبیتؑ رسالت کا ارادہ کرتا۔ آپ اسکی طرف دیکھتے۔ وہ حربہ سے اسکی طرف اشارہ کر دیتا۔ صرف اشارہ سے بغیر اس کے کہ حربہ اس کے لگے۔ ہلاک ہوتا۔ تین روز بعد جب قتل و غارت بند ہوا۔ تو امامؑ ہمام حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ اور عورات کے لباس و زیورات حتےٰ کہ اطفال کے کانوں کے بُندے تک جمع کئے۔ اور لا کر اس سوار کے آگے رکھ دیئے۔ اس نے کہا یا ابنِ رسُولؐ اللہ میں نوعِ بشر سے نہیں۔ فرشتہ ہوں آپ کے اور آپ کے آبار کے شیعوں سے۔ ان ملاعین نے حرمِ رسُولؐ خدا پر غلبہ پایا۔ تو میں نے جناب باری سے اجازت چاہی۔ کہ تم اہلبیتؑ عصمت و طہارت کی نصرت کروں تاکہ خدا ؤ رسُولؐ و اہلبیتؑ کے نزدیک کوئی عمل خیر بجا لاؤں۔ مجھ کو اجازت ہوئی تب یہاں آیا اور یہ حقیر خدمت بجا لایا۔

عاقبت کار مُسرِف ناہنجار

جذب القلوب میں ہے کہ جب مسرف بدکردار نے اہلِ مدینہ کو مجبور کیا کہ یزید پلید کی بیعت باقرار عبودیّت کریں۔ کہ اطاعت و معصیت خدا میں اسکی اطاعت بجا لائیں گے اکثر اشخاص نے بطریق اجبار و اضطرار اس بیعت ضلالت کو قبول کیا۔ ان کے درمیان سے ایک مرد قریشی نے کہا۔ کہ طاعتِ خدا کے اقرار پر بیعت کرتا ہوں معصیت پر نہیں مسرف نے اسکو قتل کرا دیا۔ اسکی ماں موجود تھی۔ اس نے قسم کھائی کہ قدرت پاؤنگی تو اس ملعون کو زندہ یا مردہ آگ میں جلاؤنگی۔ مدینہ کے قتلِ عام و تاخت و تاراج کے بعد مسرف ملعون مکہ کی چڑھائی کو چلا۔ تو دو تین منزل جاکر بوجہ اپنے مرض کے واصل جہنم ہوا وہ عورت چند غلاموں کو ساتھ لے کر اسکی قبر پر گئی۔ تاکہ اسکو وہاں سے نکالکر اپنی قسم پوری کرے۔ قبر کھولی تو دیکھا کہ ایک اژدہا اسکی گردن میں لپٹا ناک کی ہڈی کو چھوڑتا ہے پاؤں کی طرف دیکھا تو دوسرا سانپ وہاں لپٹا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا اسکو خدا کی طرف سے سزا مل رہی ہے۔ تمہارے انتقام کی ضرورت نہیں۔ عذاب خدا کافی ہے۔ عورت نے کہا لا واللہ

ہیں نے جو عہد حق تعالےٰ سے کیا ہے۔ اس کو پورا کرکے رہونگی۔ پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑہی۔ اور بتضرع زاری درگاہِ باری ہیں دعا کی۔ خداوندا تو جانتا ہے۔ کہ میرا غیظ و غضب مسلم بن عقبہ پر تیری تقرب و خوشنودی کے لئے ہے۔ پروردگارا تو مجھکو مہلت دے کہ اسکو قبر سے نکالکر خاکستر کروں۔ پھر ایک لکڑی ہاتھ میں لیکر سانپ کی دُم پر لگائی وہ اس کے سر سے جدا ہوکر ایک طرف کو چلا گیا۔ غلاموں نے اس کے جثۂ پلید کو وہاں سے نکالکر جلادیا۔ واقدی کہتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ وہ عورت ام یزید بن عبداللہ بن زمعہ تھی۔ بروایتے اسکو قبر سے نکالکر پہلے دار پر لٹکایا۔ اور سنگسار کیا۔ پھر تین روز کے بعد جلایا۔

یزید لعین کی بیعت میں غلامی کا اقرار

کتاب کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ یزید بن معاویہ حج کو آیا تو مدینہ میں بھی قیام کیا۔ اس نے ایک شخص کو قریش سے بُلوا کر کہا میرے ساتھ اقرار کرو۔ کہ تو میرا غلام ہے۔ چاہوں تو تجھے فروخت کروں۔ یا غلامی میں رہنے دوں۔ اس نے کہا اے یزید میں قریش میں بروئے حسب و نسب تجھ سے بہتر ہوں۔ اور میرا باپ جاہلیت و اسلام میں تیرے باپ سے افضل تھا۔ اور دینداری و خیرات میں بھی تو مجھ سے فائق نہیں تو کیونکر میں اس بات کا اقرار کروں۔ یزید نے کہا اگر تو اس طرح پر اعتراف نکریگا جیسا میںنے کہا تو تجھے قتل کرادونگا۔ اس مرد نے کہا اگر قتل کرادیگا۔ تو یہ میرا قتل حسینؑ بن علیؑ فرزند رسولِ خدا کے قتل سے زیادہ نہ ہوگا۔ یزید نے اشارہ کیا۔ اور وہ شخص مارڈالا گیا۔ پھر امام زین العابدین علیہ السلام کو بُلاکر ان سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس کا اقرار نہ کروں۔ تو تو مجھے بھی اسی طرح مار ڈالے گا۔ جیسا کہ کل اس قریشی کو قتل کیا کہا البتہ تم بھی اسی طرح مار ڈالے جاؤ گے۔ فرمایا تو میں بندۂ اکراہ کردہ شدہ و مجبور ہوں۔ اس لئے تیرے حسب منشا اقرار کرتا ہوں۔ کہ چاہے مجھ کو فروخت کر چاہے باقی رکھ۔ تجھ کو اختیار ہے۔ یزید نے کہا یہ تمہارے لئے بہتر ہوا۔ ہلاکت سے نجات پائی اور

تمہارے شرف سے بھی کم نہوا۔

مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں بعد نقلِ روایت فرماتے ہیں۔ کہ جہاں تک تاریخ و سیر سے معلوم ہوتا ہے۔ یزید ملعون اپنے عہد خلافت میں مدینہ تک نہیں آیا۔ بلکہ شام سے باہر نہیں نکلا۔ تا اینکہ واصل جہنم ہوا۔ ممکن ہے کہ بعض رواۃ کو شبہہ ہوا ہو۔ اور جو گفتگو مسلم بن عقبہ اور آنحضرتؑ کے درمیان واقع ہوئی۔ اسکو یزید سے منسوب کر دیا ہو۔ کیونکہ اسکو یزید نے ہی بیعت کیلئے مدینہ بھیجا تھا

مؤلف کہتا ہے کہ یزید جیسا پہلے ذکر ہوا۔ تین سال آٹھ مہینے حکومت کرکے ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا۔ اسکی کل عمر ۳۹ سال کی ہوئی۔

تاریخ طبری (ترجمہ فارسی) میں لکھا ہے۔ کہ وہ شام کے ایک قریہ خوارین نام میں فوت ہوا۔ اور شیخ محمد علی واعظ کتاب سرور المومنین میں لکھتے ہیں۔ کہ شکار کو گیا تھا۔ جنگل میں ایک آہو کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور ہمراہیوں سے جدا ہو کر ایک صحرا لق و دق میں پہنچا آہو تو نکل گیا۔ اس کے گرد آتش فروزان محیط ہوگئی۔ اور اسی قلقلہ شین سے سیدھا آتشِ جہنم کو ہو لیا۔ پیچھے سے مروان وغیرہ رفقا تلاش کناں پہنچے۔ تو انکو غیب سے آواز آئی کہ یزید کو ڈھونڈتے ہو۔ وہ دوزخ میں اپنے مقر و مقام کو پہنچگیا۔ ہاں اس کا گھوڑا با زین واژگون ملا واعظ صاحب نے اس حکایت کو رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔

شنیدم یزید آن سگِ بد شعار   شد از شام بیروں برائے شکار

چو یکروز و شب باد لشکر بدشت   عجب پہن دشتے نمودار گشت

کشیدہ دران گردن از ہر کنار   ز وحشی غزالاں ہزاراں ہزار

یکے آہوئے خوش خط و خال دید   پئے صید او راند مرکب یزید

بدر رفت وحشی چو مرغے ز دام   بیک جستن از جرگۂ فوج شام

یزید از پس و بود آہو ز پیش   یکے گرم شوخی یکے سینہ ریش

بروں رفت از حشمت و جاہ خویش   عناں را رہا کردہ در راہ خویش

شنیدم ز راوئ فرخندہ فال   یکے بود از قدسیان آن غزال

ز دام نگاہش بروں جست و رفت   دلش را بزنجیر غم بست و رفت

	بنخاکش بزد اسپ و بگرفت راہ نشان بزرگیش پامال شد ز آتش یکے قلعہ شد آشکار بشکلِ سگِ شد کس اورا ندید بحکمِ خدا تشنہ لب در عذاب		بر آن شد کہ برگردد از صید گاہ گرفتار زنجیر اعمال شد باطرافش از حکم پروردگار بقولے دران پہن صحرا یزید بود ہمچناں تا بروزِ حساب

شنیدم کہ ہست آن زمین از سقر
کہ درماند آن از خدا بے خبر

معاویہ بن یزید بن معاویہ

یزید مردود کے مرنے کے بعد معاویہ مذکور سے بیعت ہوئی۔ مگر وہ زیادہ عرصہ خلیفہ نہیں رہا۔ کُل دو تین مہینے بقولے چالیس روز حکومت کی۔ یہ مدّت بھی بہت بے چینی میں گزری کیونکہ جانتا تھا کہ مجھ کو خلافت جائز نہیں۔ یہ حق اہلبیت رسالت کا ہے۔ آخر اس سے مستعفی ہوا اسی وجہ سے اس کا لقب الرّاجع الی اللہ قرار پایا۔

مجالس المومنین میں ہے۔ کہ معاویہ نے جمعہ کے روز خطبہ کہا۔ حمد و ثنائے الٰہی و نعت حضرتِ رسالت پناہی کے بعد کہا۔ لوگو آگاہ رہو کہ میں مرد عاجز و ضعیف ہوں۔ بارِ خلافت اٹھا نہیں سکتا۔ یہ کارِ حق تھا یا باطل۔ بنی امیہ نے اس کا لطف اٹھایا۔ وزر و بال گردن پر لیا۔ مجھ سے پوچھتے ہو تو اس کا اصلی حقدار جس کے استحقاق میں کسی کو مجال دم زدن نہیں فقط علی بن الحسین ہے۔ جاؤ اور اس کے ساتھ بیعت کرو۔ ہر چند جانتا ہوں کہ تم اسکو قبول نہ کروگے۔ یہ خطبہ کہکر منبر سے اُترا۔ اور اپنے مکان میں داخل ہوا۔ دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا حتّے کہ وہاں سے مرکر ہی باہر آیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ کی وجہ وفات میں اختلاف ہے بعضوں نے لکھا ہے کہ اسکو جام زہر پلایا گیا۔ کچھ اس پر ہیں کہ مرگِ ناگہانی میں مرا۔ بعض کا قول ہے کہ برچھی مار کر اسکو قتل کیا۔ وفات کا وقت قریب آیا۔ تو بنی امیہ اس کے گرد جمع ہوئے اور کہنے

لگے کہ اپنے خاندان سے کسی کو اپنا جانشین کرو۔ اس نے کہا۔ ما ذقت حلاوۃ خلافتکم فکیف انقلد وزرھا میں نے تمہاری بادشاہت کی شیرینی نہیں چکھی۔ اس کے گناہ کی تلخی کیوں اٹھاؤں۔ تم تو اس کے مزے لو اور میرے سر پہ وبال رہے۔ خداوندا میں اس سے بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔ میرے پاس اصحاب شوریٰ جیسے اشخاص بھی نہیں کہ ان کے سپرد کر جاؤں تاکہ وہ جسے مناسب سمجھیں اپنے درمیان سے انتخاب کرلیں۔ اسکی ماں نے یہ سُنا تو کہا لیت انک خرقۃ حیضۃ ولم اسمع منک ھذا الکلام اے کاش تو خرقہ حیض ہوتا اور میں تجھ سے یہ کلام نہ سنتی۔ معاویہ نے کہا ہاں کاش میں خرقہ حیض ہوتا۔ اور خلافت کا جنجال اپنے گلے میں نہ ڈالتا۔ بنی امیہ تو اسکے لطف اٹھائیں۔ اور میں جن کا حق ہے ان سے روک کر مواخذہ آخرت میں گرفتار ہوں۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں اس سے بری و بیزار ہوں۔

اور کامل بہائی میں ہے کہ معاویہ خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے باپ یزید اور دادا معاویہ پر لعنت کی۔ اور ان کے افعال سے بیزاری ڈھونڈی۔ اسکی ماں اس پر غصہ ہوئی اور بولی یا بُنیّ لیتک کنت حیضۃ فی خرقۃ کاش تو چیتھڑوں میں ایک حیض ہوتا۔ معاویہ نے کہا اے مادر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ایسا ہوتا۔ آخر اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔ اور اس کے معلم کو کہ علمائے شیعہ سے تھا۔ زندہ در گور کر دیا۔

تاریخ الخلفا میں ہے کہ معاویہ ربیع الاول ۶۴ھ میں خلیفہ ہوا۔ وہ ایک جوان صالح تھا۔ ۲۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اسکی کنیت ابو عبدالرحمان ابو یزید تھی۔ بعد میں ابولیلیٰ ہوئے۔ کیونکہ اہل عرب مستضعف اور کمزور کو ابولیلیٰ کہا کرتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر بن العوام

مخالفین معاندین جناب سید الساجدین سے ایک عبداللہ مذکور ہیں۔ انکا کچھ حال تہذیب المتین میں گزرا۔ یہاں بحیثیت معاصر آنحضرتؑ ہونے کے اسکی مزید کیفیت درج ہوتی ہے۔ یہ شخص جناب ابوبکر کا نواسہ ام المومنین عائشہ کا بھانجا زبیر کا بیٹا ہونے سے اپنے تئیں مستحق خلافت جانتا تھا۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور خانہ کعبہ

ومسجد الحرام کی آڑمیں عرصہ دراز تک بنی امیہ کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخران ظلمہ کے ہاتھوں اس مکان مقدس ومحترم کی اینٹ سے اینٹ بجوا کر اپنے مقام ومقر کو روانہ ہوا۔ اس کا قتل و تمع جمادی الاول یا ثانی ۷۳ھ میں بعمر تہتر سال ہوا۔ مدت خلافت ناقصہ ۹ سال ہے ابن اثیر تاریخ کامل میں کہتا ہے۔ کہ ہشام بن عروہ بن زبیر نے کہا جو بات سب سے پہلے ہمارے چچا عبداللہ بن زبیر کی زبان سے بچپن میں صاف نکلی لفظ سیف (تلوار) تھا۔ اس لئے وہ کسی وقت تلوار کو اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ زبیر کہا کرتے تھے۔ قسم خدا کی تجھ کو اس تلوار سے ایکدن کیا بہت سے ایام دیکھنے ہونگے۔

نیز کامل میں ہے جس امر میں پہلے پہل اسکی ہمت کا ظہور ہوا یہ تھا۔ کہ ایکروز لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کسی شخص نے انکو دیکھکر زور سے گھڑکا۔ لڑکے بھاگ گئے۔ مگر ابن زبیر نے واپس آکر انکو کہا۔ تم مجھے اپنا امیر بناؤ۔ ہم اس پر حملہ کریں گے۔ چنانچہ انکو ساتھ لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔

نیز کامل میں ہے کہ ابن زبیر ایکمرتبہ بچوں میں کھیل رہا تھا۔ خلیفہ ثانی عمر خطاب وہاں سے گزرے۔ خلیفہ صاحب کو دیکھکر اور لڑکے بھاگ گئے۔ مگر ابن زبیر اپنی جگہ سے نہ سرکا۔ عمر نے کہا کیوں تو لڑکوں کے ساتھ نہ بھاگا۔ کہا میں نے کوئی جرم کیا تھا۔ کہ ڈرتا یا راستہ تنگ تھا کہ تمہارے لئے فراخ کرتا۔ ابن اثیر نے اسی قدر کہا۔ مگر مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ برجستہ جواب اس شوخ چشم کا سنکر خلیفہ صاحب نے کہا۔ اَیُّ شیطان یکون ھذا کیا ہی شیطان یہ لڑکا ہووے گا۔

تاریخ الخلفا میں ہے کہ رسول اللہ نے حجامت کی تھی۔ فارغ ہوئے تو ابن زبیر کو کہا یہ خون لے جاکر ایسے مقام پر ڈال آ۔ جہاں کوئی نہ دیکھے۔ وہ لے گیا اور بجائے اسکے کہ زمین پر ڈالے اسکو پی لیا۔ واپس آیا تو آپ نے پوچھا خون کو کیا کیا۔ کہا ایسے مخفی مقام میں رکھ دیا ہے جہاں کسی کو اطلاع نہ ہو۔ فرمایا کیا پی لیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا ویل للناس منك وویل لك من الناس ویل وعذاب ہے تجھ سے آدمیوں کے لئے۔ اور ویل وعذاب ہے آدمیوں سے تیرے لئے۔ مرادیہ کہ اس خونخوار رسول سے لوگوں کو روز بد کا سامنا ہوگا آخر اسکو بخواری تمام

قتل کریں گے۔

ابن زبیر اور خلافت

ابن زبیر کو عثمان کے قتل ہونے پر خلافت کا خیالِ خام کچھ ہو چکا تھا۔ وہ کہتا تھا قتیل الدار نے قتل ہونے سے پہلے مجھ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے امیر المومنین علیہ السلام سے بیعت نہیں کی۔ اور عائشہ اپنی خالہ کو ورغلا کر بصرہ لے گیا۔ اور فتنۂ جمل قائم کرادیا۔ اور جب عین معرکہ جنگ میں حضرت نے زبیر کو سامنے بلا کر حدیث پیغمبر یاد دلائی اور اس نے برطبق اس کے لڑائی سے قسم کھائی۔ تو ابن زبیر بہت سٹ پٹایا۔ آخر کفارہ قسم دلوا کر باپ کو طوعاً و کرہاً لڑائی میں بھیجا۔ کما بیّناہ فی تہذیب المتین۔

تاریخ کامل میں ہے کہ معاویہ نے مرض الموت میں یزید کو بہت سی وصیتیں کیں۔ منجملہ ان کے کہا مجھ کو اندیشہ نہیں کہ کوئی امرِ خلافت میں تیرے ساتھ نزاع کرے۔ الّا چار شخص حسینؑ بن علیؑ۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔ عبد اللہ بن زبیر۔ بعد ازاں پہلے تین اشخاص کی نسبت کچھ کچھ ریمارک کئے۔ اور ان کے دفعیہ کی تدابیر بتلا کر کہنے لگا۔ لیکن جو شیر کی طرح تیرے اوپر حملہ کرے۔ اور روباہ کی مانند بمکر و دستان پیش آویگا وہ ابن زبیر ہے فَاِنْ ظَفِرْتَ بِہٖ فَقَطِّعْہُ اِرْبًا اِرْبًا و احقن دماء قومک ما استطعت اس پر فتح پائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔ اور اپنی قوم کو خونریزی سے جہاں تک ہو سکے بچانا۔

یزید کے عہد حکومت میں مکہ میں جو امر ابن زبیر پر سخت ناگوار و دشوار تھا۔ حضرت امام حسینؑ کا وہاں ہونا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان کے ہوتے حجاز میں کوئی میری طرف رُخ نہ کرے گا۔ لہٰذا اسکی دلی آرزو تھی۔ کہ حضرت وہاں سے چلے جائیں۔ وہ بار بار کہتا تھا لو کان لی بہا مثل شیعتک لما عدلت عنہا اے حسینؑ اگر عراق میں میرے ایسے شیعہ ہوتے جیسے تمہارے تو میں کبھی نہ چوکتا۔ ضرور وہاں چلا جاتا۔ جب حضرت کوفہ کو روانہ ہونے لگے۔ تو وہ خوش ہوا۔ چنانچہ عبد اللہ بن عباس نے حضرت سے کہا۔ لقد اقررت عین ابن زبیر بتخلیتک الحجاز وھذا الیوم لا ینظر الیہ احد معک۔ ہر آئینہ آپ نے حجاز سے چلے جانے پر پسر زبیر کی

آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اور آج یہاں کوئی اسکی طرف نگاہ نہ کرتا تھا۔ ابن زبیر سے ملے تو کہا اے
پسر زبیر اب تو تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ ھٰذا الحسین یخرج الی العراق و یخلیک والحجاز
یہ حسین عراق کو جا رہے ہیں۔ حجاز کو تیرے واسطے خالی کئے جاتے ہیں۔ پھر تمثیلاً یہ اشعار پڑھے

یا لک من قنبرۃ بمعمر[1] خلا لک الجو فبیضی و اصفری

ونقری ما شئت ان تنقری

یعنی اے وہ چنڈول جو مرغزار فراخ میں ہے۔ زمین سے آسمان تک تیرے لئے کشادہ ہے
شوق سے بیضے رکھ اور صفیر زن رہ۔ اور جہاں چاہے ٹھونگیں مارتی اور دانہ چنتی پھر۔

تاریخ کامل میں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ابن زبیر نے اور ہی رنگ بدلا۔ اظہار زہد و عبادت
میں سعی وافر بجا لاتا تاکہ مسلمانوں کو اپنے اور اپنی خلافت کیطرف مائل کرے۔ اور یزید کے ذمائم
افعال کا ذکر کر کے چپکے چپکے اپنی طرف خلافت کو دعوت کرتا تھا۔ تا اینکہ صفر سنہ ۶۴ھ میں لشکر شام
مدینہ کو تاخت و تاراج کر کے حصین بن نمیر کی ماتحتی میں مکہ پر آیا۔ اسوقت ابن زبیر حرم کعبہ
میں متحصن ہوا۔ حصین نے کوہ بوقبیس پر منجنیقیں نصب کر کے مسجد الحرام و خانہ کعبہ پر پتھروں
کا مینہ برسا دیا۔ ان کے آتشیں شراروں سے پردہ ہائے کعبہ اور اسکی چھت جل گئی۔ دو سینگ
دُنبہ فدیۂ اسماعیل کے کہ تبرکاً محفوظ چلے آتے تھے۔ چھت کے ساتھ خاکستر ہو گئے۔ کثرت
سنگ باری سے دیواریں اس مکان مقدس کی منہدم ہو گئیں۔ حتّٰی کہ نیمۂ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ
کو یزید کے مرنے کی خبر پہنچی۔ تب وہ محاصرہ برطرف ہوا۔ یزید کے مرنے سے ازبسکہ شام میں
امر خلافت میں ابتری پھیل گئی تھی۔ اس لئے ابن زبیر کو حسب دلخواہ موقعہ ملا۔ اس نے کھلم کھلا
اپنے لئے بیعت لینی شروع کر دی۔ چنانچہ حجاز و یمن اس کے قبضہ میں آ گئے۔ اور مصر بلکہ
شام تک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ادھر مصعب بن زبیر اس کے بھائی نے عراق میں
مختار کے ساتھ متواتر لڑائیاں کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ مگر مروان نے خلیفہ ہو کر جلد ہی شام
و مصر سے اسکو بے دخل کر دیا۔ اور اس کے مرنے پر عبد الملک بن مروان نے زمام حکومت ہاتھ
میں لی۔ تو عراق پر دھاوا کیا۔ حتّٰی کہ اسکو بھی زبیریوں سے چھڑا لیا۔ اور حجاج یوسف کو حجاز پر

[1] معمر علیٰ فراخ آب و علف ۱۲ اصر

مقرر کیا۔ اس جفاجوئے ستمگر نے مکہ پہنچکر اس قدر سنگ و آتش خانۂ خدا پر برسائے۔ کہ پہلا ہنگامہ یزید کے زمانے کا بھی اس کے آگے گرد ہو گیا۔ خانۂ کعبہ کی عمارت منہدم ہو گئی۔ تا اینکہ عبد اللہ ناکام کہ باعث اس تمام شور و شغب کا تھا۔ عین مسجد الحرام میں مارا گیا۔

تاریخ الخلفار میں یحیٰے غسانی سے جو دو مرتبہ مہم مکہ میں افواجِ شام کے ساتھ شریک تھا نقل کیا ہے۔ کہ اس نے کہا لشکر یزید مدینہ سے مکہ کو جانے لگا۔ تو میں مسجد رسول اللہ میں عبد الملک بن مروان سے ملا۔ کہنے لگا کیا تو بھی اس لشکر میں شامل ہے۔ جو خانۂ خدا کو جا رہا ہے میں نے کہا ہاں۔ بولا ثکلتک امک جانتا ہے۔ کہ کس کے ساتھ لڑنے جاتے ہو۔ وہ پہلا مولود ہے اسلام میں پسر حواری رسول اللہ بیٹا اسمار ذات النطاقین کا جو صائم النہار و قائم اللیل ہے۔ قسم خدا کی اگر تمام عالم اس کے قتل پر اتفاق کر لے۔ تو حق تعالےٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدے گا۔ یہ اس کا اسوقت کا کلام تھا۔ مگر جب خود خلیفہ ہوا۔ تو ہم خود اس کے حکم سے حجاج کے ساتھ مکہ پر گئے۔ اور ابن زبیر کو قتل کیا۔

کامل بن اثیر میں ہے۔ کہ حجاج نے ابن زبیر کو قتل کر کے پہلے دار پر کھینچا۔ پھر لاش کو یہودیوں کے مقبرہ میں پھینکوا دیا۔ پھر کہتا ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اس کا ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کی لاش مقابر یہود میں ڈالدی گئی تھی۔ نیز ابن اثیر نے نقل کیا ہے۔ کہ حجاج نے اسمار بنت ابی بکر مادر ابن زبیر کے پاس کسی کو بھیجکر بلوایا۔ وہ نہ آئی۔ تو پیغام دیا تو خود نہ آئیگی۔ تو یہاں سے آدمی مقرر کرونگا۔ جو تیری چوٹی پکڑ کر کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ مگر وہ اس پر بھی نہ آئی۔ تو حجاج اس کے پاس سے گزرا۔ اور کہا دیکھا تو نے جو میں نے عبد اللہ کے ساتھ کیا۔ اسمار نے کہا تو نے اسکی دنیا کو بگاڑا۔ اس نے تیری عاقبت خراب کی۔ اور بعض کتب معتبرہ (انسان العیون) اہلسنت سے نقل ہوا ہے۔ کہ ابن زبیر کی لاش کو شاخ خرما پر لٹکتے ہوئے تین روز گزر گئے تھے۔ اسکی ماں اسمار بنت ابی بکر کسی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئی۔ اور وہ اس زمانہ میں نابینا ہو گئی تھی۔ اس نے اس کے حق میں دعا کی۔ اور حجاج سے کہا ہنوز اس سوار کے سواری سے اُترنے کا وقت نہیں آیا۔ وہ بولا تو نے دیکھا کیونکر حق تعالےٰ نے حق کی نصرت کی اور ظاہر کر دیا کہ تیرے بیٹے نے خانۂ خدا میں الحاد کیا تھا۔ قال اللہ تعالیٰ ومن یرد فیہ بالحادٍ بظلم نذقہ من

عذابِ الیم۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو اس مکان معظم میں بظلم الحاد میں بڑھے گا۔ ہم اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھاویں گے۔ سو اللہ تعالےٰ نے اسکو دردناک عذاب کا مزہ چکھایا۔

کہتے ہیں کہ ابن زبیر اپنے قتل سے چند روز پہلے مشک اور ایلوا اپنے بدن پر ملا کرتا تھا تاکہ لاش سے بدبو نہ آئے۔ چنانچہ دار پر اس سے بُوئے مشک آتی تھی۔ مگر حجاج نے ایک کتا مروا کر اس کے ساتھ دار پر لٹکا دیا۔ اسکی بدبو مشک پر غالب آگئی۔

حقیر مؤلف کہتا ہے۔ کہ گو جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں معاویہ بن یزید کے بعد ابن زبیر کو سلسلہ خلافت میں داخل کیا اور مروان کو اس سے محروم رکھا ہے۔ بلکہ عبد الملک اس کے بیٹے کو بھی ابن زبیر کی زندگی میں خلیفہ نہیں شمار کیا۔ اس کے قتل کے بعد سے اس شرف سے اسکو مشرف کرتے ہیں۔ مگر ایک گروہ جسمیں عبد اللہ بن عمر جیسے لوگ شامل ہیں۔ اس کے برخلاف ہے۔ اسی وجہ سے ابن عبد ربّہ اندلسی نے عقد الفرید میں ابن زبیر کے عہد حکومت کو فتنہ و فساد سے تعبیر کیا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ ایام جنگ میں جبکہ حجاج بن یوسف اور ابن زبیر کے درمیان مکہ میں آتشِ قتال و جدال روشن تھی۔ کسی نے عبد اللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ ان دونوں فریقوں سے کس کا ساتھ دوں۔ انہوں نے کہا مَعَ اَیِّ الْفَرِیْقَیْنِ قَاتَلْتَ فَقُتِلْتَ فِیْ لَظٰے۔ ان دو فریق سے جس کے ساتھ ملکر جنگ کریگا۔ اور اس میں قتل ہوگا جہنم میں جائے گا۔

ابنِ زبیر اور اہلبیتؑ رسولؐ اللہ

امیر المومنین اور انکی اولاد و اعزّہ کی عداوت ابن زبیر کے آب و گل میں پیوست تھی۔ جو انہیں اپنی ننہیال سے میراث میں پہنچی تھی۔ زبیر اس کا باپ جو حضرت کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور انحضرات کے ذیل میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے نشوونما پاتے ہی اس کو ان سے منحرف کر دیا۔ چنانچہ حضرت امیرؑ المومنین فرماتے تھے۔ مازَالَ الزُّبَیْرُ یُعَدُّ مِنَّا

اھل البیت حتیٰ نشاء ابنہ السُّوءِ عَبۡدُ اللہ ۔ کہ زبیر برابر ہم اہلبیت سے شمار ہوتا تھا مگر اسوقت سے جب سے کہ اس کے پسر شوم عبداللہ نے نشو ونما پائی ۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ ابن زبیر نے ایکبار خطبہ کہا ۔ اسمیں حضرت امیر المومنین کی مذمت کی ۔ محمد بن حنفیہ رض کو معلوم ہوا تو وہ آئے ۔ ان کے لئے ایک کرسی اس کے مقابل رکھ دیگئی ۔ اس پر بیٹھ کر کہا اے معشر قریش شاہت الوجوہ زشت و قبیح ہوں یہ چہرے ۔ علی کی مذمت کی جاتی ہے اور تم بیٹھے سُن رہے ہو ۔ بتحقیق کہ وہ حضرت ایک سہم صادق تھے مرامے خدا سے اعدائے خدا پر انکو بوجہ کفر کے قتل کرتے تھے ۔ اور کھایا پیا ان کے شکموں سے نکالتے تھے ۔ ان پر یہ امر دشوار و ناگوار گزرا ۔ اس لئے بدروغ آنحضرت پر طرح طرح کے جھوٹے الزام لگاتے ہیں ۔ تا اینکہ آپ نے فرمایا ۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ابن زبیر نے کہا بنی فواطم (جمع فاطمہ) اسمیں کلام کو بن تو معذور ہیں ۔ پسر حنفیہ کو یہاں کلام کرنے کا کیا منصب ہے ۔ محمد رض نے کہا یا ابن اُمّ رومان کیونکر میں کلام نہیں کر سکتا ۔ فاطمہ بنت رسولِ خدا میرے باپ کی زوجہ ہیں ۔ اور میرے دو بھائیوں کی ماں ۔ اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم میری جدہ ماجدہ ہیں ۔ اور فاطمہ بنت عمر بن عائذ میرے والد کی دادی ۔ قسم خدا کی اگر خدیجہ بنت خویلد کا قدم درمیان نہ ہوتا تو بنی اسد میں کوئی استخوان نہ تھا جسکو میں چبا نہ گیا ہوتا ۔

نیز مسعودی نے نقل کیا ہے ۔ کہ ابن زبیر کو اہلبیت رسالت سے اس قدر عداوت تھی کہ اس نے چالیس روز خطبہ جمعہ میں رسول اللہ پر درود نہیں پڑھا ۔ اسکی بابت اس سے سوال کیا گیا تو کہا لا یمنعنی اَنۡ اُصَلّے علیہ اِلَّا اَنۡ تَشۡمَخَ رِجَالٌ یا کا فہما مجھ کو ان کے اوپر درود بھیجنے سے کوئی شے مانع نہیں بجز اس کے کہ کچھ لوگ ہیں ۔ کہ اسکو سنکر اپنی ناکیں پھلا لیتے ہیں اور غرور کرنے لگتے ہیں ۔ اور ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں اس سے واضح تر یوں لکھا ہے ۔ کہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنےٰ نے عبداللہ بن مصعب زبیری کے مقابلے میں ہارون رشید کے سامنے ابن زبیر کے اہلبیت رسالت کے ساتھ اثبات عداوت کے مقام میں کہا اے امیر المومنین ابن زبیر وہ شخص تھا ۔ کہ چالیس جمعہ برابر خطبوں میں رسول اللہ پر درود بھیجنا ترک کرتا رہا ۔ جب لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ۔ تو کہا اِنَّ لَہٗ اھل بیت سوءٍ اذا

ذکرتہ اِستنرابت نفوسہم الیہ وفرحوا بذلک فلا احبّ ان اقرّ اعینہم بذلک
کہ ان کے یعنی رسُولِ خدا کے گھر والے بڑے لوگ ہیں - جب میں ان کا ذکر کرتا ہوں تو انکے
نفس اس طرف مائل ہوتے ہیں - اور وہ اسکی وجہ سے خوش ہوتے ہیں - تو میں نہیں چاہتا
کہ اس سے انکی آنکھیں ٹھنڈی کروں -

ابنِ زبیرؓ اور محمدؓ بن حنفیہ

صاحب استقصار طاب ثراہ نے اتحاف الوریٰ عمر بن فہد مکی سے نقل کیا ہے اُس
نے واقعات ۶۶ھ میں درج کیا ہے - کہ عبد اللہ بن زبیر نے محمدؓ بن حنفیہ کو معہ انکی
اہلبیت کے اور سترہ اشخاص دیگر رؤسائے کوفہ کے کہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی جیسے
اشخاص ان میں شامل تھے - بلوا کر بیعت طلب کی - انہوں نے انکار کیا - کہ جبتک اُمّت
متفق نہوگی - ہم بیعت نہ کریں گے - ابن زبیر نے تشدّد کیا - اور فریقین میں سخت کلامی
کی نوبت آئی - اس کو اصرار تھا - کہ جس طرح ہو بیعت کی جائے - یہاں تک کہ خبر آئی کہ کوفہ
پر مختار ابن ابو عبیدہ کا تسلّط ہوگیا - اور وہ ابن حنفیہؓ کے نام سے بیعت لیتا ہے - اسوقت
ابن زبیر نے بیعت پر زیادہ زور دیا - اور چاہ زمزم کے قریب لکڑیوں کا احاطہ بنا کر ابن
حنفیہ اور ان کے اصحاب کو اس کے درمیان قید کیا - اور چوکیدار ان پر مقرر کئے اور میعاد
مقرر کردی - کہ اس کے اندر بیعت نہ کریں گے - تو سب کو آگ میں جلا دونگا - محمدؓ نے کسی
کو بھیجکر مختار کو اسکی اطلاع کرائی - اس نے ابو عبد اللہ جدلی کو کچھ سوار ہمراہ دیکر اسطرف
بھیجا اور اس کے عقب میں افواج کوفہ سے مزید لشکر روانہ کیا - ابو عبد اللہ جا پہنچا تو وہ اور
اس کے ہمراہی کوئی ڈیڑھ سو سوار تھے - نعرہائے یا لثارات الحسینؑ لگاتے ہوئے حرم میں داخل
ہوئے - ابن زبیر نے محمدؓ اور ان کے اصحاب کے جلانے کو وہاں ایندھن کا انبار لگا رکھا
تھا - صرف دو روز میعاد کے باقی تھے - بقولے کچھ گھنٹوں کی دیر باقی رہ گئی تھی - یعنی ابن
زبیر نے مقرر کر رکھا تھا - کہ سورج کے ڈوبتے ہی انکو جلا دیا جائیگا - عبد اللہ بن عباس نے
ان سے کہا یا ابن عم مجھ کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے اس مردود کی بیعت کر لو - ابن حنفیہؓ

کہتے تھے۔ خدا نے چاہا تو ایک مانع قوی اس کو مجھ سے روکے گا۔ ابن عباس آفتاب کی طرف نگران تھے۔ کہ یہ چھپا چاہتا ہے۔ اور بیقرار تھے۔ بہرکیف سواران کوفہ نے حرم میں داخل ہوکر اس کٹھگرہ کو توڑ ڈالا اور ابن زبیر کے سپاہیوں کو بھگا دیا۔ اور ابن حنفیہ کے پاس داخل ہوکر التماس کیا کہ اجازت دو کہ اس دشمن خدا ابن زبیر کو قتل کریں۔ انہوں نے کہا میں حرم خدا میں جنگ و جدال کی اجازت نہ دوں گا۔ ابن زبیر کہتا تھا کہ میں بیعت لئے بغیر انکو نہ چھوڑوں گا۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ ان سے دست بردار ہو۔ نہیں تو قسم خدا کی مارے تلواروں کے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ اتنے میں عراق کی باقی فوج آ گئی۔ حتیٰ کہ چار ہزار مرد جرار وہاں جمع ہو گیا۔ اسوقت خوف وہراس ابن زبیر پر غالب آیا۔ وہ اذن جہاد طلب کرتے رہے مگر محمد رضؓ راضی نہ ہوئے۔ اور وہاں سے نکلکر شعب علیؑ میں چلے گئے۔ مگر ابن زبیر نے انکو وہاں بھی ٹھہرنے نہ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب مختار زبیریوں سے مغلوب ہوکر عراق میں مقتول ہوا تو اس نے محمد رضؓ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ہرچند ان کے اصحاب چاہتے رہے۔ کہ ہم اس کے ساتھ لڑکر بزبان تیغ فیصلہ کرلیں۔ مگر محمد رضؓ اس کو بیحرمتی کعبہ کا باعث جانکر راضی نہ ہوتے تھے آخر کار اس کے تشدد سے لاچار ہوکر انہوں نے باین الفاظ ابن زبیر ناہنجار کے حق میں بددعا کی اَللّٰھُمَّ اَلْبِسْ ابْنَ الزُّبَیْرِ لِبَاسَ الذُّلِّ وَالْخَوْفِ وَسَلِّطْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَشْیَاعِہٖ مَنْ یَّسُوْمُھُمُ الَّذِیْ یَسُوْمُ النَّاسَ خداوندا ابن زبیر کو ذلت و خواری کا لباس پہنا۔ اور خوف و خشیہ میں انکے تئیں مبتلا کر اور ایسا شخص اس کے اور اس کے تابعین کے اوپر مسلط فرما جو انکو وہ ایذائیں دے جو وہ خلقت کو دیتے ہیں۔ یہ کہکر مکہ سے رحلت کرکے طائف کو چلے گئے۔ جہاں ابن عباس بھی ان سے جا ملے۔ عبداللہ بن عباس تو وہیں رہے۔ حتیٰ کہ وفات پائی۔ مگر ابن حنفیہ ابن زبیر کے مارے جانے پر مکہ واپس آ گئے تھے۔ ہکذا فی التاریخ الکامل لابن اثیر۔

ابن زبیر اور ابن عباس رضؓ

عبداللہ ابن عباس کے ساتھ بھی ابن زبیر مذکور کے مخاصمے اور مجادلے رہے۔ ابن عباس بڑے زبان آور اور گویا متبحر تھے۔ لہذا گفتگو میں ہمیشہ اسکو بند اور لاجواب کر دیتے

مگر وہ حکومت کے زور سے انکو طرح طرح پر ایذائیں دیتا - اور ستاتا رہتا - محمد بن حنفیہ کو چاہ زمزم پر قید کیا تھا - تو ابن عباس کو ان کے مکان میں محصور کر رکھا تھا جب سپاہ مختار نے عراق سے آکر محمدؓ کو چھڑایا - تو ابن عباس کو بھی اسیری سے رہا کیا - تاہم انہوں نے بھی جیسا اوپر مذکور ہوا - اس کے تکبر و تجبر سے بجان آکر طائف کی طرف کوچ کیا اور وہیں رحمتِ خدا کی طرف انتقال فرمایا - چنانچہ ان کا مدفن طائف میں آجتک زیارت گاہِ خلائق ہے - آخر وقت میں اپنے بیٹے علی بن عبد اللہ کو شام کو بھیجدیا تھا - کیونکہ بنی اُمیّہ کی رعایا ہو کر رہنا ان کے نزدیک اس سے بہتر تھا - کہ بنی اسد کی رعایا ہوں - یعنی یزید و مروان کی حکومت کو ابن زبیر کی امارت سے بہتر جانتے تھے -

ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں نقل کیا ہے - کہ ایکمرتبہ عبد اللہ بن عباس کے گھر گائے ذبح کیگئی تھی - اس کا شکم چاک کیا تو جگر ٹکڑے ٹکڑے نکلا - علی ان کے بیٹے نے کہا اے پدر دیکھتے ہو اس گائے کا جگر کیسے پارہ پارہ ہورہا ہے - انہوں نے کہا بیٹا ابن زبیر نے تیرے باپ کا کلیجہ اسی طرح پاش پاش کر دیا ہے جیسا اس گائے کا - مسعودی نے لکھا ہے کہ ابن زبیر نے خطبہ کہا - کہ کس لئے یہ لوگ اعمیٰ اللّٰہ قلوبھم کما اعمیٰ ابصادھم اللہ ان کے دلوں کو ویسا ہی اندھا کرے - جیسے کہ انکی آنکھیں اندھی ہیں - متعہ کے حلال ہونے کا فتوےٰ دیتے اور حواری رسول اللہ (زبیر) اور ام المومنین (عائشہؓ) کی مذمت کرتے ہیں - اس سے اس کا اشارہ ابن عباس کی طرف تھا - کیونکہ آخر عمر میں انکی بینائی جاتی رہی تھی - انہوں نے سنا تو غلام سے کہا مجھ کو ذرا آگے لے چل - اور کہا یا ابن زبیر متعہ کے بارے میں تو اپنی ماں سے سوال کر - کیونکہ پہلا متعہ جسکے مجمر سے خوشبو ساطع ہوئی - وہ تیرے باپ کا متعہ تھا - کہ تیری ماں کے ساتھ ہوا تھا - اور یہ بات کہ تیرا باپ حواری رسولِ خدا تھا - سو میں نے اس کے ساتھ معرکہ جنگ میں ملاقات کی - جبکہ میں امام ہدیٰ کے ساتھ تھا - پس اگر میرا قول درست ہے تو وہ ہمارے ساتھ جنگ کرکے کافر ہوگیا اور تیرا کلام ٹھیک ہے تو ہمارے سامنے سے بھاگ جانا اس کے لئے موجب کفر کا ہے - اس پر ابن زبیر بند و لاجواب ہوگیا - پھر اس نے اپنی ماں سے جاکر پوچھا - تو اس نے کہا عبد اللہ راست

کہتا ہے۔

مسعودی نقل روایت کے بعد کہتا ہے۔ کہ اس حدیث میں کچھ زیادتیاں ہیں ذکر بردہ وعوسجہ سے۔ اور جو کچھ لوگوں نے متعۃ النساء ومتعۃ الحج کے بارے میں اختلاف کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ انکو ہم نے اپنی کتاب استنصار وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

حقیر مولف کہتا ہے۔ کہ مولانا سلطان العلما سید محمد طاب ثراہ نے کتاب مستطاب ضربۃ حیدریہ میں ابن ابی الحدید معتزلی وعقد الفرید ابن عبد ربہ سے اس حکایت کو زیادہ مشرح نقل کیا ہے۔ اسمیں ہے کہ ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس کے حق میں دعا مذکورہ سابق اعمی اللہ الخ کر کے کہا۔ وہ کہتا ہے کہ متعہ النساء کو خدا و رسول نے حلال کیا ہے۔ اور چیونٹی وسپش کے بارے میں فتوے دیتا ہے۔ حالانکہ کل کی بات ہے کہ بصرہ کا بیت المال تمام خالی کرلایا۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو بھوکا چھوڑ آیا۔ اور ام المومنین وحواری رسول اللہ کے ساتھہ جنگ کیا۔ ابن عباس نے اپنے قائد سے کہا۔ مجھ کو اس کے سامنے کر اور ابن زبیر کے مقابل کھڑے ہو کر آستینیں چڑھائیں۔ پھر دو شعر پڑھ کر کہا۔ یا ابن زبیر نابینائی کی نسبت تو یہ ہے کہ حق تعالے فرماتا ہے۔ انھا لا تعمی الابصار ولا کن تعمی القلوب اللتی فی الصدور۔ بتحقیق کہ نابینا نہیں ہوتی آنکھیں مگر اندھے ہوتے ہیں وہ قلوب کہ سینوں کے اندر ہیں۔ اور چیونٹی اور جوں میں میرا فتوے دینا بتحقیق کہ ان کے علحدہ علیحدہ دو حکم ہیں۔ جنکو تو اور تیرے اصحاب نہیں جانتے۔ اور بصرے کے مال کلالے آنا۔ پس وہ مال تھا۔ جسکو ہم نے جمع کیا تھا۔ جس کا جو حق اسمیں تھا اسکو دے دیا۔ بقیہ ہمارے حصہ سے کمتر تھا۔ جو کتاب خدا میں ہمارا مقرر ہے۔ ہمنے لے لیا۔ اور متعہ کی بابت یہاں سے فراغت پاکر گھر کو جائے۔ تو اپنی ماں سے دو چادر عوسجہ کی بابت سوال کرنا۔ اور ام المومنین کیساتھ ہمارا جنگ کرنا۔ پس اس کا یہ نام ہماری وجہ سے ہوا ہے۔ تیرے اور تیرے باپ کیوجہ سے ام المومنین نہیں بنی۔ ہاں تیرے باپ زبیر اور ماموں طلحہ نے اس کا ہتکِ ستر کیا۔ اور میدان جنگ میں لے جا کر اسکو کھڑا کیا۔ اور اپنی بیویوں کو پردہ کے اندر گھروں میں رکھا۔ پس

ہم کافر تھے تو ہمارے سامنے سے بھاگ گئے تم کافر ہو گئے۔ مومن مسلمان تھے تو ہمارے ساتھ لڑنا کب روا تھا۔ اس طریق سے تم پر کفر عائد ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ ابن زبیر نے گھر جا کر اپنی ماں سے دوچادر عوسجہ کا سوال کیا اس نے کہا اَلَمْ اَنْهَكَ عَنْ ابن عبّاس وَ عَنْ بَنِي هَاشِم فَاِنَّهم كَلَم الجواب اذا بدهوا یعنی کیا میں نے تجھ کو ابن عباس و دیگر بنی ہاشم کے ساتھ بحث مباحثہ سے منع نہیں کیا۔ تحقیق کہ وہ بدیہی جواب کے سلاح دان اور اس کے خزانچی ہیں۔ اس نے کہا فی الواقع میں نے خطا کی۔ پھر بولی بیٹا اس اندھے سے ہمیشہ ڈرنا رہ کیونکہ جن و انس اس کے جواب کی طاقت نہیں رکھتے۔ اسکو قریش کے تمام عیوب و ذمائم ازبر ہیں۔ زنہار اس کے مقابل نہ ہونا۔

نیز مختصر تاریخ طبری سے نقل ہوا ہے۔ کہ کہا گیا کہ زبیر نے اسماء سے متعہ کیا جو اسوقت حلال تھا۔ پس پہلا مولود اسلام کا کہ متعہ سے پیدا ہوا۔ ابن زبیر تھا۔ اور منہاج الفاضلین سے نقل کیا گیا۔ کہ ایک روز ابن زبیر مسجد میں باتیں کر رہا تھا۔ عبد اللہ بن عباس بھی وہاں آئے۔ وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ انکو دیکھا تو کہنے لگا۔ آیا ہمارے پاس اندھا خدا اس کے دلکو اندھا کرے۔ متعہ کو حلال بتلاتا ہے۔ حالانکہ وہ زنائے محض ہے۔ ابن عباس نے یہ سُنا تو بیٹھ گئے۔ اور کہا انّ اللہ سَلَبَ اَبْصَارَنا وَ سَلَبَ بصائرکُمْ خدائے تعالےٰ نے ہماری آنکھیں اندھی کیں۔ اور تمہاری عقلیں۔ خدا کی قسم متعہ کتاب خدا میں نازل ہوا ہے۔ اور رسُول اللہ کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ آنحضرتؐ نے ہمکو اس سے منع نہیں کیا اور نہ ان کے بعد کوئی نبی آیا۔ جو منع کرتا۔ اور دلیل اسکی عمر کا قول ہے۔ متعتان کانتا علےٰ عہد رسول اللہ محلّلتاں و انا احرمہما و اعاقب علیہما۔ کہ دو متعہ رسُولِ خدا کے زمانے میں حلال تھے۔ میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ ان پر عذاب کروں گا۔ پس ہمنے انکی شہادتِ حلّت کو قبول کیا۔ حرام کرنے کو نہیں مانتے۔ اور تُو تو اے پسرِ زبیر نکاح متعہ سے پیدا ہوا ہے ذرا اپنی ماں سے دوچادر عوسجہ کی بابت تُو سوال کر۔ ابن زبیر نے گھر جا کر اپنی ماں سے کہا اَخْبِرِنِي عَنْ بُرْدَيْ عوسجہ مجھ کو دوچادر عوسجہ کا حال بتلاؤ۔ اس نے کہا تیرا باپ رسُول خدا کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک مرد نے جسکا نام عوسجہ تھا۔ آپکو دوچادریں ہدیہ میں دیں

آپ نے وہ دونوں تیر سے باپ کو عطا کیں۔ اس نے بعوض ان کے میرے ساتھ متعہ کیا مجھ کو تیرا حمل رہا۔ تحقیق کہ تو متعہ سے پیدا ہوا ہے۔

حقیر راقم الحروف کہتا ہے۔ کہ ابن عباس کے نزدیک ابن زبیر کا تمام کام حرص و دنیا طلبی پر مبنی تھا۔ جو دن اسکو پیش آیا۔ انکو عرصہ سے اس کا کھٹکا تھا۔ عقد الفرید ابن عبدربہ اندلسی میں ہے۔ کہ جس لکڑی پر حجاج نے پسر زبیر کے لاشے کو لٹکایا تھا۔ وہ ابن عباس کے راہ میں پڑتی تھی۔ انہوں نے قائد کو کہہ رکھا تھا۔ کہ اس سے بچا کر لے چلنا۔ ایک رات وہ اس میں الجھے اور معلوم ہوا۔ کہ خشبۂ ابن زبیر میں ٹھوکر کھائی۔ تو کہنے لگے اَمَا وَاللّٰہِ مَا عرفتہٗ اِلَّا صوّاماً قوّاماً۔ ولکنّی ما زلتُ اَخاف علیہ مُذ رأیتہ تعجبہ بغلات معاویۃ الشُّہبُ قسم خدا کی جہاں تک میں نے دیکھا اسکو صوام و قوام پایا۔ یعنی ظاہرا عبادت کرنے والا روزہ دار تھا۔ مگر جسوقت سے دیکھا کہ معاویہ کے سفید سبزہ رنگ کی خچروں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی وقت سے مجھ کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

راوی کہتا ہے کَانَ معاویۃ قد حجّ فدخل المدینۃ وخلفہ خمس عشرۃ بغلۃ شہبا وعلیہا رحائل الارجوان فیہا الجواری علیہن جلابیب المعصفرات تفتنّ النّاس۔ یعنی معاویہ حج کو آیا تھا۔ مدینہ میں داخل ہوا تو اسکی سواری کے پیچھے پندرہ خچریں سفید سبزہ رنگ کی آرہی تھیں۔ جن پر ارغوانی رنگ کے گدے اور ان پر سرخ چادروں میں حسین کنیزیں تھیں جنکو دیکھکر لوگ فریفتہ ہوتے تھے۔

ایّہا الناظرین آپ نے حضرت امیر معاویہ خال المومنین کی کیفیت اس مورخ متعصب اموی النسل اندلسی الاصل کی زبانی سُنی۔ کہ انکی سواری کس شان سے حج کعبہ و زیارت رسول خدا کو آتی ہے۔ کہ پندرہ پری پیکر رنڈیاں اعلےٰ درجہ کے ساز و سامان سے آراستہ ان کے ساتھ ہیں۔ جنکو دیکھ کر خلائق کے منہ میں پانی بھر بھر آتا ہے۔ اور ابن زبیر تو اس نظارے پر ایسے ریجھے۔ کہ اس جلوس کی طلب میں جان ہی گنوا دی۔ لاحول ولا قوۃ۔

مَروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیّہ

وزغ بن وزغ ملعون پسر ملعون علے لسان النبی المحمود المھمون۔ حکم منافقانہ مسلمان ہوا تھا۔ بنابر آں آنحضرتؐ کو ایذائیں دیتا آپ کے راز افشا کرتا۔ وَہُوَ فی صُلبِہ مروان اسوقت اسکی پشت میں تھا۔ پیدا ہوا تو حسب معمول آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا۔ کیونکہ قاعدہ تھا۔ کہ ہر ایک نوزائیدہ بچہ حضورؐ اقدس میں پیش کیا جاتا۔ آپ اس کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ مروان کو دیکھکر ارشاد کیا۔ چلپاسہ ہے پسر چلپاسہ کا۔ لعنتِ خدا ہو اس پر اور اس کے باپ پر۔ کذافی الصّواعقِ محرقہ لابن حجر۔ غرض حکم اور اسکی اولاد کے حرکات ناہنجار کی یہ نوبت پہنچی تھی۔ کہ اس ملعون کنبہ کا مدینہ طیبہ میں رہنا ناگوارِ خاطر حضرت رسُول اللہ ہوُا۔ اور باجود اس عظمت و وسعت خلق کے جسکی مدح خدا قرآن میں کرتا ہے۔ باپ بیٹے کو متعلقوں سمیت طائف کی طرف جلاوطن کرادیا۔ اس کے بعد دو خلیفوں ابوبکر و عمر نے اس پر بس نہ کر کے اپنے اپنے عہد خلافت میں انکو یمن اور اس سے بھی فرسنگ ہا دُور اخراج کرایا۔ مگر خلیفۂ ثالث کے زمانے میں ان کے امر و اشارے سے یہ لوگ مدینہ آگئے۔ اور یہ منجملہ اور بہت سے الزاموں کے عثمان پر ایک الزام تھا۔

ذرا انقلاب زمانے کے رنگ کو دیکھیئے۔ کہ آج وہی مروان طرید رسوُل ربّ انس و جان آنحضرت کا خلیفہ و جانشین بنایا جارہا ہے۔ زنازادہ زیاد کا بیٹا عبیداللہ جسنے رسوُل اللہ کے گھر لینے کے برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ جس کے خونیں کارناموں سے آسمان زمین حجر مدر خشک و تر تک آگاہ ہیں۔ وہ اس ریزولیوشن کا محرک بنا ہے۔ اور دیگر ملاعنہ کی تائید سے یہ سوال مروان کے حق میں طے ہوتا ہے۔

اس کا بیان بسبیل اختصار یہ ہے۔ کہ یزید کے بعد کاروبار عراق میں خلل و خرابی پاکر ابن زیاد بدنہاد بصرے سے شام کو بھاگ آیا۔ اس کے یہاں پہنچنے سے تمام کا نقشہ بدلگیا یا تو خود مروان تیار تھا۔ کہ مکہ جاکر ابن زبیر سے بعیت کرے۔ یا اب یہ صورت ہے

کہ ابن زیاد اس سے کہہ رہا ہے۔ انت شیخ قریش وسیّدہا۔ تو سید و سردار و بزرگ قریش ہے۔ ابو خبیب (کنیت ابن زبیر) کی بیعت کے لئے مکہ جائیگا۔ کیوں نہ ہم تیرے ساتھ ہیں بیعت کرلیں۔ مروان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ کہ خلافتِ رسولؐ کبھی ایسی ارزاں و ذلیل ہوگی۔ کہ میں بھی اس کے لئے نامزد ہوسکونگا۔ ابن زیاد کی یہ تجویز سنتے ہی امیدوں کا دریا سامنے لہریں مارنے لگا۔ فرطِ مسرت سے باچھیں کھل گئیں۔ اس کے جواب میں بولے۔ مافات شیئٔ یعنی اب تک بھی تو کچھ نہیں بگڑا۔

اِدھر حصین بن نمیر کہ حجاز سے منہزم ہوکر تازہ شام میں وارد ہُوا تھا۔ اس کی اور دیگر بزرگان ملک کی رائے تھی۔ کہ خلافت بنی امیہ سے باہر نہ جانے پائے۔ ہواخواہان یزید خالد بن یزید کو خاصتہً خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ حصین نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ عرب ایک بوڑھے بزرگ آدمی (ابن زبیر) کو پیش کرے۔ اور ہمارا پیش رو بچہ ہو۔ لاواللہ ضحاک بن قیس فہری کنہ قبیلہ خیل درجال والا آدمی ابن زبیر کا گرویدہ تھا۔ اس کے لئے زور دے رہا تھا۔ آخر روح بن زنباغ جذامی نے اٹھ کر کہا ابن زبیر ہمارے دو خلیفوں یزید و معاویہ بن یزید کو خلع کرچکا ہے۔ وہ منافق ہے والمنافق لا یصلح للامامۃ مروان وہ شخص ہے۔ جسنے بروز جمل علیؑ بن ابیطالبؑ کے ساتھ جنگ کیا ہے۔ (حربِ علیؑ واستحقاق خلافتِ رسولؐ کی دلیل انا للّٰہ الخ) اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ شیخ کبیر خلیفہ ہو اور طفل صغیر اس کے ساتھ صلاح مشورے میں شریک رہے۔ پس باتفاق طے پایا۔ کہ مروان امیرالمومنین خالد بن یزید اس کا ولیعہد ہوگا۔ مزید یہ کہ عمر بن سعید بن العاص نظر بحقوق خود خالد کے بعد مستحق خلافت سمجھا جائے۔ ہذا ملخص مافی الکامل لابن اثیر۔ خالد اور اس کے طرفداروں کی طرف سے جو اندیشۂ غدر و فساد تھا۔ اس کا انسداد اس طرح کیا گیا۔ کہ اسکی ماں فاختہ بنت ابو ہاشم بنت عتبہ کے ساتھ مروان کا نکاح پڑھوا دیا۔ اس سے اسکی رہی سہی قدر و منزلت بھی جاتی رہی۔ چنانچہ شاعر عرب نے اس کے حق میں یہ برجستہ شعر کہا۔

ماذا ابتغاءُ خالدٍ وھمُّہٗ ۔۔۔ اذ سُلبت ملکہٗ وَنیکت اُمّہٗ

کیا خالد کا حوصلہ اور کیا اسکی ہمت جبکہ اسکی بادشاہت بھی چھن گئی۔ اور ماں بھی۔۔۔۔ گئی۔

جنگ مرج راہط

اوپر ذکر ہؤا کہ ضحاک بن قیس فہری ابن زبیر کا سرگرم طرفدار اور خلائق کو اسکی بیعت کی طرف ترغیب کرنے والا تھا۔ چند قبائل عرب اس سے متفق اور جم غفیر لشکروں کا اسکی ہمراہ تھا۔ مروان سے بیعت ہوئی۔ تو وہ بگڑکر دمشق سے چند میل باہر مقام مرج راہط کو چلا گیا وہاں اپنی بکھری ہوئی طاقت کو جمع کرنے لگا۔ مروان کو ایسے قوی غنیم کا دفعیہ لازمات سے تھا۔ لاجرم جتنی فوج اس کی زیر فرمان تھی۔ اسکو لیکر اس طرف کا رُخ کیا۔ جنگ عظیم فیما بین واقع ہؤا۔ حتیٰ کہ بیس روز متواتر معرکۂ کارزار گرم رہا۔ آخر مروان کی سپاہ غالب آئی۔ ضحاک مارا گیا۔ اور اسکی بھاری جمعیت تتر بتر ہوگئی۔ اس کے بعد نعمان بن بشیر والی حمص کو کہ وہ بھی ابن زبیر کا دم بھرتا تھا۔ عمرو بن علی کلاعی نے مار ڈالا۔ اور سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیجدیا۔ اب تمام شام پر اس کا قبضہ ہوگیا۔ اور تمام شہروں میں اس کے عامل پھیل گئے۔ بعد ازاں مصر پر چڑھائی کرکے اس کا محاصرہ کرلیا۔ حتےٰ کہ عمرو بن سعید کی کوشش سے مصر بھی تسخیر ہؤا۔ گماشتگان ابن زبیر نکالے گئے۔ عبدالعزیز اپنے اپنے بیٹے کو وہاں کا گورنر کرکے دمشق کو مراجعت کی۔ یہاں آکر عبدالملک اور عبدالعزیز اپنے بیٹوں کو بالترتیب نامزد خلافت کیا۔ خالد بن یزید و عمرو سعید کو کورا جواب مل گیا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد مروان کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا۔ اور اپنے مفرو مقام کو چلتا ہؤا۔ گو خود عرصہ تک خلافت سے متمتع نہ ہؤا۔ مگر اولاد کے لئے سالہا سال کو اس کا راستہ صاف کرگیا۔

مروان کا رنگ سُرخ قد کوتاہ تھا۔ ڈیل ڈول دبلا ہونے سے خیط الباطل کہتے تھے۔

علّت موت جیسا کہ کشف الحقائق میں گذرا یہ تھی۔ کہ خالد بن یزید کو کسی بات پر ماں کی گالیاں دی تھیں۔ اس نے گھر میں جاکر اپنی ماں سے شکایت کی۔ اس نے کہا لا یعیبک بعد ھذا آج کے بعد وہ تجھ کو کبھی عیب نہ لگائے گا۔ ایکروز جبکہ مروان محل میں لیٹا تھا اس نے کنیزوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے بہت سے بچھونے اس کے اوپر لادکر ڈال دیئے اور ان کے اوپر آپ بیٹھ گئیں۔ اور اس طرح دم گھونٹ کر فی النّار کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ پیالہ

شیر میں زہر گھولکر پلادیا۔ بہرحال مرتے وقت زبان بند آنکھیں کھلی تھیں۔ اور ان سے ام خالد
کی طرف اشارہ کرکے بیٹوں کو کہتا تھا۔ کہ اس نے مجھے مارا ہے۔ بی فاختہ کو خوب برمحل سوجھی
کہ تم سے میری سفارش کرتے ہیں۔ کہ اچھی طرح رکھنا۔ فدا ہوں ماں باپ میرے کہ مرتے
وقت بھی میری یاد نہیں بھولتی۔ مگر بعد کو حال کھل گیا۔ عبدالملک چاہتا تھا کہ باپ کا قصاص
لوں۔ امیروں نے منع کیا۔ کہ لوگ کہیں گے کہ تیرا باپ ایسا عاجز تھا کہ ایک عورت نے اس کو
مار ڈالا۔ مدت خلافت مروان زیادہ سے زیادہ نو مہینے۔ کم تر چار مہینے تک بتلائی گئی۔ یہاں
پر قول امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ آپ نے اسے تیس سال پہلے
فرما دیا تھا لہ امرۃ کلعقۃ الکلب اسکو اس طرح خلیفہ ہونا ہے جیسا کہ کتا برتن کو سونگھ جائے
۶۳ سال کی عمر ہوئی۔ اسکی دادی مادر حکم زرقاء زنان فاحشہ ذوات الاعلام سے ہوتی تھی
اس لئے مروان اور اسکی اولاد کو بنو الزرقاء کہتے ہیں۔

امیر سلیمان بن صرد خزاعی

سب سے پہلے جسکو اخذ ثار امام ابرار و قتل قاتلان اہلبیتؑ اطہار کی فکر ہوئی وہ سلیمان
بن صرد خزاعی تھے۔ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان مذکور خیر فاضل
و عابد شخص تھے۔ جاہلیت میں انکا نام یسار تھا۔ حضرت رسالتؐ پناہ نے سلیمان رکھا کوفہ
فتح ہوا تو انہوں نے وہاں سکونت اختیار کی۔ اور جنگ صفین میں امیرالمومنین علیؑ بن
ابی طالبؑ کے ساتھ ہوکر شرائط جنگ و جہاد بجا لائے۔

مورخین نے لکھا ہے۔ کہ جن لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھ بیعت کی۔ پھر نکث عہد
کرکے امام حسینؑ کی نصرت و یاری سے پہلوتہی کی۔ تا اینکہ اس جناب نے معہ اہلبیتؑ و
اصحاب بھوکے پیاسے لب دریا شہادت پائی۔ اس واقعہ کے بعد وہ اپنی بدعہدی و بیوفائی
پر متنبہ ہوکر انگشت حسرت بدندان تاسف کاٹنے اور اپنے اوپر لعن و نفرین کرنے لگے۔ کہ
خسران دنیا و آخرت ہمکو نصیب ہوا۔ کہ آنحضرتؐ کو بلاکر ان کا مقابلہ تلوار سے کیا۔ سرگردہ انکے
پانچ اشخاص تھے۔ سلیمان بن صرد خزاعی۔ مسیب بن نجبۃ الفزاری۔ عبداللہ بن سعد ازدی

عبد اللہ بن وائل تمیمی۔ اور رفاعہ بن شداد۔ یہ پانچوں اشخاص مشاہیر اصحاب امیر المومنین سے تھے۔ جب انکا ارادہ طلب خون آنجناب پر مصمم ہوگیا۔ تو وہ اور اس قسم کے اور بہت سے آدمی سلیمان بن صرد کے گھر پر جمع ہوئے۔ از انجملہ مسیب بن بخبہ نے کلام شروع کیا۔ کہ حق تعالے نے ہمکو طول عمر میں مبتلا کیا۔ کہ انواع و اقسام کے فتنہ و فساد میں پڑے اور بہت سے امور ناشائستہ ہم سے سرزد ہوئے۔ اب ان ناہنجار کاموں سے تائب ہوکر امیدوار ہیں۔ کہ حق تعالے ہماری توبہ قبول کرے۔ جو لوگ ان سے معرکہ کربلا میں عمر سعد کے ساتھ گئے تھے۔ وہ اپنے اپنے عذرات بیان کرتے تھے۔ سلیمان بن صرد نے کہا میرے نزدیک اس کام کا کوئی علاج نہیں۔ بجز اس کے کہ تلوار کھینچکر اپنے تئیں تلف کردیں۔ جیسا کہ بنی اسرائیل باہم تیغ زنی کرکے ہلاک ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالے ان کے حال کی خبر دیتا ہے۔ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ۔ ہر آئینہ تم نے گوسالہ پرستی کرکے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ پس توبہ کرو اپنے خالق کے آگے۔ اور اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو۔ پس جملہ حاضرین رونے اور استغفار کرنے لگے۔ اور کہا اب ہم کو لازم ہے کہ تلوار نیام سے نکالیں۔ اور جہان کو دشمنان آل محمدؐ کی آلودگی سے پاک کریں۔ یعنی انحضرات کے قاتلوں اور اسمیں سعی کرنے والوں اور راضی ہونے والوں کو ایک طرف سے قتل کریں اسوقت ہماری توبہ قبول ہوگی۔ پھر انہوں نے کہا ہمکو ایک امیر کی حاجت ہے جس کے زیر فرمان اجراء کار رہ سکے۔ سب نے سلیمان کی امارت پر اتفاق کیا۔ اور اس کو امیر التوابین کے لقب سے ملقب گردانا۔ اور مقرر ہوا کہ فتح و ظفر کے بعد امام زین العابدین کو تخت سلطنت پر بٹھادیں۔ نیز انہوں نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ اطراف و جوانب میں اس مضمون کے خطوط بھیجے۔ کہ جو ظلم و ستم آل محمدؐ پر گزرے کسی پر مخفی نہیں۔ محبان اہلبیت کو چاہئیے کہ فلان تاریخ ساز و سامان سے آراستہ ہوکر کوفہ میں آجاویں۔ تاکہ از سر صدق و یقین اعدائے دین سے انتقام لینے میں مصروف ہوں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہ جملہ امور ۶۱ھ ہی میں کہ سال شہادت سید الشہدا تھا۔ طے ہوگئے تھے۔ مگر یزید کی زندگی میں کسی امر کا اظہار نہیں ہوسکا۔ صرف

تاکہ ہنگام فوج کشتی مصالح لشکر میں کام آوے۔

یزید فی النار ہوا۔ اور ابن زیاد نے بصرہ سے شام کیطرف فرار کیا۔ تو کوفیوں نے گماشتۂ ابن زیاد عمر بن حریث کو اوائل ۶۴ھ میں نکالدیا۔ اسوقت لوگوں نے سلیمان سے کہا کہ یزید جہنم میں گیا۔ عراق گماشتگان بنی امیہ سے خالی ہے۔ اس سے بہتر ظاہر ہونے کا موقعہ نہ ملے گا۔ مگر سلیمان ہنوز متامل تھے۔ اور کہتے تھے کہ یزید کے ہونے سے لوگ زیادہ تر ہمارے جرگہ میں داخل ہورہے ہیں۔ اتنا توقف کرو۔ کہ کوفہ میں جو ہمارے دشمن قوت و استطاعت کے ساتھ موجود ہیں۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کی استعداد بہم پہنچے۔ یہ کہکر اطراف وجوانب میں معتبر آدمی تجدید مبایعت اور دعوت کو بھیجے۔ بہت سی خلقت نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اس اثنا میں عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ ہوکر آگیا۔

نیز رمضان ۶۴ھ میں مختار نے کوفہ پہنچکر طلب خونِ امام حسینؑ پر دعوت شروع کردی۔ شیعوں نے کہا ہم سلیمان کے ساتھ بیعت کرچکے ہیں۔ بنا برین مختار سلیمان سے ملا انہوں نے اسکو بھی وہی جواب دیا۔ کہ ابھی مصلحت توقف میں ہے۔ مختار نے وہاں سے نکلکر کہا۔ یہ مرد بوڑھا فرتوت ہوگیا ہے۔ فنون جنگ سے آگاہی نہیں رکھتا۔ کہ ایسے موقعہ کو ہاتھ سے دیتا ہے۔ اور محمد بن حنفیہؒ کیطرف دعوت کرنے لگا۔ جیسا کہ آگے مختار کے بیان میں آتا ہے۔ سلیمان نے یہ سنا تو کہا کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ ابن حنفیہ کی طرف سے دعوت کرے۔ ہمارے امام تو زین العابدینؑ ہیں۔ ہم وقت معیّنہ سے پہلے کام شروع نہ کرینگے بہرکیف ہلال محرم ۶۵ھ نمودار ہوا۔ تو سلیمان نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں لشکرگاہ کی۔ اور پیامبر اطراف وجوانب کو شیعیانِ اہلبیتؑ کے طلب میں بھیجے۔ منجملہ ایک لاکھ آدمیوں کے جو اسکی بیعت میں داخل ہوئے تھے۔ قریب دس ہزار کے جمع ہوئے۔ سلیمان دلگیر ہوا تاہم حضّار سے مشورہ کرنے لگا۔ کہ پہلے کس کے ساتھ جنگ کریں۔ بعض نے کہا سوائے ایک ابن زیاد کے تمام قاتلان وساعیان خونِ امامؑ کوفہ میں ہیں۔ ابتدا ان سے کرنی چاہیے اوروں نے کہا یہ فتنہ شام سے شروع ہوا۔ بانی فساد وعناد عبیداللہ بن زیاد ہی ہے اول

شام چل کر اس کا قلع قمع کریں۔ سلیمان نے رائے اخیر سے اتفاق کیا اور نخیلہ سے کوچ کر کے کربلائے معلے کو روانہ ہوا۔ روضۂ مقدس پر نظر پڑی تو انہوں نے اپنے تئیں گھوڑوں سے گرا دیا۔ اور تربتِ مطہر سے لپٹ کر رونے پیٹنے اور آہ و زاری و نالہ و بیقراری کرنے لگے۔ گناہانِ گذشتہ سے توبہ و انابت کرتے تھے۔ اور آیندہ ثباتِ قدم و استواری کی دعا مانگتے تھے۔ آخر کار بشرائطِ زیارت امامِ انامؑ و شہدائے کرامؓ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے۔ اور قطع منازل و طے مراحل کرتے ہوئے مقام عین الوردہ پر کہ ولایتِ جزیرہ سے ایک شہر معروف تھا وارد ہوئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ مروان علیہ النیران کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد کو پانچہزار سوار دیکر سلیمان کے مقابلے کو بھیجا ہے۔ جو یہاں سے کچھ فاصلے پر اترا ہوا ہے۔ سلیمان نے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے خطبۂ بلیغ کہا اور جواہر پند و اندرز سے ان کے گوشِ ہوش کو گرانبار فرمایا۔ پھر مسیب سے کہا۔ کہ لشکرِ شام پر شبخون مارنا چاہیئے۔ کیونکہ انکی جمعیت بہت ہے۔ اور ہم کم۔ حسب الحکم مسیب چار سے سوار انتخابی ساتھ لیکر رہ نورد ہوا۔ صحرا میں چلا جا رہا تھا۔ کہ ایک اعرابی کو سُنا۔ کہ ایک بیت متضمن بر لفظ البشر پڑھ رہا ہے۔ کہا بشارت ہے ہمارے لئے۔ پھر اُسے بُلوا کر نام پوچھا۔ تو حمید بتلایا۔ مسیب نے کہا عاقبت ہماری محمود ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ کہا کس قبیلہ سے ہے۔ اعرابی نے کہا بنی تغلب سے۔ مسیب نے کہا خدا نے چاہا تو ہم اپنے دشمن پر غالب آئیں گے۔ پھر پوچھا سپاہِ شام کی کیا خبر رکھتا ہے۔ کہا وہ پانچ سردار ہیں پانچ گروہ کے ساتھ سب سے قریب تر شرجیل بن ذی الکلاع حمیری ہے۔ جو یہاں سے میل بھر سے زیادہ دور نہ ہوگا۔ مسیب نے اسکو رخصت کیا۔ اور خود اپنے اصحاب کے چار حصے کر کے آگے بڑھا۔ اور ہنوز سحری کا وقت تھا۔ کہ چار طرف سے انکو گھیر لیا۔ اور اس قدر تیغ زنی کی کہ بہت سے ان سے مارے گئے۔ باقی اسباب و سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ فاتحوں نے مالِ غنیمت سمیٹا۔ اور ان کے گھوڑوں پہ سوار ہو کر اور اپنی سواریوں کو کوتل ساتھ لیکر مراجعت کی اور شامیوں شام اپنے لشکر میں آگئے۔ ابن زیاد بدنہاد کو یہ خبر پہنچی۔ تو حصین بن نمیر کو دو ہزار سوار دیکر سلیمان کے مقابلے کو بھیجا۔ مقام عین الوردہ پر فریقین کی ملاقات ہوئی۔ پہلے

دن بڑے زور شور کی لڑائی ہوئی۔ طرفین نے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا دوسرے روز ادہم بن محرز باہلی دس ہزار سوار لیکر شام سے حصین کی امداد کو پہنچا۔ اس روز بھی توابین نے جان توڑ کر جنگ کیا۔ حصین نے جب انکی جرأت و جلادت دیکھی تو اپنے بیٹے کو پیادہ تیر اندازوں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے میدان میں آکر تیروں کا مینہ برسا دیا قضارا ایک تیر سلیمان بن صرد کے لگا۔ کہ اسکی شہادت کا باعث ہؤا۔ کوفیوں کا دل ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد مسیب نے علم لشکر ہاتھ میں لیا۔ اور اس قدر جہاد کیا کہ اس نے بھی شہادت پائی۔ اسی طرح اور چند سردار باری باری کام آئے۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اتر گئے۔ رفاعہ بن شداد نے کہ آخر میں اہل عراق کا امیر ہؤا تھا۔ کہا اگر ہم اسی طرح لڑتے رہیں گے۔ تو ہم سے ایک باقی نہ رہے گا۔ اور یہ مذہب جہان سے اٹھ جائیگا۔ لہذا تاریکی شب میں ہم یہاں سے کوفہ کو چلدیں۔ پس کچھ حصہ رات کا گزرا تھا کہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور پل کو جس پر سے عبور کیا تھا توڑ ڈالا۔

مختار بن ابی عبیدہ ثقفی رضؓ

مختار کے بارے میں شیعہ روایات میں اختلاف ہے۔ کہ آیا اس کے معائب زیادہ تھے یا محامد۔ وہ ناجی تھا یا ناری۔ آخری فیصلہ علماء کا یہ ہے۔ کہ اس نے حمایت اہلبیت طہارت میں کار ہائے نمایاں کئے۔ اور قاتلان امام مظلوم عبید اللہ بن زیاد و عمر سعد اور ان کے لشکروں سے خوب خوب انتقام لئے۔ لہذا امید نجات اسکے لئے اغلب ہے۔

جلاء العیون میں جناب جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ بروز قیامت حضرت رسالت پناہ اور امیر المومنین اور امام حسنؑ و امام حسینؑ پل صراط سے گزریں گے۔ تو ایک آواز درمیان جہنم سے ان کے کان میں آئیگی۔ کہ یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچو۔ آپ اس کا کچھ جواب نہ دیں گے۔ اور وہاں سے گزر جائیں گے۔ دوبارہ صدا ہوگی کہ یا امیر المومنین میری مدد کرو۔ آپ بھی خاموش چلے جائیں گے۔ تیسری آواز بلند ہوگی۔ کہ اے حسینؑ مجھے آتش جہنم سے نکالو۔ میں نے تمہارے دشمنوں کو قتل کیا ہے اسوقت

رسول اللہ امام حسینؑ کیطرف متوجہ ہوں گے۔ کہ حجت پیش کرتا ہے فریاد رسی کرنی چاہئیے پس سید الشہدا مانند عقاب بزرگ کے کہ چھوٹے جانور پر گر کر اسکو اچک لے۔ اسکو جہنم سے نکال لائیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ مینے عرض کی یا ابن رسول اللہ وہ فریاد خواہ کون شخص ہوگا۔ فرمایا مختار بن ابی عبیدہ۔ کہا وہ کس جرم میں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ باوجود ان کاموں کے جو اس سے ظاہر ہوئے۔ فرمایا اگر اس کے دلکو شگافتہ کرکے دیکھا جاتا تو محبت ابوبکر و عمر اسمیں ظاہر ہوتی۔ اور قسم ہے اس خدائے عزوجل کی جس نے کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وآلہ کو مبعوث برسالت کیا۔ اگر ان دونوں کی محبت کا لگاؤ جبرئیل و میکائیل کے دل میں بھی پایا جائیگا۔ تو انکو بھی منہ کے بل آتش جہنم میں ڈالدینگے۔

منقول ہے کہ حضرت زین العابدینؑ اس کے خروج کرنے پر رضامند تھے۔ گو بحسب ظاہر مخالفوں کے خوف سے اس سے برائت کرتے۔ اور اظہار ناخوشی فرماتے۔ اور اس نے طلب خون امام حسینؑ کے لئے خروج کیا تھا۔ دعوائے امامت و خلافت اس سے ہرگز ظاہر نہیں ہوا۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مختار کو دشنام نہ دو۔ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ اور ہمارے خون کا بدلہ لیا۔ اور تنگدستی کے وقت ہمارے درمیان مال تقسیم کیا۔ جس سے ہماری عورات کے نکاح ہوئے۔

روایت ہے کہ اہل کوفہ سے ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا تو کون ہے۔ عرض کی مختار کا بیٹا ہوں۔ آپ نے اسکو قریب بلایا اور نزدیک تر بٹھایا۔ اس نے کہا لوگ میرے باپ کے حق میں بہت باتیں کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکا فیصلہ حضرتؑ کی زبان سے سنوں۔ فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں۔ کہا کہتے ہیں کہ جھوٹا کذاب تھا مگر میں اسکی نسبت وہی اعتقاد رکھوں گا جو حضور ارشاد کریں گے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ میری ماں کا مہر اس مال سے ادا ہوا تھا جو مختار نے بھیجا تھا۔ اس نے ہمارے گھروں کی جو جور بنی امیہ سے خراب پڑے تھے تعمیر کی ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ اور ہمارے خون کا بدلہ لیا۔ خدا رحمت کرے تیرے باپ

کو اس نے ہمارا کوئی حق لئے بغیر کسی کے پاس نہیں چھوڑا۔ یہ تھوڑا سا اس کے محامد سے ہے۔

برخلاف اس کے جناب صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب حق تعالےٰ اپنے دوستوں کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ تو بدترین خلق کے ہاتھ سے لیتا ہے بتحقیق کہ یحییٰ بن زکریا کا انتقام بخت نصر کے ہاتھ سے لیا کہ بدترین خلق تھا۔

اور یہ کہ مختار کی غرض اصلی اس خروج سے سلطنت و بادشاہی تھی۔ طلب خون امامؑ کا بہانہ بنایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے ارادوں میں کامیاب ہو۔ پس اول اس نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں خط لکھا۔ اور تحائف و ہدایا اس کے ساتھ بھیجے جب اس کے آدمی درِ دولت پر پہنچے۔ تو حضرتؑ نے انکو اجازت اندر آنے کی نہ دی اور کہا میں دروغ گو کا خط نہ پڑھوں گا۔ اور اس کا پیشکش نہ لوں گا۔ قاصد نے سرنامہ سے نام حضرتؑ کا محو کر کے محمد بن حنفیہؓ کا نام لکھدیا۔ اور ان کے پاس گئے۔ انہوں نے خط لیا اور تحائف قبول کئے۔ پس انکی طرف لوگوں کو دعوت کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک مذہب جدید کیسانیہ اس سے پیدا ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا مختار خدا پر اور ہمارے اوپر دروغ باندھتا ہے۔ پس لعنت کی اس پر اور وہ کہتا تھا۔ کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ جمع بین الاخبار سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ وہ اپنے خروج میں درست و صحیح نیت نہ رکھتا تھا۔ کذب و دروغ سے مطلب بر آری کرتا۔ مگر چونکہ بہت سے امور خیر اس کے ہاتھ پر جاری ہوتے۔ اس لئے امید نجات اسکے واسطے ہے۔

اس سے زیادہ اس مسئلے میں غور و خوض کی ضرورت نہیں۔ اور قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہ مجالس المومنین میں کہتے ہیں۔ کہ علامہ حلی نے اسکو مقبولین سے شمار کیا ہے۔ اس کے حسن عقیدہ میں کلام شیعوں کو نہیں۔ غایۃ الامر یہ کہ بعض اعمال قابل اعتراض رکھتا تھا۔ جس پر شیعہ سب و شتم کرنے لگے۔ حضرت محمد باقرؑ نے سنا۔ تو ان کو منع کیا اور روکدیا۔

رجال کشی میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت

سر پر ہاتھ پھیر کر فرماتے ہیں اے کیس اے کیس (دانا)

اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوعبیدہ پدر مختار عمر خطاب کے زمانے میں لشکرہائے عراق کا سپہ سالار تھا۔ اور واقعہ جرہ میں ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلکر ہلاک ہوا۔ مدائن فتح ہوا تو عمر نے اس کے بھائی سعد بن مسعود عموی مختار کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ سعد مذکور بقیہ زمانہ عمر اور تمام خلافت عثمان میں اپنے عہدہ پر مامور رہا۔ حضرت امیر المومنین نے بھی اپنے عہد خلافت میں اسکو بحال خود رکھا۔ آنحضرت کے بعد جب امام حسنؑ کے نواحِ مدائن میں ٹانگ میں ضربت لگی۔ اور وہ حضرت قصرِ ابیض میں فروکش ہوئے۔ تو مختار نے کہ باپ کے بعد چچا کے پاس رہنے لگا تھا۔ اس سے کہا ہمارے لئے بہتر ہے کہ حسنؑ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کریں۔ اس نے کہا لعنت خدا ہو تیرے اوپر۔ میں اور فرزند رسولِ خدا کو دشمن کے حوالے کروں چونکہ شیعہ حضرت کی ضربت کو بھی مختار ہی کی سازش سے جانتے تھے۔ اس کے قتل کے درپے ہوئے۔ مختار ان سے جان بچاکر کوفہ چلاگیا۔ شیعہ ہر نماز کے بعد اسکو لعنت بھیجتے تھے۔ جب مسلم بن عقیل امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لینے کو کوفہ آئے۔ تو مختار نے انکو اپنے گھر اتارا اور ان کی خدمت گزاری میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ وہ بدنامی اس سے دُھل گئی اور شیعہ عذرخواہ ہوئے کہ ہماری غلطی تھی کہ تمہاری نسبت ایسا اور ایسا گمان کیا۔

قاضی صاحب بعد نقل روایت ہذا کہتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالجلیل قزوینی نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں لکھا ہے۔ کہ جو بات صاحب روضۃ الصفا نے مختار کے باب میں نقل کی ناقلان آخبار اسکو سمجھ نہیں سکے۔ ورنہ مختار کے حق میں ایسی بات نقل نہ کرتے۔ جس کے حق میں امیر المومنین نے طفولیت میں دعا کی اور ثنا کہی۔ اور نصرت کا وعدہ فرمایا۔ اور اس نے تصحیح قولِ معصوم میں ان کے دشمنوں سے ایک لاکھ آدمی قتل کئے۔ اور رحمتِ خدا میں داخل ہوا بلکہ وہ قصہ اصل میں یوں ہے۔ کہ جن دنوں امام حسنؑ مختار کے چچا سعد کے پاس مقیم تھے تو مختار بوجہ اپنی صفائی عقیدت و نور مودت کے آنحضرت پر خائف ہوا۔ کہ مبادا اس کا چچا ان کو معاویہ غادیہ کے خاطر ایذا نہ دے۔ پس محزون و گریان منزل ابو شیعی کے پاس آکر کہنے لگا کہ مجھ کو اندیشہ ہے۔ کہ میرا چچا معاویہ کی خوشنودی کے لئے امام حسنؑ کو ستاوے۔ تمہارے

نزدیک اسکی روک تھام کی کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ شریک عقلائے روزگار سے تجربہ کار شخص تھے۔ بولے اے فرزند میرے نزدیک بہتر یہ ہے۔ کہ تم اپنے چچا سے خلوت میں کہو کہ ہم کو چاہیئے کہ حسنؑ کو مار ڈالیں۔ اور اس سے معاویہ کی روبرو تقرب حاصل کریں۔ اگر اسکے دل میں آنحضرتؑ کی طرف سے عذر ہوگا۔ جسکو آلِ علیؑ کی محبت کیوجہ سے تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ اسوقت ضرور بتلا دیگا۔ جب اس طرح پر اسکی خباثت معلوم ہو جائیگی۔ تو ہم اپنا انتظام کرلیں گے۔ اور آنحضرتؑ کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔ پس مختار نے چچا کے پاس جا کر تنہائی میں اس مضمون کا تذکرہ کیا۔ چونکہ اس کا چچا معتقد و موالی اہلبیت علیہم السلام سے تھا اس نے وہی جوابدیا۔ جو مذکور ہوا۔ مختار مطمئن ہوگیا۔ اس سے مختار کی طرف کوئی عیب وعار عائد نہیں ہوتا۔

ابن اثیر جزری کامل التواریخ میں لکھتا ہے۔ کہ مختار کوفہ میں قتل ہوا۔ تو ابن زبیر مکّہ میں عبداللہ بن عباس سے (براہِ شماتت) کہنے لگا۔ اَلَمْ یَبْلُغْکَ قَتْلُ الکذّاب کیا تجھ کو کذاب کے قتل ہونے کی خبر نہیں پہنچی۔ ابن عباس نے کہا کون کذاب۔ کہا پسر ابی عبید ابن عباس بولے ہاں مجھ کو مختار کے قتل ہونے کا حال معلوم ہوا ہے۔ ابن زبیر نے کہا کیا تمکو اس کے کذاب ہونے میں کلام ہے۔ ابن عباس نے کہا مختار نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ ہمارے خون کا بدلہ لیا۔ اور آتش غیظ و غضب کو ہمارے سینوں کی ٹھنڈا کیا ہم اسکی پاداش میں اسکو گالیاں دیں۔ اور ہمارے جلنے پر شماتت کریں۔ اس روایت سے عامہ بنی ہاشم کی اس عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ جو وہ مختار کی نسبت رکھتے تھے۔

امیر مختارؓ کی ہوا خواہی اہلبیتؑ اطہار کے کارنامے

مسلم بن عقیل کے وارد کوفہ ہونے پر جیسا اوپر گزرا۔ فی الحقیقت مختار نے انکو مہمان کیا اور شرائط خدمت گزاری بجالایا۔ مگر اس کے بیرونجات میں کسی ضرورت سے چلے جانے پر مسلم ہانیؓ کے گھر چلے گئے۔ اور وہاں سے خروج کر کے ابن زیاد کے ہاتھ سے درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ تمام ماجرا مختار کی عدم موجودگی میں گزرا۔ وہ واپس آیا تو ابن

زیاد نے بجرم دوستی اہلبیت اسکو بھی پکڑ کر قید کر لیا۔ چنانچہ واقعہ کربلا اول سے آخر تک اس کے قید ہی کے زمانے میں گزرا۔ بعد ازان ایک شبعہ موالی کی کوشش سے کہ اولاد ابن زیاد کا معلم تھا۔ نیز عبداللہ بن عمر خطاب کی سفارش سے کہ مختار کی بہن اس کے عقد میں تھی۔ مختار نے زندان بن زیاد سے رہائی پائی۔ اسوقت اس نے قسم کھائی۔ کہ امام حسینؑ کے خون کی عوض معاویہ ویزید کے دوستوں سے اسقدر اشخاص کو قتل کرونگا کہ انکی تعداد خون یحییٰؑ بن زکریاؑ کے کشتوں کے برابر ہوجائے۔

روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ مختار کا خونخواہی شہدائے کربلا پر عازم جازم ہوجانے کی ایک یہ بھی وجہ تھی۔ کہ شعبی نے کہا میں ایک روز مختار کی مجلس میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص نے مسافروں کی شکل میں آکر سلام کیا۔ اور ایک خط سربمہر اسکو دیا۔ کہ یہ امیرؑ المومنین علی بن ابی طالبؑ نے مجھے دیا تھا۔ کہ مختار کو پہنچا دینا۔ آج اس بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ مختار نے کہا تجھ کو قسم ہے اس خدائے عزّ وجل کی جسکے سوا دوسرا معبود نہیں۔ کیا تیرا یہ کلام درست ہے۔ اس نے بحلف شرعی کہا اسمیں سر مو فرق نہیں۔ مختار نے لفافہ کھولا تو لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیک اما بعد اے مختار تو تیس سال بادیہ ضلالت وغوایت میں سرگردان رہ کر سرحد ہدایت پر پہنچیگا۔ حق تعالےٰ ہم اہلبیتؑ کی محبت تیرے دل میں ڈالے گا۔ اور تو ہمارے خون کا بدلہ اہل عصیان وارباب تمرد وطغیان سے لے گا۔ پس باطمینان قلب اس مہم کو ہمر کر۔ اور اصلاً تشویش وپریشانی دلمیں نہ آنے دے۔ یہ خط پاکر مختار اپنے ارادہ میں زیادہ سرگرم ہوگیا۔ اور دشمنان خاندان رسالت کے قتل وقمع میں سعی وافر کرنے لگا۔ حتےٰ کہ اس کے کشتوں کی تعداد بقول ابوالمؤید خوارزمی چھیالیس ہزار پانسو ساٹھ ۴۶۵۶۰ کو پہنچی تھی۔

الغرض ابن زیاد کی قید سے چھوٹ کر مختار ادھر اُدھر پاکتا اور حصول مدعا کے وسائل ڈھونڈتا تھا۔ کہ سننے میں خبر آئی مکّہ سے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پاکر ابن زبیر کی رگ طمع بشبز حرکت میں آئی۔ وہ خلافت وفرمان روائی کی فکر میں سوچتا اور قصہ کربلا کو آب و

باب سے منبر پر بیان کرتا۔ اور یزید و ابن زیاد کی دل کھولکر مذمت کرتا ہے۔ اتنا شرع پاکر اسطرف کو چل کھڑا ہوا۔ اِدھر ابن زبیر بھی ایسے کام کے آدمیونکی تلاش میں تھا بہت تپاک سے ملا۔ اور آخر کار اس شرط پر کہ فتح و نصرت شامل حال ابن زبیر ہو اور یزید پلید مغلوب و منکوب ہوجائے۔ تو مختار کاروبار سلطنت میں دخیل رہے۔ اور کوئی مہم اسکے مشورے کے بغیر انجام نہ دی جائے۔ مختار کی ابن زبیر سے بیعت ہوگئی۔ اور وہ اسکی جانب سے جنگی خدمات انجام دینے لگا۔ عمرو بن زبیر اس کے بھائی نے اس پر چڑھائی کی تو مختار سینہ سپر ہوکر اس کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ اور اس قدر جدوجہد کی کہ عمرو مذکور گرفتار ہوگیا۔ بعدازاں حصین بن نمیر نے افواج شام کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کیا تو مختار ہی اس کے حملوں کو رد کرتا رہا۔ تا اینکہ یزید کے مرنے کی خبر پاکر لشکر شام ناکام واپس ہوا۔ یزید کی موت پر ابن زبیر کا کام چل نکلا۔ اور ملک حجاز و کوفہ و بصرہ پر بلا شرکت غیرے اس کا قبض و تصرف ہوگیا۔ اب ابن زبیر کی وہ نظر عاطفت اسکی طرف نہ رہی تمام وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر بے رُخی سے اس کے ساتھ پیش آنے لگا۔ مختار کو تاب کہاں تھی۔ انہی ایام میں ہانی بن حبہ الہمدانی کوفہ سے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ آیا۔ مختار نے اس سے وہاں کا حال پوچھا۔ اس نے کہا سلیمان بن صرد وغیرہ خونخواہی امام حسینؑ کی فکر میں ہیں۔ لشکر جمع ہونے کی دیر ہے وہ ضرور خروج کریں گے مختار یہ خبر سنکر بلا اطلاع احدے رات کو مکہ سے نکلا۔ راہ میں ایک شخص سلمہ بن کریب نامی کوفہ سے آتا ہوا ملا۔ اس سے وہاں کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کوفہ اسوقت گلۂ بے شبان کی مانند ہے۔ مختار نے ہنسکر کہا میں انکا راعی (چوپان) بنوں گا۔ اور حق رعایت جیسا چاہئے ادا کرونگا۔ سلمہ سے رخصت ہوکر شب و روز چلتا رہا۔ تا اینکہ داخل کوفہ ہوا۔ ہکذا فی روضۃ الصفا۔

اور مجالس المومنین میں ہے کہ قادسیہ پہنچکر راہ سے عدول کیا۔ اور کربلا میں روضۂ شاہ شہیدان پر حاضر ہوا۔ اور سلام کیا آنحضرتؑ پر اور تربت مطہر کو کنار میں لیا اور بوسے دیئے اور زار زار روتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ اے سید و سردار میرے قسم ہے تمہارے

جدّو پدر و مادر و برادر کی اور تمہارے اہلبیتؑ و شیعوں کی کہ طعام لذیذ نہ کھاؤں گا اور آبِ سرد و خوشگوار نہ پیوں گا۔ اور بسترِ نرم پر آرام نہ کروں گا۔ جبتک کہ تمہارے خون کا انتقام اس قوم لئام سے نہ لیلوں یا اپنی جان گرامی تمپر قربان نہ کرلوں۔ ع

یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

بمپرطے مسافت کرکے داخلِ کوفہ ہوا۔ وہاں جعلی خطوط جو امام زادہ محمد بن حنفیہؓ کیطرف سے بنائے تھے۔ کوفیوں کو پہنچائے۔ ان دنوں سلیمان بن صرد خزاعی صحابی طلبِ خونِ امام کے لئے خروج کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مختار نے صبر کیا تا اینکہ سلیمان رضی اللہ عنہ خروج کرکے حصین بن نمیر کی لڑائی میں گلگونہ شہادت سے سرخرو ہوئے اور ان کا لشکر متفرق ہوا۔ اور عبداللہ بن مطیع عدوی نے ابن زبیر کیطرف سے عراق آکر عنانِ حکومتِ کوفہ ہاتھ میں لی۔ اسوقت مختار نے بمدد ابراہیم بن مالکِ اشتر رحمۃ اللہ علیہ خروج کیا۔

خروج مختارؓ در کوفہ

امیر مختارؓ نے شبِ چہارشنبہ تاریخ ۱۶ ماہ ربیع الاول ۶۶ھ کوفہ میں خروج کیا۔ کوفیوں نے اس کے ساتھ اس شرط پر بیعت کی کہ کتابِ خدا و سنتِ رسول اللہ پر عمل کرے۔ اور خونِ امام حسینؑ اور ان کی اہلبیتؑ و اصحاب کا ظالموں سے لے۔ اور مومنوں کی حمایت اور ضعفاء شیعہ کی نصرت و اعانت فرمائے۔ ابراہیم بن مالکِ اشتر کہ رئیسِ اعظم کوفہ و شجاع یگانہ معتقد امامت حضرت زین العابدینؑ تھے۔ ہنوز اس بیعت میں متردد تھے۔ مختار چند اشخاص اپنے ہمخیال و رؤسائے شیعہ سے ہمراہ لیکر انکو ان کے مکان پر گیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق گواہی دی۔ کہ مختار جو قاتلانِ امامؑ سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ از خود نہیں حسبِ اشارہ و اجازت محمد بن حنفیہؓ فرزند ارجمند امیر المومنینؑ و امام زین العابدینؑ رکھتا ہے۔ لاجرم ابراہیم نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اور اپنے کنبہ قبیلہ سمیت اعانت مختار پر آمادہ ہوگئے۔ اس سے مختار کے کاروبار

میں جان پڑ گئی۔ یہ اشخاص راتوں کو اکٹھے ہو کر مشورے کرنے لگے۔ ابن مطیع کہ ابنِ زبیر
کیطرف سے حاکم کوفہ تھا۔ اس کے بھی کان میں ان خفیہ جلسوں کی بھنک پڑی۔ اس نے
کوتوال شہر ایاس بن مضارب کو امر کیا۔ کہ راتوں کو کوچہ ہائے کوفہ میں گشت کرے اور
شیعیان علیؑ سے جسکو ناوقت راہ میں آتا جاتا دیکھے گرفتار کرے۔ اتفاقاً ایکرات ابراہیم
کچھ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ مختار کے مکان کو جارہے تھے۔ راہ میں ایاس نے
ٹوکا تم کون ہو۔ کہاں جاتے ہو۔ کہا میں ابراہیم ہوں۔ یہ میرے ہمراہی ہیں۔ مختار کے مکان
کو جارہے ہیں۔ ایاس نے کہا اس شب تاریک میں آراستہ جوانوں کو ساتھ لیکر وہاں جانے
سے کیا مدعا ہے۔ میں تم کو جانے نہ دونگا۔ چونکہ ہنگام موعود ہنوز نہ آیا تھا۔ ابراہیم ٹالنا
چاہتے تھے مگر وہ یہی کہے جاتا تھا۔ کہ میں تمکو امیر کے پاس حاضر کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ آخرش
ابراہیم نے اپنے اصحاب سے ایک کی برچھی لیکر ایاس کے سینے میں اس زور سے لگائی کہ
پُشت سے نکل گئی۔ وہ زمین پر گرا۔ اس کے آدمیوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور ہمراہی
بھاگ گئے۔ ابراہیم نے مختار کے پاس جاکر کہا اے امیر گو ابھی وقت معین خروج کا نہیں
آیا تھا۔ مگر بضرورت ہمکو یہ حادثہ پیش آیا۔ یہ کہا اور ایاس کا سر اسکے آگے ڈالدیا مختار
یہ کیفیت سنکر بہت مسرور ہوا۔ اور کہا بشرک اللہ بالخیر یہ پہلی فتح ہے۔ کہ آئینہ مراد میں
جلوہ گر ہوئی۔ اور اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ کہ کوچہ ہائے شہر میں یالثارات الحسینؑ (مختار کے
لشکروں کا شعار تھا) کی منادی کردیں۔ یہ آواز سنکر شیعہ فوج ازپس فوج اس کے لشکر میں آکر
جمع ہونے لگے۔ عام اعلان ہوگیا جسکا قتل حسینؑ میں شریک ہونا یا اس معرکہ میں حاضر ہونا
ثابت ہو بے تامل قتل کیا جائے۔ باقی رہا ہوں۔ منادی آواز دیتا تھا۔ الا من اغلق
بابہ فھو امن الا من شرک فی دم آل محمدؐ جو کوئی گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے
امن میں ہے۔ الا وہ شخص کہ خون آلِ محمدؐ میں شریک ہوا ہو۔ ابراہیم بن مالک سا مقبول
القول ومطاع اسکے ہمراہ تھا۔ جدھر جاتا فتح ونصرت پابوسی کو حاضر ہوتی۔ اور واقعۂ کربلا
کے بعد مسلمانوں کی کچھ حالت بھی بدلگئی تھی۔ لوگ عموماً ترک نصرت ویاری اس برگزیدہ
باری پر منفعل وپشیمان تھے۔ اسوقت مختار جیسے ہوشیار نبض شناس زمانہ کو کامیاب مراد

ہوجانا کچھ بعید نہ تھا۔ ابن مطیع عامل ابن زبیر کے ساتھ چند معرکے ہوئے۔ فتح وظفر مختار کے شاملِ حال ہوئی۔ وہ منہزم ہوکر بصرہ کو بھاگا۔ مختار کا قبضہ دارالامارۃ پر ہوگیا۔ سلیمان بن صرد نے مایۂ فساد عبیداللہ زیاد کی بیخکنی تدنظر رکھ کر پہلے شام شوم کا عزم کیا فائز المرام نہوئے۔ مختار نے کوفہ کو خار اغیار سے پاک کرکے ریاست وحکومت کے ڈھنگ ڈالدیئے اور مضافات وبیرونجات میں امرو احکام بھیجدیئے۔ اور مردانِ کار آگاہ کو بلاد وامصار کی امارت پر پھیلا دیا۔ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر پہنچکر بساط امن وامان بچھائے خود کوفہ میں عدل وانصاف کا دروازہ کھولکر مظلوموں کی داد دہی فریاد یونکی فریادرسی کرنے لگا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ پس اس کا کام روز بروز ترقی پاتا گیا۔

مختار کا قاتلانِ اہلبیتؑ کو قتل کرنا

یزید کے ہلاک ہونے اور بنی اُمیہ کے تسلط وتغلب میں خلل پڑنے پر ابن زبیر کا کام قوت پکڑ گیا۔ اور حجاز سے گزر کر عراق تک تمام ملک اس کے قبضہ وتصرف میں آگیا تھا۔ چونکہ ابن زبیر خود دشمن اہلبیت علیہم السّلام پکا ناصبی تھا۔ اسکے عہد حکومت میں قاتلان اہلبیت ظاہر بن اعدائے دین مبین سے کوئی تعرض نہوا۔ وہ بدستور کوفہ میں فارغ البال زندگی بسر کررہے تھے۔ اب جو مختار کا زمانہ آیا۔ تو یا تو مصلحتاً یا اس قوم کی وجاہت سے اندیشناک ہوکر کچھ عرصہ ان کے بارے میں متامل رہا۔ اس پر شیعوں میں چرچے ہونے لگے۔ کہ یہ مرد کہ بظاہر ولائے اہلبیت کا دم بھرتا ہے در اصل طالب حکومت وریاست ہے۔ انتقام خون شہداء کربلا کا بہانہ بنایا تھا اب جو کامیاب مراد ہؤا تو اس طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ کہنے والوں نے اسکے منہ درمنہ کہا مختار جیسا کہ کوئی خواب غفلت سے چونکے۔ اپنی خطا کا اعتراف کرکے ادائے فرض پر آمادہ ہوگیا۔ اور قاتلان امام کی تفحص وتلاش میں سرگرم ہوگیا۔ جو کوئی ان سے ہاتھ آیا اسے قتل کو پہنچایا۔ مابقی کی فکر میں رہتا۔ سب سے بڑا دشمن اہلبیت واجب القتل عمر بن سعد وقاص تھا۔ کہ کربلا میں جو کچھ ہوا۔ اسی کے حکم سے اور کوشش سے ہوا۔ مگر

کچھ لوگ اکابر واشراف کوفہ سے اس کے پاس آکر اس کے لئے شفاعت خواہ ہوتے اور اس کے اور اس کے متعلقین کیواسطے امان چاہی عمر سعد کی زوجہ مختار کی بہن اور وہ اس کا بہنوئی ہوتا تھا۔ مجبوراً اسکو امان دینی پڑی۔ مگر شرط یہ لگادی کہ کوفہ سے باہر قدم نہ رکھے۔ یہاں سے باہر جائے گا تو اس کا خون ہدر ہوگا۔ ایکروز کسی نے عمر سے جاکر کہا کہ آج مختار نے قسم کھائی ہے کہ ایسے اور ایسے شخص کو قتل کرونگا۔ میرا خیال ہے کہ تیرے قتل کا عزم رکھتا ہے۔ وہ ملعون یہ سنکر سراسیمہ کوفہ سے نکلا۔ اور ایک قریہ میں پہنچکر روپوش ہوگیا۔ مگر وہاں کسی شخص نے اس سے کہاکہ تو نے بڑی غلطی کی۔ اب مختار کے ہاتھ سے تیرا چھوٹنا محال ہے۔ اسکو خبر ہوگی کہ کوفہ سے باہر گیا اور ضرور ہوگی تو عہد شکنی کا الزام لگاکر تجھے قتل کریگا۔ اس پر وہ بدبخت پھر کوفہ کو پلٹا۔ راوی کہتا ہے میں اگلے روز صبح کو مختار کے پاس حاضر تھا۔ ہیثم بن اسود بھی اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں عمر سعد کے بیٹے حفص نے آکر کہا میرا باپ کہتا ہے کہ تمہارا وہ امان دینا کہاں گیا سنتا ہوں کہ میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ مختار نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور ابوعمرہ کو طلب کیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد پست قد سر سے پاؤں تک غرقِ آہن وہاں حاضر ہوا مختار نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ اور ایک اور شخص کو اس کے ساتھ کیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ ابوعمرہ واپس آیا۔ تو سرِ نجس عمر مردود کا اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ روایت جلاء العیون کی ہے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوعمرہ سعد کے مکان پر پہنچا۔ تو بلا طلبِ اذن اندر گھسا چلا گیا۔ عمر سعد نے گھبراکر اس طرح چلے آنے کا سبب پوچھا۔ کہا اَجِبِ الامیر۔ چلو امیر نے تمکو بلایا ہے۔ کہا امیر مجھے کیا کہتا ہے۔ میرے لئے تو عبداللہ بن جعدہ نے اس سے امان لے لی ہے۔ یہ کہا اور امان نامہ نکالکر ابوعمرہ کو دکھایا۔ اس نے پڑھا تو لکھا تھا۔ کہ عمر سعد اور اس کے اموال واہلبیت عمان امان میں ہیں۔ جبتک کہ کوئی حدث احداث نہ کریں۔ ابوعمرہ نے کہا یہ درست ہے۔ لیکن امان مشروط ہے اس شرط پر کہ کوئی حدث تجھ سے صادر نہو۔ اور جسوقت سے امان نامہ لکھا گیا ہے۔ خدا جانے کتنے حدث تجھ

سے واقع ہوئے۔ دو مرتبہ تو ہر روز کم از کم بیت الخلا جاتا ہے۔ اور اس کے اے عمر تو خود انصاف کر کہ فرزندِ رسولِ خدا و جگر پارۂ فاطمہؑ زہرا کے قتل جیسا عظیم جرم تجھ سے کس طرح درگزر کیا جائے۔ اس سے قطع نظر بالمرہ اندیشہ کا کبھی مقام نہیں۔ امیر نے تجھے بلایا ہے۔ نہ معلوم اسکی کیا غرض ہے وہاں چلنا چاہیئے۔ عمر اچھی طرح جان چکا تھا کہ کیوں اسکو بلایا ہے۔ غلام کو آواز دی کہ میری ردا طیلسان حاضر کر۔ مختار نے ابوعمرہ سے کہدیا تھا۔ کہ تعمیل حکم کرے۔ تو اسے ہمراہ لے آنا۔ اور طیلسان مانگے تو جان لینا کہ اشارہ طلب تلوار کا ہے۔ اسکی وہیں گردن اڑا دینا۔ ابوعمرہ نے چھوٹتے ہی ایک وار لگایا۔ وہ ناپاک ضربت کھا کر نیچے گرا۔ اصحاب ابوعمرہ نے اس کا سر جدا کر لیا۔ بہر کیف مختار نے حفص کو سر ابن سعد دکھا کر کہا۔ کیوں اسکو پہچانتا ہے۔ کہا میرے باپ کا سر ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مختار نے کہا اے ابوعمرہ اسکو بھی اس کے باپ کے پاس روانہ کر دو اتنے حفص نے کہا اے امیر میں اپنے باپ کے ساتھ کربلا میں نہ تھا۔ مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔ کہا ہاں تو وہاں نہ تھا۔ مگر فخر کیا کرتا تھا کہ میرا باپ وہ شخص ہے جس نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ قسم خدا کی تو اس کے بعد زندہ نہیں رہنے کا۔ غرض ابوعمرہ نے اس کا سر بھی قلم کیا۔ مختار نے کہا عمر سعد امام حسینؑ کی عوض اور حفص علیؑ بن الحسینؑ کی جگہ ہے۔ اور حاشا کہ ان کا خون انحضرات کے ایک قطرۂ خون کے برابر ہو سکے۔ اگر تین ربع قریش بھی قتل ہوں تو آنحضرت کے انگشتہائے مبارک سے ایک انگلی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ ہکذا فی الکامل۔ نیز کامل ابن اثیر میں ہے۔ کہ مختار کے عمر سعد کے قتل پر ہیجان کا زیادہ تر یہ بھی سبب ہوا کہ یزید بن شراحیل انصاری محمدؓ بن حنفیہ کے پاس گیا تھا۔ وہاں مختار کا ذکر آیا۔ تو محمدؓ نے کہا وہ اپنے تئیں ہمارا شیعہ خیال کرتا ہے۔ حالانکہ قاتلانِ حسینؑ اس کے برابر کرسیوں پر بیٹھکر باتیں کرتے ہیں۔ اس نے کوفہ آکر مختار سے یہ کلام محمدؓ کا نقل کیا اس نے عمر سعد اور اسکے بیٹے حفص کو قتل کر کے ان کے سر محمدؓ کے پاس بھیجدیئے۔ اور کہلا بھیجا کہ حاضرانِ قتلِ حسینؑ سے جو جو اشخاص ملتے جاتے ہیں۔ انکو قتل کر رہا ہوں۔ مابقی کی تلاش جاری ہے۔ نیز کامل میں ہے کہ عبداللہ بن شریک نے کہا۔ میں نے اکثر اشخاص کو دیکھا۔ کہ عمر سعد انکے سامنے آتا

تو کہتے ھٰذا قاتل الحسینؑ یہ اس سے بہت پہلے کا ذکر ہے۔ جب وہ اس فعل کا مرتکب ہوا۔ اور ابن سیرین نے کہا علی علیہ السّلام نے عمر سعد لعنہ سے کہا کَیْفَ اَنْتَ یَا ابْنَ سَعد اِذَا قُمْتَ مَقَامًا تُخَیَّرُ مَا بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَتَخْتَارُ النَّارَ۔ کیا حال ہوگا تیرا اے عمر جبکہ اسجگہ کھڑا کیا جاویگا۔ جہانکہ جنت یا جہنم میں تجھے اختیار دیا جائیگا۔ اور تو جہنم کو اختیار کرے گا۔

خبر حرملہ لعنہ بن کاہل اسدی لعنہ

شیخ طوسی علیہ الرّحمہ نے بسند معتبر منہال بن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایکسال حج کو گیا تھا وہاں سے فارغ ہوکر مدینہ سکینہ میں آیا۔ اور سعادت خدمت اپنے مولا و امام جناب زین العابدین کی دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا اے منہال حرملہ بن کاہل ملعون کا کیا حال ہے۔ عرض کی اچھا ہے۔ میں نے کوفہ میں اسکو زندہ چھوڑا ہے آپ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے۔ اور فرمایا اللّٰھمّ اذقہ حرّ الحدید اذقہ حرّ النّار پروردگارا اسکو حرارت آہن کا مزہ چکھا اور حرارت آتش کا مزہ چکھا۔ منہال کہتا ہے کہ وہاں سے کوفہ کو واپس آیا۔ تو اِن دنوں مختارؓ نے خروج کیا تھا۔ میں ایک دو روز اپنے اعزّہ و احباب کے ملنے جلنے میں رہا۔ اس کے بعد چونکہ مختار کے ساتھ پہلے سے انس و محبّت تھی۔ اسکی ملاقات کو گیا۔ اس کے مکان پر پہنچا تو وہ کہیں جا رہا تھا مکان سے نکل چکا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ مجھے دیکھا تو بولا اے منہال بہت دنوں میں ملے ہمکو مبارکباد بھی دینے نہ آئے۔ ہمارے کام میں شرکت تو کیا کرتے۔ میںنے کہا اے امیر میں یہاں نہ تھا چند ہی روز ہوئے۔ کہ سفر حج سے واپس آیا ہوں۔ ہم باتیں کرتے جا رہے تھے یہاں تک کہ کناسہ کوفہ میں جا پہنچے۔ مختار وہاں باگ کو روک کر ٹھہر گیا۔ جیسا کہ کسی کا انتظار کرتا ہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ کچھ لوگ وہاں آئے۔ ایک نے کہا بشارت ہو تمکو اے امیر کہ حرملہ لعنہ بن کاہل گرفتار ہو گیا۔ ابھی یہ بات ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ اس ملعون کو لاکر مختار کے آگے حاضر کیا۔ مختار نے کہا خدا کا شکر ہے۔ کہ مجھ کو تیرے اوپر دسترس بخشا۔ پھر جلاد و

کو بلا کر حکم دیا۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹو۔ پھر ایندھن کے گٹھے منگا کر ان میں آگ لگوادی جب آگ خوب روشن ہوگئی۔ تو اسکو زندہ اسمیں ڈلوا دیا۔ اسوقت میری زبان پر بے اختیار کلمہ سبحان اللہ جاری ہوا۔ مختار نے کہا تسبیح ہر وقت خوب ہے مگر تیرے اسوقت خاص میں سبحان اللہ کہنے کی کیا وجہ ہے۔ میں نے کہا یہ کلمہ میرے منہ سے اس سبب سے نکلا کہ میں جو اس سفر میں امام زین العابدین کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اِس ملعون کا حال مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا کوفہ میں زندہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو حضرتؑ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ اور لعنت کی اس کے اوپر اور فرمایا خداوندا تو اسکو حرارت آہن و حرارتِ آتش کا مزہ چکھا۔ آج اسوقت آنحضرتؑ کی دعا کا اثر آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مختار نے قسم دیکر پوچھا کہ فی الواقع تو نے آنحضرت علیہ السلام کو اس کے حق میں یہ دعا کرتے سُنا ہے۔ مینے قسم کھا کر کہا کہ درحقیقت مینے آپ سے ایسا سُنا ہے۔ مختار گھوڑے سے اُترا اور دو رکعت نماز شکر کی بجالایا۔ اور سجدۂ شکر میں طول دیا۔ پھر اٹھکر سوار ہوا جب دیکھا کہ وہ ملعون جلکر خاکستر ہوگیا۔ تو وہاں سے چلا۔ میں ہمراہِ رکاب جاتا تھا تا اینکہ میرے گھر کے دروازے سے گزر ہوا۔ مینے کہا اے امیر اگر اسوقت یہاں نزول کرو اور میرے طعام سے تہوڑا سا تناول فرماؤ۔ تو میرے فخر و عزت کا باعث ہوگا۔ کہا اے منہال مجھ کو خبر دیتے ہو کہ آنحضرت نے دعا کی۔ اور حق تعالےٰ نے دعا آپکی قبول فرمائی اور اثر قبول کا میرے ہاتھوں پر ظاہر ہوا۔ اور پھر مجھ کو کہتا ہے کہ اتر کر کھانا کھاؤں ایسا کب ہوسکتا تھا کہ شکریہ میں اس نعمت کے روزہ نہ رکھوں مؤلف یہ حرملہ ملعون وہ تھا جو سر امام حسینؑ کو کربلا سے کوفہ میں ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا۔ اور امام کے صغیر سن بچے عبد اللہ کو کنار پدر میں تیر مار کر ہلاک کیا تھا۔ اور بقول بعضے اسی نے سرِ مبارک آنحضرتؑ صلوات اللہ علیہ کا بدن سے جدا کیا تھا۔ فلعنۃ اللہ علیہ۔

القصہ مختار نامدار اسی طرح طلب و تلاش قاتلانِ اہلبیتِ اطہار میں سرگرم تھا جو کوئی انسے بھاگنا چاہتا۔ اسکے پیچھے آدمی مقرر کرتا۔ اور گرفتار کراتا۔ ایک ان ملاعین سے عمرو بن حجاج زبیدی تھا کہ بروایت ابن اثیر راحلہ پر سوار ہوکر واقصہ کو بھاگا جاتا تھا مختار کے

آدمیوں نے راہ میں جالیا۔ اور جسوقت اسکی جان شدتِ عطش سے لبوں پر آرہی تھی ذبح کر کے اس کا سرتن سے جدا کیا۔ یہ ملعون چار ہزار سوار کے ساتھ نہر فرات کے کنارہ پر متعین تھا۔ کہ ایک قطرہ آب اہل بیت رسالتؐ کو نہ پہنچنے دے۔ لاجرم پانی کو ترستا دنیا سے دفع ہوا۔

شمر بن ذی الجوشن

علیہ اللعنة والعذاب کہ خمیر مایہ فساد اور بغض و عناد اہلبیت امجاد میں کوئی دوسرا اس کا ہم پلہ نہ تھا۔ جب مختار کی تنگ گیری سے وقت اس پر تنگ ہوا۔ تو اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ دُم دبا کر بھاگا۔ اور موضع کلتانیہ میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ اِدھر سے ابوعمرہ مختار کا فوجی افسر اس کے سر پر تعینات ہوا۔ شمر نے اپنی قیام گاہ سے ایک دہقان کو زدوکوب کر کے مصعب بن زبیر کے نام خط دیکر بصرہ کو بھیجا تھا۔ وہ دہقان پہلی منزل پر ایک گاؤں میں ٹھیرا کسی گاؤں والے سے شمر کے ظلم و زیادتی کی داستان سنا رہا تھا اتفاق سے ابوعمرہ بھی اسی قریہ میں تبلاشِ شمر مقیم تھا۔ اس کے اصحاب سے ایک شخص مسمی عبدالرحمن بن ابی الکنود نے اس دہقان نامہ بر کی باتیں سُنیں۔ اور اسکو پکڑ کر ابوعمرہ کے پاس حاضر کیا۔ خط دیکھا تو سرنامہ پر لکھا تھا۔ لمصعب بن زبیر من شمر۔ پوچھا مرسل نامہ کہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس جگہ سے تین فرسخ (۹ میل) پر اُترا ہوا ہے۔ ابوعمرہ اسیوقت سوار ہو گیا اتفاقاً اسوقت اصحاب شمر اس سے کہہ رہے تھے کہ ہمکو اس جگہ اندیشہ ہے کہیں اور چلے جاتے تو بہتر تھا۔ شمر نجس انکے جواب میں کہتا تھا۔ کہ ہیں کذاب (مختار) سے اور اتنا خوف۔ قسم خدا کی میں تین روز تک یہاں سے کہیں نہ جاؤنگا۔ اسی وقت گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز انکے کان میں آئی۔ جو دمبدم بڑھتی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر میں سوار ٹیلے پر بیرون قریہ دکھائی دیئے۔ اور تکبیریں کہتے ہوئے گاؤں کے گرد پھیل گئے۔ اس کے ساتھی تو سامان و سواری چھوڑ کر بھاگے۔ مگر اس ملعون کو سواروں نے آلیا۔ اور اتنی مہلت نہ دی۔ کہ کپڑے پہنے ہتھیار لگائے۔ چادر جسمیں اسکے برص کے داغ دکھائی دے رہے تھے

جسم کو لپیٹے برچھی لیکر مقابل ہوا۔ اصحاب ابھی دور رہ گئے تھے کہ ان کے کان میں صدائے تکبیر پہنچی۔ اور سنا کہ کوئی کہتا ہے قد قتل الخبیث۔ خبیث مارا گیا۔ پسر ابی الکنود نے اس ناپاک کو قتل کیا جس نے اس کے قاصد سے اس کا خط لیا تھا۔ پس اس کا جثہ پلید کتوں کے آگے ڈالدیا گیا۔ کذا فی الکامل۔

اور جلاء العیون میں ہے کہ زندہ پکڑ کر مختار کے سامنے لائے۔ اس کے حکم سے روغن کڑاہی میں جوشدیکر زندہ اسمیں ڈالدیا۔ کہ جلکر کوئلہ ہو گیا۔

نیز مروی ہے کہ وہ ملعون شتران آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے ایک شتر لے گیا تھا۔ اسکو کوفہ میں نحر کر کے اس کا گوشت یار آشناؤں میں قسمت کیا تھا۔ مختار نے حکم دیا دریافت کرو کہ کس کس گھر میں اس کا گوشت گیا انکو مسمار کرادیا۔ جنکی نسبت اسکا کھانا ثابت ہوا۔ انکو قتل کرایا۔ پس عبد اللہ بن اسید جُہنی و مالک بن ہثیم کندی۔ وحمل بن مبارک محاربی قادسیہ سے گرفتار ہو کر آئے۔ مختار نے لسے کہا اے دشمنان خدا و رسول خدا حسینؑ بن علیؑ کہاں ہیں۔ انکو مجھے دو۔ بدبختو تم نے ان لوگوں کو قتل کیا جن پر درود بھیجنے کا حکم تھا۔ انہوں نے کہا۔ رحمک اللہ۔ ہمکو جبرًا کربلا لے گئے۔ اپنی خوشی سے نہیں گئے۔ رحمت خدا ہو تمہارے اوپر ہم پر منت رکھو اور رہا کرو کہا تم نے لخت جگر علیؑ و زہراؑ نواسۂ رسول خدا پر منت نہ رکھی۔ وہ تم سے پانی مانگتے رہے۔ ایک قطرہ آب نہ دیا اور مالک سے کہا تو نے ہی کلاہ سر مبارک اس سیّدِ مظلوم سے اتاری تھی۔ اس نے انکار کیا۔ کہا البتہ تو کُلاہ لے گیا تھا۔ پس حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں۔ وہ اپنے خون میں لوٹنیاں کھاتا تھا۔ تا اینکہ واصلِ جہنم ہوا۔ دو باقیوں کو بھی قتل کرادیا۔ پس زیاد بن مالک۔ عمر بن خالد عبد الرحمن بجلی و عبد اللہ بن قیس خولانی کو حاضر کیا۔ ان سے کہا اے کشندگان صلحاء و قاتلان سیّد شباب اہل الجنۃ تم نے عطر ہائے امامؑ کو اس نحس ترین ایام میں غارت کیا۔ آج تم سے اس خون ناحق کا قصاص لیا جائیگا۔ پس حکم دیا کہ انکو بازار میں لے جا کر قتل کریں۔ بعد ازاں عبد اللہ و عبد الرحمن پسران حلحب و عبد اللہ بن وہب ہمدانی کو حاضر کیا۔ انکو مروا دیا۔ پس عثمان بن خالد بن اسید ہمدانی۔ و بشر بن شمیط کو لائے۔ یہ دونوں مردود عبد الرحمن

بن عقیل کے قتل میں شریک ہوئے تھے۔ اور ان کے سلاح و سلب کو باہم تقسیم کیا تھا۔ ان کے سر قلم کرا کر جسموں کو آگ میں جلوا دیا۔ پھر معاذ بن ہانی و ابو عمرہ کو خولی بن یزید اصبحی کی گرفتاری کو بھیجا۔ یہ ملعون سر مبارک سید الشہداؑ کا ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا ان سرہنگوں کی دوش اسکے سر پر گئی۔ تو بیت الخلا میں چھپ گیا۔ وہ گھر میں داخل ہو کر تلاش کرنے لگے اسکی زوجہ بنت مالک نکل آئی یہ عورت جس روز سے اس نے سر مبارک آنحضرتؑ کا گھر میں لا کر رکھا اس سے عداوت رکھنے لگی تھی بولی کسکو ڈھونڈتے ہو۔ کہا تیرا شوہر کہاں ہے بولی لا اَدری مجھ کو خبر نہیں زبان سے یہ کہا ہاتھ سے پاخانے کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے پاخانہ میں جا کر گوہ کے ٹوکرے کے نیچے سے اس ملعون کو نکالا۔ اور اس کے مکان کے آگے قتل کر کے جسد پلید اس کا آگ میں پھونکدیا۔

غرض مختار جرّار اسی طرح ان ملاعین نابکار کے درپے آزار تھا۔ اسکا قول تھا کہ مجھ کو کھانا پینا اسوقت گوارا ہو گا جبکہ قاتلان امام حسینؑ اور ان کے اقربا و انصار سے ایک ایک کو قتل کر لوں گا۔ اور ایک تنفس ان سے روئے زمین پر زندہ باقی نہ رہیگا۔ کوئی مجھ سے انکی سفارش نہ کرے۔ بلکہ سب کو انکی طلب و تلاش میں میرے معین و مددگار ہونا چاہیے۔ جسکو پکڑ کر لاتے کہ یہ خود قاتل ہے یا اعانت قتل کا مرتکب ہوا ہے۔ فوراً اسکی گردن مارنے کا حکم دیتا جو پکڑا جاتا مار دیا جاتا۔ بھاگ جاتا تو اس کا گھر گروا دیتے۔ غلاموں کے لئے منادی کرا دی تھی۔ جس کا آقا خونِ شہداؑ میں ملوث ہو۔ غلام اس کا سر کاٹ لائے۔ تو آزاد کر دیا جائے گا۔ اور انعام و بخشش علاوہ پائے گا۔ لہذا بہت سے غلام اپنے غدار آقاؤں کے سر لاتے اور لفظ انعام و آزادی کا پٹہ لکھوا لے گئے۔

مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب عمل الثار ابو جعفر بن نما سے نقل کیا ہے۔ کہ مختارؓ کو اپنے کام میں استقلال حاصل ہوا۔ تو قاتلانِ امام حسین صلوات اللہ علیہ کے درپے ہوا اول ان اشخاص کو بلواتا۔ جنہوں نے جسم مبارک آنحضرتؑ پر گھوڑے دوڑانے چاہیے تھے حکم دیا کہ انکو اوندھا زمین پر لٹا کر ان کے ہاتھ پاؤں میں منخیں ٹھونکیں۔ اور سواروں کو کہا کہ ان کے اوپر گھوڑے دوڑائیں۔ تا اینکہ ان کے بدن ریزہ ریزہ ہو گئے۔ پھر ان اجزاء

پراگندہ کو اٹھوا کر جلا دیا۔

عبد اللہ کامل کو بھیجا کہ حکیم بن طفیل کو جس نے عباسؑ بن علیؑ کیطرف تیر پھینکا تھا اور آنحضرتؑ کے کپڑے اُتارے تھے۔ گرفتار کرے۔ اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے غربال کر دیا بروایتِ ابنِ اثیر عباسؑ پر نہیں خود سیّد الشہدا پر تیر چلاتا تھا۔ جو حضرتؑ کے پاجامہ میں لگا۔ اور ضرر حضرت کو نہیں پہنچا۔ فرستادگانِ مختار نے اسے گرفتار کیا۔ تو اس کے رشتہ دار عدی بن حاتم کو شفاعت کے واسطے لائے۔ عدی نے سفارش کی۔ انہوں نے کہا یہ امر متعلق بمختار ہے۔ ہمکو کوئی اختیار نہیں۔ عدی مختار کے پاس گئے۔ از بسکہ ابتدائے خروج میں مختار عدی کی سفارش ان کے چند ہمقوموں کے حق میں قبول کر چکا تھا۔ شیعوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اب بھی ان کا کہنا نہ مان لے۔ پس اسکو اس تیر کی پاداش میں کہ امام مظلوم پر چلایا تھا اس شدت سے تیر باران کیا۔ کہ بدن مثل ساہے کے ہو گیا تھا۔ عدی مختار کے پاس پہنچکر شفاعت خواہ ہوتے۔ تو مختار نے کہا تمکو جائز ہے کہ قاتلانِ سیّد مظلوم کی حمایت کرو عدی نے کہا یہ اس کے اوپر بڑی تہمت ہے۔ مختار نے کہا ایسا ہے تو میں اسکو چھوڑ دوں گا۔ اتنے میں عبد اللہ کامل نے پہنچکر حکیم مذکور کے قتل کئے جانے کی خبر دی۔ مختار نے کہا تم نے اسقدر عجلت کی کہ اسکو میرے سامنے تک نہ لائے۔ زبان سے یہ کہا دلمیں اسکے قتل ہونے پر خوش تھا۔ ابن کامل نے کہا شیعوں نے غلبہ کیا اور اسکو مار ڈالا۔ عدی نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن تجھ کو گمان ہوا کہ وہ شخص جو تجھ سے بہتر ہے اسکا شفیع ہوگا وہ چھوٹ جائیگا۔ جلدی کر کے مار ڈالا۔ عبد اللہ عدی کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ مختار نے اسکو منع کیا۔

نیز ابن اثیر کہتا ہے کہ زفاد مذکور کہا کرتا تھا کہ مینے اہلبیتؑ علیہم السلام سے ایک جوان پر تیر پھینکا۔ یہ جوان عبد اللہ بن مسلم بن عقیل تھا۔ اس نے کہا اَللّٰھُمّ اِنّھُم استقلّونا واستذلّونا فاقتلھم کما قتلونا خداوندا ان لوگوں نے ہمکو قلیل و ذلیل جانا پس تو انکو بھی اسی طرح قتل کر جیسا انہوں نے ہمکو قتل کیا۔ مینے ایک اور تیر مارا پھر اس کے قریب جا کر دیکھا تو جان بحق ہو گیا تھا۔ مینے دوسرا تیر جو اس کے قتل کا باعث ہوا اس کے شکم سے

نکالا۔ پہلا جو اسکی پیشانی پر لگا تھا۔ اس کو نکالنے لگا۔ تو تیر نکل آیا۔ مگر اسکی بھال پیشانی
میں رہ گئی۔ غرض اصحاب مختار جب اس ملعون کے پاس پہنچے۔ تو تلوار لیکر ان سے
مقابل ہوا۔ عبد اللہ کامل نے کہا اسکو نیزہ و شمشیر سے نہ مارو۔ تیروں اور پتھروں کا
مینہ برسا دو۔ یہ بوچھاڑ پڑی تو گر پڑا۔ انہوں نے زندہ پکڑ کر آگ میں جھونکدیا۔ پھر
مختار نے عبد اللہ بن ناجیہ کو منقذ بن مرہ عبدی قاتل علی بن الحسین معروف بہ علی اکبر
کے گرفتار کرنے کو بھیجا۔ وہ مردود نیزہ ہاتھ میں لئے گھر سے نکلا۔ اور ایک وار عبد اللہ
پر کر کے اسکو گھوڑے سے گرا دیا۔ عبد اللہ نے جلدی سے اٹھکر ایک تلوار اسکے بائیں ہاتھ
پر لگائی۔ مگر وہ بھاگ گیا۔ اور کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ مگر بایاں ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ پس زید
بن ورقا رجائی کو پکڑوا کر منگایا۔ اور حکم کیا کہ اسکو سنگسار کریں۔ اور مردہ کو آگ میں
جلادیں۔

سنان بن انس قاتل امام انس وجان کوفہ سے بصرہ کو بھاگ چلا تھا۔ مختار نے اس
کا مکان کھودوا دیا۔ مگر وہ بصرہ نہ ٹھیر کر قادسیہ آیا۔ بستی میں داخل ہوتا تھا کہ مختار کے
آدمیوں نے پکڑ کر حضور میں حاضر کیا۔ حکم ہوا کہ اول اسکی انگلیاں کاٹیں۔ پھر ہاتھ پاؤں
قطع کریں۔ بعد ازاں روغن زیتون کو جوش دے کر اس کے اندر ڈالدیا۔ تا اینکہ واصل
جہنم ہوا۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

پس عمر بن فصیح کے لئے کچھ آدمی بھیجے۔ وہ رات کو اس کے مکان پر اس سے ملے
اور مارے برچھیوں کے سر سے پیر تک اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

محمد بن اشعث ملعون کو پکڑنا چاہتے تھے۔ تو وہ کوفہ سے چلکر اپنے قادسیہ والے قصر میں
جا چھپا۔ مختار نے کچھ اشخاص مقرر کئے۔ کہ وہیں سے اسکو پکڑو۔ مگر وہ قصر کے دوسرے
دروازے سے نکل کر بھاگا۔ اور بصرہ میں مصعب بن زبیر برادر عبد اللہ بن زبیر کے پاس
جا کر دم لیا۔ مختار نے اس کا قصر و مکان سب منہدم کرا دیئے۔ اور مال و اسباب تمام لٹوا دیا
بروایت ابن اثیر اس کے اینٹ مٹی سے مختار نے حجر بن عدی کا مکان تعمیر کرا دیا۔ جس کو
زیاد بن ابیہ نے معاویہ کے عہد میں منہدم کیا تھا۔

پس بجدل بن سلیم کو اس کے پاس لائے۔ اور بیان کیا کہ اس نے انگشت مبارک آنحضرت کی قطع کر کے انگشتری نکالی تھی۔ مختار نے کہا اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں۔ وہ اپنے خون میں لوٹ پوٹ کر واصل جہنم ہوا۔

تفسیر امام حسن عسکری میں منقول ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ جس طرح بنی اسرائیل سے بعض نے طاعتِ خدا اختیار کی۔ اللہ تعالےٰ نے انکو عزت بخشی۔ بعض دیگر نے انکی نافرمانی کی۔ اسکو عذاب میں مبتلا فرمایا۔ تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ اصحاب نے عرض کی یا امیر المومنین ہم سے نافرمان کون ہوگا۔ فرمایا وہ اشخاص ہونگے کہ حق تعالےٰ نے تو انکو ہم اہلبیت کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا۔ اور وہ برخلاف اس کے ہمارے حقوق کا انکار کریں گے۔ اور اولاد رسول کو جنکی اکرام و محبت پر مامور ہیں قتل کریں گے۔ عرض کی یا امیر المومنین کیا درحقیقت ایسا واقع ہوگا۔ فرمایا ہاں ان دو فرزند گرامی حسن و حسین کو شہید کریں گے اللہ تعالےٰ انکو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ایکبر دکی تلوار سے جسکو حق تعالےٰ ان پر مسلط کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کو عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ عرض کی کون اُن پر مسلط ہوگا۔ فرمایا وہ ایک لڑکا ہے قبیلہ ثقیف سے جس کا نام مختار ابن ابی عبیدہ ہے۔

حربِ ابراہیم بن اشتر با عبید اللہ بن زیاد و قتل آن بانی شر و فساد

روضۃ الصفا میں ہے کہ عبد الملک بن مروان کو شام میں حالات عراق گوش زد ہوئے اور نشو و نمائے مختار کی خبر اس نے سُنی۔ تو بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور ابن زیاد بدنہاد کو بلا کر کہا سنتا ہوں کہ کوفہ میں مختار بن ابی عبید نے سر فتنہ و فساد اٹھایا ہے۔ مروان نے تجھ کو عراق کی مہم کیواسطے انتخاب کیا تھا۔ اسکو زمانِ ناگزیر پیش آیا۔ اور یہ مہم غیر منفصل رہ گئی۔ اب مہیائے سفر ہو کر پہلے کوفہ میں مختار کا قضیہ فیصل کر۔ پھر بصرہ جا کر مصعب بن زبیر کا جھگڑا نبٹا۔ تجھ کو معلوم رہے۔ کہ جو ملک تیری سعی و کوشش سے تسخیر ہوگا۔ اسکی حکومت میں کسی کو تجھ سے پرخاش نہیں ہونے کا۔ اور ایک لشکر بشان مور و ملخ جسکی تعداد اسّی ہزار سوار و پیادے کے بتلائی گئی۔ افواج شام سے اس کے ہمراہ کیا۔ ابن زیاد اس لشکر گران کے ساتھ موچھوں کو تاؤ دیتا

دوبارہ عراق کی حکومت کے خواب دیکھتا شام سے نکلا۔ اور جزیرہ کے ملک میں آکر ٹھہرا۔ ادھر
سے مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو لشکر جرار دس ہزار کا دیکر اس بدکردار کے دفعیہ کے لئے
نامزد کیا۔ اور حاکم موصل کو لکھا۔ کہ اپنی افواج ہمراہ لیکر اس کے ساتھ شامل ہو۔ فتحمند ابراہیم
یہ سپاہ جری ہمراہ لیکر بروز شنبہ ہفتم ماہِ صفر کوفہ سے برآمد ہوا۔ اسوقت مختار پیادہ پا
برسم مشایعت اس کے ساتھ جاتا تھا۔ ابراہیم نے کہا رحمتِ خدا ہو تجھ پر سوار ہوجاؤ۔ مختار
خوش اعتقاد بولا دوست رکھتا ہوں کہ میرے پاؤں اس راہ میں گرد آلودہ ہوں۔ تاکہ فردائے
قیامت ناصرانِ آل محمدؐ میں لکھا جاؤں۔ غرض تھوڑی دُور جاکر مختار کوفہ کو واپس آیا ابراہیم
شام کیطرف روانہ ہوا چلتے چلتے موصل کے قریب پہنچکر خیمہ زن ہوا۔ اُدھر ابن زیاد
اس ٹڈی دل لشکر کے ساتھ وہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر اُترا تھا۔

عمر بن حباب سلمی کہ امرائے لشکر ابن زیاد سے تھا اپنی خوش اعتقادی سے ایکہزار لشکر
کے ساتھ ابراہیم کی فوج میں شامل ہوگیا۔ ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ اہیں تمہاری کیا
رائے ہے۔ کہ اپنے گرد خندق کھودکر دو چار روز توقف کروں۔ یا کل صبح مصروف جنگ ہوجاؤ
عمیر نے کہا تمہارا لشکر قلیل ہے مصلحت یہی ہے کہ فوراً جنگ شروع کردو۔ اسوقت تمہارا رعب
ان پر جما ہوا ہے۔ توقف کروگے تو یہ بات نہ رہیگی۔ انکو جرأت ہوجائیگی۔ اسوقت ان سے
عہدہ برآ ہونا دشوار ہوگا۔ ابراہیم نے کہا بارک اللہ اب مجھے معلوم ہوا کہ تو مخلص و ناصح ہے
امیر مختار نے بھی چلتے وقت مجھ کو یہی نصیحت کی تھی۔ صبح ہوئی تو ابراہیم طبل جنگ بجاکر
تسویہ و ترتیب صفوف میں مصروف ہوا۔ میمنہ پر سفیان بن یزید بن معقل کو میسرہ پر علی بن
مالک خثعمی کو مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ تمام لشکر ایک جائے بلند سے جہاں لشکر شام انکو دیکھے گروہ
گروہ گزرے۔ شامی عراقیوں کی جرات دیکھکر حیران تھے۔

ادھر ابن زیاد نے بھی کمربندی کا حکم دیا۔ اور شرجیل بن ذوالکلاع حمیری کو میمنہ و
ربیعہ بن مخارق غنوی کو میسرہ اور حصین بن نمیر ملعون کو قلب میں مقرر کرکے آگے بڑھا۔ فریقین
میدان کارزار میں مقابل یکدیگر ہوگئے۔ تو ایک شخص سگانِ شام سے عوف بن صنعان کلبی نام آگے
آکر مبارز خواہ ہوا۔ سپاہ عراق سے احوص بن شداد ہمدانی اس کے مقابل ہوا۔ آخر احوص نے

ایک ایسی ضربت شمشیر عوف کے لگائی کہ خاک مذلت پر گرا۔ اور اسی وقت جان مالکِ دوزخ
کے سپرد کی۔ پس داؤد بن عروہ دمشقی نے نکلکر میدان میں قدم رکھا۔ احوص کی تلوار سے
وہ بھی عوف کے پاس پہنچا۔ اس پر حصین بن نمیر کو کہ امرا ابن زیاد سے تھا طیش آیا اس نے
بڑے کروفر سے میدان جنگ میں آکر مبارز طلب کیا۔ شریک بن جابر تغلبی اس کے مقابل
ہوا۔ انکے بڑی دیر باہم لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار شریک نے بضرب شمشیر ابن نمیر لعین کو
واصلِ جہنم کیا۔

قتل حصین بن نمیر

قتل حصین سے خوف وہراس لشکر شام پر چھا گیا۔ کیونکہ یہ حصین رؤسا لشکر شام سے
گرگ باران دیدہ تھا۔ اس نے یزید پلید کے حکم سے مکہ جا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی تھی تا
اینکہ وہ بنا مقدس پاش پاش ہو گئی۔ آج یہ مردود شریک کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا
ابراہیم کے لشکر میں شادیانے خوشی کے بجنے لگے۔ غرض اسی طرح جوڑیاں بہادروں کی باہم
لڑ رہی تھیں۔ اور میدانِ کارزار گرم تھا۔ ابراہیم نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے
ہوکر کہا اے شیعیان علیؑ امیر المومنین واے اخوان والنصار دین یہ لوگ اولاد قاسطین و
حامیان ظالمین وجنود بن مرجانہ لعین ہیں۔ جس نے آب فرات کو امام حسینؑ اور انکی ذریت
طاہرہ پر بند کیا۔ اور آنحضرتؑ سے کہا میری اطاعت کرو اس کے بغیر تمکو امان نہیں میرے
محکوم ہو۔ آخر اس کے حکم سے آنحضرتؑ کو بھوکا پیاسا لب دریا شہید کیا۔ اور انکی اہلبیتؑ
کو اسیران ترک و دیلم کیطرح کوفہ سے شام تک لے گئے۔ فرعونیوں نے ہرگز بنی اسرائیل پر
وہ ظلم نہیں کئے۔ جو اس شقی نے اہلبیت محمد مصطفیٰ پر جنکو حق تعالیٰ نے ہر رجس و پلیدی
سے پاک کیا تھا روا رکھے۔ مجھ کو قوی امید ہے۔ کہ بحکم خدا وہ آج ہمارے ہاتھ سے زندہ
بچکر نہ جائے گا۔ ضرور ہماری تلوار سے جہنم واصل ہوگا۔ پس جدوجہد کرو۔ اور اس نادر موقعہ
کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ یہ کہکر بہیئت مجموعی حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فریقین نے
جہانتک قوت وقدرت تھی کوئی دقیقہ سعی وکوشش کا اٹھا نہ رکھا۔ طلوع آفتاب سے لیکر

شام تک میدانِ کارزار گرم رہا۔ آفتاب زرد ہونے کو آیا تو آثار وہن لشکرِ شام میں نمودار ہونے لگے! اسوقت عراقیوں نے تیغ خون آشام اہل شام میں رکھی۔ اور اسقدر کشت و خون کیا کہ بروایت ابو المؤید خوارزمی ستر ہزار مردان کے تہ تیغ ہوئے۔ اور دس ہزار آٹھ سو زخمی و مجروح ہوتے! اسوقت ابراہیم نے کہا میں نے بوقت ہزیمت لشکر شام ایک شخص کو نہر خادر کے کنارے قتل کیا۔ عمدہ گھوڑے پر سوار علم ہاتھ میں رکھتا تھا۔ وہ فلان مقام پر پڑا ہے۔ اسکا سر مشرق اور پاؤں مغرب کی جانب ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ وہی ابن زیاد بدنہاد ہے۔ کیونکہ بوئے مشک اس سے فائح تھی۔ اسکو تلاش کرو۔ نشان بالا پر جا کر دیکھا۔ تو درحقیقت ابن زیاد پلید یادگار مالک اشتر کے ہاتھ سے قتل ہوچکا تھا۔ فی الفور اس کا سر تن سے جدا کر کے امیر لشکر کے خدمت میں حاضر کیا۔ یہ بیان صاحب روضۃ الصفا کا ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ مگر ابن اثیر نے کامل میں اس کے سوا ایک روایت اس ملعون کے قتل کی یہ لکھی ہے۔ کہ شریک بن جدیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شریکؒ بن جدیرؒ

یہ شریک اصحاب باوفا امیر المومنینؑ سے شریک جنگ صفین تھے۔ وہاں انکی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ آپکی شہادت کے بعد ترک دنیا کر کے بیت المقدس میں مقیم ہو گئے تھے۔ امام حسینؑ شہید ہوتے تو انہوں نے خدا سے عہد کیا۔ کہ اگر کوئی طلب خون آنجنابؑ کو اٹھا تو اس کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کو قتل کروں گا۔ یا اسی راہ میں جان دونگا۔ مختار کے کوفہ میں خروج کرنے کی خبر انکے گوش زد ہوئی۔ تو گوشۂ عبادت سے اٹھ کر اسکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ابراہیم بن اشتر کے ساتھ شام میں آئے۔ اور بوقت ملاقی طرفین اپنے اصحاب قبیلہ ربیعہ کے ساتھ شامیوں پر حملہ کر کے انکی صفوں کو چیرتے پھاڑتے ان میں گھسے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جہاں ابن زیاد اپنے حشم حذم کے ساتھ کھڑا تھا۔ جا پہنچے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک غبار عظیم سر با آسمان بلند تھا۔ اور ہتیاروں کے آواز اور تلواروں کے جھنکار کے سوا دوسری آواز وہاں سے کان میں نہ آتی تھی۔ غبار رفع ہوا تو شریک وابن زیاد دونوں کشتہ پائے گئے۔ اس کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے کہ الاول اصحؒ

کہ پہلا قول کہ قاتل ابن زیاد ابراہیم ہی صحیح تر ہے۔ شریک مذکور سے یہ شعر صفحۂ روزگار پر یادگار باقی رہا ؎

کُلّ عیش قد اراہ باطلا
غیر رکز الرمح فی ظل الفرس

ہر قسم کی عیش و عشرت میرے نزدیک باطل ہے۔ بجز گھوڑے کے سائے میں علم گاڑنے کے غرض ابراہیم کے حکم سے جسم نجس ابن زیاد کا رات بھر آگ میں جلاتے اور خوشیاں مناتے رہے۔ انہوں نے چربی اس کے بدن سے نکالکر چراغِ مراد اس سے روشن کئے۔ اور اسطرح ساری رات جگار کھا۔ کہتے ہیں کہ مہران اسکے غلام نے کہ وہ مردود اس سے بہت محبت رکھتا تھا یہ سنا تو گوشت کی چربی کھانی چھوڑ دی تھی۔ سوائے ابن زیاد و حصین بن نمیر کے اس لڑائی میں شامیوں کے اور سردار نامی مثل ذوالکلاع حمیری۔ ابن جوشب۔ غالب باہلی۔ عبداللہ بن ایاس سلمی۔ و ابو الاشرس والی خراسان وغیرہ وغیرہ بھی مارے گئے۔ والحمدللہ

مروی ہے کہ جسوقت لشکرِ شام منہزم ہوا۔ اور افواجِ ابراہیم نے انکا تعاقب کیا تو تلوار سے اس قدر قتل نہیں ہوئے جتنے کہ دریا میں ڈوب کر مرے۔ فتاحوں نے انکی لشکرگاہ میں جاکر ہر قسم کا مال و اسباب غنیمت اس کثرت سے لُوٹا کہ مالا مال ہو گئے۔

غرض ابراہیم نے مژدۂ فتح معہ سرہائے ابن زیاد و حصین وغیرہ سردارانِ شام مختار کیطرف عراق کو روانہ کئے۔ منقول ہے کہ سر ابن زیاد مختار کی حضور میں پہنچا۔ تو وہ اسوقت طعام چاشت تناول کر رہا تھا۔ شکر خدا بجا لایا۔ اور کہا سر مبارک سید الشہدا کا اِس مردود کے سامنے آیا تو طعامِ چاشت زہر مار کر رہا تھا۔ شکر ہے کہ آج میں بھی اسوقت کھانا کھا رہا ہوں۔ طعام سے فارغ ہو کر مختار پاپوش پہنکر اٹھا۔ اُس سر نجس کے پاس آیا اور تلا جوتے اسکے منہ پر مارتا تھا۔ پھر اسکو چند بار اسکی پیشانی سے رگڑا۔ بعد ازاں کفش غلام کو دی کہ اسکو دھو ڈال کیونکہ روئے پلید پر لگنے سے ناپاک ہوگیا ہے۔

نیز نقل ہے کہ یہ سر دارالخلافہ میں زمین پر پڑے تھے۔ تو ایک نیلا سانپ وہاں آیا۔ اور سروں کے درمیان سے گزرتا ابن زیاد کے سر نجس تک گیا۔ اور اس کے منہ میں داخل ہو کر

ناک کے راہ نکلا۔ پھر ناک سے گھسکر منہ میں نکلا۔ فعلت ہذا مرارا۔ چند بار ایسا کیا۔ اخرج ہذا الترمذی فی جامعہ۔ ابن اثیر کہتا ہے۔ کہ اسکو ترمذی نے اپنی جامع صحیح ترمذی دیکھے از صحاح ستہ اہلسنت) میں اخراج کیا ہے۔ المختصر شیعیان کوفہ اس واقعہ سے مستبشر و مسرور ہوکر شکر خدا بجا لائے اور نذور و صدقات مستحقین کو پہنچائے۔

صاحب مجالس نے ابوالموید خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ مختار نے سر ابن زیاد وغیرہ معہ تیس ہزار دینار کے محمد حنفیہ رض کی خدمت میں بھیجدیئے۔ انہوں نے شکرانہ میں اس موہبت عظمیٰ کے دو رکعت نماز پڑہی اور حکم کیا کہ ان سروں کو موقعہ مناسب پر آویزاں کریں۔ مگر ابن زبیر نے کہا اسکو دفن کردو۔

اور جلاء العیون میں ہے کہ امام زین العابدین ان دنوں مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ محمد رض نے یہ سر آنحضرت کے پاس بھیجدیئے۔ تو انہوں نے ہنگام تناول طعام چاشت انکا ملاحظہ کیا اور فرمایا جب میرے باپ کا سر مبارک اس ملعون کے آگے لے گئے۔ تو وہ بھی دن کا کھانا زہر مار کر رہا تھا۔ اسوقت مینے دعا کی تھی کہ خداوندا مجھ کو دنیا سے نہ اٹھانا جبتک ایسا ہو کہ طعام چاشت کھاتا ہوں اور سر اس ملعون کا میرے سامنے ہو۔ الحمد للہ کہ وہ دعا میری آج مستجاب ہوئی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ عبد اللہ بن زیاد لعنہ و عمر سعد کے سر میرے باپ کے پاس لائے۔ تو سجدۂ شکر بجا لاتے۔ اور فرمایا۔ الحمد للہ و المنہ کہ اس نے ہماری داد ابن زیاد سے لی۔ اور مختار کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور جناب صادق ع نے فرمایا کہ بنی ہاشم سے کسی عورت نے سر میں کنگھی نہیں کی اور ہاتھ پاؤں میں مہندی نہیں لگائی جبتک کہ مختار نے قاتلان امام حسین ع کے سر کٹوا کر ان کے لئے نہیں بھیجے۔

نیز جلاء العیون میں ہے کہ ابن زبیر نے کہ اسوقت حکومت مکہ رکھتا تھا۔ امر کیا کہ اسکو نیزہ پر رکھکر شہر مکہ میں پھراویں۔ جونہی کہ نیزہ پر بلند کیا۔ ہوائے تند چلی اسکو گرا دیا ناگاہ ایک سانپ آیا۔ اور اسکی ناک سے لپٹ گیا۔ پھر نیزہ پر رکھا پھر ہوا سے گرا۔ اور سانپ اسکی ناک میں گھسا۔ اسی طرح تین مرتبہ واقع ہوا۔ تو ابن زبیر نے کہا اسکو کوچہ ہائے مکہ میں ڈالدیں۔ کہ پامال راہ گیران ہو۔ الحق وہ ملعون اسی خواری کا مستحق تھا۔

ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ مغیرہ نے کہا کہ ابن زیاد پہلا شخص ہے۔ جس نے کھوٹے درہم اسلام میں جاری کیئے۔

اور اس کے ایک حاجب سے نقل کیا کہ قتلِ حسینؑ کے بعد قصر میں داخل ہونے لگا تو اس کے منہ کے آگے آتش روشن نظر آئی۔ مرآستین سے اسکو ہٹایا۔ اور اس سے کہا لا تحدثن بھذا احدًا زنہار کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

نیز مغیرہ نے کہا۔ مرجانہ اسکی ماں نے عبید اللہ اپنے بیٹے سے کہا اے خبیث تو نے حسینؑ فرزند رسُولِ خدا کو قتل کیا۔ ہرگز روئے بہشت نہ دیکھے گا۔

القصہ اس فتح عظیم سے ابراہیم کا تسلط مملکتِ جزیرہ پر ہو گیا۔ اور اس نے وہاں کا خراج جمع کر کے اپنی افواج و ملازمان پر تقسیم کیا۔ اور باقی مختار کے پاس بھیجدیا۔ اب ملک جزیرہ و مضافاتِ کوفہ۔ مدائن و دیار ربیعہ و مصر تک مختار کے قبضہ میں آگیا اس وقت مملکتِ اسلام تین اشخاص پر منقسم تھی۔ مختارؓ۔ اور ابن زبیر و عبد الملک بن مروان شام و مصر عبد الملک کے۔ حجاز و یمن عبد اللہ بن زبیر کے۔ اور عراق و فارس مختار کے قبض و تصرف میں تھی۔

مصعب بن زبیر کا کوفہ پر چڑھائی کرنا اور مختارؓ کا داعی اجل کو لبیک اجابت کہنا

دہر ناپائدار و دنیائے بدعہد و خونخوار کا ہمیشہ یہی آئین و منجار رہا ہے کہ اس کے رنگ میں بوئے وفا اور اس کے عیش فانی میں ثبات و بقا نہیں۔ اگر ایک کو کسی وقت سرِ رفعت بلند کر کے تاج شاہی کے لائق بناتی ہے۔ تو ثانی الحال اسی کو قعرِ پستی میں ڈالکر خاکِ مذلت پر سُلاتی ہے۔ عروسِ سلطنت سے ہمکنار ہونے کے بعد اس عالمِ فانی میں کنج تنگ و تاریک لحد میں آرام لینا ہے۔ اور گلہائے عیش و عشرت چُننے کے پیچھے خارا دبار پادل میں ٹوٹنے دینا۔ ابو اسحاق مختار نے جس طرح جلد جلد معارج ریاست و حکومت پر عروج پایا۔ ویسے اس کے نتائج سے دیر تک متمتع ہونا نصیب نہوا۔ کیا معنی کہ جس زور و طاقت سے ملک و فرمانروائی ہاتھ آئی تھی۔ انہی ہاتھوں اوروں کو سونپنی پڑی

بیان اس داستان کدورت عنوان کا بسبیل انجار واختصار اس طرح پر ہے کہ بعض قاتلان حسینؑ مظلوم مثل محمد بن اشعث وشبث اور ان کے اعوان و انصار کہ تیغ سطوت مختار سے ڈرکر کوفہ سے فرار ہوئے۔ تو سید ھے مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ پہنچے۔ جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی طرف سے وہاں کا حاکم ہوکر آیا تھا۔ اور اسکو حث وترغیب کی کہ ہمارے ساتھ چلکر مختار سے جنگ وپیکار کرو مصعب نے مہلب ابن ابی صفرہ کو کہ ابن زبیر کیطرف سے فارس میں حکومت کرتا تھا۔ طلب کیا۔ وہ افواج کثیر و مال خطیر ساتھ لیکر آگیا مصعب اسکی اور بصرہ کی فوجیں ساتھ لیکر شہر سے نکلا۔ اور مختار کو یہ حال معلوم ہوا تو احمر بن شمیط کو لشکر گراں دیکر اس کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ مقام ندار پر فریقین کا مقابلہ ہوا اور میمنہ میسرہ راست ہوکر لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے مردی ومردانگی کے جوہر دکھائے۔ آخر کشش وکوشش بسیار کے بعد ابن شمیط قتل ہوا۔ اور اس کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ بصریوں نے ان کا تعاقب کرکے بہت کشت وخون کیا۔ مصعب نے عام طور سے کہدیا تھا۔ کہ جسکو ان لوگوں سے کسی پر دسترس ملے۔ اسکو قتل کئے بغیر نہ چھوڑے۔ پس اس جم غفیر سے بہت تھوڑے آدمی بچے۔ ورنہ سب علف تیغ بیدریغ ہوئے۔ مصعب یہ فتح مبین حاصل کرکے آگے بڑھا۔ مختار یہ حال سنکر انگشت حیرت حسرت کے دانتوں سے کاٹنے لگا۔ اور بولا مامن الموت بدٌ کہ موت سے کوئی چارہ نہیں۔ میرے نزدیک ابن شمیط کی موت سے بہتر کوئی موت نہیں ہوسکتی۔ اصحاب نے یہ کلمات حسرت دیاس کے اسکی زبان سے سنکر کہا۔ کہ اقبال اس سے روگرداں ہوا۔ اب کامیاب بمراد ہونا دشوار ہے۔ ضرور مارا جائیگا۔ بہر کیف مختار بقیہ لشکر کو ہمراہ لیکر شہر سے باہر نکلا۔ اور صفیں راست کیں ادھر مصعب اپنی فوجوں کے ساتھ مقابل ہوا۔ محمد بن اشعث قیس لعین جدا اپنے گروہ فرار شدہ کوفیوں کے ساتھ کھڑا ہوا مختار کیطرف سے عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مقابل کے لشکر پر حملہ کیا اور انکی صفوں کو درہم برہم کرتا چلا جاتا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ ادھر سے حملہ آور ہوا۔ اور لشکرہائے مقابل کو روندتا چلا آتا تھا اسوقت عبداللہ بن عمر نہدی کہ اصحاب امیر المومنین وشرکائے جنگ صفین سے تھا صفوں

کے درمیان آکر پکارا۔ خداوندا میں اپنی اسی رائے پر ہوں۔ جس پر کہ روز صفین تھا۔ پروردگار میں ان لوگوں سے (اصحاب مصعب سے) برأت و بیزاری ڈھونڈتا ہوں۔ یہ کہا اور شمشیر برہنہ لیکر لشکر مخالف میں گھس گیا۔ اور بڑی بڑولی سے جنگ کرتا تھا۔ تا اینکہ شہید ہؤا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ راوی کہتا ہے کہ اسوقت اصحاب مختار ایسے جلدی جلدی قتل ہوتے تھے۔ جیسے نیستان خشک میں آگ لگ جائے۔ پس مالک بن عبداللہ نہدی کہ پیادوں پر تھا۔ کوئی پچاس آدمیوں کے ساتھ حملہ آور ہؤا۔ اسوقت شام ہوگئی تھی۔ مگر وہ دلاور ابن اشعث کو معہ اسکے آدمیوں کے ریلتا چلا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ابن اشعث اپنے بہت سے اصحاب کے ساتھ اس حملے میں واصل جہنم ہؤا۔ مصعب اس کے مارے جانے سے بہت متاسف ہؤا۔ اور کہا افسوس ہم نے اسکی خاطر یہہ جنگ سہیڑا تھا۔ مختار رات بھر ایک کوچہ کے سرے پر لڑتا اور جنگ کرتا رہا۔ اسکو ابن اشعث کے مارے جانے کی خبر پہنچی تو شاد ہوگیا۔ اور کہا میں اپنا کام پورا کر چکا۔ یعنی قاتلانِ حسینؑ سے قصاص لے لیا۔ اب پروا نہیں اگر مارا جاؤں۔ اس کے اصحاب ساتھ چھوڑ کر اکثر بھاگ رہے تھے۔ حتیٰ کہ جس طرح پر کوفیوں کا قدیمی وطیرہ تھا۔ معرکۂ جنگ میں اسکو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے غائب ہوگئے۔ ناچار قصر دارالخلافہ میں متحصن ہؤا۔ تب کچھ نامرد اس کے پاس داخل ہوئے۔ مصعب نے باہر سے اس کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ دو ماہ بقولے چار ماہ تک مستمر رہا۔ مختار قصر دارالخلافہ سے نکلتا۔ اور بازار کوفہ میں زبیریوں کے ساتھ جنگ کرکے پھر متحصن ہوجاتا۔ شدت محاصرہ سے آخر انکی یہ نوبت پہنچی تھی۔ کہ شہد پانی میں گھولکر پیتے اور اسی پر بس کرتے حالانکہ آٹھ ہزار آدمی قلعہ میں تھا۔ مختار انکو ترغیب دیتا کہ میرے ساتھ باہر آکر مردانہ وار جنگ کرو اللہ تعالےٰ ہماری نصرت کریگا۔ اندر بیٹھے بیٹھے ضعیف ہو کر مرنا ہے تو مردونکی موت کیوں نہ مرو۔ مگر ان بدبختوں پر ذرا اثر نہ ہؤا۔ آخر ایکروز مختار نے خوشبو لگائی حنوط کیا اور آلات حرب سے آراستہ ہوکر کل ۱۹۔ اشخاص اپنے رشتہ داروں اور جاں نثاروں کے ساتھ نکلا اور دشمنوں سے جنگ و جدال کرتا تھا۔ یہاں تک کہ شہید ہؤا۔ بنی حنیف سے دو بھائی طرفہ و طرافہ پسران عبداللہ بن دجاجہ نے اسکو قتل کیا رحمۃ اللہ علیہ۔ اگلا دن ہؤا تو قلعہ کے متحصنوں نے مصعب سے امان چاہی۔ جواب ملا میری مرضی پر باہر آؤ۔ چاہوں قتل کروں چاہوں

قتل محمد بن اشعث ملعون

چھوڑ دو ں۔ سامنے آئے تو ایک طرف سے تمام کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ بجیر بن عبداللہ مسکی نے کہا یا ابن زبیر خدا نے ہمکو تیرا اسیر اور تجھے ہمارا امیر بنایا۔ اور تجھ کو ہم پر اختیار بخشا ہم اہل قبلہ اور تمہارے ہم ملّہ ہیں۔ اسیران ترک و دیلم نہیں۔ ہم پر احسان رکھو اور عفو فرماؤ مصعب ان باتوں پر ذرا پسیجا تھا۔ کہ اس کے اصحاب مصر ہوئے۔ بارے حکم ناطق ان کی گردن زدنی کا صادر ہوا۔ بہتیرا چلّاتے رہے کہ اے پسر زبیر کل شامیوں کے مقابلے میں تجھے آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ ہمکو آگے بھیجدینا۔ ان کے ساتھ لڑیں گے۔ مریں گے بھی تو انکو کمزور کر کے مرینگے۔ مسافر بن سعید ناعطی نے کہا اے پسر زبیر فردائے قیامت خدا کے آگے کیا جواب دیگا۔ ان لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ جنہوں نے بلاکسی شرط کے اپنے تئیں تیری پناہ میں دیا۔ ان میں بعض وہ لوگ ہیں۔ جو ایک دن بھی شریک جنگ نہیں ہوئے۔ بہت سے مفصلات میں تحصیل خراج کو گئے ہوئے تھے۔ بعض راستوں کی نگہبانی پر مقرر تھے۔ یہ سب کچھ کہا کئے۔ مگر وہاں اصلاً شنوائی نہ ہوئی۔ اور گاجر مولی کی طرح سب کے گلے کاٹ دیئے گئے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہ راجعون۔ ہٰذا کلہ فی تاریخ ابن الاثیر۔

نیز ابن اثیر نے نقل کیا کہ مصعب کے حکم کے موافق ایک ہاتھ مختار غازی کا کلائی سے جدا کر کے دیوار مسجد پر رکھ کر اوپر سے میخ ٹھونکدی۔ وہ کف بریدہ اسی نہج سے دیوار مسجد میں لٹکی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ زبیریوں کا خاتمہ ہوا۔ اور حجاج بن یوسف عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا حاکم ہو کر آیا۔ اسوقت وہ کف دست اس نے وہاں سے اُتروائی۔ حاصل یہ کہ مصعب مردود کے ظلم سے حجّاج جیسے اظلم نے بھی پناہ مانگی۔ نیز مصعب ظالم نے ام ثابت بنت سمرہ بن جندب زوجۂ مختار کو اور عمرہ بنت نعمان بن بشیر انصاری اسکی دوسری بیوی کو بلوایا حاضر ہوئیں۔ تو ان سے مختار کی بابت سوال کیا۔ ام ثابت نے کہا کہ میرا اس کے مقدمہ میں وہی قول ہے۔ جو تیرا ہے۔ اسکو رہا کیا۔ عمرہ نے کہا وہ مرد صالح نیکوکار تھا رحمت خدا ہو اس پر۔ اسکو قتل کرا دیا۔

مختار بموجب قول ابن اثیر ۱۴۔ رمضان سنہ ۶۷ھ ہجری کو قتل ہوا۔ اسوقت اسکی عمر ۶۷ سال کی تھی۔ و بقول قاضی حسین میبذی شارح دیوان مرتضوی اسکے کشتوں کی تعداد جو انتقام خون امام

ہیں قتل ہوئے تھے۔ اسی ہزار تین سو تک پہنچی تھی۔ کوفہ۔ بصرہ۔ خراسان نہاوند و حدود اصفہان و آذربائیجان تک اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری رہا۔ اور امراء و حکام اس کی طرف سے مقرر ہو گئے تھے۔

ابن اثیر نے کامل التواریخ میں روایت کی ہے۔ کہ بعد واقعہ مختار کے مصعب عبداللہ ابن عمر سے ملا۔ اور اس پر سلام کہا۔ (جواب سلام نہ پایا تو) کہا میں ہوں تمہارا برادرزادہ مصعب ابن عمر نے کہا تو نے ایک دن میں صبح سے دوپہر تک سات ہزار مسلمانوں کا خون کیا۔ مصعب نے کہا وہ کفار فجار تھے۔ ابن عمر نے کہا قسم خدا کی اپنے باپ سے میراث میں پائی ہوئی بھیڑ بکری بھی اس قدر قتل کرنا تو یہ بھی اسراف تھا۔ چہ جائیکہ آدمی اور مسلمان۔

نیز کتاب مذکور میں ہے کہ عروہ ابن زبیر نے ابن عباس سے کہا مختار کذاب قتل کیا گیا یہ اس کا سر ہے۔ ابن عباس نے کہا قد بقیت لکم عقبۃ کئود فان صعدتموھا فانتم انتم والا فلا۔ یعنی عبد الملک بن مروان۔ (ترجمہ) تمہارے واسطے ایک دشوار گزار گھاٹی باقی ہے۔ اگر اسے عبور کر لیا تو تم ہی تم ہو۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ راوی نے کہا کہ مراد ابن عباس کی عقبہ کئود سے عبد الملک بن مروان تھا۔ پھر مورخ مذکور کہتا ہے کہ مختار کے تحفے و ہدیئے ابن عمر و محمد بن حنفیہ رض کے پاس آتے رہتے تھے۔ اور وہ اسکو قبول کیا کرتے تھے۔

مآل کار ابراہیم بن اشتر بقول ابن اثیر مورخ

تاریخ کامل میں ہے کہ واقعہ مختار کے بعد مصعب نے ابراہیم کو کہ مختار کیطرف سے جزیرہ کا فرمان روا تھا۔ لکھا کہ ابن زبیر کی اطاعت میں داخل ہو۔ اور وعدہ کیا کہ اگر ایسا کرے گا تو ملک شام اور جو مغربی ممالک تسخیر ہوں۔ ان کا تو امیر رہے گا۔ جبتک کہ آل زبیر کی حکومت باقی ہے۔ ادھر سے عبد الملک نے خط لکھکر اسکو اپنی طرف دعوت کی۔ اور حکومت عراق اسکو دینے کا وعدہ کیا۔ ابراہیم نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ انمیں اختلاف ہوا۔ تو کہا اگر میں عبیداللہ زیاد و دیگر اکابر شام کو قتل نہ کیا ہوتا۔ تو عبد الملک کی دعوت کو اجابت کرتا۔ اب جبکہ

ایسا کر چکا ہوں تو ان کے ساتھ کیونکر میری صحبت بر آری ہو سکتی ہے۔ دیگر یہ کہ اپنے شہر و کنبہ و قبیلہ سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ پس مصعب بن زبیر کو خط لکھکر اس کا اطمینان کر دیا۔

عبد الملک بن مروان

مروان کے مرنے پر عبد الملک اس کے بیٹے نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ وہ ہر چند رمضان ۶۵ھ روز وفات پدر سے خلافت پر متمکن ہوا۔ الّا جلال الدین سیوطی اسکو نہیں مانتے ان کے نزدیک اسکی خلافت ۷۳ھ روزِ قتل ابن زبیر سے صحیح ہوئی۔ عبد الملک ۸۶ھ میں فوت ہوا۔ اس لئے کچھ اوپر اکیس سال اس نے فرمان روائی کی۔ اسکی مدتِ حمل سات مہینے ہیں۔ سات ماہ شکم مادر میں رہ کر متولد ہوا تھا۔ لوگ اس پر یہ عیب لگاتے تھے۔ تاریخ کامل میں ہے۔ کہ ایکروز امراء ارکان سلطنت جمع تھے۔ عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان بکری سے کہنے لگا۔ اَنْتَ لَا تَشْبَهُ اَبَاكَ تو اپنے باپ سے مشابہ نہیں۔ اس نے کہا کیونکر مشابہ نہیں ہوں۔ میں اس سے زیادہ مشابہ ہوں۔ جتنا پانی پانی سے اور فرات فرات سے۔ لیکن اگر چاہو تو تجھ کو اس شخص سے آگاہ کروں۔ مَنْ لَمْ تَنْضَجْهُ الْاَرْحَامُ وَلَمْ يُوْلَدْ بِالتَّمَامِ وَلَا يَشْبَهُ الْاَخْوَالَ وَالْاَعْمَامَ کہ جو رحم کے اندر پختہ نہیں ہوا۔ اور کامل ہو کر شکم مادر سے نہیں نکلا۔ اور چچوں اور ماموؤں سے اصلاً مشابہت نہیں رکھتا۔ (اس کا صاف اشارہ عبد الملک کیطرف تھا) عبد الملک نے کہا وہ کون ہے عبید اللہ نے کہا یہ سوید بن منجوف عبید اللہ اور منجوف وہاں سے چلے تو سوید نے اس سے کہا خدا کی قسم تیرے کلام سے اس قدر خوش ہوا۔ کہ شترانِ سُرخ مُو کے ملنے سے بھی اتنا خوش نہ ہوتا۔ عبید اللہ نے کہا مجھ کو زیادہ خوشی اس بات کی ہے۔ کہ تو نے اسوقت ضبط کیا اور کچھ نہ بولا۔

اسکی گندہ دہنی

تاریخ الخلفا میں ہے کہ وہ ابخر یعنی گندہ دہن تھا۔ چھ مہینے کے حمل سے پیدا ہوا دوسری ... کہتے ابا الذبان لیکن کہ اسکی گندہ دہنی کیوجہ اسکی کنیت ابو الذبان دیکھو کہ ...

کا یاب) ہو گئی تھی۔

اور ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں لکھا ہے کہ اسکے مسوڑھوں سے خون جاری رہتا تھا اسلئے اس پر مکھیاں بیٹھتی تھیں۔ نیز عقد میں ہے کہ عبد الملک نے عبد الرحمان بن حارث بن ہشام کی لڑکی سے نکاح کی درخواست کی اس نے انکار کیا اور کہا میں ابو الذبان سے نکاح نہ کرونگی۔ اور یحییٰ بن حکم کے ساتھ شادی کرلی۔ عبد الملک نے اس سے کہا لقد تزوجت افوہ[1] اشوہ[2] تو نے لمبے دانتوں والے کوتاہ گردن زشت رو کے ساتھ نکاح کیا یحییٰ نے کہا انّہا اَحَبَّتْ مِنّی ما کرھت منک اسکو جو باتیں تجھ سے بری معلوم ہوتی تھیں وہی مجھ سے پسند ہیں۔ راوی کہتا ہے وکان عبد الملک ردی الفم یدمی فیقع علیہ الذباب فسمی ابا الذباب کہ عبد الملک خراب دہن تھا۔ اس سے خون بہتا اور اس پر مکھیاں گرتی تھیں۔ لہٰذا وہ ابو الذباب کے نام سے موسوم ہوا۔

خلیفہ ہو کر قلب ماہیت

کہتے ہیں کہ عبد الملک خلافت سے پہلے مدینہ میں عالم فاضل متقی پرہیزگار شخص گنا جاتا تھا۔ حدیث اس نے عبد اللہ عمر ابوہریرہ ابو سعید خدری جیسے بزرگوں سے سماعت کی تھی۔ فقہ میں سعید بن مسیب وغیرہ فقہاء وقت کا ہم پلہ تھا۔ نسک و عبادت تقویٰ وطہارت میں شہرہ آفاق تھا۔ اور قرأت قرآن میں سر آمد امثال واقران۔ مگر خلافت پر پہنچکر تمام خصائل خیر کو خیر باد کہکر خالص بیدین و نا مقید بنگیا۔

تاریخ الخلفا میں ابن ابی عائشہ سے نقل ہے کہ اسکو خلیفہ ہونے کی خبر ملی۔ تو قرآن آگے کھلا ہوا تھا۔ یہ خبر پاتے ہی اسکو بند کر دیا۔ اور کہا ھٰذا آخر العھد بک یہ میرا تیرے ساتھ آخری وقت تھا۔ آئندہ کوئی تعلق نہیں رہا۔ نیز یحییٰ غسانی سے روایت کی ہے کہ وہ پیشتر ام درداء زوجہ ابو الدرداء صحابی کے پاس بہت بیٹھا کرتا تھا۔ خلیفہ ہو کر ملاقات

---

[1] افوہ محرکہ فراخی دہن و فراخ شدن و بر آمدن دندان یا ثنیہ علیا و دراز گردیدن آن ۱۲ منتہی۔

[2] اشوہ درازی گردن و کوتاہی آن از لغت اضداد است اشوہ مرد زشت رو متکبر و چشم رساننده ۱۲

ہوئی تو اس نے کہا اے امیر المومنین یہ سُنا ہے۔ کہ اس نسک و عبادت کے بعد اب تم شراب پینے لگے ہو۔ اس نے کہا اِی واللہ والدّ ما ءِ قد شربتہما ہاں قسم خدا کی اور آدمیوں کا خون بھی پیتا ہوں۔ کیا معنے شرابخوار ہی نہیں ہوں۔ ظالم خونخوار بھی ہوں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ عبدالملک نے سعید بن مسیب سے کہا اے ابو محمد اب میری یہ کیفیت ہو گئی ہے۔ کہ نیک کام کرتا ہوں تو اس سے مسرت نہیں ہوتی۔ بدی کا مرتکب ہوتا ہوں۔ تو اثر غم و اندوہ اپنے میں محسوس نہیں کرتا۔ اس نے کہا الآن تکامل فیك موت القلب اب تجھ میں دل مردگی کے آثار کامل ہو گئے۔

قتل عمرو سعید بن الاشدق

عبدالملک کے عہد خلافت کے کارناموں سے ایک عظیم کام عمرو سعید کا قتل ہے۔ عمرو مذکور بنی امیہ میں ایک دولتمند و ذی اقتدار شخص تھا۔ جو مروان کے ساتھ نسب میں اسکے تیسرے پشت امیہ بن عبدالشمس میں ملتا تھا۔ اس طرح پر عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ۔ علاوہ بریں عمرو کی ماں ام البنین بنت حکم مروان کی بہن عبدالملک کی سگی پھوپھی اور اسکی لڑکی ولید بن عبدالملک کی زوجہ تھی۔ شروع میں مروان نے اپنے بعد کے لئے اسکو نامزد خلافت کر کے طفل تسلی کر دی تھی۔ بنا بریں اس نے مروانی خلافت کے قائم کرانے میں سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر اس کے ٹھیک ہو جانے پر جلدی ہی جواب دیا گیا تھا۔ جیسا پیشتر گزرا یہ مروان کی حکمت عملی تھی۔ عبدالملک نے تخت سلطنت پر بیٹھکر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو ثانی الحال منصور دوانقی نے ابو مسلم مروزی اور ہارون رشید نے جعفر برمکی اور مامون نے فضل بن سہل وزیر کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ناظرین سلسلہ ہذا پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا بیان درمیان تفصیل و اجمال براین منوال ہے۔ کہ عبدالملک مصعب بن زبیر کی مہم پر عراق جانے لگا۔ تو اشدق اس کے ساتھ نہ گیا۔ اور پیچھے دمشق میں مخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ اور شہر والوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت کرنے لگا۔ عبدالملک کو راہ میں یہ خبر ملی۔ صلاح کاروں نے کہا عراق پر جاتے ہو شام ہاتھ سے جا رہا ہے۔ پہلے اس کا سینھالنا ضروری ہے۔ لاجرم وہاں سے پلٹا۔ عمر شہر کے

دروازے بند کرکے متحصن ہو بیٹھا۔ عبدالملک نے محاصرہ کرلیا۔ آخرکار اس پر صلح کی کہ عمرو سعید شریک سلطنت رہے۔ عاملانِ شاہی کے ساتھ اس کا بھی ایک ایک عامل جاتے اس قرار داد پر عہد و قسم ہو کر دروازے شہر کے کھولدیئے گئے۔ اشدق احمق کو اس صلح کے وقت مقولہ مشہورہ دو شاہان اندر اقلیمے نگنجند کا مطلق خیال نہ رہا۔ اس کے بعد عبدالملک بہت گرمجوشی سے پیش آتا۔ تخت سلطنت پر اپنے ساتھ اسکو بٹھاتا۔ تا اینکہ ایکروز تیاری کرکے دوپہر کو بلوابھیجا۔ چونکہ ناوقت تھا۔ زوجہ نے منع کیا نہ مانا اس نے کہا مجھکو اس طلب میں بُوئے خون آتی ہے۔ للّٰلہ نہ جاؤ۔ اشدق نے جھڑکا کہ بیوقوف ہوئی ہے۔ ابوالذباب مجھکو سوتا پائے تو جگائے نہیں تو کس خیال میں ہے۔ بارے لباس کے نیچے زرہ پہنکر اور سو غلام فدائی ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ قصر شاہی کے دروازوں پر اس کے جان نثار جا بجا روک لئے گئے۔ مگر وہ غرور دلاوری میں اکڑتا جارہا تھا پیچھے کی مطلق خبر نہ تھی۔ اندر پہنچا تو عبدالملک دیگر مروانیوں کے ساتھ ویسے ہی تپاک سے ملا اور اپنے پاس بٹھایا۔ ہنس ہنس کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا۔ تا اینکہ بغاوت اور محاصرے کا ذکر آیا۔ عمرو نے کہا وہ موقعہ گزر گیا۔ اس کا کیا ذکر الماضی لایذکر۔ عبدالملک نے کہا یہ تو درست ہے۔ مگر مینے اسوقت قسم کھائی تھی کہ دسترس ہوگی۔ تو تجھکو غل و زنجیر پہناؤنگا یہ چاندی کا طوق و زنجیر موجود ہے۔ اسکو گلے میں ڈال لو۔ میں اپنی ہاتھ سے نکالدونگا۔ زبان سے یہ کہتا تھا۔ دلمیں تھا کہ مرنے کے بعد نکالونگا۔ غرض طوق و زنجیر ڈالکر ایک جھٹکا دیا کہ جس سے آگے کو منہ کے بھل گرا۔ اور دانت ٹوٹ گئے۔ اسکو دیکھنے لگا بیوقوف اشدق کو اتنک بھی مارے جانے کا یقین نہ تھا۔ بولا لا علیک یا امیرالمومنین عظم انکسر اے امیرالمومنین کچھ مضائقہ نہیں ہڈی تھی ٹوٹ گئی۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا موذن نے آکر کہا الصلوٰۃ یا امیرالمومنین عبدالملک نماز کو چلا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کو کہتا گیا کہ میرے آنے تک اس کا کام تمام کر دینا۔ اس نے قتل کا ارادہ کیا تو عمرو نے گڑگڑا کر رحم و قرابت کا واسطہ دیا۔ اسکو رحم آیا۔ عبدالملک نے آکر دیکھا تو آگ بگولا ہو گیا کہ ہیں اتنک زندہ ہے۔ بھائی کو کہا لعنت خدا ہو تجھ پر اور اس کے ادپر جس نے تجھے جنا۔ بس خود حربہ لیا اور کہا

اسکو میرے آگے لاؤ۔ عمرو نے کہا یا ابن زرقا یہ دغا بازی کہاں۔ ایک بن میں دو شیر نہیں رہ سکتے۔ خنجر پیٹ میں مارا شانے پر ہاتھ پڑا۔ تو زرہ معلوم ہوئی۔ کہا تو خود تیار ہو کر آیا تھا۔ پھر زمین پر ڈالکر اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ اور بساط میں لپیٹ کر تخت کے نیچے ڈالدیا۔

ابن قتیبہ کہتا ہے۔ کہ اسوقت قبیصہ بن ذویب خزاعی کہ فقہا، وقت سے عبد الملک کا مشیر اور اس کا رضیع تھا۔ اور مہر شاہی اسکے پاس رہتی تھی۔ داخل ہوا۔ عبد الملک نے اس سے کہا تم عمرو کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ قبیصہ نے تخت کے نیچے اس کا پاؤں نکلا ہوا دیکھ لیا تھا۔ بولا امیر المومنین اسکو قتل کردو۔ کہا جزاک اللہ خیراً ناصح امین موافق ہے۔ اب ان لوگوں کا جنہوں نے ہمارے قصر کا احاطہ اور ہمکو گھیر رکھا ہے۔ علاج بتاؤ۔ کہا اس کا سر کاٹ کر ان کے پاس پھینکدو۔ اور اوپر سے درہم و دینار کی تھیلیاں ڈالدو۔ اس کے چننے میں لگ جائیں گے۔ پس اشدق کا سر اعلائے قصر سے انکی طرف پھینکدیا گیا۔ اور درہم و دینار ڈالے گئے۔ فی الواقع سگان دنیا اس واقعہ کی پرواہ نہ کرکے روپیہ چننے لگے۔ اور وہ مجمع متفرق ہوگیا۔

تاریخ کامل میں ہے کہ یحییٰ بن سعید و عنبسہ بن سعید برادران عمرو بن سعید و اولاد عمرو گرفتار ہو کر عبد الملک کے آگے لائے گئے۔ اس نے ان سب کے قتل کرنیکا حکم دیا۔ مگر عبد العزیز بن مروان کی شفاعت سے انکی جان بخشی ہوئی۔ اور کچھ عرصہ قید میں رکھکر انکو عراق کیطرف جلاوطن کردیا گیا۔ مگر دیگر رفقاء و شرکاء سعید قتل کرا دیئے گئے۔

نیز کامل میں ہے کہ عبد الملک نے زوجۂ عمرو بن سعید زن کلبیہ کے پاس کسی کو بھیجکر پیام دیا کہ وہ صلحنامہ جو ہمنے اسکو لکھکر دیا تھا۔ واپس دیدے۔ اس نے قاصد سے کہا اس سے کہدینا کہ ذالک الصلح معہ فی اکفانہ لیخاصمک عند ربہ وہ کاغذ صلح اسکے پاس اسکے کفن کے اندر رکھا ہے۔ تاکہ فردائے قیامت خدا کے سامنے تجھ سے خصومت خواہ ہو۔ نیز اسیمیں ہے کہ ابن زبیر کو قتل عمرو کی خبر پہنچی۔ تو اس نے خطبہ کہا لیسر زرقا نے یطیع الشیطان (عمرو سعید) کو قتل کیا و کذلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما

کا نوا یکسبون ہم اس طرح ہر ایک ظالم کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں۔ بوجہ ان کے برے کاموں کے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔

اور محمد بن حنفیہؓ نے اس کو شکر کہا ومن نکث فانما ینکث علےٰ نفسہ نکث عہد کا ضرر خود ناکث کو پہنچیگا۔ بروز قیامت اسکے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائیگا۔ بقدر اسکی بے ایمانی اور دغابازی کے۔

اس کا عراق کو فتح کرنا

اشدق کے بکھیڑے سے نبٹ کر عبدالملک کو پھر عراق و حجاز کی فکر ہوئی اس مہم کے لئے ایسے سردار کی ضرورت تھی۔ کہ جرأت و جلادت کے باوجود عقل و فطانت میں بے عدیل ہو۔ یہ دونوں باتیں اپنے سوا کسی میں نہ پائیں۔ لہٰذا خود اس طرف کا عزم کیا۔ اور اس سفر کے لئے اپنی چہیتی بی بی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ کو وداع کرکے کوفہ کیطرف چل دیا۔ محمد بن مروان اس کا بھائی ہراول کے طور آگے آگے جا رہا تھا۔ مصعب کو یہ حال معلوم ہؤا تو مہلب کو بلایا۔ مگر وہ خوارج کے قضیئے میں پھنسا ہؤا تھا۔ ابراہیم بن اشتر کو کہ اسکی طرف سے موصل و نصیبین کی حکومت رکھتا تھا۔ طلب کیا۔ حاضر ہؤا تو لشکر گران ساتھ لے کر اور ابراہیم کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ ہؤا۔ چلتے چلتے مقام قرقیسیا پر اس مقام میں جہاں سے عبدالملک دو فرسخ کے فاصلہ پر پڑا تھا۔ خیمہ زن ہؤا۔ عبدالملک کوفیوں کی خصلت غدر و خیانت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ خفیہ طور پر انکو خطوط لکھکر مال و حکومت کے وعدے دیئے۔ سب نے وہ خطوط اپنے پاس رکھ لئے۔ الّا ابراہیم بن مالک اشتر کہ اس نے بجنسہ سربمہر خط مصعب کے حوالے کیا۔ اس نے کھولکر پڑھا تو وعدۂ حکومتِ عراق اسمیں درج تھا بولا اے ابا النعمان پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔ ابراہیم نے کہا نکث عہد و غدر ہمارا شیوہ نہیں عراق تو کیا شرق سے غرب تک کی حکومت مجھ کو دے۔ تو میں اپنی بات سے پھرنے والا نہیں ہوں۔ رات ہوئی تو بہت سے نامرد ادھر سے اٹھکر اُدھر جا ملے۔ صبح کو مصعب نے بقصدِ پیکار ہتھیار لگائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ادھر سے محمد بن مروان اُدھر سے ابراہیم بن اشتر

اپنی اپنی فوج سمیت میدان کارزار میں آئے۔ ابراہیم کے زوردار حملوں سے لیسر مروان پسپا ہؤا۔ عبدالملک نے عبداللہ بن یزید کو اسکی مدد کے لئے بھیجا۔ محمد میدان کو پلٹا اور شدید لڑائی ہوئی۔ علمدار لشکر ابن مروان مارا گیا۔ ادھر سے مسلم بن کاہلی قتل ہؤا مصعب نے عتاب بن ورقاء کو ابراہیم کی امداد پر مقرر کیا۔ ابراہیم نے اسکو آتے دیکھا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور کہا میں نے اس کو کہدیا تھا کہ عقاب کو یہاں نہ بھیجنا وہ ہرگز بھروسہ کا آدمی نہیں۔ غرض معرکۂ کارزار گرم ہؤا۔ تو عتاب اپنے ہمراہیوں سمیت پیٹھ دیکر بھاگا۔ اس کے ساتھ اور غداروں نے راہ گریز اختیار کی۔ الا ابراہیم کہ اسی جگہ کھڑا جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جان بحق ہوگیا۔ مصعب کے ابراہیم کے قتل ہونے سے چھکے ٹوٹ گئے۔ ہرچند قبائل عرب کو باعث ہؤا۔ مگر کسی نے قدم آگے نہ رکھا ناچار بذاتِ خود آہنگ جنگ کیا۔ اسوقت محمد بن مروان نے پاس آکر کہا مصعب! کیوں ناحق جان دیتے ہو۔ تمہارے اصحاب تمہارے ساتھ ایکدل نہیں۔ امیرالمومنین کی پناہ میں آجاؤ۔ مصعب نے کہا۔ امیرالمومنین (عبداللہ بن زبیر) مکہ میں ہے۔ اتنا کہکر جوش حمیت سے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا اور لڑتا تیغزنی کرتا عبدالملک کے خیمہ تک جا پہنچا اور اسکی طنابیں کاٹ ڈالیں۔ اسمیں ساتھی جدا ہوگئے۔ زائدہ بن قدامہ مختار کے چچازاد بھائی نے موقعہ پاکر یالثارات مختار کا نعرہ مارا۔ اور ایک تلوار لگائی۔ جس کے صدمہ سے مصعب گھوڑے سے گرا۔ عبداللہ بن ظبیان نے اترکر اس کا سر جدا کیا۔ اور عبدالملک کے پاس لے جاکر اس کے آگے ڈالدیا۔ عبدالملک ایسے دشمن قوی کے مارے جانے سے جس نے اس کے خیمہ کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ سجدۂ شکر میں جھک گیا۔ عبداللہ کو کہتا ہے کہ اسوقت میرے دل میں آیا کہ ایک وار میں اس کا بھی سر اڑا دوں تاکہ ایک ساعتِ واحد میں عرب کے دو بادشاہوں کا قاتل بنوں۔ اور عالم کو ان کے ظلموں سے نجات دینے والا ہوں۔ مگر اسکی اجل میں تاخیر تھی۔ توفیق نہ پائی۔

عبدالملک نے کہا مصعب کے ساتھ میری دوستی تھی۔ مگر ملک عقیم ہے بادشاہی دوسروں کی شرکت گوارا نہیں کرتی۔ پس وہاں سے سوار ہوکر کوفہ میں گیا۔ اور کوفیوں سے

بیعت لی۔

عبرت

روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ دارالامارہ کوفہ میں داخل ہؤا۔ تو سر بریدہ مصعب کا اس کے تخت کے آگے رکھا گیا۔ اسوقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا۔ عبدالملک نے اس تکبیر کا سبب پوچھا۔ تو اس نے بیان کیا۔ کہ یہ وہ مقام ہے جہاں مینے امام حسینؑ کا سر مبارک عبید اللہ زیاد کے آگے دیکھا۔ اس کے بعد عبید اللہ کا سر مختار ابن ابی عبیدہ کے سامنے۔ پھر مختار کا سر مصعب کے آگے دیکھا۔ آج یہ مصعب کا سر اسی جگہ دیکھتا ہوں۔ عبدالملک یہ سنکر وہاں سے اٹھ کھڑا ہؤا۔ اور کہا خدا نہ کرے کہ تو پانچواں سر اس مقام پر دیکھے پھر حکم دیا کہ اس عمارت کو گرا دیں۔

عبدالملک اور اہلبیتِ رسالتؐ

چونکہ معرکۂ کربلا، وقتل وقمع اولاد علیؑ وزہراؑ ودیگر عترتِ نجبا عبدالملک کے سامنے واقع ہؤا پھر جو سزائیں بانیانِ جور وجفا کو ملیں۔ کہ جلدی ہی ان کے نشان صفحہ عالم سے مٹ گئے۔ وہ بھی اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لئے وہ نہ انکی محبت سے بلکہ اپنے حفظ سلطنت اور ملک ودولت کی خاطر ان کی ایذا وآزار سے محترز رہا اور بجز ایک آدھ مرتبہ کی آزار دہی کے جس کا بیان باب معجزات میں مذکور ہے۔ امام زین العابدینؑ اس کے عہد سلطنت میں گوشۂ عزلت میں بیٹھے گریہ وبکا وعبادت خدا نیز ہدایت خلق اللہ میں مصروف رہے۔

بحار میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ عبدالملک کا کارِ خلافت درست وراست ہو گیا۔ تو اس نے حجاج بن یوسف کو خط لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ نامہ ہے عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کیطرف بعد حمد وصلواۃ کے لکھا امّا بَعدُ فانظر دماء بنی ھاشم فاحقنھا واجتنبھا فانی رأیتُ آل ابی سفیان لمّا وَلعوا فیھا لم یلبثوا الا قلیلا والسّلام (ترجمہ) نظر کر اور خیال رکھ بنی ہاشم کے بارے میں اور انکی خونریزی سے باز آ۔ بتحقیق کہ مینے آل ابوسفیان کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے انکے

قتل میں حرص کی۔ تو وہ بہت تھوڑے عرصہ ہی ٹھیر سکے۔ جلدی ہی انکے نشان مٹ گئے۔ والسلام سچ ہے ع

با آل نبیؐ ہر کہ در افتاد بر افتاد

بروایتے حجاج نے اسکو لکھا تھا۔ کہ اگر چاہتا ہے کہ تیرا ملک تیرے اوپر برقرار و پائدار رہے۔ تو علیؑ بن الحسینؑ کو قتل کر۔ اس کے جواب میں اس نے مذکورہ بالا رقعہ اسکو لکھا تھا بہرکیف جسوقت اس نے یہ خط لکھا تو کسی کو اس کا حال معلوم نہ تھا۔ مگر امام زین العابدینؑ کو باعجاز امامت یہ کیفیت فی الفور معلوم ہوگئی۔ آپ نے اسی وقت اسی تاریخ میں عبدالملک کو خط لکھا۔ کہ تو نے جو حجاج کو بنی ہاشم کی خونریزی سے باز رہنے کو لکھا تو تیری سعی اللہ کے نزدیک مشکور ہوئی۔ تیری بادشاہت برقرار اور تیری عمر میں برکت دیگی۔

بروایتِ دیگر آپ نے تحریر کیا۔ حضرت رسولؐ خدا نے اسیوقت مجھے اس سے مطلع کیا اور فقرہ مذکورہ بالا سنایا۔ پس اس خط کو بند کر کے اور سربمہر فرما کر غلام کو دیا اور اپنے شتر پر سوار کر کے شام کو بھیجا۔ یہ خط شام میں عبدالملک کو ملا۔ تو اس نے اسکی تاریخ اور وقت میں غور کیا۔ اپنے خط کی تاریخ و وقت کے مطابق پایا۔ لہذا اسکو حضرتؑ کی صداقت میں شک نہ رہا۔ اور بہت خوش ہوا۔ اور اسی خوشی میں جو اس تحریر سے اسکو حاصل ہوئی بقدر بار شتر درہم و دینار حضرتؑ کی خدمت میں روانہ کئے۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ عبدالملک کا وہ خط حجاج کو عقد الفرید میں بھی نقل ہوا ہے کہ اس نے حجاج کو زمانہ حکومت حجاز میں ابن زبیر کے قتل کے بعد نامہ لکھا۔ جنبنی دماء بنی عبد المطلب فلیس فیہا شفاءٌ من الحرب وانی رأیت بنی حرب سلبوا ملکہم لما قتلوا الحسینؑ بن علیؑ۔ مجھ کو عبدالمطلب کے اولاد کی خونریزی سے بچانا کیونکہ ان کے ساتھ حرب کرنے میں کوئی کامیابی کی امید نہیں۔ بہ تحقیق کہ مینے بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ اولاد حرب نے حسینؑ بن علیؑ کو قتل کیا۔ تو اپنا ملک و سلطنت کھو بیٹھی۔ اس کے بعد ابن عبد ربہ نے لکھا ہے۔ ولم یتعرض الحجاج لاحدٍ من الطالبین فی ایامہ۔ کہ حجاج نے اسکے بعد عہد سلطنت عبدالملک میں اولاد ابوطالبؑ سے کسی کے ساتھ تعرض نہیں کیا۔

اولیاتِ عبدالملک

تاریخ الخلفا میں اوائل عسکری سے نقل کیا ہے۔ کہ عبدالملک پہلا خلیفہ ہے جسنے بخل و خست اختیار کی۔ چنانچہ بوجہ کنجوسی اس کا لقب رشح الحجارہ (چکیدہ سنگ) ہو گیا تھا نیز وہ پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے نکث عہد کیا۔ مروان نے عمرو سعید کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا عبدالملک نے بدغا و فریب اسکو قتل کیا۔ نیز وہ پہلا ہے جس نے نماز عید الفطر و عید الضحیٰ سے پہلے اذان کہنا ایجاد کیا۔ اور پہلا خلیفہ ہے جس نے دفتروں کو رومی و عجمی زبانوں سے عربی میں نقل کرایا۔ اور پہلا ہے کہ جب حکم کرنے بیٹھتا تو سر پر تلواریں لیکر کھڑے ہوتے اس سے پہلے یہ دستور نہ تھا۔ نیز پہلا ہے جس نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ممانعت کی۔ اور پہلا ہے جس نے خلفا کے سامنے خلقت کو کلام کرنے سے روکا آگے جو جس کے دل میں آتا تھا کہتا تھا۔

نیز تاریخ الخلفا میں ہے۔ کہ ایک یہودی یوسف نام جس نے کتابہائے سابقین کا مطالعہ کیا تھا مسلمان ہوا۔ وہ ایکروز مروان کے مکان کے آگے سے جا رہا تھا۔ اسکو دیکھکر کہنے لگا۔ وَیلٌ لامّۃ محمّدٍ من اھل ھٰذا الدّار اس گھر کے رہنے والوں سے امت محمدیہ کے لئے ویل و عذاب ہے۔ کسی نے کہا کب تک کہا اسوقت تک جبکہ خراسان کی طرف سے نشانہائے سیاہ آئیں۔ عبدالملک کے ساتھ بھی اسکی دوستی تھی۔ اس کے شانے پر ہاتھ مار کے کہنے لگا۔ کہ مسلمانوں پر حکمران ہو تو خوفِ خدا پیش نظر رکھنا۔ عبدالملک نے کہا ان باتوں کو رہنے دو۔ مجھ کو اس سے کیا نسبت ہے۔ اس نے مکرر کہا اتّقِ اللّٰہ فی امرھم۔ پھر راوی کہتا ہے کہ یزید نے مکہ والوں پر لشکر بھیجنے کی تیاری کی۔ عبدالملک نے کہا پناہ بخدا یہ لشکر عظیم حرم خدا پر جاتا ہے۔ یوسف نے اس کے شانے پر ہاتھ لگا کر کہا جیشُک اعظم۔ تیرا لشکر جوان کے اوپر جائیگا۔ وہ اس سے بڑا ہوگا۔

اس کا خطبہ

کسی نے کہا اے امیرالمومنین تم کیسے جلد بوڑھے ہو گئے۔ کہا کیونکر نہ ہوتا جب کہ مجھکو ہر جمعہ اپنی عقل لوگوں پر عرض کرنی پڑتی ہے۔ بروایتے کہا شیبتنی ارتقاء المنابر وخوف اللحن مجھ کو منبروں پر بلند ہونے اور کلام میں غلطی کرنے کے خوف نے بوڑھا کر دیا۔

ابن زبیر کے قتل ہونے اور حجاز مفتوح ہو جانے کے بعد ۷۵ھ میں جو مدینہ میں خطبہ کہا وہ یہ تھا۔ حمد وصلواۃ کے بعد کہا میں خلیفہ مستضعف یعنی عثمان نہیں۔ اور نہ خلیفہ مداہن چرب زبان (معاویہ) ہوں۔ نہ خلیفہ مافون دتباہ شدہ (یزید) ہوں آگاہ رہو۔ کہ مجھ سے پہلے ان اموال کو خود کھاتے اور دوں کو کھلاتے تھے۔ میرے پاس تمہاری کجیوں کو درست وراست کرنے کا علاج بجز تلوار کے دوسرا نہیں۔ تم ہم سے مہاجرین وانصار کے اعمال کی امید رکھتے ہو۔ اور خود انکی مانند کام نہیں کرتے۔ پس ہمارے اور تمہارے درمیان فقط تلوار ہی فیصلہ کرنیوالی ہے۔ واللہ لایامرنی احدُ بتقوی اللہ بعد مقامی ھذا الا وَضربت عنقہ خدا کی قسم آجکے بعد جو کوئی مجھکو پرہیزگاری خدا کو کہے گا۔ اسکی گردن کاٹ ڈالوں گا۔

اسکی مَوت

بحار میں ہے کہ ارطاۃ بن سمیۃ شاعر اکسیو تیس برس کی عمر میں عبدالملک کے پاس داخل ہوا۔ کہا اے ارطاۃ اب بھی شعر کہتا ہے۔ کہا اب نہ غصہ آتا ہے نہ مسرت ہوتی ہے۔ نہ شراب پیتا ہوں۔ شعر گوئی کے لئے ان باتوں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ تاہم میں نے کہا ہے۔

رَایت المرءَ یاکلہ اللیالی	کاکل الارض ساقطۃ الحدید
وما تبقی المنیۃ حین یاتی	علی نفس ابن آدم من مزید
واعلم انہا ستکر حتی	توفی نذرھا بابی الولید

یعنی مینے دیکھا ہے کہ راتیں آدمی کو اس طرح کھا لیتی ہیں۔ جیسے کہ زمین پڑے ہوئے لوہے کے

لکڑے کو جسوقت موت آتی ہے۔ تو لپسرِ آدم کے نفس میں کوئی زیادتی نہیں چھوڑتی
میں خوب جانتا ہوں کہ وہ عنقریب غیر آشنا ہو جائیگی۔ تا اینکہ ابوالولید سے اپنی نذر
پوری کرے۔

آخری شعر سنکر عبدالملک کانپ گیا۔ ارطاۃ نے کہا اے امیرالمومنین ابوالولید سے
میںنے خود اپنا ارادہ کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اسکی کنیت بھی ابوالولید تھی۔ عبدالملک نے
کہا اما واللہ سیمرّ بالذی یمرّ بك۔ قسم خدا کی میری موت بھی اسی طرح آنے والی ہے
جیسی تیری۔

مورخین نے لکھا ہے کہ رمضان میں بیمار تھا۔ کہتا تھا میں رمضان میں پیدا ہوا۔ اسی
رمضان میں میرا دودھ چھوٹا۔ اسی میں ختمِ قرآن کیا۔ اسی میں مجھ سے بیعت ہوئی اندلیشہ
ہے کہ اسی میں فوت ہوں۔ رمضان گزر کر شوال آگیا۔ تو اطمینان ہو گیا کہ اس مرتبہ بچ
گیا۔ مگر ۱۵ر شوال کو انتقال کیا۔

مرض الموت میں حالت سکرات تھی۔ کہ ولید اندر آیا۔ فاطمہ دختر عبدالملک پاس
بیٹھی تھی۔ اس نے کہا امیرالمومنین کی کیا حالت ہے۔ کہا خیر ہے وہاں سے باہر گیا تو
عبدالملک نے یہ شعر پڑھا ؎

کَمْ عَائِدٍ رَجُلاً لَیْسَ یَعُوْدُہٗ ۔۔۔ اِلّا لیعلم ھَلْ یَرَاہُ یَمُوْتُ

بہت سے عیادت کرنے والے آدمی کی عیادت اس لئے کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم کریں کہ
آیا اسکو مرتے دیکھیں گے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسکو مرنے کا یقین ہوا۔ تو کرب و بے چینی کی حالت تھی اس
وقت اپنے نفس کو ملامت کرتے اور سر کو پیٹنے لگا۔ کہتا تھا۔ کہ دن بھر مزدوری محنت
کر کے قوت لایموت حاصل کرتا۔ اور طاعتِ خدا میں مصروف رہتا۔ کبھی کہتا کاش میں تہامہ[1]

---

[1] تہامہ بکسر تاء فوقانیہ ملک حجاز کا وہ حصہ جو نجد کے نیچے کی طرف ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ
تہم الحرّ یعنے اشتدّ سے مشتق ہے۔ وہ ملک ہے جو جانب نجد ذات عرق سے شروع ہوتا ہے مکہ
دو منزل پرے تک دور کنار بحر تک چلا گیا ہے۔ ۱۲ مجمع

کے اکیمرد کا علام ہوتا۔ اور وہاں کے پہاڑوں میں اسکی بکریاں چرایا کرتا۔ اور اپنا پیٹ پالتا مگر امر خلافت سے متعرض نہوتا۔ ایک مرتبہ اسی اضطراب میں کہا مجھ کو اوپر لے چلو وہاں لے گئے تو ٹھنڈی ہوا کھا کر کہا اے دنیا تو کسقدر لطیف و لذید ہے۔ مگر تیری درازی کوتاہ اور عظمت حقیر ہے۔ اور ہم تجھ سے دھوکہ میں رہے۔ پھر کچھ اشعار اسی مضمون کے پڑھے۔

لکھا ہے کہ آخر وقت میں اس نے حکم دیا۔ کہ دریچے قصر کے کھول دیئے جائیں۔ ان سے نظر کی تو دور سے ایک دھوبی کپڑے دھوتا ہوا دکھائی دیا۔ دو مرتبہ کہا لیتنی کنت قصارًا کاش میں دھوبی ہوتا۔ اور زندہ رہتا۔ ابن اثیر جزری اس قسم کی روایات نقل کر کے کہتا ہے ویحقّ لعبد الملک ان یحذر ھذا الحذر و یخاف فانّ من یقدم الحجاج بعض سیئاتہ لیعلم علےٰ ایّ شئ یقدم سزاوار ہے عبد الملک کیلئے کہ وہ موت سے ایسا ہی ڈرے اور خوف کھائے۔ بتحقیق کہ حجاج جیسا ظالم جسکی ادنیٰ بدی ہو وہ جانتا ہے کہ مرنیکے بعد کیا معاملہ اسکو پیش آنے والا ہے۔

اور سیوطی نے کہا عبد الملک کے مساوی وعیوب سے ایک یہی کافی ہے کہ اس نے حجاج جیسے ظالم کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ کہ جس طرح چاہے انکی تذلیل و اہانت کرے قتل کرے پٹوائے۔ گالیاں دے۔ قید رکھے۔ اس نے افاضل صحابہ و اکابر تابعین سے اس قدر اشخاص کو قتل کیا ہے۔ جس کا احصار و شمار ممکن نہیں۔ اوروں کا تو کیا ذکر انس بن مالک و دیگر صحابہ کی گردنوں اور ہاتھوں میں ان کے ذلیل کرنے کو داغ دیئے فلا رحمہ اللّٰہ ولا عفی عنہ خدا اس پر رحم نہ کرے۔ اور اس کے گناہ نہ بخشے۔ اس کے بعد عبد الملک کے کچھ اشعار جو آخر وقت میں کہے لکھے ہیں۔ ان کے آخر میں ہے ؎

فیا لیتنی لم اعنُ فی الملک ساعۃً ولم الہُ فی اللذات عیش نواضر
وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ من الدھر حتے زار ضنک المقابر

اے کاش میں ملک و بادشاہی کا ایک ساعت کو بھی قصد نہ کرتا۔ اور خوش عیشی میں بسر کرنے والوں کیطرح لذات میں سرمست نہ ہوجاتا۔ میں دو پرانے کپڑوں والے کیطرح زمانے میں شدت و سختی میں بسر کرتا۔ یہاں تک کہ تنگی قبر میں داخل ہوجاتا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

اس شقی سفاک و خارجی بیباک کے ظلم و ستم کسی قدر اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق
میں مذکور ہوتے۔ کچھ یہاں ذکر ہوتے ہیں۔

اس نے عبد الملک اور اس کے بیٹے ولید کیطرف سے زمانہ دراز تک اسلامی ملکوں کے
وسیع حصہ پر جاری حکومت کی۔ اس کے زمانے میں عزیز ذلیل۔ غنی فقیر۔ دیندار خائف و
ترسان تھے۔ بنی آدم کے قتل پر وہ نہایت دلیر تھا۔ اس کے کشتوں کی تعداد ہزاروں سے
گزر کر لاکھوں تک پہنچی تھی۔

مسعودی کہتا ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے معاویہ لعنۃ کے حکم سے مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کی اور
یمن کو تاخت و تاراج کرکے عبید اللہ بن عباس کے صغیر سن بچوں کو مار ڈالا۔ تو امیر المومنین ع
نے کوفہ میں خطبہ کہا جسمیں اہل کوفہ کی مذمت کی۔ اور فرمایا وہ (اہل شام) باطل کی پیروی
میں چست ہیں۔ اور تم حق کی اطاعت میں سست۔ وہ ایکدوسرے کی نصرت کرکے اپنی طاقت
بڑھاتے ہیں۔ اور تمہارا ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اور بیٹھے دیکھ رہے ہو۔ اے اہل کوفہ
خدا کی قسم اگر کوئی مجھ سے دینار و درہم کا معاملہ کرے۔ یعنے تمہارے دس لیکر اس کے بدلے
اپنا ایک آدمی دے۔ تو میں اس صرافی پر رضامند ہوں۔ پھر دست دعا اٹھا کر فرمایا خداوندا
میں ان سے دلتنگ و ملول ہو گیا ہوں۔ اور یہ مجھ سے دلتنگ و ملول ہو گئے ہیں۔ مجھ کو ان
سے بہتر رفقا دے۔ اور ان کے سروں پر شریرترین آدمیان کو مسلط فرما۔ پروردگارا
غلام ثقفی کو جلد ان کے اوپر مقرر کر جو ذیّال و میّال ہے۔ وہ انکی سرسبزیوں کو چرلے اور
پوستینیں انکی اتارے اور جاہلیت کے احکام ان پر جاری کرے۔ بھلائیوں کو رد کرے اور
برائیوں سے درگزر نہ کرے۔

راوی کہتا ہے کہ جس روز حضرت نے یہ خطبہ کہا۔ اسی روز حجاج لعین پیدا ہوا وہ
بڑا ہو کر اسی طرح کوفیوں کے ساتھ پیش آیا۔ جیسا کہ حضرت ع نے ان کے حق میں بد دعا کی تھی
اور ابن اثیر جزری نے کہا۔ کہ امیر المومنین علی ع نے ایک شخص سے کہا تو نہ مریگا جبتک کہ

ایک جوان کو بنی ثقیف سے نہ دیکھ لیگا۔ اس نے کہا اے امیرالمومنین وہ جوان ثقفی کون ہے فرمایا وہ ہے جسکو بروز قیامت کہیں گے اکفنا زاوِیۃً من زوایا جہنم کافی ہو ہماریطرف سے ایک گوشہ جہنم کا۔ وہ ایک مرد ہے کہ بیس سال سے اوپر حکومت کریگا۔ کوئی نافرمانی خدا کی نہ ہوگی۔ جس کا وہ مرتکب نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک معصیت بھی رہ جائیگی کہ اس کے اور اس معصیت کے درمیان بند دروازہ ہوگا۔ تو وہ اس دروازے کو توڑ ڈالے گا۔ اور اس کا ارتکاب کرے گا۔ اپنے مطیعوں کی مدد سے نافرمانوں کو ایک ایک کرکے قتل کریگا۔

ابتدائے کار آن نابکار

عقدالفرید میں ہے کہ حجاج جس کا پہلا نام کلیب تھا۔ شروع میں معلم الصبیان ہوتا تھا اس کا باپ یوسف بن عقیل بھی معلم گری کا پیشہ کرتا تھا۔ مگر حجاج اپنی چالاکی سے اس کام کو چھوڑ کر روح بن زنباغ عبدالملک کے وزیر کے پیادوں میں بھرتی ہوگیا۔ تا اینکہ ایک مرتبہ خلیفہ نے روح سے شکایت کی کہ لشکر کوچ و مقام میں ایک ساتھ نہیں رہتا۔ اس نے کہا اے امیرالمومنین میرے نوکروں میں حجاج نام ایک شخص اس کام کے لئے موزون ہے۔ عبدالملک نے اسے منظور کرلیا۔ پس حجاج سائق سپاہ کے عہدہ پر مامور ہوگیا۔ اسکی تند مزاجی سے کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ پیچھے رہ جاتے۔ سوار ملازمان وزیر کے کہ وہ چنداں اسکی پروا نہ کرتے تھے۔ ایکروز جبکہ وہ بیٹھے کھانا کھارہے تھے۔ ان کے پاس آیا کہ کیوں تم نے امیرالمومنین کے ساتھ کوچ نہیں کیا۔ انہوں نے بے تکلفانہ کہا۔ یا ابن اللخنار (اے پسر زن زانیہ) بیٹھ اور کھانا کھا۔ حجاج نے کہا ہیہات ہیہات وہ وقت گزر گیا۔ اور حکم دیا کہ ایک ایک کو پکڑ کر تازیانے لگائے جائیں۔ اور تمام لشکر میں انکو تشہیر کرایا۔ اور وزیر کے خیموں کو جو ہنوز برپا تھے آگ لگوادی کہ تمام جلکر خاکستر ہوگئے۔ روح وزیر خلیفہ کے پاس روتا گیا۔ کہ میرا ملازم اور مجھ ہی پر یہ ستم عبدالملک نے حجاج کو بلاکر پوچھا۔ کہ یہ تو نے کیا کیا۔ حجاج نے کہا مینے کچھ نہیں کیا۔ خلیفہ نے کہا پھر کس نے کیا۔ کہا خلیفہ نے۔ میرا ہاتھ اس کا ہاتھ ہے۔ میرا تازیانہ اس کا

تازیانہ۔ آپ وزیر کو ایک خیمہ کے بدلے دو خیمہ دیدیں۔ اور ایک غلام کی عوض دو غلام مگر میرے انتظام میں خلل انداز نہوں۔ عبدالملک نے روح کا خیر نقصان کردیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ حجاج کی پہلی عقل وکفایت تھی۔ جو ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد خلیفہ کے نزدیک اس کا رتبہ بڑہتا ہی چلا گیا۔

ایالتِ حجاز

عبدالملک نے مصعب بن زبیر پر عراق میں فوج کشی کی تو حجاج اس کے ساتھ تھا مصعب مارا گیا اور عراق کی وسیع و عریض مملکت مروانی خلیفہ کے لئے صاف ہوگئی۔ تو اس نے شام کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا کہ کسی کو اپنی طرف سے حجاز میں عبداللہ بن زبیر کی مہم پر بھیجے حجاج نے کہا اے امیر مینے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ابن زبیر کو پکڑ کر اسکی کھال کھینچ رہا ہوں یہ کام میرے سپرد کرو۔ لاجرم دو یا تین ہزار لشکر شام ساتھ کرکے اسکو وہاں بھیجا۔ حجاج پہلے تو طائف میں قیام کرکے چھوٹے چھوٹے دستے سپاہ کے بھیجتا رہا۔ عرفات کے مقام پر ان میں اور ابن زبیر کے آدمیوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جنیں حجاج کے سپاہی منصور اور ابن زبیر کے مغلوب و منہزم ہوا کئے۔ پھر عبدالملک سے مزید کمک طلب کرکے آگے بڑھا تا اینکہ مکہ پہنچ کر مسجد الحرام کا محاصرہ کرلیا۔ اور گرد کے پہاڑوں پر مجانیق نصب کرکے خانہ کعبہ کو منہدم کیا اور اس کے اسباب و سامان کو جلا کر خاکستر کردیا۔ بیت اللہ سے نپٹ کر اس بلائے بے درمان نے مدینۃ الرسول کا رُخ کیا۔ کیونکہ عبدالملک نے مکہ و مدینہ دونوں کی اسکو حکومت دی تھی۔ وہاں اہل شہر و بقیہ صحابہ کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ طرح طرح سے ایذائیں دیں۔ ان سے کہا قاتل عثمان امیرالمومنین تم ہو۔ تم سے اس کا بدلہ لونگا۔ جابر بن عبداللہ۔ انس بن مالک وسہل ساعدی وغیرہ صحابیوں کے ہاتھوں پر سیسہ سے داغ دیئے یعنی جو معاملہ ذمی کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ کیا۔ غرض ایک یا دو مہینے وہاں ٹھیرا۔ چلا تو کہنے لگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْرَجَنِیْ مِنْ اُمِّ نَتْن خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس گندہ اور بدبو شہر سے نکالا۔ یہ اسکی رسول خدا کے ساتھ صریح عناد و مخالفت تھی کیونکہ

آپ نے اس کا طیبہ نام رکھا تھا۔ پھر کہا اس کے باشندے خبیث اور امیرالمومنین سے دل میں دغل و غش رکھنے والے اور نعمات خدا پر جو اسکو عطا ہوئی۔ حسد کرنے والے ہیں۔ قسم خدا کی اگر اس کی تحریرات اس کے بارے میں نہ آتیں۔ تو میں اسکو جوف حمار کی مثل کر دیتا۔ کچھ لکڑیاں ہیں جن سے پناہ گیر ہوتے ہیں۔ انکا منبر رسول اللہ نام رکھا ہے[۱]۔ اور کچھ بوسیدہ ہڈیاں ہیں انکو قبر رسول اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ هٰذا کلہ فی الکامل لابن اثیر۔ نیز ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ولایت مدینہ اور جو کچھ اس نے اصحاب رسول اللہ کے ساتھ کیا صفر ۷۴ھ میں تھا۔

حکومتِ عراق

حرمین شریفین کو حسبِ دلخواہ پامال کرا کر مروان کے بیٹے عبدالملک نے اس کافر بد دین (حجاج) کو جو اسکی بدکاری کا ایک نمونہ تھا۔ کما کان یزید سیئۃ من سیئات معاویہ کوفہ اور بصرہ کی امارت پر مقرر کیا۔ اسکو لکھا سِر الی العراقین واحتل لقتلہم فانہ قد بلغنی عنہم ما اکرہ کہ عراق عرب و عجم کو جا اور حیلے بہانے پیدا کر کے انکو کیفر کردار کو پہنچا بتحقیق کہ مجھ کو ان سے وہ امور پہنچے ہیں۔ جو میرے مکروہ طبع ہیں۔ بنا بریں حجاج چیدہ سوار ساتھ لیکر مدینہ سے بے خبر کوفہ گیا۔ اور مسجد میں جا کر منبر پر بیٹھا اور اہل شہر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اسوقت عمامہ سرخ خز کا سر پر اور منہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھوڑی دیر بانتظار مردم خاموش بیٹھا رہا۔ پھر یکایک منہ کھولکر ایک خطبہ بلیغ متضمن بزجر و توبیخ شدید کوفیان پڑھا اور کہا کہ آگاہ رہو کہ امیرالمومنین عبدالملک بن مروان نے اپنا کیش بکھیر دیا۔ اور اس کے ایک ایک تیر کو جانچا۔ ان میں میری لکڑی کو صلب و سخت پایا۔ اس لئے مجھ کو تمہاری طرف چلایا تاکہ تمہارے

---

[۱] ابن اثیر کامل میں لکھتا ہے۔ کہ عبدالملک نے طارق اپنے آزاد کردہ کو لکھا کہ حجاج سے ملحق ہو کر اسکی مدد کرے وہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں مدینہ آیا۔ اور ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکالکر اہل شام سے ایک مرد ثعلبہ نام کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے مکہ آیا۔ یہ ثعلبہ منبر رسول اللہ پر بیٹھکر ہڈیوں کا گودا نکال نکالکر کھایا کرتا نیز اسی مقدس مقام میں حزے نوش کرتا۔ تاکہ مدینہ والوں کی آتش غیظ کو بھڑکا دے۔ غرض ان ملاعین نے کوئی دقیقہ ہتک حرمت اسلام و شعائر اسلام کا باقی نہیں چھوڑا۔ ۱۲ منہ

حلقوم کو چھید دوں - بتحقیق کہ تم اہل بغی وخلاف ونفاق وشقاق ہو - پھر کہا انی لانظر
الی الدماء بین العمائم واللحے البتہ میں عماموں اور ڈاڑھیوں کے درمیان خون کو گردش
کناں ، دیکھ رہا ہوں - وانی لاری رؤسا قد اینعت وقد حان قطافہا اور میں دیکھتا ہوں
کہ سروں کی کھیتیاں پک کر تیار ہو گئی ہیں - ان کے درو کرنے کا وقت آ گیا ہے - اے اہل عراق
تم بہت دنوں سے راہ ضلالت وغوایت میں بھٹکتے اور حماقت وجہالت میں گزار رہے ہو اے
عبید العصا ، واولاد کنیزگان میں حجاج بن یوسف ہوں - جو کہونگا کر کے دکھا دونگا - فضول
گو وبکواسی نہیں ہوں - قسم خدا کی میری تلوار اسوقت تک تمہارے سروں پر کھینچی رہیگی جبتک
کہ تمہاری گردنیں حکم امیر المومنین کے آگے جھک نہ جائیں - اور تمہاری نخوت وغرور دور ہوکر
اسکے آگے ذلیل وخوار نہ ہو جاؤ - بشر ابن مروان سابق امیر عراق نے مہلب ابن ابی صفرہ کو
لشکر دیکر خارجیوں کی مہم پر بھیجا تھا - مگر کوفہ وبصرہ کے اکثر آدمی تخلف کر کے وہاں سے بھاگ
آئے تھے - حجاج نے کہا تین روز کی مہلت دیتا ہوں - اس کے بعد اگر متخلفین سے کوئی شہر
میں دکھائی دیا - تو قتل کیا جائیگا - اور اس کا گھر بار تاراج کر دیا جائیگا - بعد ازاں کہا اے غلام
خلیفہ کا خط کوفیوں کے نام ان کے سامنے پڑھکر سناؤ - قاری نے شروع کیا - اما بعد سلام علیکم
فانی احمد اللہ الیکم - اسجگہ تک پہنچا تھا تو کہا کہ ٹھیرو - اور حاضرین سے کہا اے عبید عصا امیر
المومنین تمکو سلام کہے اور تم جواب تک نہ دو - قسم خدا کی میں دوسری طرح پر تمکو تادیب کرونگا
پھر قاری سے کہا پڑھ - اس نے شروع سے پڑھا - جب کہا سلام علیکم تو ہر گوشہ مسجد سے صدائیں
اٹھیں - وعلی امیر المومنین السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - بعد ازاں باقی خط پڑھا گیا - پھر جو متخلف
ملا تیغ بیدریغ سے اس کا سر[۱] کاٹ لیا گیا - کوفہ میں سکہ جما کر بصرہ کیطرف روانہ ہوا -

---

[۱] شعبی کہتا ہے کہ عمر - عثمان - علی کے زمانوں میں کوئی مسلمان اس کام میں جو اس کے سپرد کیا جاتا کوتاہی کرتا تو
اسکو سب کے سامنے کھڑا کرتے اور عمامہ سر سے اتار کر تشہیر کراتے - مصعب بن زبیر امیر ہوا - تو کہا یہ کچھ بات نہیں اسنے
اس پر یہ اضافہ کیا کہ اسکا سر اور ڈاڑھی بھی منڈوا ڈالتے - بشر بن مروان نے یہ کیا کہ ایسے نافرمانوں کو زمین سے اٹھا کر
اس کے ہاتھوں کو دیوار پر ٹکاتے اور انمیں میخیں ٹھونکتے - کبھی اسمیں مرجاتا کبھی میخ کف دست کو چیر کر نکل جاتی
وہ نیچے گر جاتا - حجاج نے اپنے عہد حکومت میں کہا یہ لڑکوں کا کھیل ہے - جو جس مہم پر مقرر ہوا اور وہ اس سے تخلف

حجاج کا بصرہ میں داخلہ

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے۔ کہ عبدالملک نے حجاج کو عراقین کو جاتے اور حیلے بہانوں سے انہیں قتل کرنے کو لکھا۔ تو وہ دو ہزار سوار شامی جرار کو ساتھ لیکر روانہ ہؤا۔ اور سعی کی کہ بصرہ میں جمعہ کے روز نماز کیوقت داخل ہو۔ شہر کے قریب پہنچا تو ساتھیوں کو کہا تم آگے چل کر مسجد کے دروازوں پر بیٹھو۔ اور تلواریں کپڑوں کے تلے چھپائے رکھو۔ جب اندر سے قتل و تمع کا شور سنو۔ تو کوئی متنفس دروازے سے باہر جانے نہ پائے۔ اِلّا یہ کہ اس کا سر اسکے پاؤں میں لڑکتا نظر آئے۔ مسجد کے اٹھارہ دروازے تھے۔ ہر دروازے پر سو سو جوان مقرر کئے۔ اور دو سو باقی کو اس طرح پر کہ سو سپاہی آگے سو پیچھے اور تلواریں دامنوں تلے چھپائے تھے۔ ساتھ لیکر داخل مسجد ہؤا۔ انکو سمجھا دیا کہ میں کلام کرونگا۔ تو میرے ڈھیلے ماریں گے۔ جب مجھے دیکھو کہ عمامہ سر سے اُتار کر گھٹنوں پر رکھ لیا ہے۔ تلواریں کھینچکر ایک طرف سے قتل شروع کر دینا۔ پس منبر پر جا کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا ایہا الناس امیر المومنین عبدالملک بن مروان کو خدا نے اپنے عباد وبلاد پر اپنا خلیفہ وجانشین کیا ہے۔ اس نے مجھ کو تمہارے شہر کی حکومت دی تاکہ تمہارے اموال تمہارے درمیان قسمت کروں اور ظالم سے مظلوم کا بدلا لوں۔ محسن بری کو جزا و ثواب دوں۔ عاصی بدکار کو عقوبت کا مزہ چکھاؤں۔ آگاہ رہو کہ اس نے مجھے دو تلواریں دی تھیں۔ ایک تیغ رحمت دوسری تیغ عذاب ونقمت۔ تیغ رحمت راستے میں مجھ سے گر گئی سیف عذاب یہ میرے پاس موجود ہے۔ اس پر لوگوں نے اسکی طرف ڈھیلے پھینکنے شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ بعد ازاں عمامہ اتار کر زانو پر رکھ لیا۔ بعد اسکے تلواریں بلند ہوئیں اور سر بدنوں سے گرنے لگے۔ جس نے باہر کو بھاگنا چاہا۔ اسکو دروازوں کے نگہبانوں نے لیا۔ غرض دم کے دم میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ حتیٰ کہ دروازوں سے بہہ کر خون کوچہ ہائے شہر تک پہنچا۔ اور کچھ اوپر ستر ہزار آدمی لقمہ نہنگ اجل ہو گیا۔ نیز ابن قتیبہ نے ابومعشر سے نقل کیا۔ کہ حجاج بصرہ آیا۔ تو منبر پر گیا

اسوقت عمامہ سر پر اور کمان اس کے دوش پر تھی۔ اور تلوار گلے سے لٹک رہی تھی۔ رات بھر جلگتے رہنے سے غنودگی اس پر طاری ہوئی۔ اس سے چونکا تو کلام شروع کیا لوگ اس پر کنکر پتھر پھینکنے لگے۔ اس نے سر بلند کیا۔ اور کہا انّی اریٰ رؤساً قد اینعت وحان قطافہا۔ بتحقیق کہ میں دیکھتا ہوں کہ سروں کی فصل پک کر تیار ہو گئی۔ اس کے کاٹنے کا وقت آگیا۔ پس افواج شام کو کہ اس کے گردو پیش جمع تھے۔ اور دروازوں پر منتظر بیٹھے تھے۔ ان کے قتل کا حکم دیا۔ اللہ اکبر۔ ایسا ظلم فضیع وصریح ابتدائے عالم سے آج تک نہ دیکھا نہ سنا۔ کہ لوگ مسجد میں نماز کو جمع ہوں۔ اور تلوار کھینچکر ایک طرف سے انکو قتل کر دیا جائے۔ اور ذرا لحاظ خطاوار و بے خطا کا نہ کیا جائے۔ مجھ کو مسودہ صاف کرتے ہوئے تعداد کشتگان میں استبعاد و اشتباہ ہوا۔ لہذا دوبارہ کتاب الامامہ والسیاسہ کی طرف مراجعت کی وہاں وہی لکھا تھا۔ فقتل منہم بضعًا وسبعین الفًا کہ ستر ہزار اور چند ہزار ان سے قتل ہوئے۔ لفظ بضع عربی زبان میں تین سے نو تک پر اطلاق ہوتا ہے پس خالص تعداد کشتگان ۷۳ ہزار سے ۷۹ ہزار تک ہے۔

پس تم واضح رہے کہ یہ دو ہزار شامی خونخوار وحشی جفا پیشہ جو اس کے ساتھ تھے ہمیشہ اسکی پشت پناہ رہے۔ اور عراق جیسے متمرد ملک کی حکومت میں اسکی حکومت کا راز اسی شامی دستہ میں مضمر تھا۔ جسکو نہ دین و ایمان سے کام تھا۔ نہ خدا و رسول سے سروکار حجاج ہی کی اطاعت میں منہمک تھے۔ وہ بھی ہر وقت انکی دلداری و ناز برداری میں مصروف رہتا۔ انعام و اکرام کے علاوہ انکو لطیف[1] لطیف کھانے اپنے سامنے کھلواتا۔

[1] ابوالحسن مدائنی نے کہا کہ حجاج بن یوسف کیطرف سے ایکہزار خوانِ طعام ماہ رمضان میں رکھا جاتا تھا اور پانچسو خوانِ طعام دیگر ایام میں۔ ہر خوان پر دس دس آدمی کھانا کھانے بیٹھتے۔ اس قسم کے کھانے ماہی بریان و تازہ و برنج و شکر وغیرہ ہوتے۔ خود محافہ میں بیٹھکر دیکھتا پھرتا کہ کسی کے پاس کسی شے کی کمی تو نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ چاولوں پر کھانڈ نہیں۔ باورچی دوڑا کہ کھانڈ لائے۔ اسکے آنے میں دیر ہوئی۔ اور کھانے والے نے برنج بے مٹھائی کھالئے تو حکم کرتا۔ کہ اس کے دو سو تازیانے لگوائے جائیں۔ اسکے بعد وہ لوگ تھیلیاں شیرینی کی بغلوں میں لئے ان پر گردش کرتے رہتے تھے۔ جسکو ضرورت ہوتی فوراً دیتے۔ راوی کہتا ہے کہ یوسف بن عمر والی عراق بھی ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں کھانا کھلاتا۔ اسکی طرف سے پانچسو خوان رکھے جاتے۔ مگر حجاج کا طعام اہل شام (فوجی سپاہیوں) کیلئے مخصوص تھا۔ اور یوسف کا عام ہوتا۔ اسلیئے یوسف کے طعام کی مدح ہوتی جو حجاج کی نہیں ہوتی تھی۔

اور ہمیشہ ظلمہ کا یہی وطیرہ رہا ہے - کہ ایک جماعت ایسے جان نثاروں کی اپنے ساتھ لگائے رکھتے ہیں - انکی امداد سے خلقت پر حسب دلخواہ حکمرانی کرتے ہیں - اور ضعیفوں کو پامال کرتے ہیں -

حکائیت لطیف

بعض کتب ادبیہ میں دیکھا گیا - کہ ایکبار حجّاج اپنے منظرہ (جھروکہ) میں بیٹھا تھا - اور رؤسا عراق اسکے پاس جمع تھے کہ ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا اسکے پاس حاضر کیا گیا جس کے دو گیسو تہی گاہ تک آویزاں تھے - سامنے آیا تو اصلا اسکی پروانہ کی - مکان کے صنائع و عجائبات کو دیکھنے اور اِدھر اُدھر غور کرنے لگا - پھر اس آیہ شریفہ کو تلاوت کیا اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون و تتخذون مصانع لعلکم تخلدون - راوی کہتا ہے کہ حجاج تکیہ لگائے تھا - یہ سنکر درست ہو بیٹھا اور کہنے لگا -

حجّاج - لڑکے! معلوم ہوتا ہے کہ تو صاحب عقل و ذہن ہے اَحفِظتَ القُراٰن کیا تونے قرآن حفظ کیا ہے -

لڑکا - کیا تجھ کو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا کہ میں حفاظت کرتا - خدا خود اس کا حافظ و نگہبان ہے -

حجّاج - اَوَ جمعتَ القُراٰن - کیا تونے قرآن جمع کیا ہے؟

لڑکا - کیا قرآن متفرق تھا کہ میں اسکو جمع کرتا؟

حجاج - اَفَاحکمتَ القُراٰن تونے قرآن کو محکم و مضبوط کیا ہے -

لڑکا - کیا خدا نے اسکو محکم نازل نہیں کیا؟

حجّاج - افاستظہرتَ القراٰن کیا تونے قرآن کو استظہار کیا ہے؟

لڑکا - پناہ بخدا میں اور قرآن کو پس پشت ڈالوں -

حجّاج (تنگ ہوکر) وائے ہو تیرے اوپر - خدا تجھے قتل کرے - اور کونسا لفظ اس جگہ استعمال کروں؟

لڑکا- ویل وعذاب تیرے اوپر اور تیری قوم پر ہو- یوں کہہ اوعیت القرآن فی صدرک کیا
تو نے قرآن کو اپنے سینہ میں نگاہ رکھا اور یاد کیا ہے-

حجّاج- اچھا کچھ پڑھو-

لڑکا- (بسم اللہ کہکر) اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَخْرُجُوْنَ
فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا-

حجّاج- وَیحَكَ وائے ہو تجھ پر یہاں یَدْخُلُوْنَ (داخل ہوتے ہیں) ہے یَخْرُجُوْنَ
(خارج ہوتے ہیں) نہیں-

لڑکا- پہلے یدخلون تھا- مگر اب یخرجون ہے-

حجّاج- یہ کیوں؟

لڑکا- تیری بدکرداری سے جوان کے ساتھ ہے-

حجّاج- وَیْلَكَ (عذاب ہو تیرے اوپر) جانتا ہے- کہ کس سے یہ خطاب کر رہا ہے؟

لڑکا- ہاں جانتا کیوں نہیں؟ (میرا مخاطب اس وقت) شیطان بنی ثقیف حجّاج
ہے-

حجّاج- وائے ہو تجھ پر کس نے تجھ کو تربیت کیا؟

لڑکا- جس نے تجھے کاشت کیا-

حجّاج- تیری ماں کون ہے؟

لڑکا- جس کے شکم سے میں پیدا ہوا-

حجّاج- تو کہاں پیدا ہوا اور کس جگہ نشوونما پایا؟

لڑکا- فی بعض الفلوات- ایک صحرا میں-

حجّاج- ویلك تو دیوانہ تو نہیں کہ تیرا علاج کیا جائے؟

لڑکا- دیوانہ ہوتا تو کیوں تیرے آگے آتا- اور اس طرح کھڑا ہوتا- کہ گویا تیرے فضل
کا امیدوار اور عقاب سے ترسان ہوں-

حجّاج- تو امیرالمومنین کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

لڑکا۔ رحمتِ خدا ہو ابوالحسن علیہ السلام پر۔

حجاج۔ یہ نہیں میرا مقصود عبدالملک بن مروان ہے۔

لڑکا۔ اس فاسق فاجر پر لعنت خدا کی۔ اس نے ایسی خطا کی ہے جس نے زمین و آسمان کو پُر کر دیا۔

حجاج۔ وہ کونسی خطا ہے؟

لڑکا۔ وہ یہ کہ تجھ جیسے ظالم کو خلقت کی گردنوں پر سوار کیا۔ کہ ان کا مال حلال اور خون مباح جانتا ہے۔

حجاج۔ (اپنے ندیموں کی طرف خطاب کر کے) تمہاری اس لڑکے کے بارے میں کیا رائے ہے؟

ندیمان حجاج۔ اس کو قتل کرانا چاہیئے۔ کیونکہ ترکِ اطاعت کیا۔ اور جماعت سے باہر ہو گیا۔

لڑکا اے حجاج! تیرے بھائی فرعون کے ہم نشین تیرے ہمنشینوں سے بہتر تھے انہوں نے فرعون سے موسیٰ و ہارون کے بارے میں کہا اَرْجِہْ وَاَخَاہُ اسکو اور اسکے بھائی کو مہلت دے۔ یہ میرے فوراً قتل کرنے کو کہتے ہیں۔ قسم خدا کی ایسا کرے گا تو فردائے قیامت حق تعالےٰ کے سامنے تیرے اوپر حجت قائم ہوگی۔ جو بادشاہ جباران و ذلیل کنندۂ متکبّران ہے۔

حجاج۔ لڑکے اپنے لفظوں کو شائستہ اور زبان کو کوتاہ کرو۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تیرے بارے میں بے اختیار کوئی حکم نہ دیا جائے۔ چار ہزار درہموں کا تیرے لئے حکم دیتا ہوں یہ لو اور چلے جاؤ۔

لڑکا۔ مجھ کو اسکی ضرورت نہیں۔ بَیَّضَ اللّٰہُ وَجْھَکَ۔ وَاَعْلیٰ کَعْبَکَ۔ خدا تیرا منہ سفید کرے۔ اور کعب (ٹخنہ) بلند فرمائے۔

حجاج۔ (ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہو کر) جانتے ہو کہ ان دو دعائیہ فقروں سے اس کی کیا مراد ہے؟

ندیمان حجاج - امیر زیادہ دانا ہے۔

حجاج - بتعض اللہ وجھاٹ سے کوڑھ و برص مقصود ہے اور اعلائے کعباٹ سے لٹکانا اور سُولی دینا۔ پھر لڑکے سے کہا۔ جو میں نے تیرے کلام کے معنے کئے۔ کیا درست نہیں؟

لڑکا۔ قاتلک اللہ من منافق ما افھماٹ او منافق خدا تجھے قتل کرے کیسا سمجھا ہے۔

حجاج کو غصہ آیا اور امر کیا کہ اس کو قتل کر دو۔ زفاشی حاضر تھا۔ بولا اَصْلَحَ اللہُ الامیر خدا امیر کا بھلا کرے۔ اسکو مجھے بخش دو۔ کہا میں نے تجھے بخشا۔ لا بارک اللہ فیہ۔ خدا اس میں تجھے برکت نہ دے۔

لڑکا۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں زیادہ احمق کون ہے؟ اس اجل کا بخشنے والا جو حاضر ہو چکی ہے یا اس کا بخشانے والا جو ہنوز نہیں آئی۔

زفاشی۔ میں نے تجھکو موت کے منہ سے نکالا۔ اسکا بدلا اس کلام سے دیتا ہے۔

لڑکا۔ سعادت مجھ کو ادراک کرے تو شہید ہونا میرے لئے خوشگوار ہے۔ قسم خدا کی قتل ہونا مجھ کو محبوب تر ہے اس سے کہ خالی ہاتھ گھر کو جاؤں۔

حجاج۔ (جا تیرے کا حکم دیکر) لڑکے میں نے ایک لاکھ درہم کا تیرے لئے حکم دیا ہے اور تیرے لڑکپن اور صفائی ذہن کیوجہ سے تجھ کو معاف کیا۔ خبردار پھر حکام کے سامنے ایسی جرأت نہ کرنا۔ کیونکہ اسوقت تجھے ایسے شخص سے پالا پڑیگا۔ جو کبھی درگزر نہ کریگا۔

لڑکا۔ عفو کر دینا اور بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے نہ کہ تیرے ہاتھ میں۔ پس تشکر بھی اسی کا ہونا چاہئے۔ نہ کہ تیرا۔ خدا تجھ جیسے کے ساتھ مجھے واسطہ نہ ڈالے۔ پس اٹھا اور وہاں سے روانہ ہوا۔ غلام اس کے پیچھے دوڑے۔ حجاج نے کہا جانے دو۔ قسم خدا کی میں نے اسکی برابر قوی القلب و شجاع و فصیح زبان آور نہیں دیکھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اس کی مثل آجتک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اور شاید وہ بھی مجھ سا نہ دیکھے۔ دکھ گالیاں کھائے اور انعام دے)۔

حجّاج کا زِندان

زندانِ حجاج جیسا پیشتر کشف الحقائق میں گزرا۔ صرف ایک دیوار محیط ہوتی تھی جس میں چھت کا کہیں نشان نہ تھا۔ اس کے اندر زن و مرد سرما و گرما میں دن کی دھوپ رات کی اوس میں بسر کرتے۔ دیواروں پر نگہبان پھرتے رہتے تھے۔ جہاں قیدی کو سایہ میں آتا دیکھتے پتھر مار مار کر وہاں سے ہٹاتے۔ اور دھوپ میں بھگتے تھے۔ بارش ان غریبوں پر برسا کرتی۔ اور جائے پناہ نہ پاتی۔ خوراک انکی جَو کے آٹے میں راکھ ملی ہوئی روٹی ہوتی تھی۔ جس سے قیدی چند روز میں کالا کوئلہ ہو جاتا تھا۔ ایکبار ایک لڑکا قید ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اسکی ماں اسے دیکھنے آئی۔ لڑکا اس کے آگے کیا گیا۔ تو نہ پہچان سکی۔ کہنے لگی یہ میرا لڑکا کیوں ہونے لگا۔ یہ تو کوئی حبشی زنگباری ہے۔ لڑکا بولا اماں تو مجھے نہیں پہچانتی۔ میں فلاں بن فلاں تمہارا بیٹا ہوں۔ بارے اسے پہچانا تو غم و غصہ کی شدت میں ایک چیخ ماری اور جان بحق ہوگئی۔

مسعودی مورخ کہتا ہے۔ کہ حجاج کے محبس میں پچاس ہزار مرد تیس ہزار عورتیں ہلاک ہوئیں۔ سولہ ہزار ان سے برہنہ تھے۔ وہ مرد و عورت کو ایک جگہ قید کرتا۔ مشہور ہے کہ اس کے قیدخانے میں اس کے مرنے پر تینس ہزار آدمی ایسے پائے گئے۔ جن پر قتل۔ قطع۔ قید وغیرہ سے کوئی سزا واجب نہ تھی۔

لطیفہ

ایکبار سورۂ ہود میں یہ آیہ پڑہی۔ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ عمل کے اعراب میں شک ہوا۔ کہ بالضم ہے یا بالفتح۔ پاسبان سے کہا کسی قاری قرآن کو لاؤ۔ وہ ایک قاری کو لیکر آیا تو حجاج اس جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ مگر یہ کسکی مجال تھی کہ اس کو چھوڑ دے۔ اسی جگہ مقید رہا۔ چھ مہینے کے بعد اس کا سامنا ہوا۔ تو کہا کس جرم میں قید ہے۔ اس نے کہا اَصْلَحَ اللّٰہُ الامیر۔ پسر نوح کے مقدمے میں یہ سزا بھگت رہا ہوں

اسوقت کہا اسکو رہا کر دو۔

اسکی موت

عمر بن عبد العزیز نے کہا حجاج عراق میں۔ ولید شام میں۔ قرہ مصر میں۔ عثمان مدینہ میں۔ خالد مکہ میں ہے۔ خداوندا دنیا ظلم سے پُر گئی ہے۔ اپنی مخلوق کو انسے راحت دے راوی کہتا ہے کہ تھوڑے عرصہ بعد حجاج بن یوسف و قرہ بن شریک ایک مہینے کے اندر ہلاک ہوئے۔ پھر ولید نے ان کا سا تہ دیا۔ عثمان و خالد معزول ہوئے اور دعا عمر کی مستجاب ہوئی۔ کذا فی الکامل۔

مروج الذہب میں ہے کہ ایکبار نماز جمعہ کو جا رہا تھا۔ راستہ میں چیخ و فریاد ونکی آواز آئی۔ پوچھا یہ کیسا شور ہے۔ کہا زندانی چلاتے اور بھوکھہ و عذاب کی شکایت کرتے ہیں۔ اس طرف رُخ کر کے کہا اخسئوا فیہا ولا تکلمون (یہ ایک آیۂ قرآنی ہے اور نقل ہے اس کلام کی جو حق تعالےٰ اہل جہنم سے کریگا) دور ہو اور دم زنی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے وما صلی جمعۃ بعدھا۔ اس کے بعد حجاج کو دوسرا جمعہ پڑہنا نصیب نہیں ہوا بیمار ہو کر مرگیا۔ لکھا ہے کہ سعید بن جبیر کے قتل کے بعد اس کے حواس میں فتور آگیا تھا۔ چالیس روز بقولے پندرہ روز سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ سوتا تو خواب میں دیکھتا کہ سعید اس کا دامن پکڑ کر کہتا ہے۔ یا عدو اللہ بم قتلتنی اے دشمن خدا تو نے مجھ کو کیوں قتل کیا۔ وہ بے اختیار بول اٹھتا مالی ولسعید بن جبیر مجھ کو سعید بن جبیر سے کیا واسطہ تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ مرنے کے بعد حجاج کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا تجھ سے خدا نے کیا سلوک کیا کہا بعوض ہر شخص کے جس کے قتل کا میں نے حکم دیا تھا۔ مجھ کو ایکبار قتل کیا اور سعید کے بدلے ستر مرتبہ مارا ہے۔ اور ہنوز رہائی نہیں ملی۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ۔

عمر بن عبد العزیز کو حجاج کے مرنے کی خبر پہنچی۔ تو سجدۂ شکر میں جُھک گیا۔ وہ دعا کیا کرتا تھا۔ کہ اسکی موت بستر پر پڑکر ہو۔ د معرکۂ جہاد میں نہ مرے تاکہ بروز قیامت عذاب شدید میں مبتلا ہو۔ حجاج بقول ابن اثیر شوال ۹۵ ھ آخر ایام ولید بن عبد الملک میں بچپن یا چون

برس کی عمر میں فوت ہوا۔ ولید نے اس کے مرنے پر بہت جزع فزع کیا تھا۔ عمر بن عبد العزیز اسکی نسبت کہا کرتا تھا۔ کہ قیامت کو ہر امت اپنے اپنے عہد کے منافقوں کو بروایتے فاسق وفاجروں کو لائیگی۔ ہم حجاج کو لے جائیں گے۔ اور سب پر غالب آئیں گے۔

شعبی سے کہا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ حجاج مومن ہے۔ کہا ہاں مومنٌ بالجبتِ والطاغوتِ وکافرٌ باللہ۔ جبت وطاغوت پر ایمان لایا ہے خدا سے کافر ہے۔

حسن بصری سے پوچھا گیا حجاج پر جہاد کرنے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ کہا وہ ایک عقوبت ہے عقوباتِ خدا سے۔ عقوبتِ خدا کا تلوار سے مقابلہ نہ کرو۔ کسی نے کہا میں اسکے حق میں نجات کی امید رکھتا ہوں۔ کہا خدا تیری امید نہ برلائے۔

اعمش نے کہا لوگوں میں حجاج کے بارے میں اختلاف ہوا۔ مجاہد کو حکم کیا اس کے پاس جاکر کہا ہمارے درمیان حجاج کے مقدمے میں اختلاف ہے۔ کہا اَتَیْتُمُوْنِی تَسْئَلُوْنِی عَنِ الشَّیخِ الکافِرِ تم میرے پاس شیخ کافر کی نسبت سوال کرنے کو آئے ہو۔

انس بن مالک اور ابن سیرین دراہم حجاجیہ کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرتے تھے

فاضل شہاب الدین احمد معروف بہ ابن عبد ربہ الاندلسی ان حکایات کے نقل کے بعد کہتا ہے۔ کہ اسکی جن باتوں پر علما نے احتجاج کیا ہے ایک ان سے وہ کلام ہے جو لوگوں کو رسول اللہ کی قبر مطہر و منبرِ مبارک کے گرد طواف کرتے دیکھکر کہا۔ اِنَّمَا یَطُوْفُوْنَ بِاَعْوَادٍ وَّرُمَّۃٍ جز این نیست کہ یہ لوگ لکڑیوں اور بوسیدہ ہڈیوں کے گرد گردش کرتے ہیں۔

دیگر اس نے عبد الملک بن مروان کو خط میں لکھا۔ کہ خلافت وہ شے ہے جس کے بغیر آسمان و زمین قائم نہیں رہ سکتے۔ اور خلیفہ خدا کے نزدیک ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے افضل و اعلےٰ ہے۔ یہ اس لئے کہ حق تعالےٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور فرشتوں سے اسکو سجدہ کرایا۔ اور اپنی جنت میں اسکو ساکن کیا۔ پھر زمین پر لاکر اپنا خلیفہ بنایا۔ اور ملائکہ کو اپنے اور اس کے درمیان پیغام رسانی پر مقرر فرمایا۔ عبد الملک اس کے اس کلام سے خوش ہوگیا۔

جریر نے مغیرہ سے اور اس نے ربیع سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا حجاج نے ایکبار اپنے کلام کے درمیان کہا۔ وائے ہو تمہارے اوپر تم جسکو اپنے اہل وعیال پر خلیفہ کرو وہ

تمہارے نزدیک اکرم ہوگا یا وہ جسکو پیام دیکر اس کے پاس بھیجو (یعنی خلیفہ پیغمبر سے افضل ہے)
ربیع نے کہا میں اس کا مدعا و مقصود پا گیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ خدا کے واسطے ہے میرے
اوپر کہ کبھی تیرے پسِ پُشت نماز نہ پڑہوں۔ اور ناصر و مددگار پاؤں تو تیرے اوپر جہاد کروں
پس بروز جماجم وہ حجّاج کے لشکر سے لڑکر مارا گیا۔

ولیدُبن عبدُالملک

یہ آخری خلیفہ ہے عہد امامت سید السّاجدین امام زین العابدینؑ کا ولید حجاج کے بعد جیسا
پہلے گزرا۔ زیادہ زندہ نہیں رہا۔ چھ مہینوں ہی زندگی کی۔ کیونکہ حجاج شوال ۹۵ھ میں فوت
ہوا۔ ولید جمادی الآخر ۹۶ھ میں مرا۔ عبد الملک بیٹوں کو حجاج کی نسبت بہت کچھ کہہ سُن
گیا تھا۔ ولید نے باپ کی نصیحت پلے باندھ لی۔ مرتے دم تک اس کا شیدا رہا۔ مرنے پر اس
کے فراق میں رویا پیٹا۔ واویلا کیا۔ آخر اس کے پیچھے ہولیا۔ سچ ہے الجنس یمیل الی الجنس
ابن اثیر کہتا ہے کہ ولید زشت رو تھا۔ راہ چلنے میں تبختر کرتا۔ اسکی ناک سے پانی بہتا
رہتا تھا۔ شاعر نے اسکی نسبت کہا ہے ؎

فقدتُ الولیدَ وانفاً لہٗ — لمثل الفصیل بدا ان سیولا

میں نے ولید اور اسکی ناک کو گم کیا۔ جو شتر کرہ کیطرح ہمیشہ مُوتتی رہتی تھی۔ ولید لحّان (کلام
میں نحوی اعرابی غلطیاں کرنے والا) تھا۔ ایکمرتبہ مسجد مدینہ میں منبر رسول اللہ پر خطبہ
کہنے لگا۔ بولا یا لیتہا کانت القاضیہ لیت کی تے کو بضم پڑھا۔ منبر کے نیچے عمر بن
عبد العزیز و سلیمان بن عبد الملک بیٹھے تھے۔ سلیمان نے کہا وددتہا واللہ خدا کی قسم میں
یہی چاہتا ہوں۔ (تیری قضا آئے) ہکذا فی تاریخ الخلفاء۔
مروی ہے کہ ایکمرتبہ ایک اعرابی ولید کے پاس آیا۔ اور اپنی خویش کیطرف سے اس سے
رشتہ داری کا اظہار کیا۔ ولید نے کہا مَن خَتَنَکَ یہاں بجائے ضمہ کے نون کو مفتوح
کہا۔ اعرابی اسکے معنے درست سمجھا۔ کہ کس نے تیری ختنہ کیں۔ کہا بعض الاطباء ایک
طبیب نے۔ سلیمان نے کہا امیر المومنین پوچھتا ہے تیرا داماد کون ہے۔ یعنی بضم نون۔ اسوقت

اعرابی اس کا مدعا سمجھا۔ کہا وہ فلاں بن فلان ہے۔ عبد الملک خفا ہوا۔ کہ ایسا شخص عرب کا والی نہیں ہو سکتا۔ جو انکی زبان نہ جانتا ہو۔ ولید نے نحویوں کو جمع کیا۔ اور ایک مکان میں نحو سیکھنے کو داخل ہوا۔ چھ مہینے میں وہاں سے نکلا تو پہلے سے زیادہ جاہل تھا ؎

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض

ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجان نشود

مسعودی کہتا ہے۔ کَانَ جَبَّارًا عَنِیْدًا ظَلُوْمًا غَشُوْمًا کہ ولید مذکور ان چار صفت جبر۔ عناد۔ ظلم۔ غشم (ستم) سے موصوف تھا۔ اس نے چودہ اولاد ذکور چھوڑے تھے عبد الملک نے ولید کے بعد سلیمان کو نامزد خلافت کیا۔ ولید نے اسکو خلع کر کے بجائے اس کے اپنے بیٹے عبد العزیز کو نصب کرنا چاہا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔

ولید کے عہد خلافت کے کارنامے

محمد بن قاسم داماد حجاج کا قتل

محمد مذکور پیشگاہ خلافت سے تسخیر ہند پر مامور ہوا۔ اور سپاہ شام ہمراہ لیکر ملک سندھ کو بھیجا گیا تھا۔ وہاں پہنچکر اس نے ہندیوں کے ساتھ بڑے معرکوں کی لڑائیاں کیں اور پہلے سندھ پھر ملتان کو فتح کر لیا۔ راجہ داہر کہ اس زمانے میں ہندوستان کے راجہ ہائے بزرگ سے شمار ہوتا تھا۔ ان معرکوں میں تہ تیغ ہوا۔ اور بجائے بتخانوں کے مساجد و معابد تعمیر ہوئے۔ اور بہت سا مال غنیمت بکرات دار الخلافہ کو ارسال ہوا۔ مگر ناحق شناس ولید نے محمد کی ان قیمتی خدمات کی ذرا قدر نہ کی۔ اور نہ حجاج کی رشتہ داری کو مطلق خیال میں لایا ذرا سے وسوسۂ شیطانی پر ایسے کار آمد سردار کو بڑی ذلت و خواری سے مروا دیا۔

محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ نے اپنی معروف تاریخ میں بذیل حالات ملوک سندھ و ٹھٹھ ان فتوحات کا کہ مسلمانوں نے عماد الدین محمد بن قاسم مذکور کی ہمت و تدبیر سے حاصل کئے مفصلاً ذکر کیا ہے۔ آخر میں ولید کے حکم سے اس کے قتل ہونے پر اور پوست گاؤ میں لاش

بند ہو کر دار الخلافہ میں لائے جانے کی کیفیت درج کی ہے۔ یہ حقیر بنظر اختصار یہی آخری حصہ اس کا اسی کی عبارت میں نقل کرتا ہے۔ وہی ہذا

"دو دختر رای داہر کہ میان بندیان بدست افتادہ بودند برسم ارمغانے نزد حجاج جہت خلیفہ فرستاد۔ الی اینکہ چون حجاج دختران بادشاہ سندھ را بدار الخلافہ فرستاد۔ ایشان در حرم سرائے ولید مے بودند۔ تا آنکہ بعد مدتے در سنہ ست [96] وتسعین آنہارا یاد کردہ چون حاضر ساختند ولید نام ایشان پرسید خواہر مہتر گفت نام من سرپادیو است وخواہر دوم گفت نام من پرمل دیو است ولید شیفتہ وحیران دختر بزرگ شدہ از کار رفت چون طالب وصال شد۔ سرپادیو زبان بدعا وثنا کشودہ معروض داشت کہ من شائستہ فراش خلیفہ نیستم چہ عماد الدین محمد قاسم سہ شب بنظر تصرف مارا در خانہ خود نگاہ داشتہ بود مگر رسم اسلام اینست کہ اول نوکران دست خیانت رسانند وبعد ازان جہت خلیفہ فرستند ولید از شنیدن این سخن مغلوب قوت غضبی شدہ در ساعت بخط خود فرمانے نوشت کہ محمد قاسم ہر جا کہ باشد خود را در پوست گاؤ گرفتہ روانہ دار الخلافہ گردد وآن بے چارہ خود را در پوست گاؤ خام گرفتہ فرمود تا در صندوق نہادہ بدار الخلافہ رسانیدند۔ ولید آن دختر را حاضر فرمودہ گفت کہ سزائے ناسزایان چنین میدہیم دختر باز زبان دعا کشودہ گفت بادشاہ باید کہ آنچہ از دوست ودشمن بشنود تا در میزان عقل وراستی نسنجد باجرائے آن حکم فرمان ندہد پس ازینجا معلوم میشود۔ کہ بادشاہ از عقل بہرہ ندارد ومحض بقوت طالع بادشاہی مے کند۔ عماد الدین محمد قاسم مارا بمثابہ برادر بود ما نسبت باو ہمچو خواہر دست تصرف او بما نرسیدہ وچون پدر مارا ہلاک کرد وبرادران وقرابتان واقوام مارا کشت ومایان را از بادشاہی بہ بندگی رسانید ہر آئنہ در مقام انتقام وہلاک او شدہ چنین تہمتے در حق او نمودم ومقصود خود حاصل کردیم۔ ولید شرمندہ شدہ بر فوت عماد الدین محمد قاسم تاسف بسیار خورد اما چون کار از دست رفتہ بود علاجے نداشت"

توسیعِ مسجدِ رسُول اللہ

کہا جاتا ہے کہ ولید کو عمارت کا بہت شوق تھا۔ اور مدح کیجاتی ہے کہ اس نے بیت المقدس و دمشق کی مسجدیں بنائیں۔ مسجد رسُول اللہ کو فراخ کیا۔ دمشق اور بیت المقدس کی مساجد کی تعمیر کی کیفیت اسوقت ہمارے پیش نظر نہیں۔ مسجد مدینہ کی توسیع میں جو ظلم و زیادتیاں خصوصاً اہلبیتِ رسُول اللہ پر اسکی طرف سے کی گئیں۔ ان کا مجملاً بیان یُوں ہے۔

شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ کہ ولید نے عمر بن عبد العزیز کو جو اس کی طرف سے فرمانروائے مدینہ تھا لکھا کہ حوالی مسجد میں جس کا مکان ہو اسکو خرید لو۔ انکار کرے تو سقف کو اس پر گرا دو۔ اور اس کا عوض بیت المال سے دیدو۔ نہ لیوے تو مال کو فقرا پر تقسیم کردو۔ حجرات ازواج پیغمبرؐ کو بھی داخل مسجد کرو۔ عمر نے اسکی تعمیل کی۔ حجرات پیغمبرؐ منہدم کرکے داخلِ مسجد کرئے۔

پھر شیخ صاحب کہتے ہیں۔ آوردہ اند روزیکہ این حکم از ولید بمدینۂ مطہرہ آمدہ و حجراتِ پیغمبرؐ را ہدم کردند۔ مصیبتے عظیم در میان مردم برپا شد ہیچکس در مدینہ نبود کہ بر این حال گریہ نمیکرد۔ بعد ازاں کہتے ہیں۔ سعید بن مسیّب گوید کاشکہ حجرات رسُول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بحالِ خود میگزاشتند تا مردم میدیدند کہ سردرِ کائنات چگونہ دراین دارِ فنا حیات بسر بردہ است۔ یہ ایک روایت ہے اسمیں حجرۂ فاطمہ زہرا صلوٰت علیہا و آلِ عبا کا بتصریح ذکر نہیں۔ دوسری روایت ابن زبالہ کی بعض اہل علم سے ہے اسکی نقل انہی کے لفظوں میں اس طرح پر ہے۔ کہ چون ولید بن عبد الملک بحج آمد بعد از اتمام مناسکِ حج قدوم بمدینۂ مطہرہ آورد۔ روزے بر منبر خطبہ میخواند۔ در اثنائے آن نظرش بر جمال حسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم افتاد کہ در بیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نشستہ بود و آئینہ در دست داشت کہ در روے جمال جہان آرائے خود را مشاہدہ مے نمود۔ چون از منبر فرود آمد۔ عمر بن عبد العزیز را طلبید و زجر نمود کہ چرا ایشانرا در اینجا ہنوز گزاشتہ و بیرون نہ آوردہ نخواہم کہ ایشانرا بعد ازین باینخانہ ببینم

خانہ را از ایشان بجز - و داخل مسجد کن - فاطمہ بنت حسینؑ و حسن بن حسنؑ و اولاد ایشان سلام اللہ
علیہم اجمعین درایں خانہ بودند - از بیدر آمدن ابا نمودند - حکم کرد کہ اگر بیرون نیایند - خانہ
را بر ایشان بیاندازید - اسباب خانہ را بے رضائے ایشان بدر مے آوردند - و خانہ را ویران
مے کردند - بحکم ضرورت بر آمدند و ہم در روز روشن مخدرات اہلبیتؑ بیرون مدینہ رفتند
و موضع برائے سکونت اختیار کردند - انتہیٰ

فحوائے روایت ہذا سے معلوم ہوتا ہے - کہ ولید کو توسیع مسجد کا بہانہ تھا مقصود اصلی
اس کا اولاد رسولؐ کا نکالنا تھا - تب تو وہ جناب حسن مثنیٰ کو اپنے موروثی مکان میں بیٹھا دیکھ
کر آگ بگولا ہو گیا - اور پسر عبد العزیز پر خفا ہوا کہ کیوں اب تک انکو یہاں رہنے دیا - اسی وقت
نکالو نہ نکلیں تو چھت ان پر گرا دو - اور اسباب انکا نکلوا کر پھنکوا دو - یہ کیفیت توسیع مسجد
کے خیال کی نسبت انحضرات کے ساتھ اسکی عداوت کو زیادہ ثابت کرنیوالی ہے - عمر کو
دیکھئے کیسے بیچون وچرا تعمیل حکم بجالاتے ہیں - فوراً مزدور چھت پر چڑھا کر کھدائی شروع کرائی
جاتی ہے - اور زنانہ مکان میں آدمی داخل کرکے اسباب نکلوایا جاتا ہے - حتیٰ کہ مشترکہ خاندان
امام حسنؑ و امام حسینؑ سیّدی شباب اہل الجنۃ کا اعنی عورات و اطفال کو روز روشن
میں عام راستوں اور بازاروں میں نکلنے اور بیرون شہر جنگل میں جاکر ٹھیرنے پر مجبور ہوتے
ہیں - اللہ اکبر - کیا بھرے شہر میں کوئی بھی ایسا نہ تھا - کہ اس اجڑے گھرانے کو ایک دو روز
یا دو چار گھنٹہ کے لئے اپنے پاس ٹھیرا لے - معلوم ہوتا ہے کہ ان ملاعین نے سرہنگ مقرر
کئے تھے - کہ انکو شہر بدر کر آئیں - بستی میں نہ ٹھیرنے دیں - غالباً یہ مقام بیرون شہر دو تین میل
پر وہی جگہ ہے - جہاں اسوقت تک حسنی سادات آباد ہیں - اور اپنے تشیع و اثنا عشری ہونے
کیوجہ سے تیر ستم ظلمہ کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں - عبید اللہ بن زیاد نے کربلا کے مقام پر
خیمہ ہائے اہلبیتؑ میں آگ لگوا کر انکی عورات و اطفال کو نکالا - اور اونٹوں پر بٹھا کر راستوں
اور بازار ہائے کوفہ و شام میں تشہیر کرایا تھا - ولید ملعون ابن سعد و ابن زیاد سے بڑھا
رہا - کہ اس نے مکان کی چھت کو ان پر گرا کر بجبر گھر سے نکالا - اور پیادہ پا مدینہ میں پھرایا
اے کاش حضرت رسولخدا کو جس روز مسجد مدینہ اور حجرات تعمیر کرا رہے تھے - معلوم ہوتا کہ

ایکدن وہ ہوگا۔ کہ میرے پوتے پوتیوں کو دن دہاڑے یہاں سے نکلنے پر مجبور کریں گے اور اسباب وسامان کو ان کے پھینکوا دیں گے۔ اور یہاں تو یہاں اس تمام بستی میں انکو ٹھیرنے کی جگہ نہ دینگے۔ اور وہ ہمیشہ بیرونجات میں شہر سے جنگل میں دور بسر کریں گے۔ بہت ممکن ہے کہ آنحضرتؐ کو یہ کیفیت ہوبہو بتلائی گئی ہو۔ تب تو ولید کے نام سے آپکو اسقدر نفرت تھی کہ کسی بچہ کا اس نام سے موسوم ہونا گوارا نہ تھا۔ کما فی روضۃ الصفا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ نے فرمایا ولید فرعون کا نام تھا۔ میری اُمت میں اس نام کا ایک فرعون ہوگا۔ وہ ولید بن عبد الملک ہوا۔ آگے چلکر جذب القلوب میں ہے کہ ہفت ہزار دینار بدل خانہ بایشان مے داد حسن بن حسنؓ سلام اللہ علیہا سوگند خورد کہ زر نہ ستانند۔ عمر قصہ را بولید نوشت کہ وے زر نمے ستانند حکم کرد کہ زر نہ ستانند بہتر خانہ بگیر و ایشان را بدر کن وزر در بیت المال سپار۔ انتہیٰ۔

معلوم نہیں کہ یوں ظلم صریح سے کسی کا گھر چھین کر مسجد میں شامل کرنا ولید کو کسطرح جائز ہوا۔ اور عمر بن عبد العزیز باآں تقوےٰ وعدالت[1] کیونکر بیچون وچرا اس پر عمل پیرا ہوئے علما وفقہائے مدینہ کہاں چلے گئے تھے۔ کہ انہوں نے اس کے ناجائز ہونے کا فتوےٰ نہ دیا اور اس عمل کی شناعت وفظاعت کا اعلان نہ فرمایا۔ کہ مسلمانانِ آفاق عالم سے آنیوالے اس سے واقف ہوتے۔ اور مقام مغصوبہ میں نماز پڑھنے سے باز رہتے۔ اگر کہا جاوے کہ ولید کا خوف انکا دامنگیر تھا۔ اسلیئے کوئی دم نہ مار سکتا تھا۔ تو میں کہونگا۔ کہ یہی تو تقیہ ہے جس کا نام سُنکر ہمارے برادرانِ اسلام سواد اعظم سرکہ بجبین ہوتے ہیں۔ اور شیعوں پر اس کی تجویز میں اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ درحقیقت اس جبار عنید سے یہ لوگ ڈرتے ہوں گے۔ اس لیئے دم بخود تھے۔ جیسے کہ خلفائے سابق بھی جو ظلم ان حضرات پر کرتے تھے یہ دیکھا کیئے ہیں۔ آخر میں ایک اور روایت محدث دہلوی شیخ عبد الحق صاحب کی سنیئے اس

---

[1] عمر بن عبد العزیز کا عدل عمر خطاب کے عدل سے بڑھکر تہا۔ کیونکہ انہوں نے اس زمانہیں عدالت کی جبکہ عمر خطاب کے وقت کے آدمی نہ رہے تھے۔ مالک بن دینار نے کہا عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو گڈریوں نے کہا کون مرد صالح وعادل حکمران ہوا ہے۔ کہ بھیڑیوں نے بکریوں سے متعرض ہونا چھوڑ دیا ہے۔ ۱۲ تاریخ الخلفاء

سے رہا سہا شبہ بھی انہیں باقی نہ رہے گا۔ کہ یہ سارا بکھیڑا مسجد کی توسیع کا اس ملعون نے محض بنی فاطمہؑ کی ایذا و آزار دہی کے لئے اٹھایا تھا۔ اوروں سے تعرض کرنا اس کا مقصود نہ تھا۔ بلکہ اولاد عمر خطاب کو تو اس نے اسموقعہ پر وہ امتیاز بخشا۔ جو پہلے انہیں حاصل نہ تھا شیخ صاحب کہتے ہیں: ہمچنیں در بیت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ در دست اولاد عمر خطاب بود نزاع شد چون گفتند کہ ہرگز نخواہم بر آمد۔ وعوض خانہ رسول اللہ نخواہیم ستاند۔ حجاج بن یوسف نیز دران وقت در مدینہ بود۔ حکم کرد خانہ را ہم بر سر ایشان بیندازند۔ ولیکن چون قضیہ بولید رسید وے بجانب عمر بن عبد العزیز نوشت۔ کہ در استرضاء خاطر اولاد عمر بن الخطاب بتقصیر راضی مشو۔ ثمن خانہ رابدہ و اگر نہ ستانند ایشانرا اکرام کن و بقعۂ از خانہ با ایشان بگزار۔ و ایشانرا درے بجانب مسجد نیز گزار انتہیٰ۔

دیکھئے اولاد رسولؐ کا اسباب پھنکوا کر اور سقف خانہ کو ان پر گرا کر انکی عورات کو سر بازار روز روشن میں نکالا جاتا ہے۔ اور اولاد عمر خطاب کا اکرام ہوتا ہے۔ اور ایک بقعہ مسجد میں انکے لئے رہنے دیا جاتا ہے۔ کیا اب بھی کسی کو شک رہیگا کہ بموجب اصول مقرر کردہ اہلسنت حضرت خلیفہ ثانی کا رتبہ رسول اللہ کے مرتبہ سے بڑھا ہوا ہے تب تو انکی اولاد کا یہ اکرام ہے۔ اور حضرت رسالتؐ پناہ کی اولاد کی وہ اہانت۔ لاحول ولا قوۃ۔

اسی ولید پلید کے زمانے میں جیسا کہ پیشتر گزرا۔ اسی کے امر و اشارے سے سید الساجدین امام زین العابدینؑ کو زہر ہلاہل پلا دیا گیا۔ وکفیٰ بذالک خزیًا وخسرانًا۔

تمت بالخیر

کتبہ سگ درگاہ علیؑ ولی اشرف علی بن احمد علی

کوچہ شیعیان۔ موچیدروازہ۔ لاہور

قرآن مجید مترجم بترجمہ شیعہ

مع خلاصۃ التفاسیر

یہ وہی صحیفۂ مقدس ہے۔ جو قرآن مجید مترجم بترجمہ شیعہ مع خلاصۃ التفاسیر کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ بین السطور میں لفظی ترجمہ درج ہے تاکہ وہ لوگ بھی فائدہ اٹھائیں جن کو عربی علم ادب میں مہارت نہیں۔ یہی وہ مشہور و معروف سب سے پہلا ترجمہ ہے۔ جو ہندوستان کے شیعہ حضرات کے سامنے چودہ برس قبل بھی پیش کیا گیا تھا۔ اور جسکو خاص درجۂ مقبولیت حاصل ہوا تھا۔ یہ وہ ترجمہ ہرگز نہیں جسمیں ابن الوقت اور نئی روشنی کے عینک بازوں کا کوئی دخل ہو۔ نہ اسمیں من گھڑت اور تصنیف جا و بیجا محاورات سے کام لیا گیا ہے۔ اور نہ کلام الٰہی کے موزون نکات میں اپنی طرف سے کوئی خاص اضافہ کیا گیا ہے۔ بلکہ جو تفسیر پُرتنویر حضرات ائمہ ہدیٰ سے منقول ہے۔ وہی معتبر ہو سکتی ہے اور اس امر کا ہر موقع پر نہایت غور سے لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اس روحانی تلقین سے استدلال پیش کئے گئے ہیں۔ جسکا ماخذ انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابہا ہے۔ اس مسلم اور مستند ترجمے کے حاشیہ پر جسقدر آئتیں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان مبارک میں نازل ہوئیں مع تاریخی واقعات اور غزوات کے مفصل درج ہیں۔

کاغذ اعلےٰ درجہ کا تقطیع ۲۲ × ۲۹ چھپائی نہایت صاف۔ سرورق اور لوحیں نہایت پاکیزہ شاندار اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے اسم ہائے گرامی سے مزین ہدیہ کاغذ خاکی (ﷲ) روپیہ۔ چرمی جلد روپہلی ٹھپے دار (ﷲ) میں بندھ سکتی ہے ؞

حسنیہ اردو ترجمہ فیضِ عام

کنیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں علمی مناظرہ نہایت مدلل اور قابل دید رسالہ۔ قیمت (۱۰/ا) ؞

تفسیر عُمدۃُ البیان جلد سہ

بزبانِ اُردو

کلام اللہ کی یہ بینظیر تفسیر آیۃ اللہ فی العالمین حاجی الحرمین الشریفین مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولانا ومقتدانا مولوی السید عمّار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ فی فرادیس الجنان کی تصنیفات سے چھپکر ہندوستان کے ہر گوشے اور شیعی دنیا کے ہر طبقہ میں اسقدر مقبول ہوئی۔ کہ چار دفعہ چھپنے پر بھی اسکی مانگ ملک کے ہر چہار اطراف سے برابر چلی آتی ہے یہ مقدس تفسیر دس دس پارونکی تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ فریقین کے متنازعہ فیہ مقامات اور مناظرہ کی سرخیوں کو حاشیئے پر جلی قلم سے لکھا ہے۔ قیمت درجہ اول (۳۲ عہ ۸ر) درجہ دوم (۱۶ عہ ۱۴ار) ۔

اِعجازِ داؤدی

کتب مناظرہ میں ایک جدید لطیف اور قابل دید اضافہ جسمیں جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کو جو شیعہ سنی کے درمیان معرکۃُ الآرا و نزاعی مسئلہ ہے بنصّی ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب مستطاب جس کا نام اعجاز داؤدی ہے در اصل اس رسالہ کا جواب ہے۔ جو مطرقۃ الکرامہ کے نام سے مشہور ہے اور جو بقول اس کے مصنف مولوی خلیل احمد کے الہامی کتاب ہے لیکن آفرین صد آفرین مولوی سید سجاد حسین صاحب کو جنہوں نے مطرقہ کی چوٹی کے مقامات کو اس خوبی سے رد کیا ہے کہ بیاختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ قیمت (۴ر) ۔

المُشتہر

مینجر مطبع اثنا عشری دہلی

قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب ہذا

من تالیف عالیجناب سید محمود حسین صاحب شاداںؔ پیشکار اجلاس صاحب آنریری مجسٹریٹ کرنال

حضرتِ مظہر حسن با دانش و علم و یقین   سُفت سلکِ دُر با حوالِ امامِ چارمین
سالِ این تصنیف شاداں از سرِ الہام گفت   سیرتِ بندہ نوازِ شاہِ زین العابدین
آہ
۳۶ ھ ۱۳
۳۷ ھ ۱۳

شمس نیر دہلوی از مطبع اثنا عشر   جلوہ گر گردش بعالم روکش ماہِ مبین
از مہر آداب شاداں گوہر سالش بسفت   سیرتِ شاہِ جہان سجاد زین العابدین
۳۸ ھ ۱۳
۳۹ ھ ۱۳

حضرتِ مظہر حسن خوش عالمے منظورِ حق   در تصانیفِ سیر کردہ عیان نورِ حق
سالِ این تصنیف شاداں گفتا فی البدیہہ   سیرتِ سجادِ زین العابدین نورِ حق
۳۷ ھ ۱۳

بہرِ تصنیفِ سیرتِ سجاد   چُون حسن دادِ خوش بیانی داد
زہد - زان بر گرفتہ زاہد - سال   گفت "تاریخ سیدِ سجاد"
۱۶
۵۳ ۱۳
تخرجہ ۱۶
۳۹ ھ ۱۳

امامِ چہارم ز باغ علیؑ   کہ او ہست چشم و چراغِ علیؑ
بحالش نوشتہ کتابے حسن   شرابش نصیب از ایاغ علیؑ

پئے سالِ طبعش ز روئے حروف
بگفتم "بہارے ز باغِ علیؑ"

	۳۸	۱۳
تعمیہ	۱	
	۳۹	۱۳ ھ
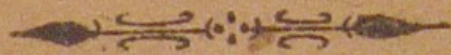
یادگارِ فاتحِ بدر و حُنین
یعنی مولانا علیؑ ابن الحسینؑ

خوش نوشتہ حالِ آن چارم امام
حضرتِ مظہرِ حسن عالی مقام

لِلّٰہِ الحمد این کتابِ لاجواب
جلوہ گر شد دو جہاں چون آفتاب

زاہتمامِ شمس زیدی خوش سیر
شد طلوع از مطبعِ اثنا عشر

بہرِ سالِ طبعِ خوشش گوہر بسفت
اِنتفے: "تاریخِ مولانا" بگفت

۱۳ ھ ۳۹

مستورات کے لئے بہترین سوانح عمری

چہاردہ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ کی دوسری کتاب

سیرۃ الفاطمہ ؑ

[illegible]

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲

مطبع اثنا عشری دہلی سے طلب فرمائیں